ضیاء النبی
پیر محمد کرم شاہ الازہری
ضیاء القرآن پبلی کیشنز
گنج بخش روڈ، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومتِ پاکستان
وزارتِ مذہبی امور
اسلام آباد

سندِ امتیاز

نہایت مسرت سے تصدیق کی جاتی ہے کہ محترم پیر محمد کرم شاہ الازہری
کی تالیف کردہ کتاب ضیاء النبیؐ بزبان اُردو مقابلہ کتب سیرت
برائے سال ۱۹۹۴ء / ۱۴۱۵ھ میں اوّل انعام کی مستحق قرار پائی اور مؤلف موصوف کو
حکومتِ پاکستان کی طرف سے مبلغ پچیس ہزار روپے بطور انعام دیئے گئے۔

نمبر ۳(۱) اوس ۔ تم / ۹۴

تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ
۲۱ اگست ۱۹۹۴ء

سیکرٹری
وزارتِ مذہبی امور حکومتِ پاکستان
اسلام آباد

ضیاء النبی ﷺ

جلد اول

اس عہد کی متمدن اقوام کے مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور معاشی احوال کا تجزیہ

امانتِ اسلام کے لیے اہلِ عرب کے انتخاب کی حکمت،

حضور کے اسلافِ کرام کا تفصیلی تذکرہ

پیر محمد کرم شاہ الازہری

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

گنج بخش روڈ، لاہور

نام کتاب	ضیاء النبی ﷺ (جلد اول)
مصنفہ	پیر محمد کرم شاہ الازہری
	سجادہ نشین آستانہ عالیہ امیریہ، بھیرہ شریف
	پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ، بھیرہ شریف
	جسٹس سپریم کورٹ آف پاکستان
کمپوزنگ	الفاروق کمپیوٹرز، لاہور
تعداد	پانچ ہزار
تاریخ اشاعت	ربیع الاول ۱۴۲۰ھ
ایڈیشن	بار چہارم
طابع	تخلیق مرکز پرنٹرز، لاہور۔
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔ گنج بخش روڈ، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَّذِیۡنَ یَتَّبِعُوۡنَ الرَّسُوۡلَ النَّبِیَّ الۡاُمِّیَّ الَّذِیۡ یَجِدُوۡنَہٗ مَکۡتُوۡبًا عِنۡدَہُمۡ فِی التَّوۡرٰىۃِ وَ الۡاِنۡجِیۡلِ ۫ یَاۡمُرُہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہٰہُمۡ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُحِلُّ لَہُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیۡہِمُ الۡخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنۡہُمۡ اِصۡرَہُمۡ وَ الۡاَغۡلٰلَ الَّتِیۡ کَانَتۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ فَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا بِہٖ وَ عَزَّرُوۡہُ وَ نَصَرُوۡہُ وَ اتَّبَعُوا النُّوۡرَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ مَعَہٗۤ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۵۷﴾

(الاعراف : ۱۵۷)

ترجمہ:- (یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے، جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انھیں نیکی کا اور روکتا ہے انھیں برائی سے اور حلال کرتا ہے ان کیلئے پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں انھیں پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ، وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔

(ترجمہ از جمال القرآن)

اے پناہِ جہاں سلامُ علیک — تکیۂ بیکساں سلامُ علیک

منزلِ تو مقامِ اَو اَدنیٰ — گردِ راہ کہکشاں سلامُ علیک

اے نسیمِ سحر زمورِ حقیر — باسلیماں رساں سلامُ علیک

من فتادہ بخاکِ کوئے توام — خُذ یَدِی اے جواں سلامُ علیک

لُطف فرما کہ ماشکستہ تریم — لُطف شایانِ شاں سلامُ علیک

برہمہ آلِ پاک و اصحابش — فخر ہر دم بخواں سلامُ علیک

ارمغانِ عقیدت از حضرت صاحبزادہ غلام فخر الدین مدظلہ العالی

سیال شریف

فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ ۝

الٰہی! جو شان، جو فضل و کمال، جو حسن و جمال، جو صوری محاسن اور معنوی خوبیاں تو نے اپنے حبیبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عطا فرمائی ہیں، ان کا صحیح عرفان اور پہچان بھی نصیب فرما اور ان کو اس طرح بیان کرنے کی توفیق مرحمت فرما جس کے مطالعہ سے تاریک دل روشن ہو جائیں، مُردہ رُوحیں زندہ ہو جائیں، ذوق و شوق کی دُنیا آباد ہو جائے جہاں غفلت کی تاریکیاں پھیلی ہوئی ہیں وہاں تیرے ذکرِ پاک اور تیرے محبوبِ مکرم کی مبارک یاد کی قندیلیں فروزاں ہو جائیں۔

آمین ثم آمین بجاہ طٰہٰ ویٰسٓ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

غبارِ راہِ طیبہ
محمد کرم شاہ
یکم رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ
بروز دوشنبہ ۱۳ جون ۱۹۸۳ء قبل افطارِ صوم

گر نہ خورشیدِ جمالِ یار گشتے راہ نموں

از شبِ تاریکِ غفلت کس نبردے راہ بروں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذۡنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیۡرًا

جس کا مداح اور ثنا خواں خود اس کا پروردگار ہے۔

قرآن کریم کے صفحات جس کی عظمت و بزرگی کے ذکر سے جگمگا رہے ہیں۔

سارے جہانوں کا خداوند ذوالجلال والاکرام جس پر صلوٰۃ و سلام کے بیش بہا موتیوں کی بارش برسا رہا ہے۔ مَلاِ اعلیٰ کے نوری فرشتے جس پر ہر لحظہ درود و تحیات کے مہکتے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔

جس کے خلق کو اس کے خالق نے عظیم کہا۔

جس کے اسوہ کو اس کے رب نے حسین فرمایا۔

زبان قدرت نے جس کو رحمت للعالمین فرما کر اپنی ساری مخلوق سے روشناس کرایا۔

جو بلا امتیاز سب کا تھا اور تا ابد سب کا رہے گا۔

لیکن بیماروں اور رنجوروں، ناداروں اور بیکسوں، خستہ حالوں اور شکستہ دلوں، خطا کاروں اور عصیاں شعاروں پر اس کا سحاب لطف و کرم جب برستا ہے تو اس کی ادا ہی نرالی ہوتی ہے۔

مطلع رشد و ہدایت پر جس کا آفتاب رسالت، نور افشانی کر رہا ہے اور تا ابد کرتا رہے گا۔ جس کے بحر جود و سخا کی خنک اور شیریں موجیں، تشنگان ہر دو عالم کو سیراب کر رہی ہیں اور تا ابد سیراب کرتی رہیں گی۔

جس کے در رحمت پر صدا لگانے والا فقیر نہ کبھی خالی لوٹا ہے اور نہ قیامت تک کوئی خالی لوٹے گا۔

اے سلطان حسینان جہاں!

اے سرور اورنگ نشینان عالم!

ایک مفلس و کنگال منگتا، خالی جھولی لے کر تیرے حسن و جمال کی خیرات لینے کے لئے حاضر ہے اور ایک ادنیٰ سا ارمغان عقیدت و محبت پیش کرنے کا آرزو مند ہے۔

اے میرے ذرہ پرور آقا! ازراہ بندہ نوازی اسے قبول فرمائیے۔ اور اپنے اس حقیر سے غلام کے دامن تہی کو اپنے سچے عشق اور پکی غلامی کی نعمت عظمیٰ اور دولت سرمدی سے بھر دیجئے۔

وَصَلّٰی عَلَیْکَ اللّٰہُ یَا خَیْرَ خَلْقِہٖ وَیَا خَیْرَ مَأْمُوْلٍ وَیَا خَیْرَ وَاہِبٖ
وَیَا خَیْرَ مَنْ یُّرْجٰی لِکَشْفِ رَزِیَّۃٍ وَمَنْ جُوْدُہٗ قَدْ فَاقَ جُوْدَ السَّحَائِبٖ
وَاَجْوَدُ خَلْقِ اللّٰہِ صَدْرًا وَّنَائِلًا وَاَبْسَطُہُمْ کَفًّا عَلٰی کُلِّ طَالِبٖ

(ماخوذ از اطیب النغم مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ)

غبارِ راہِ طیبہ
مسکین: محمد کرم شاہ
شب دوشنبہ ۲۵/ جمادالثانی ۱۴۱۳ھ
۲۱/ دسمبر ۱۹۹۲ء

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٢﴾

اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ الجمعۃ ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۝

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى :

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ رَبِّيْ وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَمَا سَبَّحَ لَكَ مِنْ شَيْءٍ يَا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَحَبِيْبِنَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدٍ بَحْرِ اَنْوَارِكَ وَمَعْدَنِ اَسْرَارِكَ وَلِسَانِ حُجَّتِكَ وَعَرُوْسِ مَمْلَكَتِكَ وَاِمَامِ حَضْرَتِكَ وَخَاتَمِ اَنْبِيَآئِكَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطّٰهِرِيْنَ الْمُطَهَّرِيْنَ وَاَزْوَاجِهِ الزَّكِيَّاتِ الطّٰهِرٰتِ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَصْحَابِهٖ

الغُرِّ المُحَجَّلِينَ وَمَن احبه واتبعه إِلىٰ يَوْمِ الدِّينِ صَلوٰةً وَّ سَلَامًا وَّتَحِيَّةً تَدُوْمُ بِدَوَامِكَ وَتَبْقىٰ بِبَقَاءِكَ تَرْضِيكَ وَ تُرْضِيهِ وَتَرْضٰى بِهَا عَنَّا يَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ۔

اَمَّا بَعْدُ!

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفع آسمانی کے بعد پانچ صد اکثر سال گزر چکے تھے اس قلیل مدت میں آپ پر نازل شدہ کتاب انجیل مقدس کو بنی اسرائیل کے علماء سوء نے اپنی تحریفات سے مسخ کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ کے امتی بے شمار فرقوں میں بٹ چکے تھے اور ان میں باہمی منافرت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو ملحد اور کافر کہتا تھا اور صرف اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دین حق کا اجارہ دار سمجھتا تھا۔ وحی الٰہی کا نور تاباں دھندلا گیا تھا۔ انسان کی فریب خوردہ عقل، اوہام اور خود ساختہ عقائد کی دلدل میں پھنس چکی تھی گنتی کے چند خوش نصیب افراد کے علاوہ آپ کی ساری امت آپ کے بتائے ہوئے راستہ سے بھٹک گئی تھی غضب یہ ہوا کہ انہوں نے اس مسیح کو ابن اللہ (خدا کا بیٹا) کہنا شروع کر دیا جس نے اپنی پیدائش کے چند روز بعد اپنے پنگھوڑے میں جھولتے ہوئے یہ اعلان کیا تھا

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝

"یعنی میں خدا نہیں، خدا کا بیٹا نہیں بلکہ میں تو اس کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے منصب نبوت پر فائز کیا ہے۔"

(مریم: ۳۰)

اپنے اس معجزہ سے انہوں نے اپنی عفت مآب والدہ کی پاکدامنی کی گواہی بھی دے دی اور اس حقیقت کو بھی واشگاف کر دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں اور اس کا نبی ہوں لیکن آپ کے ماننے والوں نے آپ کی اس ناقابل تردید شہادت کو مسترد کر دیا آپ کو عبداللہ کہنے کے بجائے آپ پر ابن اللہ (اللہ کا بیٹا) کی سنگین اور گستاخانہ تہمت لگا کر توحید کے عقیدہ کی نفی کر دی اس طرح انہوں نے نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو بلکہ تمام

انبیاء کرام کی آمد کے مقصدِ عظیم کو ٹھکرا کر رکھ دیا۔

وہ نفوس ذکیہ جو محض اپنے خالق و مالک کی وحدانیت کا پرچم لہرانے کے لئے اور چار دانگ عالم میں اس کی توحید کا ڈنکا بجانے کے لئے تشریف لائے تھے جب انہیں کو خدا کی الوہیت میں شریک ٹھہرالیا گیا تو لوگ توحید کا سبق سیکھتے توکس سے، اپنے پروردگار کی وحدانیت کے عقیدہ کا چراغ روشن کرتے توکیونکر۔ اس دور میں سب سے قریبی وحی کی جب یہ حالت ہوگئی تھی تو وحی کے وہ سرچشمے جن کا تعلق ماضی بعید سے تھا اور وہ آسمانی صحیفے جو قدیم زمانہ میں انبیاء کرام پر نازل کئے گئے تھے ان میں شرک و الحاد کی آلائشیں کہاں تک در نہ آئی ہوں گی اور کسی حق کے متلاشی کے لئے کیونکر ممکن رہا ہو گا کہ وہ ان کتب آسمانی سے حق کے نور کا اکتساب کر سکے۔

چھٹی صدی عیسوی، ایک ایسا دور تھا جبکہ کائنات ارضی کے گوشہ گوشہ میں شرک اور بت پرستی کی بیماری ایک وبائی صورت اختیار کر چکی تھی اور جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کا رشتہ ہی اپنے رب سے ٹوٹ چکا تھا۔ تو ان کی اخلاقی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی میں جو تباہ کن فسادات رونما ہو چکے ہوں گے ان کا تصور کر کے ہی سعید روحوں پر لرزہ طاری ہو جاتا ہو گا۔

ساری انسانیت کے ہادی و راہبر، قیامت تک آنے والے تمام عصور و دہور کے نیر اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے، حضرت آدم کی اولاد جس کو خلافت ارضی کی خلعت زیبا پہنائی گئی تھی۔

جس کے سر پر اشرف المخلوقات ہونے کا تاج سجایا گیا تھا، جس کے علم کے سمندر کی بیکرانیوں کے سامنے نوری ملائکہ کو اعتراف عجز کرنا پڑا تھا۔ اور انہیں اس پیکر خاکی کے سامنے سجدۂ تعظیم بجالانے کا حکم دیا گیا تھا۔ اس آدم کی اولاد صرف خدا فراموش ہی نہیں بلکہ خدا فراموشی کے باعث خود فراموش بھی بن چکی تھی، انہیں قطعاً یاد نہ رہا تھا کہ وہ خلاق جہاں کی شان تخلیق کا شاہکار ہیں، وہ چشم کائنات کی پتلی ہیں، مہرو ماہ، بحروبر، فضائیں اور خلائیں ان کے زیرنگین ہیں ہر چیز ان کی خدمت بجالانے کے لئے پیدا کی گئی ہے اور ان کی تخلیق کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانیں۔ دل کی گہرائیوں سے اس سے محبت کریں۔ عشق و محبت کے جذبات سے سرشار ہو کر اس کی بارگاہ عظمت و کمال میں بے خودی سے اپنا سر نیاز جھکا دیں ان کی زبان ہی نہیں ان کا دل بھی سبحان ربی الاعلیٰ کے روح پرور کلمات سے اپنی بندگی، بے چارگی، بیکسی اور بے بسی کا اظہار کر رہا ہو۔ اس کے بجائے انہوں نے ہر چیز کو اپنا خدا۔ اپنا معبود اور اپنا حاجت روا بنا لیا تھا۔ بے جان پتھروں کے سامنے وہ سجدہ ریز تھے،

درختوں کے ارد گرد وہ طواف کناں نظر آتے تھے۔ کبھی کسی پہاڑ کی اونچی چوٹی سے مرعوب ہو کر اس کے سامنے بچھے جاتے تھے، کبھی مہر و ماہ کی تابندگیوں کے لئے سراپا عقیدت بن جاتے تھے، کبھی کسی حیوان کے گوبر اور پیشاب میں پاکی کو تلاش کرتے دکھائی دیتے تھے الغرض انہوں نے عزت و کرامت کی اس خلعت کو تار تار کر دیا تھا۔ اور اپنی بے نظیر اور بے مثال ظاہری اور باطنی خوبیوں کا جنازہ نکال دیا تھا جوان کے پیدا کرنے والے نے بڑی فیاضی سے انہیں مرحمت فرمائی تھیں۔ وہ تمام مظاہر فطرت سے ڈرتے بھی تھے اور ان کے سامنے جھکتے بھی تھے لیکن اگر کسی ہستی کی طرف سے انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور منہ پھیر لیا تھا تو وہ ان کا کریم اور رحیم پرور دگار تھا۔ جس نے ان کو اپنے ان گنت احسانات و کرامات سے نوازا تھا۔

ان حالات کو قرآن کریم نے "وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" کے جامع الفاظ سے بیان فرمایا ہے "یعنی اس نبی مکرم کی آمد سے پہلے وہ سب کھلی گمراہی میں بھٹک رہے تھے"۔

اس سے پیشتر کہ اپنے کریم پرور دگار کی توفیق سے اس آفتاب عالم تاب کی تابانیوں کا ذکر کروں جس نے بلندیوں اور پستیوں کو بقعہ نور بنا دیا۔ جس کی روشن کرنوں سے زمین کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔ میں مناسب بلکہ ضروری سمجھتا ہوں کہ اس "ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ" سے بھی اپنے قارئین کو روشناس کراؤں جس میں صرف کوئی فرد، کوئی قبیلہ، یا کوئی قوم نہیں بھٹک رہی تھی بلکہ سارا عالم انسانیت اس کی شدید گرفت میں تھا اور گمراہ رہا تھا۔ اور انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں رہا تھا۔ جسے فساد و عناد کی آندھیوں نے تباہ و برباد نہ کر دیا ہو یہ تو میرے لئے ممکن نہیں کہ میں کرۂ زمین کے مختلف براعظموں میں پھیلی ہوئی انسانی آبادیوں کے حالات کا مکمل نقشہ آپ کے سامنے پیش کر سکوں البتہ بتوفیق الٰہی یہ کوشش ضرور کروں گا کہ اس وقت کی متمدن قوموں کے مذہبی، سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی حالات کی ایک ایک جھلک آپ کو دکھادوں تاکہ آپ عرب کے اس ماہِ چہار دہم کے فیوض و برکات کا صحیح اندازہ لگا سکیں۔ جن سے اس نے اس بدمست، مدہوش اور اپنی خوبیوں اور کمالات سے بے خبر اور بے بصر انسان کو بہرہ ور کیا۔ تبھی آپ اندازہ لگا سکیں گے کہ انسان کن پستیوں میں گر چکا تھا۔ اور اس عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۱) کی شان والے نبی نے اس کو کہاں سے اٹھایا اور کن

۱۔ "گراں گزرتا ہے اس پر تمہارا مشقت میں پڑنا بہت ہی خواہش مند ہے تمہاری بھلائی کا مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا اور بہت رحم فرمانے والا ہے۔" (سورۃ التوبہ: ۱۲۸)

بلندیوں تک پہنچایا۔
دنیا کے نقشہ پر اگر آپ نظر ڈالیں تو آپ کو یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی کہ مکہ کا شہر اس وقت کی معلوم دنیا کے نقشہ پر اس جگہ نظر آئے گا جیسے دل، انسان کے جسم میں ہوتا ہے۔
تمدن، حضارت، ثقافت اور شائستگی کی جو قندیلیں اس وقت ٹمٹمارہی تھیں وہ ان ممالک میں ہی تھیں جو اس مرکز انسانیت کے قرب وجوار میں آباد تھے مشرق میں ایران ہے جس کے طویل و عریض خطہ پر کئی ہزار سال تک مختلف خاندانوں کی شہنشاہیت کا پرچم لہراتا رہا تھا۔ اس سے آگے مشرق کی طرف جائیں تو ہند کا برصغیر ہمیں نظر آتا ہے جہاں حکمت و فلسفہ کی درسگاہیں لوگوں میں علم وشعور کی دولت تقسیم کر رہی تھیں پھر اگر ایران وہند کے شمال کی طرف نگاہ اٹھائیں تو ہمیں چین کا وہ عظیم ملک نظر آتا ہے، جس کے رقبہ کی وسعت آبادی کی کثرت، علوم و فنون اور صنعت و حرفت کی ترقی اس وقت بھی قابل صد رشک تھی۔ اگر ہم جزیرہ عرب کے مغرب کی طرف دیکھیں تو ہمیں بیزنطینی شہنشاہیت کے قیصر اپنی عظمت و برتری کا نقارہ بجاتے ہوئے نظر آتے ہیں جن کی وسیع وعریض سلطنت صدیوں سے دور دراز ممالک کو بھی اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھی جہاں بڑے بڑے علماء و فضلا کی درسگاہیں جو در حقیقت علم و حکمت کی یونیورسٹیاں تھیں اپنی برتری کا سکہ جمائے ہوئے تھیں اور جزیرہ عرب کے جنوب میں افریقہ کا براعظم تھا۔ اس کا بیشتر حصہ اس وقت بھی جہالت، بربریت اور وحشت کے اتھاہ اندھیروں میں غرق تھا۔ لیکن اس براعظم کا ایک ملک جسے "مصر" کہتے ہیں انسانی تاریخ کے تمام محققین کے نزدیک تہذیب وتمدن کا یہ اولین مرکز تھا چھٹی صدی عیسوی میں اگر چہ اس کی آزادی چھن چکی تھی اور وہ رومی سلطنت کا ایک مفتوحہ صوبہ تھا۔ لیکن علم و فضل اور فلسفہ وحکمت میں اب بھی وہ کسی کو اپنا ہمسر نہیں سمجھتا تھا۔ اس وقت کی دنیا کے یہ چند ایسے ممالک تھے جن کو متمدن، مہذب اور علم و دانش کا گہوارہ ہونے کا غرور تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنے باتدبیر حکمرانوں اور عالی ہمت اور بلند اقبال سپہ سالاروں کے باعث اپنی فتوحات کا دائرہ اتنا وسیع کر لیا تھا۔ کہ جن کی وسعت کو دیکھ کر آج بھی حیرت ہوتی ہے اس لئے میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ بڑے اختصار وایجاز کے ساتھ ان ممالک میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی ایک ایک جھلک قارئین کو دکھادوں تاکہ یہ حقیقت آشکارا ہو جائے کہ علم و حکمت کے ان مدعیوں نے انسانیت کو ذلت کے کس گہرے گڑھے میں دھکیل دیا تھا۔ فتوحات کی بے مثال وسعتوں کے باوجود وہاں کے باشندے کس قسم کی محرومیوں اور مایوسیوں میں جکڑے ہوئے اور گھرے

ہوئے زندگی بسر کر رہے تھے۔

ان حالات کے بیان کرنے سے میرا مقصد قطعاً یہ نہیں کہ میں کسی کی تضحیک یا تذلیل کرنا چاہتا ہوں فقط اپنے قارئین کو حقیقت حال سے آگاہ کرنا مقصود ہے تاکہ وہ اس سراپا یمن و برکت ہستی کے قدم رنجہ فرمانے سے انسانیت کے خزاں زدہ اور اجڑے ہوئے گلشن میں جو بہار آئی اس کا کچھ نہ کچھ تو اندازہ کر سکیں۔

غبار راہ طیبہ

محمد کرم شاہ

سلطنت ایران
مازندران
اصفہان
کرمان
افغانستان
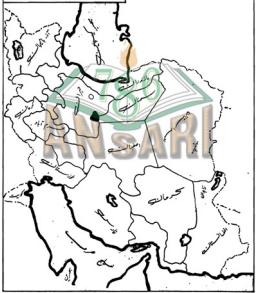
ایران

سب سے پہلے یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ چھٹی صدی عیسوی میں مملکت ایران کا حدود اربعہ کیا تھا یہ کن ممالک اور علاقہ جات پر مشتمل تھی۔

چھٹی صدی عیسوی میں مملکت ایران کا حدود اربعہ وہ نہیں تھا جو آج کے ایران کا ہے موجودہ دور کی بہت سی آزاد مملکتیں اس وقت ایران کا ایک حصہ تھیں ول ڈیورانٹ (WILL DURRANT) اپنی مشہور کتاب (THE AGE OF FAITH) میں رقمطراز ہے۔

> تیسری صدی عیسوی کا ایران (چھٹی صدی میں بھی یہی حالات تھے) مندرجہ ذیل ممالک پر مشتمل تھا افغانستان، بلوچستان، سودیانہ (SOGDIANA)، بلخ اور عراق موجودہ پرشیا جس کو فارس کہتے ہیں یہ اس وقت کی مملکت کا ایک جنوب مشرقی صوبہ تھا اس کو ایران کہنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ آریوں کا ملک تھا۔ (۱)

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔

> یہ سلطنت بلوچستان، کیچ، مکران، کرمان، غور، بامیان، ہندوکش، سیستان، زابلستان، خراسان، ماوراء النہر، رشت، اصفہان، مازندران، استر آباد، گرگان، فارس، لارستان، خوزستان، افغانستان، کابلستان، پنجاب، کردستان، شیروان، بابل، موصل اور دیار بکر پر مشتمل تھی۔ (۲)

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۳۶

۲۔ دائرہ معارف اسلامیہ اردو صفحہ ۶۲۷ جلد ۳ طبع اول ۱۹۶۸ء

ایران کا لفظ آریانہ سے مشتق ہے۔ جس کا مطلب ہے آریاؤں کی سرزمین اسی دائرہ معارف اسلامیہ میں ہے۔

مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نویں صدی قبل مسیح میں آریائی نسل کی ایک شاخ جنوبی روس سے چل کر مغربی ایران کے سلسلۂ کوہ زاغروس کے وسطی علاقہ میڈیا میں آباد ہوئی اور اسی جغرافیائی نسبت سے یہ لوگ "ماد" کہلائے۔ اسی نسل کی ایک دوسری شاخ مشرقی ایران میں وارد ہوئی یہ لوگ صوبہ کرمان سے ہوتے ہوئے پارس، (فارس) آئے اور پارسی کہلائے۔ (۱)

موجودہ ایران کا رقبہ چھ لاکھ اٹھائیس ہزار مربع میل ہے۔

آپ خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت کے ایران کا رقبہ کتنا بڑا ہوگا۔

اہل ایران کے مذہبی عقائد

ایران کے جس تاریخی عہد سے ہم بحث کرنا چاہتے ہیں وہ ساسانی خاندان کی حکمرانی کا عہد ہے اس خاندان کی شہنشاہیت کا مؤسس اول اردشیر تھا۔ اس نے ۲۸ اپریل ۲۲۴ء میں طیسفون کو فتح کیا اور جب وہ اس شہر میں فاتحانہ شان و شوکت سے داخل ہوا تو اس نے اشکانی خاندان کے جانشین ہونے کا دعویٰ کیا اس طرح ساسانی خاندان کی حکمرانی کا آغاز ہوا۔ (۲)

اہل ایران کے عقائد کے بارے میں بریگیڈیئر جنرل سر پرسی سائیکس (SIR. PERCY SYKES) نے اپنی کتاب ہسٹری آف پرشیا میں لکھا ہے۔

آریہ قوم مظاہر پرستی کا شکار تھی۔ روشنی، شفاف آسمان، آگ، ہوائیں، حیات بخش بارشیں ان سب کی مقدس معبودوں کی طرح پرستش کی جاتی تھی۔ جب کہ ظلمت اور قحط سالی کو ملعون دیو تصور کیا جاتا تھا۔

اس مشرکانہ نظام میں آسمانوں کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی سورج کو

ا۔ دائرہ معارف اسلامیہ اردو صفحہ ۶۳۵ جلد ۳

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۱۲ مطبوعہ انجمن ترقی اردو دہلی ۱۹۴۸ء

آسمان کی آنکھ کہا جاتا اور روشنی کو آسمان کا فرزند، آسمانی دیوتا
وارونا (VARUNA) جسے یونانی یورانس (OURANOS) کہتے تھے
اس کو سب سے بڑے خدا کی حیثیت سے پوجا جاتا تھا اس کے علاوہ متھرا
(MITHERE) جو روشنی کا دیوتا تھا اس کی بھی پوجا کی جاتی وارونا اور متھرا
کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ انسانوں کے دلوں کے حالات اور ان
کے اعمال کا مشاہدہ کرتے اور پھر وہ دونوں سب کچھ دیکھنے والے ہیں۔ (۱)

اس مظاہر پرستی کے دور میں زرتشت کا ظہور ہوا یہ ایران کے قدیم مذہب کا بانی ہے کچھ
عرصہ قبل اسے ایک فرضی شخص سمجھا جانے لگا تھا۔ جس کا کوئی حقیقی وجود نہ تھا۔ لیکن اب ایسے
دلائل و شواہد مل گئے ہیں جن کی بنا پر موجودہ دور کے مورخین اور محققین اسے ایک حقیقی شخص
یقین کرنے لگے ہیں۔

زرتشت آذربائیجان کے صوبہ کا باشندہ تھا۔ اس کی پیدائش یورومیا (URUMIA) جھیل
کے مغربی کنارہ پر ایک قصبہ میں ہوئی اُس کا نام بھی یورومیا تھا۔ اس کا عہد شباب تنہائی اور
خلوت گزینی میں بسر ہوا اس وقت وہ ہمیشہ غور و فکر میں مصروف رہتا اس اثناء میں اسے خواب
میں سات مرتبہ بشارتیں ہوئیں۔ جس کی بنا پر اسے یقین ہو گیا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے پیغمبری کے
منصب پر فائز کیا ہے۔ اور اس نے اس کا اعلان بھی کر دیا۔

ابتدائی طویل سالوں میں اسے بہت کم کامیابی ہوئی پہلے دس سالوں میں اس کے حلقہ
عقیدت میں صرف ایک شخص داخل ہوا۔ اپنے آبائی وطن میں اپنی دعوت کی کامیابی سے
مایوس ہو کر اس نے مشرقی ایران کا سفر اختیار کیا وہاں صوبہ خراسان کے شہر کشمار
(KISHMAR) میں اس کی ملاقات وستاسپ (VISTASP) سے ہوئی جو وہاں کا حکمران تھا
یہ وہی شخص ہے جس کو فردوسی نے اپنے شاہنامہ میں گستاسپ کے نام سے یاد کیا ہے۔ پہلے
اس بادشاہ کے وزیر کے دولڑکے اور اس کی ملکہ اس کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے درباری
علماء کے ساتھ اس کا مناظرہ ہوا انہوں نے اپنے جادو کے زور سے اس پر غلبہ پانا چاہا۔ لیکن
سب کو رسوا کن شکست کا سامنا کرنا پڑا آخر کار بادشاہ بھی اس کے عقیدت مندوں میں شامل
ہو گیا گستاسپ، اس کا دست راست ثابت ہوا اس کی وجہ سے اس مذہب کو ترقی اور عروج

۱۔ دی ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۱۰۰ جلد اول مطبوعہ ۱۹۴۹ء لندن

نصیب ہوا اسی اثناء میں وسط ایشیا کے تورانیوں نے ایران پر حملے شروع کر دیئے ایک روایت کے مطابق تورانیوں اور زرتشتیوں کے درمیان فیصلہ کن جنگ، جدید سبزوار کے قصبہ کے مغرب کی طرف ایک میدان میں لڑی گئی تورانیوں نے جب دوسری مرتبہ حملہ کیا تو زرتشت جو اپنی عزت و ناموری کے عروج پر تھا بلخ کے مقام پر قتل کر دیا گیا ایک روایت یہ بتاتی ہے کہ زرتشت قربان گاہ پر اس وقت مارا گیا جب اس کے گرد اس کے عقیدت مندوں اور اُمتیوں کا ایک انبوہ کثیر تھا۔

یہی مصنف زرتشت کی پیدائش اور وفات کے بارے میں لکھتا ہے۔

بعض مؤرخین کی رائے میں وہ ایک ہزار سال قبل مسیح پیدا ہوا اور بعض نے چھ سو ساٹھ قبل مسیح اس کا سال پیدائش متعین کیا ہے۔ اور یہی قول زیادہ صحیح ہے۔ اس کی وفات پانچ سو ستر اسی قبل مسیح میں ہوئی اس کی کتاب کا نام ژند ہے اس کی شرح اوستا کے نام سے مشہور ہے اس کے بارے میں کتب تاریخ میں ہے کہ ہخامنشیوں کے عہد میں اسے مرتب کیا گیا اور بیل کی بارہ ہزار ہڈیوں کے ٹکڑوں پر یہ سنہری حروف سے لکھی ہوئی تھی ہخامنشیوں کے زوال کے بعد اس کا بہت سا حصہ ضائع ہو گیا اور بہت کم حصہ محفوظ رہا۔

بعض علماء کے نزدیک وولا گاس اول جو پہلی صدی عیسوی میں پارتھیوں کا بادشاہ تھا اس نے اور بعض کے نزدیک اردشیر جو ساسانی خاندان کا بانی تھا اس نے تلاش بسیار کے بعد اس کتاب کے چند حصے دریافت کئے اور ان کو مدون کیا۔

جس طرح پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ زرتشت سے پہلے آرین مظاہر فطرت کی پرستش کیا کرتے تھے لیکن زرتشت نے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لانے کی لوگوں کو دعوت دی جسے ان کی زبان میں اھورامزدا (AHURAMAZDA) یا آرمزد (ARMOZD) کہا جاتا تھا۔ اس کا معنی ہے سب کچھ جاننے والا خداوند برتر اور ساری دنیا کو پیدا کرنے والا۔ اس حقیقت کا علم اس گفتگو سے ہوتا ہے جو اھورامزدا نے زرتشت سے کی اس نے کہا کہ آسمان کو میں بلندیوں پر سلامت رکھتا ہوں جو چمکتا ہے اور دور تک نظر آتا ہے اور زمین کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ (۱)

یہاں ول ڈیورانٹ کا ایک اقتباس نقل کر رہا ہوں۔ امید ہے اس کے مطالعہ سے قارئین کو حقیقت حال سے پوری طرح باخبر ہونے میں مدد ملے گی۔ وہ لکھتے ہیں۔

۱۔ ہسٹری آف پرشیا خلاصہ صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۶ از بریگیڈیئر سائیکس

زرتشت سے پہلے جو مذہب ایران میں رائج تھا اس میں متعدد خداؤں پر ایمان لانا ضروری تھا۔ سب سے بڑا خدا سورج دیوتا تھا جس کو "مترا" کہا جاتا تھا۔ زمین اور اس کی زرخیزی کی دیوی کا نام "انیتا" تھا۔ ہوما، اس مقدس بیل کا نام تھا جو ایک دفعہ مر گیا اسے پھر زندہ کیا گیا اس نے نوع انسانی کو اپنا خون پینے کے لئے دیا۔ تاکہ اس کو دوام حاصل ہو جائے۔ وہ لوگ جب اس بیل کی عبادت کرتے تھے تو پہلے ایک شراب پی کر خوب مست ہو جاتے تھے پھر اس کی پوجا کرتے تھے یہ شراب "ہوما" نامی ایک بوٹی سے بنائی جاتی تھی جو ایران کے پہاڑوں کے دامن میں اگتی تھی۔ جب زرتشت نے ایرانی معاشرہ کو شرک اور فسق کی دلدل میں پھنسا ہوا دیکھا تو وہ غصے سے بے قابو ہو گیا اور اس نے مجوس کے مذہبی طبقے کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور بڑی شجاعت اور بہادری سے اس حقیقت کا اعلان کیا کہ "لَيْسَ فِي الْعَالَمِ اِلَّا اللهُ وَاحِد" کہ سارے جہان میں صرف ایک خدا ہے اور وہ اھورا مزدا ہے جو نور اور آسمانوں کا خدا ہے۔ (۱)

جس خداوند برتر کی تعلیم زرتشت نے دی اور خدا کا جو تصور زرتشت کے پیروکاروں میں اس کے بعد رواج پذیر ہوا اس میں امتیاز کرنا ضروری ہے زرتشت نے جس خدا کی الوہیت کا پرچار کیا وہ بڑا مہربان ساری کائنات کا خالق اور تمام صفات کمال سے متصف تھا لیکن بعد کے زمانہ میں اھورا مزدا کو اگرچہ تمام دوسرے معبودوں پر برتری اور فوقیت حاصل رہی لیکن عبادت صرف اس کی نہیں کی جاتی تھی بلکہ اس کے علاوہ چھ دیگر غیر فانی اور مقدس ہستیاں تھیں جن کی پرستش کی جانے لگی تھی بلکہ وہ مظاہر فطرت جن کی پرستش کو اس عظیم مصلح نے بالکل ختم کر دیا تھا وہ پھر واپس لائے گئے تھے اھورا مزدا کے ساتھ ساتھ ان کی بھی پوجا کی جاتی تھی چنانچہ توحید خالص کے عقیدہ کی جو تبلیغ زرتشت نے کی تھی اس عقیدہ کو رفتہ رفتہ ترک کر دیا گیا اور قوم نے اپنی عبادت گاہوں میں ان پرانے بتوں کو بھی سجا کر رکھ دیا۔ شرک اور کفر کے جس بھنور سے زرتشت نے اپنی قوم کو نکالا تھا اور توحید خداوندی کی جس شاہراہ پر انہیں گامزن کیا تھا وہ پھر

۱۔ قصة الحضارة، صفحہ ۴۲۵ جلد اول جز ثانی

اس سے بھٹک گئے۔ (۱)

اس حقیقت کو آر سی زیہنر (R. C. ZEAHNER) نے اپنی مشہور کتاب انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھس (زندہ مذاہب کا دائرہ معارف) میں سر پرسی (SIR PERCY) سے بھی زیادہ واضح انداز میں تحریر کیا ہے اس نے لکھا ہے:۔

اس نے تمام قدیم خداؤں کو ایرانی عبادت گاہوں سے نکال دیا تھا۔ اور صرف اھورامزدا یعنی خداوند علیم وحکیم کی وحدانیت کا عقیدہ اپنانے کی اہل ایران کو دعوت دی تھی اگرچہ زرتشت کی وفات کے بعد پھر کئی قدیم خدا ان کی عبادت گاہوں میں گھس آئے تھے لیکن ان میں سے کوئی بھی اھورامزدا کی عظمت و کبریائی کی ہمسری کا مدعی نہ تھا۔ اور جب زرتشت کا عقیدہ ایران کی ساسانی شہنشاہیت کا سرکاری مذہب تسلیم کر لیا گیا تو اس وقت زرتشتی مذہب کی دو صورتیں پہلو بہ پہلو مروج تھیں ایک صورت تو یہ تھی کہ جس طرح اھورامزدا نیکی کا خدا تھا۔ اس حیثیت سے اھرمن کو برائی کا خدا تسلیم کیا جاتا تھا۔ یعنی بیک وقت دو قادر مطلق خداؤں کا عقیدہ مروج تھا دونوں غیر فانی تھے اگرچہ ایک خیر کا خدا تھا اور دوسرا شر کا۔

دوسرا تصور یہ تھا کہ قادر مطلق خدا ایک ہی ہے جسے اھورامزدا کہا جاتا اور خیر وشر کی دو طاقتیں مخلوق طاقتیں ہیں اور ہر انسان کو یہ آزادی حاصل تھی کہ چاہے تو وہ خیر کے نمائندہ کے ساتھ اپنا تعلق قائم کرے اور چاہے تو شر کے نمائندہ کے ساتھ چنانچہ اپنی ایک مناجات میں زرتشت کہتا ہے۔

"اے خداوند حکیم! زرتشت اپنے لئے تیری روح کو منتخب کرتا ہے جو بہت ہی مقدس ہے اور زرتشت اپنے سامعین کو بتایا کرتا تھا کہ ہر انسان آزاد ہے مجبور و مقہور نہیں اسے اختیار ہے کہ وہ چاہے تو خیر کو اپنے لئے منتخب کرلے چاہے تو شر کو اپنے لئے پسند کرلے"۔ (۲)

ایک دوسرے فاضل ٹریور لنگ (TREVOR LING) جو مانچسٹر یونیورسٹی میں مقارنہ مذاہب کے پروفیسر ہیں اپنی کتاب دی ہسٹری آف ریلیجین ایسٹ اینڈ ویسٹ (مشرق و مغربی ادیان کی تاریخ) میں لکھتے ہیں۔

زرتشت کی مذہبی تعلیمات کا علم ہمیں "گاتھا" سے حاصل ہوتا ہے جو گیتوں کی ایک کتاب ہے۔ جس میں زرتشت نے خداوند کریم کی بارگاہ میں اپنی نیاز مندیاں پیش کی ہیں اس سے پتہ چلتا

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۱۰۷

۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھس صفحہ ۲۰۲۔ ۲۰۱ مطبوعہ برطانیہ طبع پنجم ۱۹۸۴ء

ہے جیسے زرتشت کو اس بات کا یقین حاصل ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا ہے ، تاکہ وہ اس کے بندوں تک سچائی کا پیغام پہنچائے ان گیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی زندگی کا ایک ہی مقصد تھا ۔ کہ وہ اپنے ہمعصر لوگوں کو دوسرے معبودوں کی عبادت سے رہائی دلا کر ایک خداوند علیم وحکیم کی عبادت کی دعوت دے جسے اس کی زبان میں اھور امزدا کہا جاتا زرتشت اپنے اس نظریہ کو بھی بڑی جرأت سے بیان کرتا کہ انسان مجبور محض نہیں بلکہ اس کو خیر وشر میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کی پوری آزادی حاصل ہے ، اور اس آزادانہ انتخاب کی بنیاد پر ہی اس سے باز پرس ہوگی اور اس کو جزا یا سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا ۔ (۱)

پروفیسر مذکور نے اس مضمون کی ابتداء میں یہ بتایا ہے کہ زرتشت کا زمانہ چھ سو اٹھارہ تا پانچ سو اکتالیس قبل مسیح ہے ۔ جبکہ پانچ سو چھیاسی قبل مسیح میں اس کی عمر تیس سال تھی جب اس نے اپنے مذہب کی دعوت کا آغاز کیا ۔

یہ وہ دور ہے جب کہ بابل کے بادشاہ نے یہوداہ کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا اور یروشلم کے لاکھوں یہودیوں کو اسیران جنگ کی حیثیت سے بابل میں لے آیا تھا ۔ اور وہ پچاس سال تک جنگی قیدیوں کی طرح بابل میں غلاموں کی سی زندگی بسر کرتے رہے اور یہی وہ پچاس سال ہیں جب زرتشت اپنے مذہب کی تبلیغ میں مصروف رہا ۔

زرتشت کی وفات ٹریور (TREVOR) کی تحقیق کے مطابق پانچ سو اکتالیس قبل مسیح میں ہوئی یعنی اس واقعہ سے صرف تین سال قبل جب کہ ایران کے بادشاہ سائرس نے بابل کو فتح کیا اور اسے اپنی ایرانی مملکت کا حصہ بنایا ۔ اور یہودی جو بابل میں اسیری کی زندگی بسر کر رہے تھے ان کو یروشلم واپس جانے کی اجازت دی ۔ یقیناً وہ لوگ زرتشت کی تعلیمات سے متاثر ہوئے ہوں گے اور ان اثرات کا صحیح اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب یہودی مذہب کے ان نظریات کا جو اس جلاوطنی سے پہلے تھے موازنہ ، ان کے ان عقائد سے کیا جائے جن کو انہوں نے بابل کی جلاوطنی سے واپسی کے بعد اپنا یا ۔ (۲)

اھور امزدا جو کہ سراپا خیر قوت کا نام تھا ۔ اس کی ہمعصر اور ہم پلہ ایک برائی کی طاقت بھی تھی جسے اھرمن کہتے خیر وشر کی ان دونوں قوتوں کے درمیان ان کے نزدیک روز اول سے باہمی تنازعہ جاری ہے کبھی خیر کو فتح حاصل ہوتی ہے اور کبھی برائی کا پلہ بھاری رہتا ہے ۔

---

۱ ۔ دی ہسٹری آف ریلیجن صفحہ ۷۸ ۔ ۷۷

۲ ۔ دی ہسٹری آف ریلیجن صفحہ ۷۵

مذہبی زندگی کے رسم و رواج کے ہجوم میں تین ایسی چیزیں ہیں جنہیں زرتشت کے مذہب کے بنیادی اصول قرار دیا جاسکتا ہے۔

۱۔ طلب معاش کے لئے جتنے پیشے ہیں ان میں شریفانہ اور معزز پیشہ صرف کھیتی باڑی اور مویشیوں کی پرورش ہے۔

۲۔ عالم امکان کی یہ ساری تخلیقات اس باہمی آویزش کا نتیجہ ہیں جو روز ازل سے نیکی و بدی کی قوتوں کے درمیان برپا ہے۔

۳۔ ہوا۔ پانی۔ آگ اور مٹی پاک عناصر ہیں انہیں پلید نہیں کرنا چاہئے۔

ان اصولوں کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ زرتشت کے نزدیک سب سے پاکیزہ زندگی یہ ہے کہ انسان اپنی رہائش کے لئے اور اپنے مویشیوں کے لئے مکان تعمیر کرے اس کے پاس کتا بھی ہو بیوی بھی اور بچے بھی۔ وہ بہترین اناج کاشت کرے گھاس اگائے پھلدار درختوں کے باغات لگائے سیم زدہ علاقوں میں پانی خشک کرنے کی تدبیریں کام میں لائے۔

زرتشت نے روزہ رکھنے سے سختی سے منع کر دیا کیونکہ اس طرح انسان کمزور ہو جاتا ہے نہ مذہب کے کام کر سکتا ہے نہ دنیا کا۔ ان کے نزدیک شادی کرنا فرض ہے اور تعدد ازدواج کی بھی اجازت ہے جس کے بچے زیادہ ہوں بادشاہ پر لازم ہے کہ اسے انعامات سے نوازے اور اس کی حوصلہ افزائی کرے ان کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اچھی اور مفید چیزوں کا خالق اھورامزدا ہے جیسے بیل، کتا، مرغ۔ اس کے برعکس مضر اور نقصان دہ چیزوں کی تخلیق کا کام اھرمن کی طرف منسوب کرتے ہیں جیسے درندے۔ سانپ۔ مکھیاں۔ کیڑے مکوڑے وغیرہ ان کو مارنا حتیٰ کہ چیونٹی کو تلف کرنا بھی ضروری کام ہے اور ایسا کرنے والے کو ثواب ملتا ہے کیونکہ یہ چیزیں کسان کے اناج کو کھاتی ہیں یا نقصان پہنچاتی ہیں۔ کتے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اس کو انسان کے برابر رکھا گیا ہے بلکہ بیوی اور بچوں پر بھی اسے فوقیت دی گئی ہے۔ جانوروں میں اودبلاؤ (سگ ملئی، دریائی بلی) کو ان کے نزدیک بڑا تقدس حاصل ہے اس کے مارنے کی سزا دس ہزار کوڑے ہیں۔ اتنی سنگین سزا کسی اور جرم کے لئے مقرر نہیں کی گئی۔

ان کا تیسرا اصول آگ کی تقدیس ہے۔ یہاں تک کہ پروہت پر بھی لازم ہے کہ وہ قربان گاہ پر جب مذہبی رسوم ادا کرنے لگے تو اپنے منہ کو کپڑے سے لپیٹ لے تاکہ اس کے سانس سے آگ آلودہ نہ ہو۔ اودبلاؤ، مٹی اور آگ کی تقدیس و تطہیر کے گیت گانے والی قوم حضرت انسان کو کس حقارت آمیز نظر سے دیکھتی ہے اور اس کو کس ذلت آمیز سلوک کا مستحق قرار دیتی

ہے اس کا مطالعہ بھی از حد تعجب خیز ہے۔

ان کے نزدیک جب انسان بیمار ہو جائے تو وہ کسی شفقت اور خصوصی توجہ کا مستحق نہیں رہتا بلکہ وہ قابل نفرت ہو جاتا ہے کیونکہ بیماری اس بات کی علامت ہے کہ اس پر بری قوت نے قابو پا لیا ہے اس لئے اس کے قریبی رشتہ دار بھی اس کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اسے زندگی کی ضروریات سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ بیمار کے علاج میں تساہل۔ گائے کے پیشاب سے ناپاک کو پاک کرنے کا طریقہ۔ اس حیرت انگیز مذہب کے کمزور پہلو ہیں۔ (۱)

جب کوئی زرتشتی قریب مرگ ہو جاتا ہے تو روٹی کا ایک ٹکڑا اس کے سینے پر رکھ دیتے ہیں اور ایک کتا اس کے قریب لایا جاتا ہے اگر وہ کتا اس روٹی کے ٹکڑے کو کھالے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ یہ شخص مرگیا ہے مرنے کے بعد اس کے ساتھ جو ذلت آمیز برتاؤ کیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں سن کر انسان سراپا حیرت بن جاتا ہے۔ کہ مرنے والے کے بیٹے۔ بھائی اور قریبی رشتہ دار اس کی لاش کے ساتھ ایسا ذلت آمیز سلوک کیونکر گوارا کر لیتے ہیں۔ وہ زمین میں دفن بھی نہیں کرتے کیونکہ اس طرح مٹی جوان کے نزدیک پوتر ہے وہ پلید ہو جاتی ہے اس کو نذر آتش کر کے بھسم بھی نہیں کرتے کیونکہ آگ جوان کی معبود ہے وہ اس کی آلائشوں سے ناپاک ہو جاتی ہے بلکہ اس کو ایک گہرے کنویں (دخمہ) میں لٹکا دیتے ہیں تاکہ اس کو گوشت خور پرندے کوّے۔ چیلیں۔ گدھیں اس پر جھپٹ جھپٹ کر اس کا گوشت نوچ لیں یہیں دل یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ زرتشت جیسے توحید کا درس دینے والے مصلح اور معرفت الٰہی کا سبق پڑھانے والے معلم نے اپنے مالک و خالق کی تخلیق کے اس شاہکار کی یوں تحقیر اور تذلیل کی اجازت دی ہو لیکن زرتشت کا متبع کہلانے والے صدیوں سے یہی کر رہے ہیں اور آج بھی مُردوں کے ساتھ ان کے رویہ میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوئی۔

قریب مرگ آدمی کے پاس ایک رسم ادا کی جاتی ہے جسے "سگرید" کہتے ہیں اس کا طریقہ یہ ہے کہ زرد رنگ کا کتا جس کی چار آنکھیں ہوں یا ایک سفید رنگ کا کتا جس کے بھورے کان ہوں وہ اس قریب مرگ آدمی کے پاس لایا جاتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے دیدار سے شیطان اس مرنے والے کی لاش میں گھسنے کی جو کوشش کر رہا ہوتا ہے وہ اس کوشش میں ناکام ہو جاتا ہے۔ (۲)

۱۔ ہسٹری آف پرشیا خلاصہ صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۰

۲۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۱۰۳

پروفیسر آرتھر اپنی کتاب ایران بعہد ساسانیاں، میں رقمطراز ہیں۔
اوستا کے بیشتر مقامات سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ عناصر طبعی کی پرستش ہمیشہ دین زرتشتی کی اصولی خصوصیت رہی اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ زرتشتی آگ اور پانی و مٹی کو آلودہ کرنے سے کس قدر پرہیز کرتے ہیں .... اگاتھیاس لکھتا ہے کہ اہل ایران سب سے زیادہ پانی کا احترام کرتے ہیں یہاں تک کہ پانی کے ساتھ منہ دھونے سے بھی پرہیز کرتے ہیں اور سوائے پینے اور پودوں میں دینے کے اور کسی غرض کے لئے نہیں چھوتے، وندیداد، میں مذہبی رسوم تطہیر کے لئے پانی کے استعمال کی سب ہدایات لکھی گئی ہیں۔ تطہیر کے لئے اگر کوئی چیز پانی سے زیادہ موثر ہے تو وہ گائے کا پیشاب ہے۔ (۱)

ان کے ہاں تخلیق کائنات کا تصور

یہ عالم رنگ و بو کس طرح معرض وجود میں آیا اس کے بارے میں عجیب وغریب نظریات اہل ایران کے ہاں رائج تھے جن کو قصے اور کہانیاں تو کہا جا سکتا ہے لیکن عقل و دانش ان کو حقیقت تسلیم کرنے سے قاصر ہے۔
ان کہانیوں کے سلسلہ دراز میں سے ہم ایک نظریہ آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ مقبول اور مستند خیال کیا جاتا تھا۔
ڈاکٹر آرتھر، ایران بعہد ساسانیاں میں لکھتے ہیں۔ مسئلہ آفرنیش کائنات کا قصہ جو سب نے لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ
"خدائے اصلی یعنی زُروان ہزار سال تک قربانیاں دیتا رہا تاکہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو جس کا نام وہ اھورامزدار کھے لیکن ہزار سال کے بعد اس کے دل میں شک پیدا ہونا شروع ہوا کہ اس کی قربانیاں کارگر نہیں ہوئیں تب اس کے .... دو بیٹے موجود ہو گئے ایک اھورامزدا جو اس کی قربانیوں کا نتیجہ تھا اور دوسرا اھرمن جو اس کے شک کا نتیجہ تھا۔ زروان نے وعدہ کیا کہ میں دنیا کی بادشاہی اس کو دوں گا جو پہلے میرے سامنے آئے گا تب

ا۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۸۹

اھرمن .... اس کے سامنے آگیا زروان نے پوچھا تو کون ہے
اھرمن نے جواب دیا۔ میں تیرا بیٹا ہوں۔ زروان نے کہا میرا بیٹا تو معطر
اور نورانی ہونا چاہئے اور تو متعفن اور ظلمانی ہے۔ تب اھورا مزدا معطر اور
نورانی جسم کے ساتھ پیدا ہوا۔ زروان نے اسے بطور اپنے فرزند کے
شناخت کیا اور اس سے کہا کہ اب تک تو میں تیرے لئے قربانیاں دیتا رہا۔
اور اب آئندہ چاہئے کہ تو میرے لئے قربانیاں دے اھرمن نے باپ کو
اس کا وعدہ یاد دلایا کہ تو نے کہا تھا کہ جو پہلے میرے سامنے آئے گا اس کو
بادشاہ بناؤں گا۔ زروان نے کہا کہ میں نو ہزار سال کی بادشاہی تجھے دیتا
ہوں لیکن اس مدت کے گزرنے کے بعد اھورا مزدا اکیلا سلطنت کرے
گا۔ (۱)

اس نظریہ تخلیق کائنات کے مطالعہ سے اس کی لغویت از خود آشکارا ہو جاتی ہے۔ جس پر
کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں جو اولاد کا محتاج ہو۔ وہ خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ جو خدا ہزار سال تک
قربانیاں دیتا رہے اور اس کی امید بر نہ آئے تو ایسے خدا کی خدائی سے کسی مخلوق کی مشکل کیسے
آسان ہو گی ہزار سال کی قربانی کے بعد امید بر بھی آئی تو عجیب انداز سے کہ دو بیٹے پیدا ہوئے
ایک سراپا خیر اور ایک مجسمہ شر اس خدا کی مرضی تو یہ تھی کہ میں دنیا کی مملکت سراپا خیر بیٹے کو
دوں گا لیکن مجسمہ شر بیٹا اتنا عیار نکلا کہ اپنے باپ کو بھی پچھاڑ دیا اور اس کو مجبور کر دیا کہ وہ
کائنات کی زمام حکومت اس کے حوالے کر دے ناچار اور بے بس زروان کو بادل نخواستہ نو ہزار
سال کے لئے اس دنیا کی حکومت اھرمن کے سپرد کرنا پڑی۔ یہ طفلانہ قصہ، صرف قصہ ہی
نہیں تھا بلکہ عرصہ دراز تک ایک باشوکت و جبروت قوم کا عقیدہ بنا رہا جس پر وہ پختگی سے ڈٹی
رہی۔

ایرانیوں کے مذہبی افکار و عقائد

جیسے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ آریاؤں کے قدیم مذہب کی بنیاد عناصر طبعی، اجسام فلکی اور
قدرتی طاقتوں کی پرستش پر تھی لیکن ان کے ساتھ جلد ہی نئے خدا بھی شامل ہو گئے۔ لیکن
زرتشت کی دعوت کے نتیجہ میں انہوں نے تمام دیگر خداؤں کی پرستش کو ترک کر دیا اور

۱۔ ایران بعد ساسانیاں صفحہ ۱۹۸۔ ۱۹۷

خدائے علیم وحکیم (اھورامزدا) کی عبادت شروع کر دی لیکن زرتشت کی وفات کے بعد اس کے پیروزیادہ دیر تک توحید خالص کے عقیدہ پر ثابت قدم نہ رہ سکے سرپرسی، اس کی وجہ لکھتے ہیں۔

> زرتشتی جب ترک وطن کر کے بحیرہ قزوین کے مغرب میں پہنچے تو یہاں کی آبادی کو آگ کی ازحد تکریم کرتے ہوئے پایا کیونکہ یہاں آگ زمین سے شعلوں کی صورت میں نکل رہی تھی۔ اگرچہ اردگرد کا کوہستانی علاقہ برف کی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ آگ کے شعلوں کا یوں بلند ہونا بڑا دلفریب منظر پیش کرتا تھا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک بہت بڑی دلیل سمجھتے لوگوں نے اس کو اپنا معبود بنالیا اور اس طرح زرتشتیوں کو آگ کا پجاری کہا جانے لگا۔ آج بھی آگ کے تقدس کا قدیم تصور باقی ہے کیونکہ ایرانی پارسی آج بھی نہ موم بتی کو بجھاتے ہیں اور نہ جلتی ہوئی لکڑی کو۔ سگریٹ نوشی ان کے ہاں قطعاً ممنوع ہے۔ (۱)

عقیدہ قیامت

حیات بعد الموت کا عقیدہ آریوں کے قدیم اور بنیادی عقائد میں سے ایک تھا۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ مرنے کے بعد انسان کو زندہ کیا جائے گا اور اگر اس نے دنیوی زندگی میں نیک کام کئے ہیں تو اس کو ان کا اجر ملے گا اور وہ ہمیشہ کے لئے جنت میں مسرت و شادمانی کی زندگی بسر کرے گا۔ اور اگر اس نے برے کاموں میں اپنی زندگی برباد کی ہے تو جب وہ زندہ کیا جائے گا تو ان گناہوں کی اسے سزا بھگتنی ہوگی۔

جنرل سرپرسی، ایرانیوں کے قدیم عقائد پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد اس کا خلاصہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

> " ہم نے آریوں کی اپنے اصل وطن سے نقل مکانی کر کے ایران پر قابض ہونے کا سراغ لگایا ہے اور ایران کو یہ نام اسی وجہ سے ملا ہے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ پہلے وہ اجڈ، خانہ بدوش قسم کے لوگ تھے عناصر فطرت کی

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۱۱۰

پوجا کرتے تھے جب ان میں زرتشت کی عظیم ہستی ظاہر ہوئی تو اس نے ان کے اساطیری تخیلات کو روحانیت عطا کی اور ایک خداوند اعلیٰ و برتر کی عبادت کی دعوت دی جو خدا ان صفات کمال کا حامل ہے۔ جو عیسیٰ علیہ السلام کے خدا میں پائی جاتی ہیں۔ زرتشت نے ہی آریوں کو یہ درس دیا کہ روح غیر فانی ہے۔ نیز اس نے امید ور جا کا ایک ایسا پیغام دیا جو زمانہ قدیمہ سے لے کر آج بیسویں صدی تک اپنے ماننے والوں کے دلوں میں امید کا چراغ روشن رکھے ہوئے ہے۔ اسی نے یہ تعلیم دی کہ خیر و شر میں جو معرکہ برپا ہے۔ انسان آزاد ہے کہ وہ خواہ خیر کے لشکر میں شامل ہو جائے یا شر کے علمبر داروں کے جتھے میں شریک ہو جائے۔ ہر انسان یہ بھی جانتا ہے کہ آخر کار خیر کو شر پر غلبہ نصیب ہو گا۔
جس طرح قحط سالی کو ابر رحمت آکر ختم کر دیتا ہے"
سر پرسی کہتا ہے کہ میری ناقص رائے میں اس سے بہتر زرتشت کے مذہب کے اصولوں کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ جس طرح ان کا ہر عمر رسیدہ شخص نعرہ لگاتا ہے

HUMATA - HUKHTA - HVARSHTA

جس کا انگریزی میں ترجمہ یہ ہے۔

GOOD - THOUGHTS, GOOD WORDS

GOOD DEEDS.

یعنی پاکیزہ خیالات۔ شائستہ الفاظ اور نیک اعمال۔ (۱)

پارتھیا

ایران کے دوسرے صوبوں کی طرح پارتھیا بھی ایک صوبہ تھا جو موجودہ خراسان اور استر آباد کی حدود میں واقع تھا۔ یہ ایرانی مملکت کا ایک حصہ تھا۔ جہاں کے رہنے والے شہنشاہ ایران کو خراج اور دیگر مالی واجبات ادا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ان میں ایک باہمت فرد ارساسس (ARSACES) پیدا ہوا جس نے اپنی قائدانہ اور فاتحانہ صلاحیتوں کے باعث ایک

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۱۱۴

آزاد مملکت کی بنیاد رکھی جس کا آغاز سن دو سو انچاس قبل مسیح میں ہوا اس کی فتوحات کا سلسلہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا یہاں تک کہ اس نے رومی حکمران کے ساتھ جنگ کر کے رومی مملکت کا کافی حصہ زیر نگین کر لیا یہاں کے باشندے کسی خاص مذہب کے پابند نہ تھے دیگر جاہل اقوام کی طرح وہ اپنے اسلاف کے مجسموں کی پرستش کرتے یہ لوگ بھی ہخامنشیوں کی طرح زرتشتیوں سے متاثر ہوئے اور دوابدی خداؤں مزدا اور اھرمن کو ماننے لگے مزدا نیکی کا خدا تھا اور اہرمن شر کا دیوتا۔ سورج اور چاند کی پرستش بھی شروع ہو گئی ان کے علاوہ اور بھی بہت سے معبود تھے جن کی پارتھیا کے لوگ پوجا کیا کرتے تھے عام لوگ صرف اپنے آباء واجداد کی پوجا کو ہی کافی سمجھتے ہر اعلیٰ و ادنیٰ خاندان کا یہ از حد قیمتی سرمایہ تھا۔ جادو اور منتروں پر ان کا راسخ اعتقاد تھا۔ (۱)

ول ڈیوران لکھتا ہے۔

> ان کے ہاں جادو اور علم نجوم پر بڑا بھروسا کیا جاتا اور کوئی اہم کام شروع کرنے سے پہلے نجومیوں سے مشورہ کرنا وہ ضروری سمجھتے۔ (۲)

جب سورج طلوع ہوتا وہ اس وقت اس کی عبادت کرتے اور سورج کو اس کے پرانے نام "مترا" سے یاد کیا جاتا۔ (۳)

آہستہ آہستہ پارتھیا کے باشندوں نے آگ کی پرستش کی طرف سے بے اعتنائی برتنا شروع کر دی۔ سورج چاند وغیرہ اشیاء کی پوجا میں یہاں تک محو ہو گئے کہ بڑے بڑے آتش کدے ٹھنڈے ہو گئے اور وہ قربان گاہیں جہاں آگ کے لئے قربانیاں دی جاتی تھیں وہ ویران اور سنسان ہو گئیں۔ (۴)

ساسانی خاندان

ساسانی خاندان کی حکومت کے بانی اردشیر نے جب ۲۲۶ء یا ۲۲۲ء میں اپنی شہنشاہیت کی

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۶۹

۲۔ ایج آف فیتھ صفحہ ۱۳۹

۳۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۶۹

۴۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۷۔ ۳۹۶

بنیاد رکھی تو اس نے پھر زرتشتی مذہب کو عروج بخشا سورج اور چاند کی پوجا ختم کر دی گئی دوسرے معبودوں کے اصنام کو توڑ پھوڑ دیا گیا ساری قوم زرتشت کے مذہب کی پیروکار بن گئی لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ اردشیر نے زرتشت کے دین توحید کو قبول کر لیا تھا۔ بلکہ اس نے زرتشت کے انہیں نظریات کو قبول کیا جس کی نمائندگی موبدان کر رہے تھے اور جس میں آگ کی پرستش سرفہرست تھی اس تحریف شدہ مروج زرتشتی مذہب کی حمایت اور تبلیغ کا بیڑا اردشیر اول نے اٹھایا۔ چنانچہ پروفیسر آرتھر ایران بعہد ساسانیاں میں لکھتا ہے۔

"ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اردشیر اول کا دادا، اصطخر میں "اناھتا" کے معبد کا رئیس تھا، اور یہ کہ ساسانی خاندان کو اس معبد کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔ پس معلوم ہوا کہ خاص خاص دیوتاؤں کے خاص خاص معبد تھے لیکن پھر بھی یہ قرین قیاس ہے کہ تمام معبد بطور عمومی تمام زرتشتی خداؤں کی پرستش کے لئے وقف تھے ..... عبادت کی مرکزی جگہ آتش گاہ تھی جہاں پر مقدس آگ، جلتی رہتی تھی عام طور پر ہر آتش کدے کے آٹھ دروازے اور چند ہشت پہلو کمرے ہوتے تھے اس نمونہ کی عمارت شہر یزد کا قدیم آتش کدہ ہے جو آج بھی موجود ہے۔

مسعودی نے اصطخر کے قدیم آتش کدے کا حال بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے میں نے اس عمارت کو دیکھا ہے اصطخر سے تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر ہے وہ ایک قابل تعریف عمارت اور ایک شاندار معبد ہے اس کے ستون پتھر کے ایک ایک ٹکڑے سے تراش کر بنائے گئے ہیں ان کا طول و عرض حیرت انگیز ہے۔ (۱)

یہی مصنف آگے چل کر لکھتا ہے۔

سلطنت ساسانی میں آتش کدے ہر جگہ موجود تھے لیکن ان میں سے تین ایسے تھے جن کی خاصی حرمت و تعظیم ہوتی تھی یہ وہ آتش کدے تھے جن میں تین آتش ہائے بزرگ محفوظ تھیں۔ جن کا نام آذر فرنگ، آذر گشنسپ اور آذر برزین مہر تھا۔

علماء زرتشتی کے نظریہ کی رو سے یہ تین آگیں ان تین معاشرتی طبقوں سے تعلق رکھتی

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۲۱۰

تھیں جن کی بنا ازروئے افسانہ زرتشت کے تین بیٹوں نے ڈالی تھی۔ آذر فرنگ علماء مذہب کی آگ تھی۔ آذر گشنسپ سپاہیوں کی آگ یا آتش شاہی تھی اور آذر برُزین مہر، زراعت پیشہ لوگوں کی آگ تھی۔

آذر گشنسپ یا آتش شاہی کا آتش کدہ شمال میں مقام گنجک (شیز) میں تھا۔ جو صوبہ آذربائیجان میں واقع تھا...... شاہان ساسانی تکلیف و مصیبت کے وقت اس آتش کدے کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے اور وہاں نہایت فیاضی کے ساتھ زر و مال کے چڑھاوے چڑھاتے تھے اور زمین و غلام اس کے لئے وقف کرتے تھے بہرام پنجم نے جو تاج خاقان اور اس کی ملکہ سے چھینا تھا اس کے قیمتی پتھر اس نے آتش کدے آذر گشنسپ میں بھجوا دیئے تھے۔ خسرو اول نے بھی اس آتش کدے کے ساتھ اسی طرح کی فیاضیاں کی تھیں۔ خسرو دوم نے منت مانی تھی کہ اگر اس کو بہرام چوبیں پر فتح حاصل ہو گی تو وہ اس آتش کدے میں سونے کے زیور اور چاندی کے تحائف نذر کے طور پر پیش کرے گا۔ (۱)

یہاں تک ہم نے مختلف ادوار میں ایرانی قوم کے مذہبی عقائد و نظریات میں جو تبدیلیاں رونما ہوئیں ان کا آپ کے سامنے ذکر کیا اب ہم آپ کو ان کی مذہبی زندگی کے ایک اہم پہلو کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔

ایران میں ایک مخصوص قبیلہ "ماگی" کو مذہبی اجارہ داری حاصل تھی۔ اگرچہ ان کے مذہبی افکار میں تغیرات رونما ہوتے رہے لیکن تمام ادوار میں مذہبی پیشوائی کا حق صرف اسی خاندان میں مرکوز رہا پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں۔

> "مجوس یا مغاں اصل میں میڈیا کے ایک قبیلہ یا اس قبیلہ کی ایک خاص جماعت کا نام تھا۔ جو غیر زرتشتی مزدائیت کے علماء مذہب تھے جب مذہب زرتشت نے ایران کے مغربی علاقوں میڈیا اور فارس کو تسخیر کیا تو مغاں اصلاح شدہ مذہب کے رؤساء روحانی بن گئے۔ اوستا میں یہ علماء مذہب آذروان کے قدیم نام سے مذکور ہیں لیکن اشکانیوں اور ساسانیوں کے زمانے میں وہ معمولاً "مغ" کہلاتے تھے ان لوگوں کو ہمیشہ قبیلہ واحد کے افراد ہونے کا احساس رہا۔ عام لوگ بھی ان کو ایک ایسی جماعت تصور کرتے تھے جو قبیلہ واحد سے تعلق رکھتی ہے۔ اور خداؤں کی خدمت

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں خلاصہ صفحہ ۲۱۵۔ ۲۱۸

کے لئے وقف ہے" ۔ (۱)

کیونکہ مذہبی قیادت ایک خاص قبیلہ کے افراد سے مخصوص ہو کر رہ گئی تھی اور ملک میں عام جاگیردارانہ نظام تھا۔ بادشاہ کی طرف سے خدمات کے صلہ میں امراء کو بڑی بڑی جاگیریں بخشی جاتی تھیں اس لئے یہ دونوں گروہ ملک میں بااثر اور مقتدر شمار کئے جاتے تھے۔ مُغ خاندان کے پاس صرف مذہبی قیادت ہی نہ تھی بلکہ یہ بڑی بڑی جاگیروں کے مالک بھی تھے۔ اس لئے بڑے متمول اور دولت مند تھے۔ اگر ان دو گروہوں میں سے کسی کو بادشاہ کی طرف سے خطرہ محسوس ہوتا تو دونوں متحد ہو جاتے اور ایک دوسرے کے حقوق کے تحفظ میں ایک دوسرے کی مدد کرتے موبدوں کا انتخاب ہمیشہ قبیلہ مغاں میں سے ہوتا اور انہیں میں سے موبدان موبد چنا جاتا۔ جو ان تمام مذہبی راہنماؤں کا سربراہ اعلیٰ ہوتا۔ زرتشتی دنیا میں اس کی حیثیت ایسی ہوتی جیسے عیسائی کلیسا میں پوپ کی۔ مذہبی عظمت اور مالی اقتدار کے ساتھ ساتھ انہوں نے اپنا نسب نامہ ایک ایسی افسانوی شخصیت کے ساتھ ملا دیا تھا جس کی ایرانیوں کے دل میں بڑی عزت و توقیر تھی۔ اس کا نام منوش چتر تھا۔ جسے عام طور "منوچہر" کہا جاتا ہے۔

انہوں نے اپنے مذہبی مقام سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے دنیاوی اقتدار کو بھی مذہبی تقدس کا رنگ دے دیا تھا۔ اور ہر شخص کی زندگی میں پیش آنے والے تمام مرحلے مہد سے لحد تک ان کی نگرانی میں طے کئے جاتے تھے۔ اس زمانہ کا ایک مشہور مورخ اگاتھیاس لکھتا ہے

"ہمارے زمانہ میں ہر شخص ان کا احترام کرتا ہے اور بے حد تعظیم کے ساتھ پیش آتا ہے پبلک کے معاملات، ان کے مشوروں اور پیش گوئیوں سے طے ہوتے ہیں اور لوگوں کے باہمی تنازعات کا وہ غور و فکر کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اہل فارس کے نزدیک کوئی چیز مستند اور جائز نہیں سمجھی جاتی جب تک کہ ایک مغ اس کے لئے جواز کی سند نہ دیتا۔ (۲)

موبدوں کا اثر و رسوخ محض ان کے روحانی اقتدار کی وجہ سے نہ تھا اور نہ اس لئے کہ وہ پیدائش شادی اور موت اور قربانی وغیرہ کی رسموں کو ادا کرتے تھے بلکہ ان کی زمینوں جاگیروں اور اس کثیر آمدنی کی وجہ سے بھی تھا۔ جو انہیں مذہبی کفاروں، زکوٰۃ، نذر و نیاز کی رقموں سے حاصل ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ انہیں کامل سیاسی آزادی حاصل تھی۔ ان کے

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۴۹

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۵۰

بارے میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ انہوں نے حکومت کے اندر اپنی حکومت بنا رکھی تھی۔ میڈیا، بالخصوص آذربائیجان، مُغوں کا ملک سمجھا جاتا تھا وہاں ان لوگوں کی زرخیز زمینیں اور پر فضا مکانات تھے جن کے گرد حفاظت کے لئے کوئی دیوار نہیں بنی ہوتی تھی۔

پارتھیا کے آخری ایام میں مغوں کا تسلط ختم کر دیا گیا تھا اور ان کی اہمیت گھٹ گئی تھی یہاں تک کہ ان سے ان کی بڑی بڑی جاگیریں چھین لی گئی تھیں ان کے آتش کدے ویران ہو گئے تھے اور قربان گاہیں سنسان۔ لیکن ساسانی خاندان کے برسراقتدار آنے کے بعد اردشیر اول ساسانی خاندان کے بانی نے ان کو وہ پہلا مقام ارزانی کر دیا ان کی مذہبی بالا دستی اور اجارہ داری کے ساتھ ساتھ ان کی ثروت و خوشحالی کا دور بھی واپس آ گیا۔ چنانچہ ول ڈیوران لکھتا ہے۔

> "زرتشت مذہب کا سابقہ اقتدار اور اثرورسوخ بحال کر دیا گیا مغوں کو ان کی جاگیریں واپس کر دی گئیں اور ان کے اس حق کو بھی بحال کر دیا گیا کہ وہ ہر شخص کی آمدنی کا دسواں حصہ کلیسا کے لئے وصول کریں سیاسی اثر ورسوخ میں بھی بادشاہ کے بعد دوسرا نمبر ان کا تھا۔ یہ سارے اختیارات ماگی قبیلہ میں منحصر تھے۔ جو ایران کی عملی اور فکری زندگی کو کنٹرول کرتے تھے۔ وہ مجرموں اور باغیوں کو دوزخ کی سزا کی دھمکیاں دیا کرتے تھے۔ پوری چار صدیوں تک وہ اہل ایران کے قلوب واذہان پر حکومت کرتے رہے ماگی قبیلہ کے پروہت اتنے دولتمند تھے کہ بسا اوقات بادشاہ ان سے قرض لیا کرتا تھا ہر مشہور شہر میں ایک آتش کدہ ہوتا جس میں مقدس شعلہ روشن رہتا جو کہ روشنی کے دیوتا کا نشان سمجھا جاتا شر کے دیوتا اھرمن کے مقابلہ میں کامیابی فقط اس وقت ممکن خیال کی جاتی جب ماگی کی تائید انہیں حاصل ہوتی صرف وہی روحیں پاکیزگی اور تقدس کی رفعتوں کو پا سکتیں اور یوم محشر کی تکلیف دہ آزمائش سے نجات حاصل کر سکتیں اور جنت کی ابدی مسرتوں سے مالا مال ہو سکتیں جنہیں ان مذہبی اجارہ دار ماگیوں کی دعائیں اور امدادیں حاصل ہوتیں۔ (۱)

ا۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۳۹

مذہبی تعصب کی تباہ کاریاں

ایران میں ماگیوں کے غیر محدود اختیارات نے مذہبی تشدد کا روپ اختیار کر لیا اور بڑی تباہیوں اور بربادیوں کا باعث بنے "مانی" نے جب اپنے پیغامبر ہونے کا دعویٰ کیا تو ماگیوں نے اسے تختہ دار پر لٹکا دیا۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ساسانی بادشاہوں نے ابتدا میں مذہبی رواداری کا ثبوت دیا یہودیوں پر یورپ میں عیسائی جب مظالم ڈھاتے تو وہ ابتداء میں یونانی مملکت میں آ کر پناہ لیتے۔ لیکن جب قسطنطین کے عہد میں رومن مملکت نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو رومیوں اور ایرانیوں میں عرصہ دراز سے عداوت کے جو شعلے بھڑک رہے تھے انہوں نے عیسائیوں اور ایران کے زرتشتیوں کے درمیان مذہبی عداوت کا رنگ اختیار کر لیا۔ شاپور دوم کے زمانہ میں جب بیزنطی حکومت سے جنگ شروع ہوئی اور ایران میں بسنے والے عیسائیوں نے بیزنطی افواج کی امداد کی اور ان کے لئے اپنے خیر سگالی کے جذبات کا اظہار کیا تو شاپور نے ۳۴۱ء میں ایرانی مملکت میں بسنے والے تمام عیسائیوں کے قتل عام کا حکم دے دیا عیسائیوں کے تمام دیہات برباد کر دیئے گئے اور ان میں بسنے والوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ بعد میں شاپور نے عام عیسائیوں کو تو معاف کر دیا مگر پادریوں، راہب مردوں، راہب عورتوں کو ذبح کرنے کا حکم دیا سولہ ہزار عیسائی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے یزدجرد اول (۳۹۹ تا ۴۲۰ء) نے عیسائیوں کو مذہبی آزادی دی اور ان کے سرنو گرجے تعمیر کرنے میں انہیں مالی اعانت بہم پہنچائی۔

۴۲۲ء میں ایران کے پادریوں نے ایک کونسل منعقد کی جس میں ایران کے عیسائی کلیسا کو یونانی اور رومی عیسائی کلیساؤں سے علیحدہ قرار دے دیا۔ یوں ہر روز کی مصیبت سے انہوں نے نجات حاصل کی۔

> خسرو پرویز نے اپنی پے در پے فتوحات کے باعث مغرور ہو کر عیسائیت کے خلاف پھر مقدس جنگ کا اعلان کیا۔ چھبیس ہزار یہودی اس کی فوج میں شامل ہو گئے ۶۱۴ء میں ایران اور یہودیوں کے متحدہ لشکر نے یروشلم پر حملہ کر دیا اور نوے ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا سارے شہر کو بڑی بے دردی سے لوٹا یروشلم کے بہت سے کلیسا جن میں کلیسۃ القیامۃ بھی شامل تھا۔ ان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور وہ اصل صلیب جو عیسائی دنیا کی

مقدس ترین چیز ہے ایرانی اسے بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ (۱)

خسرو پرویز نے اس کے بعد اسکندریہ۔ مصر پر حملہ کر کے اپنی فتح کا پرچم لہرا دیا ۶۱۷ء میں اس نے کالسیڈن کے شہر پر بھی قبضہ کر لیا جو دس سال تک برقرار رہا یہ شہر قسطنطنیہ کے بالکل سامنے تھا۔ اور ان دو شہروں کے درمیان صرف آبنائے فاسفورس کی تنگ پٹی تھی جو انہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی پرویز نے عیسائی دنیا کے تمام گرجوں کو بھی کھنڈرات میں تبدیل کر دیا ان میں فنون لطیفہ کے جتنے نادر نمونے تھے اور ان گرجوں کے خزانوں میں جو بے پناہ دولت جمع تھی اسے بھی لوٹ کر ایران لے گیا۔ (۲)

جنرل سر پرسی ہسٹری آف پرشیا میں شاپور کے عہد میں عیسائیوں پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کی وجوہات ذرا تفصیل سے بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"جب بیزنطینی حکمرانوں نے عیسائیت قبول کی اور عیسائیت کو اپنی مملکت کا مذہب قرار دیا تو ایران میں بسنے والے عیسائیوں کی ہمدردیاں فطرۃً ان کے ساتھ ہو گئیں۔ ان کے اور ایرانیوں کے درمیان سیاسی کشمکش کا آغاز ہو گیا ایرانی حکمرانوں نے عیسائیوں کے خلاف جو فرد جرم تیار کی اس کے اہم نکات یہ تھے۔

۱۔ عیسائی ہماری مقدس تعلیمات کو تباہ کرتے ہیں وہ لوگوں کو تلقین کرتے ہیں کہ صرف ایک خدا کے بندے بنیں سورج اور آگ کی تعظیم نہ کریں نیز عیسائی، لوگوں کو پانی کے ساتھ وضو کرنے کی تلقین کرتے ہیں اس طرح وہ پانی کو پلید کرتے ہیں نیز وہ تبلیغ کرتے ہیں کہ لوگ شادی سے پرہیز کریں اور بچوں کی پیدائش سے اجتناب کریں نیز لوگوں کو اس بات پر اکساتے ہیں کہ ایران کے شہنشاہ کے ساتھ جنگ میں شرکت سے انکار کر دیں وہ مردوں کو زمین میں دفن کرتے ہیں سانپوں، رینگنے والے کیڑوں مکوڑوں کی آفرینش کو اچھے خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱۔ ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۷

۲۔ الکامل ابن اثیر صفحہ ۲۷۳ جلد اول مطبوعہ بیروت

۲۔ وہ بادشاہ کے ملازم کی تحقیر کرتے ہیں انہیں جادو سکھاتے ہیں عیسائیوں کے خلاف سب سے پہلے جو شاہی فرمان جاری ہوا وہ یہ تھا کہ وہ دوسری رعایا سے دوگنا ٹیکس ادا کریں تاکہ جنگ کے اخراجات پورے کئے جائیں جس میں وہ حصہ نہیں لیتے مارشیمون (MAR SHIMUN) ایک کیتھولک پادری کو حکم دیا گیا کہ وہ ٹیکس کی اس رقم کو لوگوں سے وصول کر کے جمع کرے۔ اس نے حماقت کی اور یہ حکم بجالانے سے انکار کر دیا اور اس کی دو وجوہات بیان کیں۔

پہلی یہ کہ لوگ بہت غریب ہیں اتنا ٹیکس ادا نہیں کر سکتے۔ دوسری یہ کہ بشپ کا کام ٹیکس جمع کرنا نہیں اس کو اس کے بہت سے ساتھیوں سمیت گرفتار کر لیا گیا اور ۳۳۹ء میں گڈ فرائیڈے کے روز مارشیمون (MAR SHIMUN)، پانچ بشپوں اور ایک سو پادریوں کو سوسا (SUSA) کے مقام پر پھانسی دے دی گئی۔

عیسائیوں پر مظالم کی یہ ابتداء تھی۔ جو اس کے بعد چالیس سال تک جاری رہے عیسائیوں کو بے دریغ قتل کیا جاتا رہا۔ ان کے کلیساؤں کو تباہ و برباد کیا جاتا رہا۔ راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ اذیتناک سزائیں دی جاتیں۔ کیونکہ یہی لوگ نمایاں طور پر ان جرائم کا ارتکاب کرتے تھے جن کا تذکرہ ایرانیوں کی تیار کردہ فرد جرم میں گزر چکا ہے۔ قیصر جولیان (JULIAN) کے سالار جووین (JOVIAN) نے جب نصیبین اور پانچ دوسرے صوبوں کو ایرانی قبضہ سے چھین کر رومی مملکت کے حوالہ کر دیا تو عیسائیوں کی تعذیب اور اذیت رسانی کے شعلے پھر بھڑک اٹھے اور جب تک شاپور کا طویل عہد حکومت ختم نہیں ہوا بد قسمت عیسائیوں کو امن کا سانس لینا نصیب نہیں ہوا۔ (۱)

عیسائی آبادی جو شاپور کے طویل عہد میں طرح طرح کے ظلم و ستم کا ہدف بنی رہی اس کے مرنے کے بعد اسے کچھ سکون نصیب ہوا شاپور سوم نے ایک کیتھولک پادری کو ایک عہدہ کے لئے منتخب کیا لیکن صحیح تبدیلی اس وقت رونما ہوئی جب یزدجرد اول حکمران بنا۔ اس نے ۴۰۹ء میں ایک فرمان شاہی جاری کیا جس میں عیسائیوں کو آزادی سے عبادت کرنے اور اپنے گرجوں کو از سر نو تعمیر کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔

ا۔ ہسٹری آف پرشیا خلاصہ صفحہ ۴۱۵۔ ۴۱۴

یزدجرد کی اس نوازش کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ عراق کا ایک بشپ مستیٰ "ماروتھا" (MARUTHA) ایک سفارت لے کر بادشاہ کے پاس حاضر ہوا بادشاہ بیمار تھا۔ اس نے دم کیا وہ شفایاب ہو گیا۔ اس لئے اس نے عیسائیوں کے بارے میں یہ رحم دلانہ رویہ اختیار کیا۔

سر پرسی لکھتے ہیں:

> "کہ وہ اس حد تک اس بشپ سے متاثر ہوا کہ وہ بپتسمہ لے کر عیسائی مذہب قبول کرنے پر آمادہ ہو گیا اس کی وجہ سے ماگیوں نے اس کو بدکار کے لقب سے ملقب کر دیا اور تاریخ میں وہ اس لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اسے خیال آیا کہ وہ عیسائیوں کی حمایت میں حد سے زیادہ تجاوز کر رہا ہے چنانچہ اس نے ماگیوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ عیسائیوں کا قلع قمع کر دیں چنانچہ آئندہ پانچ سال عیسائیوں پر حد درجہ ظلم و ستم روا رکھا گیا۔ (۱)

ایران کے سیاسی حالات

ساسانی خاندان کے عہد حکومت میں ایران کے سیاسی حالات بیان کرنے سے پہلے پارتھیا کے عہد اقتدار میں ایران کے سیاسی حالات کا تذکرہ قارئین کے لئے فائدہ سے خالی نہ ہو گا۔

پارتھیا کے عہد حکومت میں ایران کے سات خاندانوں کو سیاسی اور معاشی لحاظ سے دیگر ایرانی قبائل پر برتری حاصل تھی ان سات خاندانوں میں دو تو شاہی خاندان تھے ان کے علاوہ پانچ خاندانوں میں سے دو خاندان امتیازی شان کے مالک تھے ایک تو "سورین" کا خاندان تھا۔ اس خاندان کو بادشاہ کو تاج پہنانے کا موروثی حق حاصل تھا اور دوسرا "قارین" کا خاندان تھا۔ ان گھرانوں میں جو لوگ گاؤں کے سربراہ تھے وہی حکومت کے مرکز ثقل تھے اور انہیں میں وہ بڑے بڑے باج گزار حاکم تھے جو شاہی فوج کے لئے اپنی رعایا سے سپاہی بھرتی کرتے تھے رعایا یا کسان جن کے ذمہ فوجی خدمت ہوتی تھی وہ ان طاقتور سرداروں کے قبضہ میں ایک طرح کی غلامی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ عمدہ شاہی اشکانی خاندان کے ساتھ مخصوص تھا

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۴۳۰

لیکن یہ ضروری نہ تھا کہ باپ کے بعد بیٹا ہی جانشین ہو اس خاندان کے اکابر اس بات کا فیصلہ کرتے تھے کہ کس کو بادشاہ ہونا چاہئے۔ صوبوں کی گورنری، شاہی خاندان اور باقی چھ ممتاز خاندانوں کے ممبروں کے لئے مخصوص تھی۔ مجلس شوریٰ بھی شاہی گھرانے کے شہزادوں اور بقیہ چھ ممتاز خاندانوں کے رؤساء پر مشتمل ہوتی۔

پارتھی عہد کے ایک امیر کبیر کا کامل نمونہ سورین ہے۔ مشہور یونانی تذکرہ نگار پلوٹارک اس کی تصویر بایں الفاظ پیش کرتا ہے۔

> تمول، نجابت، شان و شوکت میں بادشاہ کے بعد اس کا اولین درجہ تھا۔ شجاعت، لیاقت کے اعتبار سے وہ پارتھیوں میں برترین تھا۔ قد و قامت اور جسمانی خوبصورتی میں اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ جب وہ کسی مہم پر جاتا تھا تو اس کے ہمراہ ایک ہزار اونٹ ہوتے تھے جن پر اس کا سامان لادا جاتا تھا۔ دو سو رتھوں میں اس کی خواصیں سوار ہوتی تھیں ہزار زرہ پوش سوار اور اس سے کہیں زیادہ سپاہی ہلکے ہتھیاروں کے ساتھ باڈی گارڈ کے طور پر اس کے ہم رکاب ہوتے تھے ان دس ہزار سواروں میں سے کچھ تو اس کی رعایا تھے کچھ اس کے غلام۔ لڑائی کے دن وہ اپنی فوج کو ساتھ لے کر زنانہ بناؤ سنگھار کے ساتھ میدان میں نکلتا تھا۔ چہرہ پر غازہ، بالوں میں مانگ نکالتا تھا۔ وہ اپنے حرم کو اپنے ساتھ رکھتا تھا اور میدان جنگ میں بھی عیش و عشرت کی راتیں بسر کرتا تھا یعنی مے نوشی۔ راگ رنگ عشق و محبت کے شغلوں سے اپنا جی بہلاتا تھا۔ (۱)

اس سے اس عہد کے دوسرے رؤساء کی ظاہری دولت و حشمت اور رنگین زندگی کے بارے میں آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں جب امراء کی یہ حالت تھی تو بادشاہ کی پر تکلف اور پر تعیش زندگی کا کیا عالم ہو گا۔ ان کے ہاں بادشاہ کے اختیارات کسی قانون کے ماتحت نہ تھے وہ کامل خود مختاری کے ساتھ حکومت کرتا تھا۔ بادشاہ سب سے زیادہ اپنے خاندان کے افراد سے خائف رہتا تھا کیونکہ کوئی امیر جب تک اسے اشکانی خاندان کے کسی شہزادے کی سرپرستی حاصل نہ ہو وہ بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند نہیں کر سکتا تھا اسی وجہ سے اشکانی خاندان کے بادشاہ بسا اوقات اپنے خاندان کے لوگوں کا بے رحمی کے ساتھ قتل عام کرتے تھے بادشاہ

۱۔ ایران بعهد ساسانیاں صفحہ ۲۲

بالعموم لوگوں کے لئے ناقابل رسائی ہوتا تھا۔ جاہ و جلال کے امتیازی حقوق جو اس کے لئے مخصوص تھے ان میں ایک یہ تھا کہ وہ اونچا تاج پہنتا۔ اور زریں پلنگ پر سوتا تھا۔ سلطنت کا خزانہ اور بادشاہ کا ذاتی خزانہ ایک ہی چیز تھی۔

پارتھیوں کے عہد حکومت میں بلکہ ان سے پہلے بھی ایران تقریباً دو سو چالیس چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا ساسانی خاندان کے عہد اقتدار میں ایران کو طوائف الملوکی کی لعنت سے نجات ملی وہ ایک آزاد متحد اور طاقتور ملک کی حیثیت سے صفحہ تاریخ پر ابھرا۔

ساسانی خاندان کی حکومت کا آغاز

ساسانی خاندان کے بر سر اقتدار آنے کو ایسی روایات سے وابستہ کر دیا گیا ہے جن سے ایرانی باشندوں کے ذہن میں یہ چیز راسخ ہو گئی ہے کہ ساسانیوں کو حکومت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ہے اس میں کسی انسانی طاقت کا کوئی دخل نہیں تقریباً ساسان کے ہر بادشاہ نے اپنی رعایا کے لوح قلب پر اس امر کو ثبت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس کے سر پر جو تاج شاہی ہے براہ راست خداوند عالم نے اسے یہ پہنایا ہے۔ گویا ایسے بادشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے کا خیال بھی اس خدا سے براہ راست بر سر پیکار ہونے کے مترادف ہے جس نے اس بادشاہ کو اورنگ شاہی اور تاج سلطانی ارزانی فرمایا ہے۔ لوگوں کو جو قلبی عقیدت اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھی ان روایات و حکایات کی بنا پر وہی عقیدت ان کو اپنے بادشاہ کے ساتھ بھی ہوتی تھی ہم قارئین کے سامنے وہ حکایت بیان کرتے ہیں جو مورخین نے ساسانی خاندان کے بر سر اقتدار آنے کے بارے میں بیان کی ہے۔

پاپک نامی ایک شخص فارس کی ریاست کا حکمران تھا اور اصطخر میں قیام پذیر تھا اس کا کوئی لڑکا نہ تھا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ ساسان جو اس کا چرواہا تھا اس کے سر سے آفتاب طلوع ہو رہا ہے. اور اپنی روشنی سے ساری دنیا کو منور کر رہا ہے دوسری رات اس نے پھر خواب دیکھا کہ ساسان سفید ہاتھی پر سوار ہے اور لوگ اس کی خدمت میں نذرانہ عقیدت پیش کر رہے ہیں تیسری رات پھر اس نے خواب دیکھا کہ پاکیزہ آگ ساسان کے گھر میں جل رہی ہے اور رفتہ رفتہ تیز تر ہو رہی ہے یہاں تک کہ اس کی روشنی سے سارا جہاں چمک اٹھا ہے ان خوابوں سے پاپک حیرت زدہ ہو گیا اور اپنے دانشور درباریوں کو طلب کر کے انہیں اپنے خواب سنائے۔ سب نے اتفاق رائے سے ان خوابوں کی یہ تعبیر بتائی کہ ساسان یا اس کا بیٹا

بادشاہی حاصل کر لیں گے۔ یہ سننے کے بعد پاپک نے ساسان کو بلایا۔ ساسان نے اس کو اپنی خاندانی عظمت کے بارے میں آگاہ کیا چنانچہ بادشاہ نے اس کو خلعت شاہی پہنائی اور اپنی لڑکی کے ساتھ اس کی شادی کر دی جس کے بطن سے اردشیر پیدا ہوا۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ کہانی یہ بیان کی جاتی ہے کہ اردوان جو ایران کی دو سو چالیس ریاستوں کا حکمران اعلیٰ تھا اور جس کا دارالسلطنت "رے" کے مقام پر تھا۔ اردشیر جب جوان ہو گیا تو وہ اردوان کے دربار کو چھوڑ کر پارس کی طرف بھاگ گیا اور اپنے ساتھ اردوان کی دانا اور خوبصورت دوشیزہ کو بھی لے گیا جو اردوان کی مشیر خاص تھی لیکن اس نے اردشیر کے عشق میں مبتلا ہونے کے باعث اپنے ولی نعمت اور ایران کے حکمران اعلیٰ اردوان کو چھوڑ کر اردشیر کی معیت میں بھاگ جانے کا فیصلہ کیا بادشاہ کو معلوم ہوا تو وہ غصہ سے بے قابو ہو کر ان بھگوڑوں کے تعاقب میں نکلا اور ایک گاؤں میں پہنچ کر لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے اس قسم کا کوئی جوڑا دیکھا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس جوڑے کو ہوا کی تیزی کے ساتھ گھوڑا دوڑاتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور ایک بڑا دنبہ ان کے پیچھے پیچھے دوڑتا جا رہا تھا۔ دوسرے روز اردوان کا گزر ایک کاروان کے پاس سے ہوا جنہوں نے بتایا کہ مینڈھا ایک گھڑسوار کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا اس کو یقین ہو گیا کہ یہ شاہی شان و شوکت کی علامت ہے چنانچہ اس نے ان کی تلاش ترک کر دی۔ (۱)

یہ اگرچہ افسانے ہیں لیکن ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ساسانیوں نے اپنی بادشاہی کو کس طرح خدائی اختیارات سے منسوب کیا ان کی وفادار رعایا صدہا سال تک ان افسانوں کو حقیقت یقین کرتی رہی اور ان کا یہ اعتقاد تھا کہ کوئی غاصب جس کی رگوں میں مقدس شاہی خون نہ دوڑ رہا ہو۔ وہ ساسانی بادشاہوں کے مقابلہ میں اگر علم بغاوت بلند کرے گا تو کبھی کامیاب نہ ہو گا۔

اردشیر اگرچہ اپنے باپ کی ایک ذیلی ریاست کا وارث تھا جو اردوان کے ماتحت تھی لیکن اس نے ہمت کر کے کرمان پر قبضہ کر لیا اور وہ قلعہ آج بھی قلعہ اردشیر کے نام سے مشہور ہے۔ اردوان اس کی اس جسارت پر برافروختہ ہوا اور فارس پر حملہ کر دیا پہلے دن کی لڑائی میں اگرچہ فریقین کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا لیکن جنگ کا فیصلہ نہ ہو سکا۔ دوسرے روز اردشیر نے فتح حاصل کر لی۔ اور پارتھیا کے شہنشاہ کو ناقابل تلافی نقصانات سے دوچار کر دیا آخری جنگ ہرمز

ا۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۳

کے میدان میں لڑی گئی جو اھواز کے مشرق میں ہے اس جنگ میں پارتھیا کی فوج کو مکمل شکست ہوئی اور اردوان مارا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ اردشیر نے اردوان کو دعوت مبارزت دی جو اس نے قبول کر لی۔ اردوان نے جب حملہ کیا تو اردشیر نے بظاہر راہ فرار اختیار کی لیکن پھر اچانک واپس مڑ کر ایک تیر مارا جو اردوان کے دل کو چیرتا ہوا پار نکل گیا اس طرح دو سو چھبیس عیسوی یا دو سو ستائیس عیسوی میں پارتھیا کی شہنشاہیت نے دم توڑ دیا اور اردشیر نے ساسانی شہنشاہیت کا آغاز کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اس نے تمام ایران پر قبضہ کر لیا۔ تاریخ فرشتہ میں ہے کہ

> "ایران فتح کرنے کے بعد اس نے ہندوستان پر حملہ کر دیا اور سرہند کے مضافات تک بڑھتا چلا گیا۔ راجہ جونا، جو اس علاقہ کا حکمران تھا اس نے موتی جواہرات سونا اور ہاتھی بطور نذرانہ پیش کئے اور اردشیر کو واپس لوٹانے میں کامیاب ہو گیا۔" (۱)

ان فتوحات سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنی تخت نشینی اور تاج پوشی کا جشن منایا اس روز اس نے اپنی رعایا کے سامنے اپنی حکومت کا منشور پیش کیا جو تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ مسعودی نے مروج الذہب میں اس کو نقل کیا ہے آپ بھی اس کا مطالعہ کریں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَصَّنَا بِنِعَمِہٖ وَشَمَلَنَا بِفَوَائِدِہٖ وَمَھَّدَ لَنَا الْبِلَادَ وَقَادَ اِلٰی طَاعَتِنَا الْعِبَادَ۔ نَحْمَدُہٗ حَمْدَ مَنْ عَرَفَ فَضْلَ مَا اَعْطَاہُ وَنَشْکُرُہٗ شُکْرَ الدَّارِیْ بِمَا مَنَحَہٗ وَاصْطَفَاہُ اَلَا وَاِنَّا سَاعُوْنَ فِیْ اِقَامَۃِ الْعَدْلِ وَاِدْرَارِ الْفَضْلِ وَتَشْیِیْدِ الْمَاثِرِ وَعِمَارَۃِ الْبِلَادِ۔ وَالرَّاْفَۃِ بِالْعِبَادِ وَرَمِّ اَقْطَارِ الْمَمْلَکَۃِ وَرَدِّ مَا تَخَرَّمَ فِیْ سَائِرِ الْاَیَّامِ مِنْھَا۔ فَلْیَسْکُنْ طَائِرُکُمْ اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنِّیْ اَعُمُّ بِالْعَدْلِ الْقَوِیَّ وَالضَّعِیْفَ وَالدَّنِیَّ وَالشَّرِیْفَ وَ اَجْعَلُ الْعَدْلَ سُنَّۃً مَحْمُوْدَۃً وَشَرِیْعَۃً مَوْرُوْدَۃً وَسَتَرَوْنَ فِیْ سِیْرَتِنَا مَا تَحْمَدُوْنَنَا عَلَیْہِ وَتُصَدِّقُ اَفْعَالُنَا اَقْوَالَنَا۔

وَالسَّلَام

"ساری تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنی نعمتوں کے ساتھ

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۳۔ ۳۹۴

ہمیں مخصوص فرمایا اور اپنی مہربانیوں سے ہمیں اپنے گھیرے میں لیا۔ اور ملکوں کو ہمارے لئے مسخر کر دیا۔ بندوں کو ہماری فرمانبرداری کی طرف رہنمائی کی ہم اس کی حمد کرتے ہیں اس شخص کی طرح کی حمد جس نے اس فضل کو پہچانا جو اس پر اس نے کیا۔ اور ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں اس آدمی کی طرح کہ جو ان عطیات کی قدر و منزلت کو پہچانتا ہے، جو اس پر کئے گئے۔ اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے اسے چن لیا ہے۔ خبردار! ہم عدل قائم کرنے میں، فضل و احسان کرنے میں، شاندار کارنامے انجام دینے میں، ملکوں کو آباد کرنے میں، بندوں کے ساتھ لطف و احسان کرنے میں، اور مملکت کی حدود کو مستحکم بنانے میں اور جو کچھ گذشتہ دنوں میں برباد ہو چکا ہے ان کو درست کرنے میں اپنی ساری کوششیں صرف کر دیں گے۔ اے لوگو! تمہارے دل مطمئن ہونے چاہئیں۔ کیونکہ میں ہر طاقتور اور کمزور، ہر فرو تر اور شریف، سب کے درمیان عدل کروں گا۔ اور عدل کو اپنا قابل تعریف طریقہ بناؤں گا۔ اور ایسا گھاٹ بناؤں گا جس پر سب وارد ہوں گے تم ہماری سیرت میں ایسی چیزیں دیکھو گے، جن پر تم ہماری ثنا کرو گے ہمارے افعال، ہمارے اقوال کی تصدیق کریں گے۔ والسلام" (۱)

اردشیر کے اس اولیں خطبہ سے اپنی رعایا کے بارے میں اس کے قابل تعریف نظریات و افکار کا پتہ چلتا ہے۔

بادشاہ نے کسی اور محفل میں حکمران کی ذمہ داریوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا

"یَجِبُ عَلَى الْمَلِكِ اَنْ يَكُوْنَ فَائِضَ الْعَدْلِ فَاِنَّ فِي الْعَدْلِ
جِمَاعَ الْخَيْرِ وَهُوَ الْحِصْنُ الْحَصِيْنُ مِنْ زَوَالِ الْمُلْكِ وَتَخَرُّمِهٖ
وَاِنَّ اَوَّلَ مَخَائِلِ الْاِدْبَارِ فِي الْمُلْكِ ذِهَابُ الْعَدْلِ مِنْهُ الخ"

"بادشاہ پر فرض ہے کہ اس کا عدل عام ہو۔ کیونکہ عدل میں ہی ساری بھلائیاں جمع ہوئی ہیں وہی ایک مضبوط قلعہ ہے، جو ملک کو زوال اور ٹوٹنے

۱۔ مروج الذہب صفحہ ۲۸۵ جلد اول مطبوعہ بیروت

سے بچاتا ہے اور ادبار وانحطاط کی پہلی نشانی یہ ہے کہ ملک سے عدل و انصاف رخصت ہو جائے"۔ (۱)

اردشیر نے تاج حکومت پہنتے ہی زرتشت کے مذہب کے راہنماؤں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کیا اور ان مذہبی راہنماؤں میں سے سات موبدوں کو منتخب کیا جو بہت متقی تھے پھر ان میں سے ایک رئیس موبداں چنا۔ جسے خواب آور دوا پلا کر سات روز تک سلائے رکھا گیا۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس نے ہرمزد کا مکمل دین لکھوا دیا جس کو بادشاہ اور رعایا سب نے قبول کر لیا۔

مورخین لکھتے ہیں کہ اردشیر بہت زیرک، عادل، اپنی رعایا کے آرام کا طلبگار تھا۔ اس کا ایک قول ہے، جو زبان زد عوام ہے۔

"There can be no power without an army, no army without money, no money without agriculture & no agriculture without justice.")

"فوج کے بغیر کوئی طاقت نہیں ہو سکتی۔ پیسے کے بغیر فوج نہیں رکھی جا سکتی۔ زراعت کے بغیر پیسہ نہیں مل سکتا۔ انصاف کے بغیر زراعت کامیاب نہیں ہو سکتی"۔ (۲)

حکومت اور مذہب کے باہمی تعلق کے بارے میں اس کا ایک مقولہ ہے۔ جو ایک ابدی صداقت ہے، جب وہ مرنے لگا تو اس نے اپنے بیٹے کو بایں الفاظ وصیت کی۔

يَا بُنَيَّ اِنَّ الدِّيْنَ وَالْمُلْكَ اَخَوَانِ۔ لَا غِنَیٰ لِوَاحِدٍ مِّنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهٖ فَالدِّيْنُ اُسُّ الْمُلْكِ وَالْمُلْكُ حَارِسُهٗ۔ وَمَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ اُسٌّ فَمَهْدُوْمٌ وَمَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ حَارِسٌ فَضَائِعٌ

"اے میرے فرزند! دین اور ملک دونوں بھائی ہیں۔ کوئی بھی ان میں سے دوسرے سے مستغنی نہیں ہو سکتا دین، حکومت کی بنیاد ہے اور حکومت دین کی نگہبان ہے۔ جس چیز کی بنیاد نہیں ہوتی وہ گر جاتی ہے اور

۱۔ مروج الذہب صفحہ ۲۸۶ جلد اول
۲۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۷

جس چیز کا کوئی نگہبان نہیں ہوتا وہ ضائع ہو جاتی ہے۔ " (۱)
سر پرسی نے اردشیر کی اس نصیحت میں ایک جملہ لکھا ہے۔
(A Sovereign without religion is a tyrant.)
"مذہب کے بغیر حکمران ایک جابر اور ظالم حکمران ہے۔ " (۲)

ساسانی بادشاہ اس بات کی کوشش کرتے تھے کہ ان کی رعایا انہیں خداؤں کی نسل سے سمجھے آرتھر لکھتے ہیں۔

"اپنے کتبوں میں شاہان ساسانی ہمیشہ اپنے آپ کو پرستند گان مزدا کہتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ اپنے نام کے ساتھ خدا کے القاب بھی لگاتے ہیں اور اپنے آپ کو مخص ربانی (بغ) اور خداؤں (یزدان) کی نسل سے بتلاتے ہیں" (۳)

شاپور دوم نے اپنے خط میں جو اس نے قیصر کانٹس کے نام لکھا تھا۔ اپنے نام کے ساتھ شہنشاہ قرین سیار گان، برادر مہر وماہ، کے شاندار القاب لگائے ہیں۔

خسرو اول نوشیرواں نے قیصر جسٹینین کے نام خط لکھنے میں اپنے نام کی تعظیم مفصلہ ذیل القاب کے ساتھ کی ہے۔

"وجود ربانی، نیکو کار، ملک کو امن دینے والا، واجب الاحترام، خسرو شہنشاہ ارجمند، پارسا، فیض رساں، جس کو خداؤں نے بہت بڑی سعادت اور سلطنت سے بہرہ مند کیا ہے۔ زبردستوں کا زبردست، خداؤں کا ہم شکل"

خسرو دوم (پرویز) نے اپنے القاب کو یہاں تک بلند کیا کہ صفات ذیل کے ساتھ اپنے آپ کو متصف کر دیا۔

"خداؤں میں انسان غیر فانی اور انسانوں میں خدائے لاثانی اس کے نام کا

۱۔ مروج الذہب صفحہ ۲۸۹ جلد اول
۲۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۸
۳۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۳۳۷

بول بالا آفتاب کے ساتھ طلوع کرنے والا ہے شب کی آنکھوں کا اجالا۔ (۱)

خاندان ساسان کے کئی بادشاہوں نے بڑی بڑی چٹانوں پر اپنی ایسی برجستہ تصویریں بنائی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اھورامزدا (خدا) اسے منصب شاہی عطا کر رہا ہے شہر شاپور کی چٹان پر ایک برجستہ تصویر کندہ ہے جس میں شاہ بہرام اول کو اھورامزدا کی طرف سے منصب شاہی کے عطا کئے جانے کی منظر کشی کی گئی ہے بادشاہ نے ایک تاج پہن رکھا ہے جس پر نوکدار دندانے بنے ہوئے ہیں اور اس کے اوپر کپڑے کی گیند رکھی ہوئی ہے اھورامزدا کا وہی دیوار دار تاج ہے وہ اور بادشاہ دونوں گھوڑوں پر سوار ہیں اور بادشاہ حلقہ سلطنت کو جو اھورامزدا نے اس کی طرف بڑھا رکھا ہے ہاتھ سے پکڑ رہا ہے۔

اردشیر نے بھی دو برجستہ ایسی تصاویر یادگار چھوڑی ہیں جن میں یہ دکھایا گیا ہے کہ اھورامزدا (خدا) اردشیر کو حلقہ سلطنت دے رہا ہے پہلی تصویر نقش رجب میں ہے اور دوسری نقش رستم میں نقش رجب کی تصویر میں اھورامزدا کو اس طرح دکھایا گیا ہے کہ وہ اپنے داہنے ہاتھ میں حلقہ سلطنت کو لئے ہوئے ہے اور بائیں ہاتھ میں عصائے شاہی کو تھامے ہوئے ہے۔

اور عمدہ شاہی کی ان دو علامتوں کو ہاتھ پھیلا کر بادشاہ اردشیر کے حوالے کر رہا ہے بادشاہ اپنے داہنے ہاتھ سے حلقے کو لے رہا ہے اور بایاں ہاتھ جس کی انگشت آگے کو اٹھی ہوئی ہے فرمانبرداری کے اظہار کے لئے مودبانہ اوپر کو اٹھائے ہوئے ہے۔

نقش رستم کی برجستہ تصاویر زیادہ بہتر حالت میں محفوظ ہیں۔ جن میں اھورامزدا اور بادشاہ کو گھوڑوں پر سوار دکھایا گیا ہے۔ اھورامزدا بائیں ہاتھ میں عصائے شاہی تھامے ہوئے ہے اور دائیں ہاتھ سے حلقہ سلطنت کو جو شکن دار فیتوں سے مزین ہے آگے بڑھا کر بادشاہ کو دے رہا ہے۔ بادشاہ اپنے دائیں ہاتھ سے اس کو لے رہا ہے۔ اور بایاں ہاتھ جس کی انگشت شہادت ایستادہ ہے اظہار احترام کے لئے اٹھا رکھا ہے۔

طاق بوستان جسے ایشیا کے دروازہ کا نام دیا گیا ہے اس جگہ جہاں چٹان کی دیوار میں سے بڑے بڑے چشمے ابلتے ہیں ایک تصویر چٹان میں سے تراش کر بنائی گئی ہے۔ جس میں شاپور دوم کے عمدہ شاہی قبول کرنے کا منظر دکھایا گیا ہے۔ بادشاہ کے دائیں طرف اھورامزدا ہے

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۳۳۸

جوا پنا چہرہ بادشاہ کی طرف موڑے ہوئے سر پر دیوار دار تاج پہنے ہوئے حلقہ سلطنت کو جس میں فیتے آویزاں ہیں بادشاہ کی طرف بڑھا کر اسے دے رہا ہے۔

اس طرح کی متعدد تصاویر ملک کے مختلف علاقوں میں کندہ ہیں۔ اور ان کے پیش نظر دیگر مقاصد کے علاوہ اہل ایران کے ذہنوں میں یہ نقش ثبت کرنا ہے کہ ان کے بادشاہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ ہیں ان کو تاج شاہی اور اورنگ سلطانی کسی انسان نے یا کسی فوج نے یا رعایا کے افراد نے نہیں بخشا تا کہ ان سے وہ چھین بھی سکیں بلکہ حکمرانی و سلطانی کے یہ اختیارات انہیں اھورامزدا نے ارزانی فرمائے ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت ان سے چھین نہیں سکتی۔ بادشاہ کی غیر مشروط فرمانبرداری اور اطاعت در حقیقت اھورامزدا کی اطاعت و فرمانبرداری ہے جس نے انہیں تخت شاہی پر متمکن کیا ہے اس طرح ساسانی بادشاہوں نے رعایا کی طرف سے علم بغاوت بلند کرنے کے جملہ امکانات کو ختم کر دیا کیونکہ بادشاہ کے خلاف تو کوئی منچلے اپنے سر ہتھیلیوں پر رکھ کر بغاوت کا پرچم بلند کر سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرنے کا تو کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا بادشاہ کے جور و ستم کو جب تقدیر الٰہی کا نام دے دیا جائے تو پھر ان کے خلاف نہ جذبہ انتقام ہوتا ہے اور نہ ان کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے کی کسی بندے میں جرات پیدا ہو سکتی ہے۔

حکمران طبقہ نے مختلف طریقوں سے عوام کے ذہنوں میں جب یہ چیز راسخ کر دی کہ بادشاہ کی بادشاہی منجانب اللہ ہے تو اب بادشاہ کی ذات کو جملہ اختیارات کا سرچشمہ تسلیم کرنے میں کوئی رکاوٹ باقی نہ رہی۔ اس کے منہ سے نکلنے والا ہر جملہ قانون یقین کیا جانے لگا۔ جس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا رعایا کے ہر فرد پر لازم تھا۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے ول ڈیورانٹ نے قصۃ الحضارۃ میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے جس کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

بادشاہ کو یہ اختیار تھا کہ جس کے بارے میں چاہتا مقدمہ چلائے بغیر کوئی جرم ثابت کئے بغیر اس کے لئے موت کی سزا کا حکم سنا دیتا بلکہ بادشاہ کی ماں اور اس کی بڑی ملکہ کو بھی یہ اختیارات حاصل تھے کہ وہ جس کو چاہیں موت کے گھاٹ اتار دیں۔ کسی عام شہری بلکہ کسی امیر و رئیس کو بھی یہ جرات نہ ہوتی تھی کہ بادشاہ یا اس کے خاندان کے اس ظالمانہ فعل پر صدائے احتجاج ہی بلند کر سکے۔ اگر کسی باپ کے سامنے اس کے بے گناہ بچے کو بادشاہ اپنے تیر سے گھائل کر دیتا اور اس نوجوان کی لاش خاک و خون میں تڑپ رہی ہوتی تو باپ اس دلدوز منظر کو دیکھ کر خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا اور وہ اظہار تاسف کے بجائے اس وقت اپنے بادشاہ کی تعریف کرتا کہ

ہمارے جہاں پناہ کا نشانہ بہت اچھا ہے۔

بادشاہ کی قوت کا دارومدار عسکری قوت پر ہوتا ہے ایران کا ہر شہری جس کی عمر پندرہ سال اور پچاس سال کے درمیان ہوتی اس پر لازم تھا کہ وہ فوجی خدمات ادا کرے۔ ایک دفعہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک باپ کے تین لڑکے تھے۔ اس نے بادشاہ کی خدمت میں درخواست کی کہ میں نے اپنے دو بچوں کو فوجی خدمات انجام دینے کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے ازراہ رعایا پروری میرے تیسرے لڑکے کو اجازت دیں کہ وہ میرے پاس رہے اور دیگر امور کو سر انجام دینے میں میری امداد کرے۔ بادشاہ نے اس وفادار شہری کی درخواست سن کر حکم دیا کہ اس کے تینوں بیٹوں کو تہ تیغ کر دیا جائے۔

ایک باپ نے اپنے چار لڑکے میدان جنگ میں بھیج دیئے۔ ان میں سے ایک بھائی نے بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کے پانچویں بھائی کو اجازت دی جائے کہ وہ بوڑھے والدین کی خدمت کرے اور امور زراعت کی نگرانی کرے بادشاہ نے حکم دیا کہ اس پانچویں بھائی کو دو حصوں میں کاٹ دیا جائے جس راستہ سے لشکر نے گزرنا ہے اس کے ایک طرف اس کا اوپر والا دھڑ اور دوسری طرف اس کا نیچے والا دھڑ رکھ دیا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اس ظالمانہ اور سنگدلانہ کر توت پر کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس پر اپنی ناپسندیدگی کا ہی اظہار کر سکیں۔ فوجی بینڈ اپنی دھنیں بجاتا رہا۔ عام لوگ بادشاہ سلامت زندہ باد کے فلک شگاف نعرے لگاتے رہے اور لشکر اس نوجوان کی کٹی ہوئی لاش کے دو ٹکڑوں کے درمیان سے گزر تا گیا مملکت میں بادشاہ کے ارادے اور لشکر کی قوت کے بغیر اور کوئی قانون نہ تھا۔ جس کا تقدس اور احترام بادشاہ اور رعایا سب پر ضروری ہو۔ اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کا یہ اعتقاد تھا کہ بادشاہ کے سارے فیصلے اھورامزدا (خداوند عالم) کی طرف سے اس پر وحی کئے جاتے ہیں اب خدا کے فیصلے کے خلاف کون علم بغاوت بلند کر سکتا ہے۔ (۱)

اس طرح انہوں نے اپنی سلطانی کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ کرنے کی کوشش کی نیز یہ تصور بھی اپنی رعایا کے دلوں میں راسخ کر دیا کہ بادشاہی، ساسانی خاندان کے افراد کے ساتھ مختص ہے اس خاندان کے علاوہ کوئی شخص بھی بادشاہ بننے کا حکمرانی حاصل کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جب کبھی ایسا ہوا کہ ساسانی خاندان کے علاوہ کسی نے عنان حکومت ہاتھ میں لینے کی جسارت کی جیسے بہرام گور نے تو اس کی تمام صلاحیتوں کے باوجود قوم نے اسے ٹھکرا دیا

۱۔ قصۃ الحضارۃ خلاصہ صفحہ ۴۱۵ تا ۴۱۸ جلد اول جز ثانی

اور تب آرام کا سانس لیا جب اس کو تہ تیغ کر دیا۔

تخت شاہی حاصل کرنے کے لئے جتنی جنگیں ہوئی ہیں ان میں دونوں طرف ساسانی خاندان کے ہی افراد تھے اس سیاسی نظریہ کے چند فوائد بھی تھے کہ سلطنت کو استحکام میسر آیا۔ اور ہر ایرا غیرا کو جرات نہ ہوتی کہ وہ حکومت کے حصول کے لئے عوام کو برانگیختہ کر کے اپنے ساتھ ملالے۔ اور ملک میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکا دے۔ لیکن اس سے ایسی خرابیاں بھی نمودار ہوئیں جو ایران کی ترقی کی راہ میں سنگ گراں ثابت ہوئیں بادشاہ اپنے آپ کو مطلق العنان سمجھنے لگے ان کی کسی بات پر اعتراض کرنا ایسا جرم تھا جس کی سزا قتل تھی۔ ایک حیرت انگیز مثال آپ بھی سنیں۔ جو پروفیسر آرتھر نے طبری سے نقل کی ہے۔

"جدید بندوبست اور اصلاح مالیات پر غور کرنے کے لئے خسرو نے ایک کونسل منعقد کی اور دبیر خوراک کو حکم دیا کہ لگان کی نئی شرحیں باآواز بلند پڑھ کر سنائے، جب وہ پڑھ چکا تو خسرو نے دو دفعہ حاضرین سے پوچھا کہ کسی کو کوئی اعتراض تو نہیں ہے سب چپ رہے بادشاہ نے تیسری بار یہی سوال کیا تو ایک شخص کھڑا ہوا اور تعظیم کے ساتھ پوچھنے لگا کہ آیا بادشاہ کا یہ منشا ہے کہ ناپائیدار چیزوں پر ٹیکس لگائے تیرا یہ حکم کچھ مدت گزرنے کے بعد ظلم و بے انصافی کی شکل اختیار کر لے گا۔ اس پر بادشاہ للکار کر بولا، کہ اے مرد ملعون و گستاخ! تو کن لوگوں میں سے ہے اس نے جواب دیا کہ میں دبیروں میں سے ہوں، بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو قلمدانوں سے پیٹ پیٹ کر مار ڈالو، اس پر ہر ایک دبیر نے اپنے اپنے قلمدان سے اس کو مارنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ بیچارا مر گیا جس کے بعد سب نے کہا اے بادشاہ! جتنے ٹیکس تو نے ہم پر لگائے ہیں وہ ہمارے نزدیک سب انصاف پر مبنی ہیں۔ (۱)

اس آمرانہ ملوکیت کا یہ نتیجہ تھا کہ بادشاہوں کو اپنی حفاظت کے لئے خصوصی انتظامات کرنے پڑتے تھے جب وہ دربار عام میں شرکت کے لئے جاتے تو اس وقت بھی ایسے تکلفات کو ملحوظ رکھا جاتا کہ بادشاہ کے قریب کوئی بھٹک نہ سکے۔ شاہی دربار عام میں جو آداب ملحوظ رکھے جاتے اور جن قواعد و ضوابط کی پابندی ضروری سمجھی جاتی اس کا ذکر پروفیسر آرتھر نے بایں الفاظ

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۱۱ بحوالہ طبری صفحہ ۱۲۲ جلد اول جز ثانی

کیا ہے۔

"شاہی تخت ہال کے سرے پر پردے کے پیچھے رکھا جاتا تھا۔ اعیان سلطنت اور حکومت کے اعلیٰ عہداروں کو پردے سے مقررہ فاصلے پر بٹھایا جاتا تھا درباریوں کی جماعت اور دوسرے ممتاز لوگوں کے درمیان ایک جنگلا حائل رہتا تھا اچانک پردہ اٹھتا تھا اور شہنشاہ تخت پر بیٹھے دیبا کے تکئے پر سہارا لگائے زربفت کا بیش بہالباس پہنے جلوہ گر ہوتا تھا۔ تاج، جو سونے اور چاندی کا بنا ہوا اور زمرد، یاقوت اور موتیوں سے مرصع تھا۔ بادشاہ کے سر کے اوپر چھت کے ساتھ ایک سونے کی زنجیر کے ذریعہ سے لٹکا رہتا تھا جو اس قدر باریک تھی کہ جب تک تخت کے بالکل قریب آکر نہ دیکھا جائے نظر نہیں آتی تھی۔ اگر کوئی شخص دور سے دیکھتا تو یہی سمجھتا تھا کہ تاج بادشاہ کے سر پر رکھا ہوا ہے لیکن حقیقت میں وہ اس قدر بھاری تھا کہ کوئی انسانی سر اس کو نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا وزن ساڑھے اکانوے کلو تھا۔

(ایک کلو گرام $2\frac{1}{5}$ پونڈ کے برابر ہوتا ہے) لہٰذا ساڑھے اکانوے کلو تقریباً اڑھائی من بنتا ہے۔" (۱)

خسرو اول کے جانشین ہرمزد چہارم کے تاج کے بارے میں ایک مشہور سیاح "تھیوفی لیکٹس" بیان کرتا ہے۔

"اس کا تاج سونے کا تھا، اور جواہرات سے مرصع تھا سرخ یاقوتوں کی چمک جو اس میں جڑے ہوئے تھے آنکھوں کو خیرہ کرتی تھی۔ اس کے گرد موتیوں کی قطاریں جو اس کے بالوں پر لٹک رہی تھیں اپنی لہراتی ہوئی شعاعوں کو زمرد کی خوش نما آب و تاب کے ساتھ ملا کر ایسی عجیب کیفیت پیش کرتی تھیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں فرط حیرت سے کھلی کی کھلی رہ جاتی تھیں۔ اس کی شلوار ہاتھ کے بنے ہوئے زربفت کی تھی جس کی قیمت بے اندازہ تھی۔ فی الجملہ اس کے لباس میں اس قدر زرق برق تھی جس قدر

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۳۱۔ ۵۳۰

کہ نمود و نمائش کا تقاضا تھا"۔ (۱)

ان کے ہاں دربار میں حاضر ہونے کے بھی مقررہ قواعد تھے جن کی پابندی ہر شخص پر لازمی تھی اس کے بارے میں پروفیسر مذکور لکھتے ہیں۔

"جو شخص بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوتا تھا اس کو قدیم دستور کے مطابق سامنے آکر سجدہ کرنا پڑتا تھا۔ قاعدہ یہ تھا کہ پشتیک بانی سالار یا کوئی اور بڑا عہدیدار جس کو محل کی دربانی کا کام سپرد ہوتا تھا۔ بادشاہ کو آکر اطلاع دیتا تھا کہ فلاں شخص شرف باریابی حاصل کرنا چاہتا ہے جب بادشاہ اجازت دیتا تو اندر داخل ہوتے وقت اپنی آستین میں سے سفید اور صاف کتان کا رومال نکال کر منہ کے آگے باندھ لیتا بادشاہ کے سامنے اس کو باندھنا اس کی جلالت کے تقدس کے خیال سے تھا۔ قریب آکر وہ شخص فوراً زمین پر گر پڑتا اور جب تک بادشاہ اسے اٹھنے کی اجازت نہ دیتا وہ اسی حالت میں پڑا رہتا اٹھنے کے بعد وہ نہایت تعظیم کے ساتھ ہاتھ سے سلام کرتا"۔ (۲)

بادشاہ اور رعایا کے درمیان امتیاز کو اور بھی کئی طریقوں سے ظاہر کیا جاتا مثلاً جس روز بادشاہ سینگیاں لگواتا یا فصد کراتا یا کوئی دوائی کھاتا تو لوگوں میں منادی کرا دی جاتی تاکہ تمام درباری اور پایہ تخت کے رہنے والے ان میں سے کوئی یہ کام نہ کرے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر کوئی دوسرا شخص بھی اس دن وہی علاج کرے تو پھر بادشاہ پر دوا کا اثر گھٹ جائے گا۔

ان مخصوص مجالس میں بھی یہ احتیاط اور پردہ داری ملحوظ رکھی جاتی جن میں بادشاہ لہو ولعب اور شراب نوشی میں مشغول ہوتا۔ اس وقت بھی اس کے اور ندیموں کے درمیان پردہ آویزاں رہتا۔ اور ایک خاص درباری جو خرم باش کے لقب سے ملقب ہوتا اور جو لازماً کسی فوجی جرنیل کا بیٹا ہوتا وہ حاضر ہوتا اور ایک شخص کو حکم دیتا کہ وہ بلند جگہ کھڑے ہو کر یہ اعلان کرے کہ۔

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۳۲

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۳۵۔ ۵۳۴

"يَا لِسَانُ اِحْفَظْ رَاسَكَ فَاِنَّكَ تُجَالِسُ فِي هٰذَا الْيَوْمِ الْمَلِكَ"

"اے زبان! اپنے سر کی حفاظت کر یعنی آداب شاہی کو ہمیشہ ملحوظ رکھ کیونکہ تو آج بادشاہ کے دربار میں بیٹھا ہوا ہے۔" (۱)

یہ اعلان بلند آواز سے کیا جاتا۔ تاکہ مجلس لہو ولعب میں شریک ہونے والا ہر شخص سن لے۔ اور ندیموں میں سے کسی کی مجال نہ تھی کہ وہ زبان سے بات کرے وہ اشارے سے اپنا مدعا ایک دوسرے کو سمجھاتے تھے۔

اس شاہانہ جاہ و جلال کے باوجود اور حفاظتی تدابیر کے باوجود بادشاہ اپنے آپ کو محفوظ محسوس نہیں کرتا تھا۔ اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا کہ کہیں اس کے دشمن اس کو قتل نہ کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لئے متعدد خواب گاہیں بنائی ہوئی تھیں کسی شخص کو اس بات کا علم نہ ہوتا کہ بادشاہ آج کہاں سو رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ اردشیر اول خسرو اول، خسرو دوم اور کئی دوسرے ساسانی بادشاہوں کے لئے چالیس مختلف جگہوں پر بستر بچھائے جاتے تھے اور اس پر بھی بعض وقت بادشاہ ان میں سے کسی بستر پر نہیں سوتا تھا بلکہ کسی معمولی سے کمرے میں بغیر بستر کے ہاتھ کا سرہانہ بنا کر لیٹ رہتا تھا۔ (۲)

احتیاط کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ کے مخصوص کمرے میں اس کی اجازت کے بغیر اس کا اپنا بیٹا بھی داخل نہیں ہو سکتا تھا جاحظ نے اس بارے میں ایک دلچسپ حکایت بیان کی ہے۔

> یزدگرد اول نے ایک دن اپنے بیٹے بہرام کو جو اس وقت تیرہ سال کا تھا ایسی جگہ پر دیکھا جہاں اس کو آنے کا حق نہ تھا اس نے اس سے پوچھا کہ آیا دربان نے تمہیں یہاں آتے دیکھا تھا بہرام نے کہا ہاں! بادشاہ نے کہا اچھا جاؤ اسے تیس کوڑے مارو اور نکال دو۔ اور اس کی جگہ آزاد مرد کو دربان مقرر کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کچھ مدت بعد ایک دن پھر بہرام نے وہاں آنا چاہا لیکن آزاد مرد نے اس کے سینے پر زور کا مکا مارا اور کہا اگر میں نے پھر تجھے یہاں دیکھا تو تجھے ساٹھ کوڑے لگاؤں گا۔ تیس اس بات کے کہ تو نے پہلے دربان پر ظلم کیا اور تیس اس بات کے کہ وہی ظلم تو مجھ پر نہ کرے۔

بادشاہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو اس نے آزاد مرد کو بلوا کر خلعت اور

۱۔ مروج الذہب للمسعودی صفحہ ۲۸۸ جلد اول

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۴۱

انعام دیا۔ (۱)

جب بادشاہی، آمریت اور مطلق العنانی کا روپ اختیار کر لیتی ہے تو پھر ملکی خزانے بادشاہ کی ذاتی ملکیت بن جاتے ہیں اور اس کی عیش پرستی پر خرچ ہونے لگتے ہیں مثال کے طور پر صرف خسرو پرویز کے بارے میں سنیئے اس کی عیش کوشی اور شاہانہ جاہ و جلال کے اظہار پر عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی کس بے دردی سے خرچ کی جاتی تھی اور کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے بارے میں باز پرس کر سکے یا اپنی ناراضگی کا اظہار ہی کر سکے علامہ طبری اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ الامم والملوک میں لکھتے ہیں۔

"خسرو کے حرم میں تین ہزار بیویاں تھیں علاوہ ان ہزار ہا لونڈیوں کے جو اس کی خدمت کرتی تھیں اور رقص و سرود کی محفلوں کو زینت بخشتیں ان کے علاوہ تین ہزار خدمت گار تھے آٹھ ہزار پانچ سو سواری کے گھوڑے سات سو ساٹھ ہاتھی اور بارہ ہزار بار برداری کے خچر تھے۔ اور جواہرات، سونے کے قیمتی ظروف کا اس سے بڑھ کر اور کوئی شوقین نہ تھا۔ (۲)

علامہ ابن اثیر الکامل میں ابن جریر طبری کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَقِيلَ ثَلَاثَةُ آلَافِ امْرَأَةٍ يَطَأُهُنَّ وَأُلُوفُ جَوَارٍ وَكَانَ لَهُ خَمْسُونَ أَلْفَ دَابَّةٍ وَكَانَ أَرْغَبَ النَّاسِ فِي الْجَوَاهِرِ وَالْأَغَانِي وَغَيْرِ ذَٰلِكَ

"کہا گیا ہے کہ اس کی تین ہزار بیویاں تھیں اور کئی ہزار کنیزیں اس کے پاس پچاس ہزار گھوڑے تھے جواہرات اور موسیقی وغیرہ کا وہ از حد شوقین تھا۔" (۳)

پروفیسر آرتھر نے اس روایت کو اپنی کتاب ایران بعہد ساسانیاں میں نقل کیا ہے۔

"ان بادشاہوں کے شاہانہ تکلفات اور فضول خرچیوں کا صحیح اندازہ لگانا آسان نہیں ان کے آخری بادشاہ یزدگرد جس کو مسلمانوں نے شکست

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۴۲

۲۔ تاریخ الطبری کتاب تاریخ الامم والملوک جلد اول جزو دوم صفحہ ۱۵۸ مجموعہ

۳۔ الکامل صفحہ ۴۹۲ جلد اول

دی تھی۔ جب گرفتار ہونے کے خوف سے طیفون (جوان کا پایہ تخت تھا) سے بھاگا تو اپنے ہمراہ ایک ہزار باورچی، ایک ہزار گویئے ایک ہزار چیتوں کے محافظ ایک ہزار باز دار بہت سے دوسرے لوگ لیتا گیا یہ تعداد اس کے نزدیک ابھی کم تھی۔

بادشاہوں کی دولت وثروت عیش و عشرت اور اسراف و فضول خرچی کا یہ عالم تھا۔ اب ان کے ایک گورنر کی دولت وثروت کا قصہ بھی سن لیجئے ۔

خسرو نے اپنے درباریوں اور موبدوں سے پوچھا کہ حاکم آذربائجان کے پاس زر نقد کس قدر ہے؟

انہوں نے کہا کہ بیس لاکھ دینار جن کی اسے کچھ ضرورت نہیں۔

اور مال واسباب کس قدر ہے؟

پانچ لاکھ دینار کا سامان۔ سونے وچاندی کا ہے۔

جواہرات کتنے ہیں؟

چھ لاکھ دینار کی قیمت کے۔

زمین اور جاگیر کتنی ہے؟

خراسان۔ عراق۔ فارس۔ آذربائجان کا کوئی ضلع اور شہر ایسا نہیں جہاں اس کے مکان سرائیں اور زمینیں نہ ہوں۔

گھوڑے اور خچر کتنے ہیں؟

تیس ہزار۔

بھیڑیں کتنی ہیں؟

دو لاکھ۔

کتنے غلام اور لونڈیاں ہیں جن کو اس نے قیمت دے کر خرید اہے؟

سترہ سو ترک۔ یونانی اور حبشی غلام۔ چودہ سو لونڈیاں۔ (۱)

اس سے دوسرے گورنروں اور امراء کی دولت وثروت کا کچھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جب ملکی دولت بادشاہوں۔ شہزادوں۔ شاہی خاندان کے دیگر افراد صوبوں کے

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۰۴۔ ۵۰۳

گورنروں اور امراء کے پاس سمٹ کر آ جائے تو عوام کی غربت و افلاس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔

اس آمرانہ ملوکیت کے باعث ایران کے حکمرانوں سے اخلاقی طور پر ایسی گھٹیا حرکتیں سرزد ہوتی تھیں جنہیں پڑھ کر آج بھی شرافت سر جھکالیتی ہے اور عرقِ انفعال میں ڈوب ڈوب جاتی ہے۔

خسرو پرویز اور ہرقل قیصر روم کے درمیان طویل عرصہ تک جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ابتداء میں خسرو پرویز کو پے در پے شاندار فتوحات حاصل ہوئیں یہاں تک کہ رومن ایمپائر کا بہت بڑا حصہ اس کے زیر نگین ہو گیا انطاکیہ، یروشلم جو عیسائیوں کے مقدس مقامات تھے اُن پر بھی اس نے قبضہ کر لیا اور مقدس صلیب بھی عیسائیوں سے چھین لی۔ اس وقت فتح کے نشہ سے سرشار ہو کر خسرو پرویز نے جو خط ہرقل کو لکھا اس میں اس کے غرور اور رعونت، نیز اپنے مد مقابل کے لئے تہذیب و شائستگی سے گرے ہوئے سوقیانہ کلمات پڑھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔

اس خط کو ول ڈیوران نے اپنی مشہور کتاب دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۲ پر اور جنرل سر پرسی نے اپنی کتاب ہسٹری آف پرشیا کے ص ۴۸۲ پر نقل کیا ہے جس کا انگریزی متن درج کر رہا ہوں۔

"Khusru, greatest of gods and master of the whole earth, to Heraclius his vile and insensate slave. You say that you trust in your god. Why, then, has he not delivered Jerusalem out of my hand? ...... Do not deceive yourself with Vain hope in that Christ, who was not even able to save himself from the Jews, who slew him by nailing him to a cross."

"خسرو جو تمام خداؤں سے سب سے بڑا خدا ہے اور ساری زمین کا مالک ہے کا خط بنام ہرقل جو اس کا کمینہ اور احمق غلام ہے۔

تم کہتے ہو کہ تم اپنے خدا میں یقین رکھتے ہو پھر کیوں اس نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے آزاد نہیں کرایا اپنے آپ کو اس بے ہودہ امید سے دھوکا نہ دو کہ مسیح تمہاری امداد کرے گا۔ جو اس قابل بھی نہ تھا کہ اپنے آپ کو یہودیوں سے بچا سکے جنہوں نے اسے صلیب پر لٹکایا۔ کیلیں ماریں اور پھر اسے قتل کر دیا"

اپنے مدمقابل کسی بادشاہ کو کمینہ، رذیل اور احمق غلام کہنا ایک احمقانہ رعونت ہے۔ جو آمریت کی پیداوار ہے۔ جس طرح ابتدا میں آپ کو بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے عوام کے ذہنوں میں یہ عقیدہ راسخ کر دیا تھا کہ انہیں یہ بادشاہی اھورامزدا نے دی ہے اور رعایا پر فرض ہے کہ جس طرح وہ خدا کی بندگی کرتے ہیں وہ اپنے بادشاہوں کے احکام کو اھورامزدا کے احکام یقین کرتے ہوئے بجالایا کریں اس سے انہیں یہ فائدہ تو ہوا کہ ایرانی عوام ان مظالم اور بے پناہ محرومیوں کا شکار ہونے کے باوجود ان کے سامنے سر نہیں اٹھا سکتے تھے لیکن ساسانی خاندان کے افراد سے حکمرانوں کو ہر وقت یہ خطرہ لاحق تھا کہ ان میں سے ان کے خلاف کوئی بغاوت نہ کر دے چنانچہ مرنے والے بادشاہ کا بیٹا جب تخت شاہی پر بیٹھتا تو وہ اپنے خاندان کے تمام اُن افراد کو خصوصاً اپنے سگے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا جن سے اُسے یہ خوف ہوتا کہ وہ کسی وقت بھی بادشاہی کا دعویٰ کر کے اس کے لئے خطرے کا باعث بنیں گے۔

نوشیرواں جو دنیا میں عادل کے لقب سے مشہور ہے جب وہ سریر آرائے مملکت ہوا تو اس نے اپنے سترہ سگے بھائیوں کو قتل کرا دیا۔

ول ڈیوران لکھتا ہے۔

کہ اس نے اپنے تمام بھائیوں اور ان کے تمام لڑکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا صرف ایک کو زندہ رہنے دیا۔ (۱)

ایران کے معاشرتی حالات

اس سے پہلے ہم ایران کے مذہبی اور سیاسی حالات کا انحصار کے ساتھ تذکرہ کر چکے ہیں اب ہم آپ کو ان کی معاشرتی زندگی سے بھی روشناس کرانا چاہتے ہیں تاکہ قارئین پر واضح

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۴

ہو جائے کہ ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت کیا تھی اور حقوق وفرائض کے تعین کی بنیادیں کیا تھیں۔

اس عہد کے ایران کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ چیز بالکل آشکارا ہو جاتی ہے کہ ایرانی معاشرہ مختلف طبقات میں منقسم تھا۔ اور ان کے درمیان ایسی محکم حد بندیاں تھیں جن کو وہ بآسانی عبور نہیں کر سکتے تھے معاشرہ کے جس طبقہ میں وہ پیدا ہوئے عمر بھر وہ اس طبقہ کے ساتھ وابستہ رہنے پر مجبور تھے ان کو اپنا آبائی پیشہ ترک کرنے کی بھی آزادی نہ تھی۔ اعلیٰ طبقوں کو چند ایسی مراعات حاصل تھیں جن کے بارے میں ادنیٰ طبقات کے لوگ سوچ بھی نہیں سکتے تھے مذہبی راہنماؤں نے ان کو اپنی موجودہ حالت پر شاکر رہنے کے لئے یہ درس دیا تھا کہ ان کے آباء واجداد نے جو پیشہ اختیار کیا تھا۔ اپنی مرضی سے نہیں کیا تھا بلکہ خدا کی طرف سے ان کو اس پیشہ کو اپنانے کا حکم ملا تھا۔ جو پیشہ خدائی فرمان کے تحت ان کے آباء واجداد نے اختیار کیا تھا۔ اب ان کی اولاد کو یہ حق حاصل نہیں کہ اسے چھوڑ کر کوئی اور پیشہ اختیار کر سکیں چنانچہ پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں۔

"ایرانی سوسائٹی کی عمارت دو ستونوں پر قائم تھی ایک نسب اور دوسری جائیداد طبقہ نجباء (شرفاء) اور عوام الناس کے درمیان نہایت محکم حدود قائم تھیں دونوں کی ہر چیز میں امتیاز تھا، سواری میں اور لباس میں، مکان میں باغ میں عورتوں اور خدمت گاروں میں"

نامہ تنسر میں ایک اور مقام پر اس امتیاز کی توضیح یوں کی گئی ہے۔

نجباء کو عام پیشہ ور اور ملازمین سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ ان کی سواری کی شان و شوکت اور ان کے لباس اور ساز و سامان کی چمک دمک ہے۔

ان کی عورتیں اپنے ریشمی لباس سے پہچانی جاتی ہیں ان کے سر بفلک محل۔ ان کی پوشاک، ان کے جوتے اور ان کے پاجامے ان کی ٹوپیاں اور ان کا شکار اور ان کے دوسرے امیرانہ شوق غرض ہر چیز ان کی عالی نسبی کا پتہ دیتی ہے۔ (۱)

سوسائٹی میں ہر شخص کے لئے ایک معین مقام تھا ساسانی سیاست کا یہ ایک محکم اصول تھا کہ کوئی شخص اپنے اس رتبے سے بلند تر رتبے کا ہر گز خواہاں نہ ہو۔ جو اس کو پیدائشی طور پر

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۱۸۔ ۴۱۷

ازروئے نسب حاصل ہے اعلیٰ طبقہ کے افراد کو خصوصی مراعات حاصل تھیں ان کی عالی نسبی اور ان کی غیر منقولہ جائیدادوں کو نقصان پہنچانے یا ان کو اپنے نام منتقل کرانے کی کسی کو اجازت نہ تھی بلکہ ان چیزوں کی حفاظت ان سے زیادہ حکومت کی ذمہ داری تھی۔ پروفیسر آرتھر کے قول کے مطابق

"امراء و نجباء کے خاندانوں کی پاکیٔ نسب اور ان کی غیر منقولہ جائیدادوں کی محافظت قانون کے ذمہ تھی"۔

شاہان ایران کو اپنی نسبی بلندی کا اس قدر شدید احساس تھا کہ وہ صرف اپنی رعایا سے ہی اپنے آپ کو بالاتر نہیں سمجھتے تھے بلکہ دوسرے آزاد ممالک کے حکمرانوں کو بھی اپنا ہم پلہ خیال نہ کرتے تھے بلکہ انہیں اپنے سے فروتر سمجھتے تھے۔ اس لئے وہ دوسرے ممالک کے بادشاہوں کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح کرتے اور انہیں اپنے حرم کی زینت بناتے۔ کسی غیر ایرانی بادشاہ کو بھی اپنی بیٹیوں کا رشتہ دینے سے احتراز کرتے۔

عوام الناس کو یہ اجازت بھی نہ تھی کہ وہ طبقہ امراء میں کسی کی غیر منقولہ جائیداد مکان یا زمین قیمت ادا کر کے بھی خرید سکیں۔

شاہان ایران حکومت کا کوئی کام کسی نیچ ذات کے آدمی کو سپرد نہیں کرتے تھے فردوسی نے شاہنامہ میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

"نوشیروان کو ایک دفعہ رومیوں کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے روپے کی ضرورت پڑی ایک مالدار موچی بادشاہ کو ایک بڑی رقم دینے پر آمادہ ہوا ساسانی عہد کی روایات کی رو سے موچی کی ذات بہت پست تھی تاہم جنگی ضرورت کے باعث معاملہ طے ہو گیا اور موچی نے روپوں کے توڑے اونٹوں پر لدوا کر بھجوا دیئے بادشاہ اس کی خدمت گزاری پر بہت خوش ہوا اور وعدہ کیا کہ روپیہ واپس ادا کرتے وقت اصل زر کے علاوہ ایک معقول رقم زائد اس کو دی جائے گی۔ لیکن موچی کے دل میں ایک اور امنگ چٹکیاں لینے لگی اس نے خواہش ظاہر کی کہ میری اس خدمت کے عوض بادشاہ اس کے بیٹے کو اپنے دبیروں کے زمرہ میں داخل کر لے نوشیروان نے یہ سنتے ہی اشرفیوں سے لدے ہوئے اونٹ واپس بھجوا دیئے اور جن خیالات کا اظہار کیا ان کو فردوسی نے اپنے ان اشعار میں نظم کیا ہے۔

چو فرزند ما برنشیند بہ تخت   دبیر بایدش پیروز بخت

"کہ جب ہمارا بیٹا تخت نشین ہو گا تو اسے ایسے دبیر یعنی وزیر کی ضرورت ہو

گی جو نیک بخت ہو۔ "

ے ہنر یابد از مرد موز آفروش   سپارد بد و چشم بیناو گوش

" وہ جب جوتے بیچنے والے شخص سے مشورہ کرے گا تو اپنی دیکھنے والی آنکھیں اور سننے والے کان اس کے سپرد کر دے گا۔ "

ے بدست خرد مند مرد نژاد   نماند جز از حسرت و سرد باد

" ایسے مشیر اور وزیر کی وجہ سے عقلمند انسان کو حسرت و نامرادی کے بغیر اور کچھ حاصل نہ ہو گا۔ "

ے بما بر پس مرگ نفریں بود   چو آئین ایں روز گار ایں بود

" اگر میں نے اس دستور کو یعنی پیچ ذات کے لوگوں کو دبیر بنانا منظور کر لیا تو میرے مرنے کے بعد لوگ مجھ پر نفریں بھیجیں گے "۔ (ا)

عام طور پر نچلے طبقہ کا کوئی فرد اعلیٰ طبقہ میں منتقل نہیں ہو سکتا تھا لیکن اگر کسی شخص میں کوئی غیر معمولی جوہر ہوتا تو اس کا طرح طرح سے امتحان لیا جاتا اگر وہ ان آزمائشوں میں پورا اترتا تو پھر اس کو اعلیٰ طبقہ میں داخل ہونے کی اجازت ملتی۔ لیکن عملاً شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا تھا۔

جن امتیازات کا ابھی تک ذکر ہوا ہے یہ ان طبقات میں پائے جاتے تھے جو ایرانی قومیت کے حامل تھے اور یہاں کے اصلی باشندے تھے۔ لیکن ایرانیوں اور غیر ایرانیوں کے درمیان بھی امتیازات کی ایک دیوار کھڑی کر دی گئی تھی اس کی کیفیت ہم کو ان نسکوں کے خلاصہ سے معلوم ہوتی ہے جو ضائع ہو چکے ہیں مثلاً جب کبھی ایرانیوں کو کفار کے ساتھ کھانے میں شریک ہونے کا موقع ملتا تو اس کے لئے خاص مذہبی احکام و قواعد تھے جن کی بجا آوری اور پابندی ضروری تھی غیر ایرانی ملازموں کی تنخواہ اس ملازم کی تنخواہ سے مختلف ہوتی تھی جو زرتشتی مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔

خاندان

خاندان کی بنیاد تعدد ازدواج پر تھی ایک شخص کو متعدد بیویوں سے نکاح کرنے کی اجازت تھی ہر شخص اپنی آمدنی کے مطابق بیویوں کی تعداد مقرر کر سکتا تھا۔ غریب آدمی کو ایک بیوی پر

ا۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۲۲۔ ۴۲۳

قناعت کرنا پڑتی تھی۔ خاوند گھر کا مالک اور خاندان کا سربراہ ہوتا تھا۔ ساری بیویوں کو یکساں درجہ نہیں دیا جاتا تھا۔ بلکہ بعض کو بعض پر خصوصی امتیازات حاصل تھے۔ ایک بڑی بیوی ہوتی تھی جس کو "زنِ پادشاہی ہا" کہتے تھے وہ دوسری بیویوں سے افضل سمجھی جاتی تھی اور اس کے خاص حقوق تھے اس کے علاوہ دوسری بیویوں کا درجہ بہت کم تھا ان کو "زنِ چکاری ہا" کہتے تھے یعنی خدمت گار بیوی ان کے قانونی حقوق بڑی بیگم کے حقوق سے مختلف تھے خاوند پر لازم تھا کہ اپنی بیاہتا بیوی کو عمر بھر نان و نفقہ دے۔ (۱)

خدمت گار بیوی کی صرف اولاد نرینہ کو خاندان میں داخلہ کا حق مل سکتا تھا۔ (۲)

ایران میں زمانہ قدیم سے یہ دستور تھا کہ عورتوں کی حفاظت کے لئے مردوں کو ملازم رکھا جاتا تھا لیکن یونان کی طرح یہاں بھی خواصوں اور داشتہ عورتوں کو رکھنے کا طریقہ عام تھا اسے نہ صرف مذہباً جائز قرار دیا گیا تھا بلکہ یہ ایرانیوں کی سماجی زندگی کا لازمی خاصہ بن گیا تھا۔ (۳)

اولاد کے بارے میں ان کا یہ دستور تھا کہ لڑکا جب تک بالغ نہ ہو جاتا اور لڑکی بیاہی نہ جاتی ان کی پرورش اور نگہداشت باپ کی ذمہ داری تھی بچہ پیدا ہونے پر خاص مذہبی رسوم ادا کی جاتیں اور صدقے دیئے جاتے لیکن لڑکی کے پیدا ہونے پر یہ دھوم دھام نظر نہ آتی۔ بچے کو نظر بد سے بچانا ضروری سمجھا جاتا تھا بالخصوص اس بات کی احتیاط کی جاتی تھی کہ کوئی ...... عورت اس کے پاس نہ آئے تا کہ اس کی شیطانی ناپاکی بچے کے لئے بدبختی کا باعث نہ ہو۔ شیطان کو دور رکھنے کے لئے آگ اور روشنی کا استعمال کیا جاتا تھا۔" (۴)

لڑکی کی مذہبی تعلیم ماں کا فرض تھا۔ لیکن اس کی شادی کرنا باپ کے فرائض سے تھا اگر باپ زندہ نہ ہوتا تو پھر لڑکی کی شادی کسی اور شخص کے سپرد کی جاتی تھی...... لڑکی کو خود اپنے شوہر کے انتخاب کا حق نہ تھا۔

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۲۷
۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۲۸
۳۔ نقوش رسول نمبر صفحہ ۱۲ جلد ۳
۴۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۲

پروفیسر مذکور لڑکے، لڑکی کی شادی کی عمر کے بارے میں لکھتے ہیں
"منگنی عموماً بچپن کی عمر میں ہوتی تھی اور شادی نوجوانی میں کر دی جاتی تھی پندرہ سال کی عمر میں لڑکی کا بیاہا جانا ضروری تھا۔ (۱)

محرمات کے ساتھ نکاح

ایران میں محرمات بیٹی، بہن وغیرہ کے ساتھ شادی کو مذہبی طور پر جائز سمجھا جاتا تھا اور اس قسم کی شادی خویذو گدس، کہلاتی تھی۔ ایرانیوں کے ہاں اس قسم کی شادی کی رسم بہت دیرینہ ہے چنانچہ ہخامنشیوں کی تاریخ میں ہمیں اس کی کئی مثالیں ملتی ہیں ان کی مذہبی کتابوں میں اس شادی کی بڑی عظمت بیان کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ ایسی مزاوجت (شادی) پر خدا کی رحمت کا سایہ پڑتا ہے اور شیطان اس سے دور رہتا ہے نرسی برز مہر مفسر کا یہاں تک دعویٰ ہے کہ خویذو گدس سے کبائر کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ ایرانیوں کے ہاں عہد ساسانی میں محرمات کے ساتھ شادی کی رسم کی تصدیق نہ صرف معاصر مورخین مثلاً اگاتھیاس وغیرہ کے بیان سے ہوتی ہے بلکہ اس عہد کی تاریخ میں ایسی شادی کی کئی مثالیں بھی موجود ہیں مثلاً بہرام چوبین نے اور مہران گشنسپ نے اس قسم کی شادیاں کیں۔ (۲)

سر پرسی، ہسٹری آف پرشیا میں لکھتے ہیں
کہ بہمن نے اپنی بہن ھمائی سے شادی کی اس کے بطن سے اس کے مرنے کے بعد دارا پیدا ہوا۔ (۳)

لیکن علامہ طبری نے لکھا ہے ھمائی یا (خمانی) اس کی بیٹی تھی۔ اور وہ اس سے حاملہ ہوئی۔ جب بہمن مرنے لگا تو اس کی بیٹی جو اس کی زوجہ بھی تھی نے کہا کہ میرے شکم میں جو بچہ ہے تم اس کی تاج پوشی کرو اور اس کو اپنا وارث تخت بناؤ۔ (۴)

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۳
۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۲۹۔ ۴۲۸
۳۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۳۹۱
۴۔ طبری جز دوم صفحہ ۴

یزدگرد دوم نے اپنی بیٹی سے شادی کی کافی عرصہ اسے اپنی بیوی بنائے رکھا پھر اس کو قتل کر دیا محرمات کے ساتھ شادی کا رواج اتنا عام تھا کہ وہ ایرانی جو زرتشتی مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب سے منسلک تھے انہوں نے بھی اس رواج کو اپنا لیا۔ اور بیٹیوں اور بہنوں کے ساتھ شادیاں رچانا شروع کر دیں حالانکہ ان کے مذہب کی رو سے یہ فعل قطعاً ممنوع اور حرام تھا۔ پروفیسر آرتھر لکھتا ہے

> ایران کے عیسائیوں نے زرتشتیوں کی دیکھا دیکھی محرمات کے ساتھ شادی کرنے کی رسم اختیار کر لی تھی۔ حالانکہ یہ امران کی شریعت کے بالکل خلاف تھا۔ (۱)

ایرانیوں کے ہاں ازدواجی زندگی کے بارے میں چند عجیب وغریب معمولات تھے جنہیں کوئی باغیرت اور باحمیت انسان سننے کے لئے بھی شائد تیار نہ ہو۔ لیکن وہ ان معمولات پر کوئی خجالت وشرم محسوس کئے بغیر کھلم کھلا عمل کرتے تھے۔ پروفیسر آرتھر لکھتے ہیں

> "شوہر مجاز تھا کہ اپنی بیوی یا بیویوں میں سے ایک کو خواہ وہ بیاہتا بیوی ہی کیوں نہ ہو کسی دوسرے شخص کو جو انقلاب روزگار سے محتاج ہو گیا ہو اس غرض کے لئے دے دے کہ وہ اس سے کسب معاش کے کام میں مدد لے اس میں عورت کی رضامندی کا حاصل کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ اس عارضی ازدواج میں جو اولاد ہوتی تھی وہ پہلے شوہر کی سمجھی جاتی تھی یہ مفاہمت ایک باضابطہ قانونی اقرار نامے کے ذریعہ سے ہوتی تھی ....
> اس قسم کا معاہدہ انسانی ہمدردی کے ذیل میں شامل کیا جاتا تھا یعنی یہ کہ ایک شخص نے اپنے ایک محتاج ہم مذہب کی مدد کی۔" (۲)

البیرونی نے کتاب الہند میں ان کے ہاں مروج ازدواج بدل کے ایک قانون کا ذکر کیا ہے جس کو نامہ تنسر، کے مصنف نے ذکر کیا ہے۔ پروفیسر آرتھر نے البیرونی کی کتاب الہند سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

> "جب ایک شخص مرجائے اور اس کی اولاد نرینہ نہ ہو تو اس کے معاملہ پر غور کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اگر اس کی بیوی ہے تو اس کی شادی

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۷۵

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۶۔ ۴۳۷

متوفی کے قریب ترین رشتہ دار کے ساتھ کر دی جائے۔ اور اگر بیوی نہیں ہے تو اس کی لڑکی یا اور کوئی قریب کے رشتہ کی عورت کو اس کے قریب ترین رشتہ دار کے ساتھ بیاہ دیا جائے اگر رشتہ کی کوئی عورت نہ مل سکے تو پھر متوفی کے مال سے مہر ادا کر کے کسی غیر عورت کو اس کے رشتہ دار کے ساتھ بیاہ دیا جائے ایسی شادی سے جو لڑکا ہو گا وہ متوفی کا سمجھا جائے گا جو شخص اس فرض کو ادا کرنے سے غفلت کرے گا وہ بیشمار جانوں کے قتل کرنے کا ذمہ دار ہو گا اور ہمیشہ کے لئے متوفی کی نسل اور نام کو مٹائے گا۔ (۱)

ایران کے معاشی حالات

معاشی لحاظ سے ایرانی سوسائٹی دو طبقوں میں بٹی ہوئی تھی ایک طبقہ امراء، روٴساء، جاگیرداروں اور فوجی جرنیلوں کا مراعات یافتہ طبقہ تھا۔ ان کے پاس سارے ملک کی دولت سمٹ کر آ گئی تھی۔ دوسرا طبقہ ایران کے عوام کا تھا جن میں کاشتکار۔ مزدور۔ دستکار اور دوسرے لوگ تھے ان کے مقدر میں مفلسی اور محرومی لکھ دی گئی تھی۔ وہ صدیوں سے اس چکی میں پس رہے تھے دور دور تک اس مصیبت سے رہائی پانے کی انہیں کوئی امید کی کرن نظر نہیں آ رہی تھی۔

اگرچہ ایران کا سرکاری مذہب زرتشتی تھا، اور اس کی شریعت میں زراعت کو بڑی اہمیت حاصل تھی ان کی مذہبی کتابوں میں اس پیشہ کو عظیم اور مقدس پیشہ کہا گیا تھا۔ اس کے باوجود کسانوں کی حالت قابل رحم تھی۔ وہ اپنی زمین کے ساتھ بندھے رہتے تھے ان سے ہر طرح کی بیگار اور جبری خدمت لی جاتی تھی جب فوج کسی میدان جنگ کی طرف کوچ کرتی تو ان بے چارے کسانوں کے بڑے بڑے گروہ ان کے پیچھے گھسٹتے چلے جاتے تاکہ فوجیوں کی خدمت بجا لائیں اور ان کے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر رہیں۔ اس پر مزید ستم یہ کہ ان غریبوں کی کسی قسم کی تنخواہ یا اجرت سے حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھی۔ قانون بھی اس غریب طبقہ کی زیادہ حمایت نہیں کرتا تھا امراء، اپنے زیر فرمان کسانوں۔ غلاموں اور رعایا کی زندگی اور موت کا اپنے آپ کو مالک و مختار سمجھتے تھے۔ کسانوں کا تعلق بڑے زمینداروں کے ساتھ

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۳۸

تقریباً ویسا ہی تھا جیسے غلاموں کا تعلق اپنے آقاؤں کے ساتھ ۔ وہ اس بات کے بھی پابند تھے کہ بوقت ضرورت فوجی خدمات انجام دیں۔

ٹیکسوں کا سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تھا۔ نت نئے ٹیکس کاشتکاروں پر لگائے جاتے تھے جنھوں نے ان کی کمر توڑ دی تھی۔ اس لئے بہت سے کاشتکاروں نے زراعت کا پیشہ ترک کر دیا۔ اگر چہ فوج میں بھرتی ہونے سے ٹیکسوں کا بوجھ کم ہو جاتا تھا لیکن انھیں ان بے مقصد اور خونریز جنگوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ جن میں حکمران طبقہ نے اپنی رعایا کو ہر وقت الجھا رکھا تھا۔ چنانچہ انھوں نے عبادت گاہوں اور خانقاہوں میں پناہ لینا شروع کی اس سے بے روز گاری، اور جرائم کی گرم بازاری میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ لوگ ناجائز طریقوں سے روپیہ بٹورنے کی بیماری کا بری طرح شکار ہو گئے تھے۔

خسرو نوشیرواں جو تاریخ میں نوشیرواں عادل کے نام سے مشہور ہے اس نے ایران کے لگان کے نظام میں اصلاحات کیں۔ لیکن ان اصلاحات سے کسانوں کی مشکلات اور عوام کا بوجھ کہاں تک کم ہوا اس کے بارے میں پروفیسر آرتھر کی رائے ملاحظہ فرمائیے وہ لکھتے ہیں۔

> خسرو نوشیرواں کی مالی اصلاحات میں بے شک رعایا کی نسبت خزانے کے مفاد کو زیادہ ملحوظ رکھا گیا تھا، عوام الناس اسی طرح جہالت اور عسرت میں زندگی بسر کر رہے تھے جیسا کہ زمانہ سابق میں، بازنطینی فلسفی جو شہنشاہ کے ہاں آ کر پناہ گزیں ہوئے تھے ایران سے جلد برداشتہ خاطر ہو گئے .... ایرانیوں کی بعض رسموں مثلاً تزویج محرمات کی رسم یا لاشوں کو دخموں پر کھلا چھوڑ دینے کی مذہبی رسم نے ان کو برہم کیا لیکن محض یہ رسمیں نہیں تھیں جن کی وجہ سے ان کو ایران میں رہنا ناگوار ہوا۔ بلکہ ذات پات کی تمیز اور سوسائٹی کے مختلف طبقوں کے درمیان ناقابل عبور فاصلہ اور خستہ حالی جس میں نچلے طبقوں کے لوگ زندگی بسر کر رہے تھے۔ یہ وہ چیزیں تھیں جن کو دیکھ کر وہ آزردہ خاطر ہوئے طاقتور لوگ کمزوروں کو دباتے تھے۔ اور ان کے ساتھ بہت ظلم اور بے رحمی کا سلوک کرتے تھے۔ (۱)

زرتشتی مذہب میں کہتی کی بڑی تعظیم کی جاتی ہے اوستا کے ایک نسب (حصہ) میں ایک پورا

ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۵۹۰۔ ۵۸۹

باب ہے جس میں ریوڑ کے کتے کی حفاظت کے لئے قوانین بیان کر دیئے گئے ہیں لیکن ایک کسان جو انسان ہے اسکے حقوق کی پاسبانی کا کوئی اہتمام نہیں کیا گیا۔

ستم بالائے ستم یہ کہ محصول اور لگان ادا کرنے کا تقریباً سارا بوجھ اس طبقہ پر لاد دیا گیا تھا جو پہلے ہی غربت وافلاس محرومیوں اور مجبوریوں کے شکنجہ میں کسا ہوا تھا اور کراہ رہا تھا خسرو نوشیرواں جو تاریخ میں نوشیرواں عادل کے نام سے مشہور ہے اس نے لگان کے بارے میں جو اصلاحات کیں ان کے مطابق ایران کے عوام کو دو قسم کے محصول ادا کرنا پڑتے تھے ایک خراج جو زمین کی پیداوار سے لیا جاتا تھا دوسرا جزیہ لیکن ایران کے سات بڑے خاندان جن میں شاہی خاندان بھی شامل تھا ان محصولوں سے مستثنیٰ تھے اسی طرح امراء عظام جن کو العظماء کہا جاتا تھا انہیں بھی دونوں محصولوں سے بری کر دیا گیا تھا بلکہ تمام فوجی سپاہی سرکاری عہدہ دار آتش کدوں کے نگران مذہب کے نمائندے اور وہ اشخاص جو شہنشاہ ایران کے شخصی ملازم تھے ان محصولوں کی ادائیگی پر مجبور نہ تھے۔ (۱)

آپ بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو لوگ وسیع وعریض جاگیروں کے مالک تھے جن کے پاس دولت کے انبار تھے جو بآسانی حکومت کے ٹیکسوں اور واجبات کو ادا کر سکتے تھے انہیں تو ان ٹیکسوں کی ادائیگی سے بری الذمہ قرار دے دیا گیا تھا اور سارا بوجھ نادار اور مفلوک الحال عوام پر ڈال دیا گیا تھا۔ اس وجہ سے امیر اور غریب میں جو خلیج پہلے بھی وسیع تھی وہ مزید وسیع ہو گئی اور عوام کو حکومت کے لگان ادا کرنے میں گوناگوں دقتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔

آرتھر لکھتے ہیں۔

گورنمنٹ کی آمدنی کے بڑے بڑے ذرائع خراج اور شخصی ٹیکس تھے شخصی ٹیکس کی ایک خاص رقم سالانہ مقرر ہو جاتی تھی جس کو محکمہ مالیات مناسب طریقہ سے ادا کنندگان پر تقسیم کر دیتا تھا خراج کی وصولی اس طرح ہوتی تھی کہ زمین کی پیداوار کا حساب لگا کر ہر ضلع سے اس کی زرخیزی کے

ا۔ نقوش (رسول نمبر) صفحہ ۱۱ جلد سوم

مطابق چھٹے حصہ سے ایک تہائی تک لے لیا جاتا تھا باایں ہمہ خراج اور ٹیکس کے لگانے اور وصول کرنے میں محصلین، خیانت اور استحصال بالجبر کے مرتکب ہوتے تھے اور چونکہ قاعدہ مذکورہ کے مطابق مالیات کی رقم سال بسال مختلف ہوتی رہتی تھی یہ ممکن نہ تھا کہ سال کے شروع میں آمدنی اور خرچ کا تخمینہ ہو سکے بسا اوقات نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ادھر جنگ چھڑ گئی اور ادھر روپیہ ندارد ایسی حالت میں پھر غیر معمولی ٹیکسوں کا لگانا ضروری ہو جاتا تھا اور تقریباً ہمیشہ اس کی زد مغرب کے مال دار صوبوں خصوصاً بابل پر پڑتی تھی۔ (۱)

مختلف قسم کے لگانوں، ٹیکسوں، خراجوں، اور دیگر ذرائع سے سرکاری خزانہ میں جو دولت جمع ہوتی اس میں سے بہت کم حصہ عوام الناس کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کیا جاتا تھا جو سلاطین آئین جہاں بانی سے آگاہ تھے وہ تو ملک میں سڑکیں بنانے۔ دریاؤں پر پل تعمیر کرنے۔ زیر کاشت زمینوں کو آبپاش کرنے کے لئے دریاؤں سے نہریں نکالنے اور بند تعمیر کرنے کی طرف کافی توجہ دیتے تھے۔

نوشیرواں جب تخت نشین ہوا تو اس نے بزرجمہر کو جو اس کے لڑکے کا اتالیق تھا اپنا وزیر بنایا اس نے جاگیرداروں کی فراہم کردہ غیر منظم فوج پر اعتبار کرنے کے بجائے ایک باقاعدہ فوج منظم کی جس کو جنگ کے قواعد و ضوابط کی تعلیم دی گئی اور اس قابل بنا دیا گیا کہ وہ ہمہ وقت اپنے ملک کے دفاع کے لئے اور دشمن کے کسی ناگہانی حملہ کو پسپا کرنے کے لئے تیار رہے۔ اس نے شہروں کو پانی فراہم کرنے کے لئے زرعی کھیتوں کی آبپاشی کے لئے ڈیم تعمیر کئے اور نہریں کھدوائیں اس نے بہت سی بنجر زمینوں کو قابل کاشت بنایا اور ان زمینوں میں کھیتی باڑی کرنے والے کسانوں کو مویشی آلات کشاورزی اور بیج فراہم کیے۔ اس نے پلوں اور سڑکوں کی مرمت کی اور ان کی حفاظت کا بندوبست کر کے تجارت کو بڑا فروغ دیا۔ اس نے اپنی ساری طاقت اپنی رعایا اور حکومت کی خدمت کے لئے وقف کر دی اس نے بچوں کو تعلیم دینے کے لئے سرکاری خزانہ سے فنڈز مہیا کئے یتیم اور غریب بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اس نے حکومتی سطح پر اہتمام کیا اس نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے اپنے اردگرد فلسفیوں۔ طبیبوں اور علم دوست لوگوں کو ہند اور یونان کے دور دراز علاقوں سے اپنے پاس جمع کیا اور وہ ان کی محفل

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۶۰۔ ۱۵۹

منعقد کرتا اور عام زندگی اور حکومت کے مسائل کے بارے میں ان سے تبادلہ خیال کرتا۔ اس کی ایک محفل میں یہ سوال پیش کیا گیا کہ سب سے بڑی بدقسمتی کیا ہے؟

یونان کے ایک فلسفی نے اس کا یوں جواب دیا۔ مفلسی اور بڑھاپے کی کمزوری

ایک ہندو نے جواب دیا کہ ایک بیمار جسم میں پریشان دل

آخر میں خسرو کے وزیر بزرجمہر نے کہا میرے نقطہ نظر سے سب سے بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی زندگی کے انجام کو قریب آتے ہوئے دیکھے اس سے پیشتر کہ اس نے کوئی نیک کام کیا ہو۔ سب حاضرین اور خود نوشیرواں نے اس جواب کو بہت پسند کیا۔ (۱)

لیکن بہت کم ایسے سلاطین تھے جو ملکی آمدنی کو رفاہ عامہ پر خرچ کرتے۔ بادشاہ کا اپنا ذاتی خزانہ بھی ہوتا جس میں قیمتی اشیاء جمع کی جاتیں غنیمت کا سارا مال بادشاہ کی ذاتی ملکیت شمار ہوتا۔ بعض وسیع و عریض جاگیریں بادشاہ کی ذاتی ملکیت ہوتیں جس سے اس کو بے پناہ آمدنی ہوتی۔ علاقہ آرمینیا کی سونے کی کانوں کی ساری آمدنی بادشاہ کی ذاتی آمدنی تھی۔ باقاعدہ ٹیکسوں کے علاوہ رعایا سے نذرانے لینے کا بھی دستور تھا جس کو آئین کہتے تھے اس آئین کے مطابق عید نوروز اور مہرگان کے موقعوں پر لوگوں سے جبراً تحائف وصول کئے جاتے تھے" (۲)

اس بے پناہ آمدنی کے باعث بادشاہوں کی زندگیاں عیش و عشرت میں گزرتی تھیں تکلفات زندگی اور تعیشات اور سامان آرائش کی وہ بہتات تھی اور اس میں ان باریکیوں اور نکتہ سنجیوں سے کام لیا جاتا تھا، کہ عقل حیران رہ جاتی تھی۔ فارسی مؤرخ شاہین مکاریوس کے بیان کے مطابق کسریٰ پرویز کے پاس بارہ ہزار عورتیں تھیں پچاس ہزار اصیل گھوڑے، اس قدر سامان تعیش، محلات، نقد و جواہرات تھے کہ ان کا اندازہ لگانا مشکل تھا محل اپنی شان و شکوہ، اور عظمت میں جواب نہیں رکھتا تھا۔ مکاریوس لکھتا ہے

"تاریخ میں مثال نہیں ملتی کہ کسی بادشاہ نے ان شاہان ایران کی طرح داد عیش دی ہو۔ مورخین نے فرش بہار کی (جس پر بیٹھ کر امراء ایران موسم خزاں میں شراب پیتے تھے) تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ ساٹھ گز مربع تھا۔ تقریباً ایک ایکڑ زمین کو گھیر لیتا اس کی زمین سونے کی تھی جس میں جابجا جواہرات اور موتیوں کی گلکاری تھی۔

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۵

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۱۶۱

چمن تھے جن میں پھول دار اور پھل دار درخت قائم تھے درختوں کی لکڑی سونے کی، پتے حریر کے، کلیاں سونے چاندی اور پھل جواہرات کے بنائے گئے تھے ارد گرد دہیرے کی جدول تھی درمیان میں روشیں اور نہریں بنائی گئی تھیں اور یہ سب جواہرات کی تھیں۔ موسم خزاں میں تاجداران آل ساسان اس گلشن بے خزاں میں بیٹھ کر شراب پیا کرتے۔ اور دولت کا ایک حیرت انگیز کرشمہ نظر آتا۔ جو زمانہ نے کبھی اور کہیں نہ دیکھا تھا۔ "(۱)

بادشاہوں کے علاوہ ان کے امراء اور رؤساء بھی داد عیش دینے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے میں کوشاں رہتے تھے۔ ان کے لباس، از حد قیمتی ہوتے تھے اور اس سے ان کی جلالت شان کا اندازہ لگایا جاتا تھا۔ اور اگر کوئی امیر کبیر آدمی اپنی شان کے مطابق لباس نہ پہنتا تو اس کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا اور اسے کنجوس و بخیل کہہ کر مطعون کیا جاتا ان کے امراء جو کلاہ سر پر پہنتے تھے اس کی قیمت ایک لاکھ ہوتی تھی جس میں جواہرات جڑے ہوئے ہوتے تھے۔

ایران کی اخلاقی حالت

ایران کے معاشرتی اور معاشی حالات کا جائزہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اخلاقی لحاظ سے بھی ایرانی معاشرہ زوال و انحطاط کی گہری پستیوں میں گر چکا تھا۔ جس معاشرہ میں بیٹی اور بہن کو اپنی منکوحہ بنانا گوارا کر لیا جاتا ہو، بلکہ اسے باعث رحمت آسمانی خیال کیا جاتا ہو۔ اور جس معاشرہ میں اپنی بیوی کو عاریتاً اپنے کسی دوست کے حوالے کر دینا ایک پسندیدہ اور قابل تعریف فعل ہو وہاں ضبط نفس کے بارے میں سوچنا، اور جنسی بے راہروی پر کوئی قدغن لگانا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے اس لئے زنا، بدکاری کا عام رواج تھا۔ شراب کھلے بندوں پی جاتی تھی بلکہ مذہبی تقریبات میں اس کو بڑے اہتمام سے حاضرین کی تواضع کے لئے پیش کیا جاتا تھا۔ ان معاشی ناہمواریوں، اور معاشرتی بے راہرویوں کے باعث مزدک کو اپنا فلسفہ پیش کرنے کی جسارت بھی ہوئی اور اسے ناقابل تصور کامیابی بھی حاصل ہوئی۔

ماحول پہلے ہی متعفن تھا دزاسی ہوشیاری اور عیاری کی ضرورت تھی جو اس معاشرے کو ہمیشہ

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۹

کے لئے پیوند خاک کرنے کے لئے کافی تھی چنانچہ مزدک نے جو مورخ طبری کے قول کے مطابق نیشاپور کا رہنے والا تھا۔ یہ اعلان کر دیا کہ تمام انسان مساوی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت اور امتیاز حاصل نہیں۔ ہر وہ چیز جو ایک انسان کو دوسرے انسان سے بالاتر کر دے وہ اس قابل ہے کہ اسے مٹا کر رکھ دیا جائے اس دعوت میں ایک تلخ حقیقت تھی اور وہاں کی مظلوم، محروم اور بے بس آبادی بڑی بے تابی سے اس دعوت کو قبول کرنے کے لئے تیار تھی۔ مزدک نے کہا صرف دو چیزیں ایسی ہیں جو انسانوں کو مختلف طبقات میں تقسیم کرتی ہیں۔ اور ان کے درمیان ناجائز امتیازات کی دیواریں چن دیتی ہیں۔ وہ ہیں جائیداد اور عورت۔ کیونکہ سب انسان مساوی ہیں اس لئے کسی شخص کو کسی جائیداد پر خصوصی حقوق ملکیت حاصل نہیں۔ اور کوئی عورت کسی ایک شخص کی منکوحہ بن کر نہیں رہ سکتی۔ انسانی مساوات کا یہ بنیادی تقاضا ہے کہ نہ کوئی جائیداد کسی کی ملکیت ہو اور نہ کوئی عورت کسی ایک شخص کی مخصوص بیوی بنے بلکہ ہر قسم کی جائیداد بھی سب کے لئے مشترک ہے اور ہر ایک اس سے استفادہ کر سکتا ہے اور ہر عورت بھی سب کے لئے مشترک ہے ہر شخص اس سے تمتع اور لذت اندوزی کر سکتا ہے۔

یہ دونوں باتیں ایسی تھیں جنہیں اس عریاں بے باکی کے ساتھ بیان کرنے کی آج تک کسی کو جرأت نہ ہوئی تھی لیکن مزدک زمانہ شناس تھا معاشرہ جن مصائب و آلام میں جکڑا ہوا تھا۔ اور صدیوں سے کراہ رہا تھا۔ اس نے ان کا صحیح اندازہ لگایا۔ اور ان دو چیزوں کے تقدس کو پارہ پارہ کر کے ان سب کو ایک متاع مشترک بنا دیا۔ ایران کے مفلس عوام جو امراء، رؤساء اور شہزادگان کے فلک بوس اور شاندار محلات کو دیکھتے اور دل مسوس کر رہ جاتے۔ ہر رات وہاں جو بزم عیش و طرب سجائی جاتی ان کے بارے میں وہ سنتے اور حسرت کی آہ بھر کر رہ جاتے۔ زر و جواہر اور اشرفیوں کے ڈھیر دیکھ کر ان کی آنکھوں میں یاس کے آنسو بھر آتے ان مفلوک الحال لوگوں کے لئے اس دعوت میں بلا کی کشش تھی۔ اور جب اس کے ساتھ جنسی زندگی کی ساری پابندیاں بالائے طاق رکھ دی گئی ہوں اور ہر شخص ہر عورت کو اپنی ہوس کا شکار بنانے کا قانوناً حق دار بنا دیا گیا ہو ان چیزوں نے اس دعوت کی کشش کو دو آتشہ بنا دیا۔ اور لوگ جوق در جوق اس ننگ انسانیت تحریک میں شامل ہونے لگے۔

اپنی اس تحریک کو کامیاب بنانے اور بڑی بڑی مقتدر ہستیوں کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لئے مزدک نے ہر قسم کی فریب کاری کو روا رکھا۔ چنانچہ اس نے اس مرکزی قربان گاہ کے

نیچے جہاں مذہبی رسوم بڑی عقیدت سے ادا کی جاتی تھیں۔ ایک غار بنائی اور اس غار میں اپنے ایک شریک کار کے تعاون سے یہ چکر چلایا کہ اس کو وہاں چھپا دیا اور ایک ٹیوب کے ذریعہ اس کا رابطہ حاضرین سے قائم کر دیا اب وہ لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرتا کہ وہ اپنے معبود سے سوال کر رہا ہے۔ اور اس کا معبود اس کے سوالوں کا جواب دے رہا ہے۔ بڑے بڑے دانشور اور سربر آوردہ لوگ اس کے اس مکر میں گرفتار ہو جاتے۔ اور اس کے ان باطل نظریات کو صدق دل سے قبول کر لیتے۔ یہاں تک کہ کیقباد کسریٰ ایران جب اس قربان گاہ پر رسوم عبادات انجام دینے کے لئے حاضر ہوا تو مزدک نے بڑی ہوشیاری اور مہارت کے ساتھ اس کے سامنے یہی ڈرامہ کیا۔ بادشاہ اتنا متاثر ہوا کہ اس کو خدا کا فرستادہ سمجھ کر اس کی بیعت کر لی۔ اور اس کے معتقدین میں شامل ہو گیا۔ (۱)

کیقباد نے اپنی مملکت کے تمام وسائل مزدک کے مذہب کو فروغ دینے کے لئے وقف کر دیئے مورخ شہیر علامہ ابن اثیر نے اپنی کتاب الکامل میں مزدک کا حال ذرا تفصیل سے تحریر کیا ہے ان کی عربی عبارت کا ترجمہ پیش خدمت ہے۔

"شاہ ایران قباذ بن فیروز کے عہد حکومت میں مزدک ظاہر ہوا اور اپنی بدعتوں کا پرچار شروع کیا۔ اس نے بعض امور میں زرتشت کی پیروی کی اور بعض امور کا اپنی طرف سے اضافہ کیا۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی طرف دعوت دے رہا ہے۔ جس طرح زرتشت نے اس کی طرف دعوت دی تھی۔ اس نے محرمات اور بری چیزوں کو حلال کر دیا۔ اموال واملاک عورتوں، غلاموں اور کنیزوں میں تمام لوگوں کو مساوی حقوق دے دیئے تاکہ کسی کو کسی پر کسی چیز میں فضیلت وبرتری نہ رہے۔ کمینہ خصلت اور رذیل لوگوں کی ایک کثیر تعداد اس کی پیروی کرنے لگی ان کی تعداد ہزار ہا ہزار تک پہنچ گئی مزدک ایک آدمی کی بیوی کو لیتا اور دوسرے کے حوالے کر دیتا۔ اس طرح لوگوں کے اموال۔ کنیزوں۔ غلاموں اور زرعی زمینوں میں سے جس کو چاہتا ان میں سے کسی کا مالک بنا دیتا۔ چنانچہ اس کو بڑا غلبہ نصیب ہوا اس کی شان بلند ہوئی یہاں تک کہ بادشاہ کیقباد بھی اس کے پیروکاروں میں شامل ہو گیا۔ مزدک اس حد تک بے حیاء اور بے باک ہو گیا کہ اس نے ایک دن کیقباد کو کہا کہ آج تیری بیوی جو نوشیروان کی ماں تھی میرے پاس رات بسر کرے گی۔ کیقباد بھی اس کی صحبت کی نحوست سے بے غیرتی کی انتہائی منزل کو پہنچ چکا تھا اس نے اس کی

۱۔ ہسٹری آف پرشیا صفحہ ۴۴۲

حیاسوز تجویز پر نہ صرف یہ کہ غیظ و غضب یا کسی ناپسندیدگی کا اظہار نہ کیا بلکہ اس کی اس تجویز کو قبول کر لیا۔ نوشیرواں کو پتہ چلا تو وہ اپنی ماں کی اس بے عزتی پر بے چین ہو گیا اور انتہائی نیاز مندی کے ساتھ مزدک کی خدمت میں گیا اپنے ہاتھوں سے اس کے جوتے اتارے اس کے پاؤں کو بوسے دیئے اور بڑی لجاجت سے عرض کی کہ وہ اس کی ماں کی آبرو ریزی نہ کرے۔ اس کو اس مہربانی کے عوض جو کچھ اس کے پاس ہے وہ اس کے سپرد کر دے گا۔ تب جا کر مزدک اس حرکت سے باز آیا اور اس کی ماں، تمام اہل ایران کی مادر ملکہ کو چھوڑ دیا۔

مزدک نے اس کے علاوہ حیوان کے ذبیحہ کو حرام قرار دے دیا اور کہا کہ انسان کو اپنی خوراک کے لئے انہیں چیزوں پر اکتفا کرنا چاہیے جو زمین اگاتی ہے یا حیوانات سے حاصل کی جاتی ہیں۔ مثلاً انڈے، دودھ، گھی، پنیر وغیرہ اس کی پیدا کردہ اس مصیبت نے ملک گیر وبا کی صورت اختیار کر لی۔ اور لوگ اس کا شکار ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد حالت یہ ہو گئی کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کو اور کوئی باپ اپنے بیٹے کو نہیں پہچان سکتا تھا۔" (۱)

قباذ کی حکومت کو جب دس سال پورے ہو گئے تو موبدان موبد اور جتنے بڑے علماء اور اعیان مملکت تھے جمع ہوئے اور انہوں نے کیقباد کو تاج و تخت سے معزول کر دیا اور اس کے بھائی جاماسپ کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ انہوں نے کیقباد کو کہا کہ تو نے مزدک کی پیروی اختیار کی مزدک اور اس کے حواریوں نے لوگوں پر ظلم و ستم توڑے اس میں تم ان کے معاون ثابت ہوئے۔ اب تمہاری نجات کی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں کہ تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہیں ذبح کریں اور آگ کے سامنے تمہاری قربانی پیش کریں اس نے اپنے آپ کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ اسے قید کر دیا گیا۔ اس کے مرنے کے بعد نوشیرواں تخت نشین ہوا اس نے مزدک اور اس کے ماننے والوں کو تہ تیغ کر دیا اس طرح یہ فتنہ فرو ہوا۔

ول ڈیوران اپنی کتاب دی ایج آف فیتھ (THE AGE OF FAITH) میں اس واقعہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

> "۴۹۰ء کے قریب مزدک جو ابتدا میں زرتشتی مذہب کا پیشوا تھا اس نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا کا فرستادہ ہے اور پرانے عقیدہ کی تبلیغ کے لئے بھیجا گیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام مرد مساوی حیثیت رکھتے ہیں اور کوئی آدمی دوسرے سے زیادہ کسی چیز کی ملکیت کا حق نہیں رکھتا۔ جائیداد اور

۱۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر صفحہ ۴۱۴ - ۴۱۳ جلد اول

شادی انسان کی ایجاد کردہ ہیں اور یہ بڑی خطرناک غلطیاں ہیں تمام چیزیں اور تمام عورتیں، تمام مردوں کی مشترکہ ملکیت ہونی چاہئیں اس نے چوری، زنا، محرمات سے بدفعلی کو جرائم کی فہرست سے نکال دیا اگرچہ ان کے ساتھ نکاح کرنے کی پہلے بھی اجازت تھی۔ اور کہا کہ در حقیقت یہ اعمال جائیداد اور شادی کے خلاف فطری احتجاجات ہیں غریبوں نے اور کئی دوسرے لوگوں نے اس کی دعوت کو بڑی خوشی سے سنا لیکن خود مزدک کو اس وقت بڑی حیرت ہوئی جب ایک بادشاہ اس کے پیر کاروں میں شامل ہوگیا۔ اس کے پیروکاروں نے جائیدادوں کو لوٹنا شروع کر دیا وہ صرف لوگوں کے گھروں کو ہی نہیں لوٹتے تھے بلکہ امیر آدمیوں کی بیویاں بھی ان کی غارتگری کا نشانہ بنتیں، وہ ان کی خوبصورت کنیزوں کو اپنے استعمال کے لئے اٹھا کر لے جاتے۔ جو امراء بادشاہ کی اس حرکت سے غضبناک ہوئے انہوں نے اس کو قید کر دیا اور اس کے بھائی کو تخت پر بٹھا دیا۔ تین سال تک وہ ایک قلعہ میں محبوس رہا۔ وہاں سے وہ فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا پھر ایک بادشاہ کی امداد سے ۴۹۹ء میں وہ کھویا ہوا تخت دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ اپنی طاقت کو محفوظ کرنے کے بعد اس نے کیونسٹوں پر اپنی توجہ مبذول کی اس نے مزدک اور اس کے ہزار ہا پیروکاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا" (۱)

علامہ ابن اثیر الکامل میں مزدک کے انجام کے بارے میں لکھتے ہیں

قباذ نے اپنے عہد حکومت میں جب مزدک کی پیروی شروع کر دی تو اپنی مملکت کے صوبوں کے گورنروں کو بھی اس کی پیروی کی دعوت دی اس وقت حیرہ کا گورنر منذر بن ماء السماء تھا اس کو بھی دعوت دی کہ وہ مزدک کی پیروی اختیار کرے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ چنانچہ بادشاہ نے منذر کو حیرہ کی گورنری سے معطل کر دیا حارث بن عمرو الکندی کو بادشاہ نے جب یہ دعوت دی تو اس نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔ چنانچہ قباذ نے اس کو اپنے منصب پر برقرار رکھا۔ جب قباذ مر گیا اور نوشیرواں تخت نشین ہوا منذر کو جب یہ اطلاع ملی تو وہ نوشیرواں کے دربار میں حاضری کے لئے پیش ہوا وہ جانتا تھا کہ نوشیرواں اپنے باپ کے عقیدہ کے تحت

ا۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۴

مخالف ہے چنانچہ نوشیرواں نے لوگوں کو دربار شاہی میں حاضری کا اذن عام دیا تو ان حاضر ہونے والوں میں دو ممتاز شخصیتیں بھی تھیں۔ پہلے مزدک داخل ہوا پھر منذر۔ نوشیرواں نے دونوں کو دیکھ کر کہا۔ میری زندگی کی دو آرزوئیں تھیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں آرزوؤں کو پورا فرمادیا ہے۔ مزدک نے پوچھا اے شہنشاہ! وہ کون سی دو آرزوئیں ہیں نوشیرواں نے کہا میری ایک آرزو تو یہ تھی کہ اس باغیرت اور باحمیت شخص کو یعنی المنذر کو اپنے عہدہ پر بحال کروں۔ دوسری آرزو یہ تھی کہ میں ان زندیقوں کو موت کے گھاٹ اتار دوں۔ مزدک نے کہا کیا تیرے بس میں ہے، کہ تو تمام انسانوں کو تہ تیغ کردے (کیونکہ اس کے زعم میں یہ تھا کہ تمام اہل ایران اس کے مذہب کو قبول کر چکے ہیں) نوشیرواں نے غصے سے بے قابو ہو کر کہا اے زانیہ کے بیٹے! تو ابھی تک یہاں موجود ہے خدا کی قسم! تیری جرابوں کی بدبو آج بھی میری ناک میں موجود ہے۔ جب میں نے اپنی ماں کی عصمت کو بچانے کے لئے تیرے بدبودار پاؤں کو بوسہ دیا تھا۔ نوشیرواں نے حکم دیا کہ اس کا سر قلم کردیا جائے اور اس کی لاش کو صلیب پر چڑھا دیا جائے تاکہ لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور نوشیرواں کے حکم سے ایک لاکھ مزدکیوں کو ایک دن میں قتل کر دیا گیا اور اس دن اس کو نوشیرواں کے لقب سے ملقب کیا گیا۔

مزدک کے پیروکاروں نے لوگوں کی جو جائیدادیں اور اموال اپنے غاصبانہ قبضے میں لئے ہوئے تھے وہ ان سے لے کر ان کے اصلی مالکوں کو واپس کر دیئے گئے اس طرح یہ فتنہ جس نے اہل ایران کے اخلاق کو تہس نہس کر دیا تھا۔ نوشیروان کی جرأت و بسالت سے فرو ہوا اور لوگوں کو آرام کا سانس لینا نصیب ہوا۔ (۱)

علامہ ابن خلدون اور دیگر مؤرخین نے بھی مزدک کی تباہ کاریوں کے بارے میں تفصیل سے لکھا ہے ہم اس کا اعادہ ضروری نہیں سمجھتے۔

اہل ایران کا اولاد کی تربیت کا طریق کار

بچہ پانچ سال تک ماں کی حفاظت میں رہتا۔ پھر باپ اسے اپنے آغوش تربیت میں لے لیتا سات سال کی عمر میں اسے مدرسہ میں داخل کیا جاتا۔ اور تعلیم صرف اہل ثروت کے بیٹوں تک محدود تھی اور کاہن عام طور پر معلم کا فریضہ انجام دیتے تھے سارے طالب علم عبادت گاہ یا

۱۔ الکامل جلد اول خلاصہ صفحہ ۴۳۴ تا ۴۳۶

کاہن کے گھر میں جمع ہوتے ان کے مسلمہ قواعد سے ایک قاعدہ یہ تھا کہ کوئی مدرسہ شہر کے قریب قائم نہ کیا جائے تاکہ بازاری لوگوں کی بری عادتیں ۔ کذب بیانی ۔ گالی گلوچ دھوکا دہی وغیرہ ان معصوم بچوں کے اخلاق کو متاثر نہ کریں۔

نصاب تعلیم ، ژند اور اس کی شروح تھیں ژند وہ کتاب ہے جو ان کے خیال کے مطابق زرتشت پر آسمان سے نازل ہوئی اس کے علاوہ مندرجہ ذیل علوم پڑھائے جاتے ۔

دین ۔ طب اور قانون

پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ جو پڑھایا جاتا اسے وہ زبانی یاد کرتے ۔ اور عام رعایا کو یہ تین چیزیں سکھائی جاتیں

۱ ۔ شہ سواری

۲ ۔ تیر انگنی

۳ ۔ سچی بات کہنے کا سلیقہ

ابتدائی تعلیم کے بعد اہل ثروت کے بیٹوں کو بیس یا چوبیس سال کی عمر تک مزید تعلیم دی جاتی ۔ بعض کو خاص اعلیٰ عہدوں کے لئے تیار کیا جاتا اور بعض کو مختلف صوبوں میں گورنر کے فرائض انجام دینے کی تربیت دی جاتی اور ان سب کو فنون حرب کی تعلیم دی جاتی ان اعلیٰ مدارس میں طلبہ کی زندگی بڑی شاق اور کٹھن ہوتی بہت سویرے ان کو جگا دیا جاتا پھر لمبی مسافت تک انہیں دوڑایا جاتا ۔ سرکش گھوڑوں پر سواری کرنے ۔ تیر اکی اور شکار اور چوروں کے تعاقب کی انہیں تربیت دی جاتی ۔ کاشتکاری باغبانی کا انہیں فن سکھایا جاتا اور چلچلاتی دھوپ اور شدید سردی میں دور تک انہیں پیدل چلنے کی مشق کرائی جاتی تاکہ وہ سخت موسم کی تبدیلیوں کو بآسانی برداشت کر سکیں ۔ انہیں خشک اور سادہ غذا کھلائی جاتی اور انہیں اس طرح دریا عبور کرنے کا ڈھنگ سکھایا جاتا کہ ان کی زرہیں اور کپڑے پانی سے تر نہ ہوں ۔ (۱)

ایران کا نظام عدل و انصاف

ایران کی وسیع اور عظیم الشان مملکت نیز وہاں کے باشندوں کی معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں آپ نے مندرجہ بالا مختصر جائزہ کا مطالعہ فرمالیا ۔ آخر میں ہم وہاں کے نظام عدل و انصاف کے بارے میں کچھ عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں ۔

---

۱ ۔ قصۃ الحضارۃ صفحہ ۴۴۲ ۔ ۴۴۳ جلد اول جزدوم

پروفیسر آر تھر نے اس موضوع پر بڑی شرح وبسط سے لکھا ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:۔

"اوستا اور اس کی تفسیریں اور اجماع نیکاں یعنی فقہاء کے فتاوے۔ قانون کے ماخذ تھے مجموعہ قوانین کی کوئی خاص کتاب موجود نہ تھی .... علم فقہ کی تمام تفصیلات بیشتر مفسرین کے اقوال پر مبنی تھیں۔ اور عہد ساسانی کے ضابطہ عدالت کا پتہ دیتی تھیں قانون کی کتاب "مادیگان ہزار دادستان" جس کو فرخ مرد نامی نے تالیف کیا اس کے چند اجزا کا واحد قلمی نسخہ جس میں پچپن ورق ہیں کتب خانہ مانک جی لم جی ہوشنگ "ہاتریا" میں محفوظ ہے اس کے متن کو جیون جی جمشید مودی نے مع مقدمہ بمبئی سے ۱۹۰۱ء میں شائع کیا۔ اور ابھی انیس ورق اور ہیں جو طبع نہیں ہوئے۔ "مادیگان" میں عہد ساسانی کے چند ایسے قانون دانوں کے نام محفوظ رہ گئے ہیں جن کے فتوے اس میں درج کئے گئے ہیں اس کتاب میں مصنف نے ایک موقع پر ایک کتاب "دستوراں" کا نام لیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی قانون کی کوئی کتاب تھی۔ (۱)

اس کتاب کے مصنف نے بیان کیا ہے۔

قانونی امور میں موبدان موبد کی رائے کو فوقیت دی جاتی تھی۔ موبدان موبد کا فیصلہ سوگند سے بھی زیادہ موثر ہوتا۔ اور اس کو بے خطا سمجھا جاتا تھا اس میں ایسی عدالتوں کا بھی ذکر ہے جن میں مختلف درجوں کے جج مل کر بیٹھتے تھے قانون کی طرف سے ججوں کو گواہوں کو بلانے کے لئے مہلت ملتی تھی مقدمہ کی ساری کارروائی کے لئے ایک خاص مدت معین تھی ضابطہ میں ایسے قانون بھی موجود تھے جن کی رو سے جھگڑالو دعویداروں کی لاطائل تقریروں کو روک دیا جاتا تھا کیونکہ ایسی تقریروں سے معاملہ خواہ مخواہ لمبا اور پیچیدہ ہو جاتا تھا۔ ایسے ججوں پر مقدمہ چلانا ممکن ہوتا تھا جو کسی غرض کے تحت ایک مشکوک امر کو یقینی اور یقینی کو مشکوک بنا

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں خلاصہ از صفحہ ۲۷۔ ۲۶ اور صفحہ ۳۹۸

دیں۔ (۱)

شک کی صورت میں ملزم کے گناہ یا بے گناہی کو بطریق امتحان ثابت کیا جاتا تھا۔ وہ امتحان دو طرح کا ہوتا ایک کو گرم امتحان اور دوسرے کو سرد امتحان کہتے۔ گرم امتحان کی صورت میں ملزم کو آگ میں سے گزرنے کے لئے کہا جاتا تھا۔ اس طریقہ امتحان میں جو لکڑی جلائی جاتی تھی اس کے انتخاب کے لئے خاص قواعد مقرر تھے اور دوران امتحان بعض مذہبی رسمیں ادا کی جاتی تھیں اس کی ایک اور مثال جس کی روایت یہ ہے کہ شاہ پور دوم کے زمانہ میں آذربذ، پسر مہر سپند نے اپنے مذہبی عقیدہ کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے اپنے آپ کو اس بات کے لئے پیش کیا کہ پگھلی ہوئی دھات اس کے سینہ پر انڈیل دی جائے امتحان کا ایک طریقہ اور بھی تھا۔ جو بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا تھا۔ کہ جب ایک شخص حلف اٹھاتا تھا تو اسے گندھک ملا پانی پینے کو دیا جاتا تھا۔

قانون میں تین قسم کے افعال کو جرم قرار دیا گیا تھا۔

ا۔ وہ جرم جو خدا کے خلاف ہوں یعنی جب کہ ایک شخص مذہب سے برگشتہ ہو جائے یا عقائد میں بدعت پیدا کرے۔

۲۔ وہ جرم جو بادشاہ کے خلاف ہوں۔ جب کہ ایک شخص بغاوت یا غداری کرے یا لڑائی میں میدان جنگ سے بھاگ نکلے۔

۳۔ وہ جرم جو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوں۔

پہلی اور دوسری قسم کے جرائم یعنی الحاد۔ بغاوت۔ غداری اور میدان جنگ سے فرار کی سزا فوری موت تھی اور تیسری قسم کے جرائم مثلاً چوری۔ راہزنی۔ اور ہتک ناموس کی سزا بعض صورتوں میں جسمانی عقوبت اور بعض میں موت ہوتی تھی۔

امیاں مارسیلنوس لکھتا ہے کہ بعض سزائیں بہت ظالمانہ اور نہایت قابل نفرت تھیں۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص کے جرم کے بدلے میں اس کے تمام رشتہ داروں کو قتل کر دیا جاتا۔ (۲)

" نکاذم نسک " کی رو سے مجرموں کو خاص طور پر ناخوشگوار جگہوں میں بند کیا جاتا تھا اور حسب جرم اس جگہ میں موذی جانور چھوڑ دیئے جاتے تھے تھیوڈورت جو شہر صور، کا بشپ

ا۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۳۹۹

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۰۱۔ ۴۰۰

تھا۔ وہ لکھتا ہے عیسائی قیدیوں کو بعض اوقات تاریک کنوؤں میں بند کر دیا جاتا تھا اور ان میں چوہے چھوڑ دیئے جاتے تھے قیدیوں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے جاتے تھے تاکہ وہ ان سے اپنے آپ کو بچانہ سکیں اور یہ جانور بھوک کے مارے ایک طویل اور ظالمانہ عذاب کے ساتھ ان کو کاٹ کاٹ کر کھاتے رہتے تھے اس کے علاوہ جیل کو بطور ایک ایسی جگہ کے بھی استعمال کیا جاتا تھا جہاں ذی رتبہ اشخاص کو جن کا وجود سلطنت اور بادشاہ کے لئے خطرہ کا باعث ہوتا تھا۔ چپکے سے غائب کر دیا جاتا تھا۔ خوزستان میں ایک مضبوط قلعہ تھا۔ جس کا نام "گیل گرد" یا اندمیشن تھا جہاں اس قسم کے سیاسی قیدیوں کو محبوس رکھا جاتا تھا۔ اس کو "انوش برد" بھی کہتے تھے جس کے معنی قلعہ فراموش کے ہیں اس لئے کہ جو لوگ وہاں قید ہوتے تھے ان کا نام لینا بلکہ خود قلعہ کا نام لینا بھی ممنوع تھا۔ (۱)

ایک نہایت عام سزا جو خصوصاً باغی شہزادوں کو دی جاتی تھی۔ یہ تھی کہ آنکھوں میں گرم سلائی پھرا کر یا کھولتا ہوا تیل ڈلوا کر اندھا کر دیتے تھے زندہ آدمیوں کی ساری یا آدھی کھال کھچوا دینے کا دستور تھا۔ (۲)

عیسائیوں پر جور و تعدی کے زمانہ میں شہداء کو کبھی کبھی سنگسار بھی کیا جاتا تھا۔ یزدگرد دوم کے زمانہ میں دو عیسائی راہبہ عورتوں کو سولی پر چڑھا کر سنگسار کیا گیا۔ اور چند شہداء کو زندہ دیوار میں چنوایا گیا۔ ہاتھیوں کے پاؤں تلے روند ڈالنے کی سزا ساسانیوں کے عہد میں عام طور پر رائج تھی۔ (۳)

جو لوگ عیسائی مذہب قبول کرتے ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی جاتی۔ اور انہیں ایسی سنگین نوعیت کی سزائیں دی جاتیں جن کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کبھی کانوں اور آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا تھا۔ اور کبھی زبان کھینچ کر نکال لی جاتی تھی۔ زخموں پر لیموں اور سرکہ، نمک چھڑ کے جاتے تھے۔ ان بدنصیبوں کے جسم کے اعضا ایک ایک کر کے کاٹے اور مروڑے جاتے تھے بعض وقت پیشانی سے ٹھوڑی تک چہرے کی کھال اتار لی جاتی تھی۔ ان کی آنکھوں اور باقی تمام جسم میں سلاخیں چھوئی جاتی تھیں اور جب تک وہ مرنہ جائیں ان کے منہ آنکھیں اور نتھنوں میں سرکہ، رائی برابر ڈالتے رہتے تھے۔

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۰۴

۲۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۰۶

۳۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۰۷

ایک آلہ تعذیب جو اکثر استعمال کیا جاتا تھا وہ لوہے کی ایک کنگھی تھی جس سے مجرم کی کھال ادھیڑی جاتی تھی۔ اور درد کی شدت میں اضافہ کرنے کے لئے ہڈیوں پر جو نظر آنے لگتی تھیں نفت ڈال کر آگ لگادی جاتی تھی۔

سب سے زیادہ دہشت ناک عذاب وہ تھا جس کا نام "نوموتیں" تھا جس کی صورت یہ تھی کہ جلاد سب سے پہلے ہاتھوں کی انگلیاں کاٹتا تھا اس کے بعد پاؤں کی پھر کلائیوں تک ہاتھ کاٹ ڈالتا تھا اور ٹخنوں تک پاؤں۔ اس کے بعد پھر کہنیوں تک بانہیں کاٹتا تھا۔ اور گھٹنوں تک پنڈلیاں۔ پھر ناک اور کان کاٹتا تھا۔ اور سب سے آخر میں سر۔ (۱)

اپنے سیاسی اور مذہبی مخالفین کو اس قسم کی لرزہ خیز سزائیں دینا وہاں آئے دن کا معمول تھا جس پر کسی قسم کا تعجب اور حیرت کا اظہار نہ کیا جاتا۔ اور نہ ان ظالمانہ اذیت رسانیوں کے خلاف عوام میں کوئی ردعمل پیدا ہوتا۔

ول ڈیوران اپنی مشہور کتاب دی ایج آف فیتھ (THE AGE OF FAITH) میں اس موضوع پر اپنی تحقیق کا یوں اظہار کرتا ہے۔

> "بادشاہ اس کے مشیر اور مذہبی علماء قانون مرتب کرتے اور ان کی بنیاد قدیم اوستا پر ہوتی۔ ان کی تشریح اور ان کی تنفیذ مذہبی پروہتوں کے سپرد تھی۔ جرائم کا سراغ لگانے کے لئے جسمانی اذیت سے کام لیا جاتا مشکوک لوگوں کو کہا جاتا کہ وہ آگ میں گرم کئے ہوئے سرخ لوہے پر چلیں۔ یا بھڑکتی ہوئی آگ میں سے چل کر گزریں یا زہریلی خوراک کھائیں۔ اگر اس آزمائش میں وہ سلامت بچ جاتے تو انہیں بے گناہ قرار دے دیا جاتا اور اگر وہ اس آزمائش میں پورے نہ اترتے تو انہیں مجرم یقین کر لیا جاتا۔ اور انہیں سزا دی جاتی (۲)

ایران میں عدل وانصاف کی جو حالت تھی اس کو آشکار اکرنے کے لئے ہم قارئین کی توجہ ایک بار پھر اس واقعہ کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں جس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

"خسرو نے زرعی پیداوار پر لگانوں کی جب نئی شرح مقرر کی تو اس نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں ایران کے سربر آوردہ امراء، علماء فضلاء فوجی سپہ سالار شریک ہوئے۔ لگان

۱۔ ایران بعہد ساسانیاں صفحہ ۴۰۸

۲۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۴۱

کی نئی شرحوں کا اعلان کرنے کے بعد جب خسرو نے حاضرین سے پوچھا کہ ان شرحوں پر کسی کو کوئی اعتراض ہے تو محفل میں سناٹا چھایا رہا۔ اس نے پھر یہ سوال دہرایا پھر بھی سکوت طاری رہا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نے یہی سوال حاضرین سے پوچھا تو ایک دبیر نے بڑے ادب و احترام کے ساتھ اس پر اعتراض کیا اور جب بادشاہ کو معلوم ہوا کہ اس معترض کا تعلق دبیروں کے حلقہ سے ہے تو حکم دیا کہ ہر دبیر، اپنے قلمدان سے اس کو زدوکوب کرے۔ چنانچہ فرمان شاہی کی تعمیل کرتے ہوئے ہر دبیر نے اپنے بدقسمت ساتھی پر قلمدانوں سے ضربات کی بارش شروع کر دی یہاں تک کہ اس نے وہیں دم توڑ دیا اور تمام حاضرین نے بآواز بلند یہ کہا ہمیں بادشاہ کے نئے لگانوں کی شرحوں پر قطعاً کوئی اعتراض نہیں۔

نوشیرواں جس کا عدل وانصاف ضرب المثل ہے، جس نے اپنے محل کے صحن کو ٹیڑھا رکھنا تو گوارا کر لیا لیکن غریب عورت کی جھونپڑی کو اس کی مرضی کے خلاف وہاں سے اٹھانا گوارا نہ کیا۔ عدل وانصاف کے اس پیکر نوشیرواں نے اپنے تمام سگے بھائیوں کو اس لئے تہ تیغ کر دیا۔ کہ مبادا ان میں سے کوئی اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دے۔

یونان

یونان
یونان
البانیہ
بلغاریہ
یوگوسلاویہ
رومانیہ

یونان

ساسانی خاندان کے طویل عہد حکومت میں ایران کی سیاسی ، مذہبی ، اخلاقی اور معاشی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ قارئین کو معلوم ہو جائے کہ آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے قبل اس عظیم مملکت کے شہری کس قسم کی زندگی بسر کیا کرتے تھے اس کے بعد اس وقت کی مشہور دوسری عالمی طاقت یعنی سلطنت "رومہ" اور اس میں بسنے والے شہریوں کی زندگی کے مختلف گوشوں کے بارے میں کچھ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں لیکن چونکہ رومی یونانیوں کے جانشین ہیں ان کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی نظریات بڑی حد تک یونانی حکماء کے نظریات سے متاثر ہیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ یونان اور اہل یونان کا بھی تذکرہ کر دیا جائے کیونکہ یہی وہ خطہ ہے جہاں کے نابغہ روزگار فضلاء نے علم و حکمت کی قندیلیں روشن کیں اور تہذیب و تمدن کا وہ تصور پیش کیا جس کی روشنی سے وہ خطہ اس وقت جگمگانے لگا جب کہ سارا یورپ جہالت اور توہم پرستی کی تہ در تہ تاریکیوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

یونانی تہذیب کی تشکیل میں اس کے محل وقوع کا بہت بڑا حصہ ہے یونان کا خطہ بحر روم کے شمالی ساحل پر واقع ہے یہ مختلف پہاڑوں کے سلسلوں کا مجموعہ ہے۔ جن کے درمیان وادیاں ہیں۔ جن میں کھیتی باڑی کی جا سکتی ہے دشوار گزار پہاڑوں کی وجہ سے باہمی آمد و رفت از حد دشوار اور کٹھن تھی اس لئے اس وقت کے ناقص نظام مواصلات اور آمد و رفت کے ذرائع کے فقدان کے باعث ایک متحدہ حکومت قائم کرنا بہت مشکل تھا۔ اسی وجہ سے یونان کا خطہ بیشمار چھوٹی چھوٹی شہری ریاستوں پر مشتمل تھا وہ اپنے داخلی اور خارجی معاملات میں کافی حد تک آزاد تھیں زراعت صرف پہاڑوں کے درمیان وادیوں میں ہو سکتی تھی اس لئے مزروعہ رقبہ بہت محدود تھا اجناس خوردنی اتنی مقدار میں پیدا کی جا سکتی تھیں جن سے وہاں کے باشندے

بمشکل گزر اوقات کر سکتے تھے۔ بحر روم کے دوسرے علاقوں کی طرح یہاں بھی بارشیں عموماً ماہ مئی سے ماہ ستمبر تک کے درمیانی عرصہ میں ہوتی ہیں۔ گرمی کا موسم کافی طویل ہوتا ہے دھوپ بہت تیز ہوتی ہے مگر سمندری ہواؤں کے باعث گرمی ناقابل برداشت نہیں ہوتی وادیاں اور میدان پہاڑوں سے محصور ہیں موسم برسات میں ان دریاؤں اور ندیوں میں طغیانی آجاتی ہے اور پانی تیزی سے بہ جاتا ہے موسم برسات کے بعد یہ ندیاں نالے یا تو بالکل خشک ہو جاتے ہیں یا ان میں برائے نام پانی رہ جاتا ہے۔

آبادی کی ضرورت مقامی چشموں سے پوری ہوتی ہے لیکن چشموں کا پانی اتنا زیادہ نہیں ہوتا جس سے کاشتکاری کی جاسکے۔

بحر روم کے ساحل پر ہونے کی وجہ سے وہاں کے مہم جو اور حوصلہ مند شہری بحری تجارت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور بحری قزاقی بھی ان کا ایک محبوب مشغلہ تھا سکندر اعظم کے زمانہ تک یہی کیفیت رہی لیکن اس عظیم فاتح نے مقدونیہ کی چھوٹی سی ریاست کو وہ عروج بخشا کہ یونان کی تمام چھوٹی چھوٹی شہری ریاستیں اس کی باج گزار بن گئیں۔ سکندر نے اپنی فتوحات کا سلسلہ یہاں تک وسیع کیا کہ اس کی فوجیں پنجاب تک اپنی فتح کے علم گاڑتی ہوئی بڑھتی چلی گئیں اور یونان ایک بہت بڑی سلطنت کا مرکز بن گیا۔

قدیم یونان کے حالات معلوم کرنے کے لئے "ھومر" کی دو رزمیہ نظمیں ایلیڈ (ALIAD) اور اوڈیسی (ODY SSEY) قابل اعتماد ماخذ ہیں جن کا زمانہ تالیف آٹھویں یا نویں صدی قبل مسیح ہے۔

یونان کے مذہبی عقائد

ان دو نظموں کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یونانی دیوتاؤں کے ایک وسیع خاندان سے اپنی مذہبی عقیدت رکھتے تھے دیوتاؤں کا یہ خاندان کوہ اولمپس کی برف پوش بلندیوں پر سکونت پذیر تھا دیوتاؤں کے اس خاندان کی حکومت زیوس (ZEUS) اور اس کی بیوی ہیرا (HERA) کے ہاتھ میں تھی۔ یہ دیوتا انسانی معاملات میں مداخلت کرتے رہتے تھے مختلف شعبہائے حیات مختلف دیوتاؤں کے سپرد تھے سمندروں کے دیوتا کا نام پوسیڈن (POSEIDON) تھا۔ ہیفا اسٹس (HEPHAE STOS) اسلحہ سازی کا دیوتا تھا۔ سورج کی حرکات کو اپولو (APOLLO) سے منسوب کیا جاتا تھا۔ اپولو دیوتا کی رائے کا ان کے نزدیک خاص احترام تھا

جب تک اپولو سے شگون نہ لے لیتے نہ جنگ شروع کرتے نہ آباد کاری کی مہم پر روانہ ہوتے اور نہ کسی اور بڑے کام کی طرف قدم اٹھاتے اپولو کا اصل مرکز ڈلفی میں تھا وہاں ایک پجارن ایک شگاف کے اوپر تپائی رکھ کر بیٹھ جاتی تھی اس کے اندر سے عجیب وغریب بخارات اٹھتے تھے اس پر ایک گونہ بے خودی کی کیفیت طاری ہوتی وہ بڑبڑاتی لیکن الفاظ سمجھ میں نہ آتے اس کے پاس ایک پجاری کھڑا رہتا جو اس کی بات کا ترجمہ نظم میں کر دیتا۔ یہی ڈلفی کے مندر کا شگون تھا عموماً یہ شگون مبہم انداز میں پیش کیا جاتا۔

حکمت کی دیوی کا نام ایتھینا (ATHENA) تھا یہ انسان کو عقل و دانش سے بہرہ ور کرتی تھی۔

جنگ کے دیوتا کا نام اریز (ARES) تھا اس کی مدد سے جنگ میں فتح نصیب ہوتی تھی۔

محبت کی دیوی کا نام ایفروڈائٹ تھا (APHRODITE) اور ان کے نزدیک محبت میں وہی کامیاب ہوتا جس پر یہ مہربان ہوتی خداؤں کا یہ خاندان اخلاق و کردار کے اعتبار سے ہرگز قابل رشک نہ تھا بلکہ یہ سرکش حریفوں اور جھگڑالو افراد کا ایک کنبہ تھا جو چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایک دوسرے سے دست و گریبان رہتے اور فتنہ و فساد کی آگ بھڑکاتے رہتے تھے۔

اہل ایتھنز کی ضعیف الاعتقادی کا ایک عجیب قصہ یونان کے مشہور مورخ ہیروڈوٹس نے بیان کیا ہے وہ ملاحظہ فرمائیے اور دیکھئے کہ علوم فلسفہ اور حکمت میں ید طولیٰ رکھنے والی قوم عقائد کے میدان میں کس قدر طفلانہ سوچ کی مالک تھی۔

''اسسٹرٹیس'' ایک ظالم اور بد قماش حکمران کو اہل ایتھنز نے معزول کر دیا اور اسے جلا وطن کر دیا۔ اس جابر حکمران اور اس کے ندیموں نے ایک خوبصورت عورت تلاش کی جس کا قد چھ فٹ تھا اس عورت کو زرہ بکتر پہنادی اور اسے سکھا دیا کہ رتھ میں سوار ہونے کے بعد اسے کیا کچھ کرنا ہے۔ چنانچہ وہ رتھ میں بیٹھ کر شہر میں داخل ہوگئی ہرکارے اس سے پیشتر بھیج دیئے گئے تھے کہ وہ یہ منادی کرادیں اے ایتھنز کے شہریو! اسسٹرٹیس کا استقبال دوبارہ دوستانہ انداز میں کرو منروہ دیوی (ایتھینا) سب سے بڑھ کر اس کی عزت کرتی ہے وہی اسے دوبارہ اپنے شہر میں لائے گی یہ منادی گلی گلی کوچہ کوچہ میں زور شور سے کر دی گئی اور علاقہ میں یہ افواہ پھیلادی گئی کہ منروہ دیوی خود اپنے چنے ہوئے آدمی کو واپس لا رہی ہے چنانچہ شہر کے لوگ پوری طرح اس کے قائل ہوگئے کہ وہ عورت واقعی دیوی ہے اور اس کے روبرو زمین بوس ہو گئے اور اسسٹرٹیس کو واپس لے لیا گیا۔

ایتھنز کے قریب ایک مکان "الیوسس" (ELEUSIS) تھا جہاں دنتر دیوی کے اعزاز میں خاص رسمیں ادا کی جاتی تھیں یہ زراعت اور بار آوری کی دیوی تھی۔ فصلوں اور زراعت کے اچھا ہونے کا دارومدار اس دیوی کی نظر عنایت پر تھا۔

اہل یونان دیوتاؤں کے مندروں میں بڑے قیمتی نذرانے پیش کرتے تھے اور منقولہ وغیر منقولہ جائیدادیں ان کے نام وقف کی جاتی تھیں اور جب کوئی خاص مشکل پیش آ جاتی تو انسانی قربانی سے بھی دریغ نہ کیا جاتا۔ اگامیمنون، ٹرائے کی جنگ میں یونانیوں کا سپہ سالار تھا وہ چاہتا تھا کہ دیوی آرٹومس اس پر مہربان ہو جائے جس نے غلط سمت میں ہوائیں چلا کر ٹرائے کے خلاف اس کی مہم میں رکاوٹ پیدا کر رکھی تھی چنانچہ اس نے اس دیوی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنی جواں سال بیٹی اپنی گنیا کو اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا۔ (۱)

ہر شہر اور ہر آبادی کا مقامی تہوار تھا لیکن بڑے تہواروں میں سب اہل یونان شریک ہوتے تھے۔ سب سے بڑا تہوار ہر چار سال کے بعد اولیمپیا میں منایا جاتا تھا جو مغربی پیلوپونی سکس میں تھا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں زیوس دیوتا کا معبد تھا۔ ان تہواروں میں صرف کھیلوں کے مقابلے ہی نہ ہوتے بلکہ موسیقی، شاعری، شمشائی نوازی، حسن اور شراب نوشی کے مقابلے بھی ہوتے۔

یونان کے معاشرتی حالات

قدیم یونان کا معاشرہ تین طبقوں میں منقسم تھا۔

۱۔ بادشاہ۔ سیاسی اختیارات کے ساتھ ساتھ اسے سب سے بڑا مذہبی پیشوا بھی مانا جاتا تھا۔ اور وہ اپنے امراء کی مدد اور مشوروں سے اپنی حکومت کا کاروبار چلاتا۔ بادشاہ اور اس کی ملکہ عام لوگوں کی طرح خود بھی کام کرتے تھے اوڈیسوس نامی بادشاہ کو بھی اس بات پر فخر تھا کہ وہ اپنے کھیتوں میں کام کرتا ہے اور اس نے اپنا پلنگ خود بنایا ہے اور اس کی ملکہ پینی لوپی سوت کاتتی اور کپڑا بنتی ہے۔

۲۔ دوسرا طبقہ امراء کا تھا۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ دیویوں اور دیوتاؤں سے پیدا ہوئے ہیں اور ان کا نسب زیوس دیوتا سے ملتا ہے جو کوہ اولپس کے دیوتاؤں کے خاندان کا حاکم اعلیٰ ہے اسی دعویٰ کی بنا پر انہوں نے اپنے معاشرہ میں دیگر

۱۔ تاریخ تہذیب حصہ اول از کرین برنٹن وغیرہ ترجمہ غلام رسول مہر صفحہ ۹۳-۹۴

طبقات اور قبائل پر فوقیت حاصل کر لی تھی

۳۔ تیسرا طبقہ عوام کا تھا۔ جنہیں جنگ سے کوئی واسطہ نہ تھا ان کا معاشی نظام غارت گری اور بحری قزاقی کے علاوہ تجارت اور کاشتکاری پر مبنی تھا وہ مویشی پالتے اور غلے اگاتے۔ خاص چیزوں کی کاشت کرتے مثلاً زیتون اور انگور۔ ان کے کاریگر جنگی رتھ اور رزم و پیکار کے لئے اسلحہ تیار کرنے میں ماہر تھے۔

آباد کاری

جیسے آپ پڑھ چکے ہیں کہ کھیتی باڑی کے لئے یہاں اراضی بہت محدود تھی جو دو پہاڑوں کے درمیان وادی میں پائی جاتی تھی نیز باہمی جنگوں کا طویل سلسلہ داخلی طور پر فتنہ و فساد کی آگ ہر وقت بھڑکاتا رہتا ان امور نے اہل یونان کو اپنے ملک سے باہر آبادیاں قائم کرنے پر مجبور کر دیا وہ غیر مطلوب بچوں کی پیدائش روکنے کے لئے ہر ممکن طبی وسائل کام میں لاتے اور کثرت اولاد سے بچنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی جاتی کہ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے عورتوں کے بجائے اپنے ہم جنسوں کو ترجیح دیں ان غیر فطری کوششوں کے باوجود وہاں کی آبادی بڑھتی رہی یہاں تک کہ انکے وطن کی سرزمین ان کے لئے تنگ ہوگئی اور وہ بیرون ممالک میں نو آبادیاں قائم کرنے پر مجبور ہوگئے۔ (۱)

یونان کے معاشی حالات

جیسے پہلے بتایا گیا ہے کہ وہاں زرعی زمینوں کی مقدار بہت کم تھی اس لئے خوشحال کسانوں کے لئے تو یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے محدود قطعات اراضی میں زیتون کے پودوں کی کاشت کریں اور طویل عرصہ تک ان پودوں کی نگہداشت کے اخراجات برداشت کریں۔ لیکن غریب کسانوں کے لئے یہ طریقہ کار قابل عمل نہ تھا۔ وہ دولتمند ہمسایوں سے قرض لینے پر مجبور ہو جاتے قرض خواہ گراں شرح سود پر انہیں قرض دیتے۔ مقروضوں کے لئے قرضوں کی ادائیگی ایک کٹھن مرحلہ تھا اس محدود آمدنی سے اپنا اور بال بچوں کا پیٹ پالیں یا قرضہ ادا کریں اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا جب وہ مقررہ میعاد پر قرض نہ ادا کر سکتے تو ان کی جائیداد ان سے چھین لی جاتی بعض اوقات شخصی آزادی سے بھی انہیں محروم ہونا پڑتا۔

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۷۶

ایسے شخص کو مجبور کیا جاتا کہ قرض خواہ کے انگوروں کے باغوں میں بسلسلہ ادائیگی قرض مزدوری کرتا رہے۔ (۱)

غریب لوگ بڑی بے اطمینانی کا شکار تھے غیر ملکی تجارت نے دو نئے طبقے بھی پیدا کر دیئے ایک تاجروں، جہازوں کے مالکوں، بافندوں، کمہاروں اور لوہاروں کا گروہ تھا۔ دوسرا جہازوں پر قلیوں اور ملاحوں کا گروہ۔ دونوں گروہ بڑے باہمت اور پرجوش تھے وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہ تھے کہ سیاسی اختیارات صرف امراء اور بڑے بڑے مالکان اراضی کے ہاتھ میں ہی رہیں۔

یونان کے سیاسی حالات

ہومر سے قبل ایک مطلق العنان بادشاہ حکمران ہوا کرتا۔ ہومر کے دور کے بعد امراء کے طبقہ نے تدریجاً بادشاہوں کے اختیارات حاصل کر لئے بادشاہ یا تو ناپید ہو گئے یا برائے نام رہ گئے اس لئے پرانی بادشاہی کی جگہ حکومت عدیدہ (OLIGARCHY.) (عالی گارچی) نے لی یعنی چند افراد کا مجموعہ حکمران بن گیا ساتویں صدی قبل مسیح تک امراء کے خلاف قرضہ سے دبے ہوئے کسانوں اور نئے تجارتی طبقوں نے حملے شروع کر دیئے حکومت عدیدہ کے ذمہ دار ارکان عموماً عسکری اہلیت سے بے بہرہ ہوا کرتے تھے وہ جنگوں میں شہروں کی حفاظت سے قاصر رہے اس طرح ہر شہری ریاست میں عدیدی حکومت کا تختہ الٹ دیا گیا پھر زمام اختیار فرد واحد کے ہاتھ میں آ گئی ان حکومتوں کو استبدادی حکومت کہا جاتا۔

یونان کی دو مشہور ریاستوں ایتھنز اور سپارٹا نے سراسر مختلف نظام ہائے حکومت کو نشو و ارتقاء دیا۔

سپارٹا کا نظام

اس کا دستور ذات پات کے سخت اور شدید نظام پر مبنی تھا وہاں کے باشندوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

(۱) شہری:۔ سپارٹا کے اصلی باشندے جو پوری آبادی کا پانچ سے دس فیصد تک تھے یہی طبقہ حکمران تھا۔ فوج انہیں کے جوانوں پر مشتمل تھی وہ کوئی اور کام نہ کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۷۷

(۲) غلام۔۔ ان کا تناسب سپارٹا کے اصلی باشندوں کے مقابلے میں دس اور ایک تھا اکثریت ان کی تھی۔ کھیتی باڑی وہی کرتے انہیں زمینوں سے وابستہ کر دیا گیا تھا کچھ لوگ بطور مزدور کھیتوں میں کام کرتے یا ان کے شخصی ملازم ہوتے۔

(۳) تیسرا طبقہ۔ کسانوں، کان کنوں، تاجروں اور دیگر شہری سرگرمیاں انجام دینے والوں کا تھا۔ اگرچہ یہ آزاد تھا لیکن ان کو کوئی سیاسی حق حاصل نہ تھا یہ اہل سپارٹا میں نہ شامل ہو سکتے تھے اور نہ ان میں شادی کر سکتے تھے۔

سپارٹا کے شہریوں کو عسکری تربیت سختی سے دی جاتی تھی جو لوگ صحت کے لحاظ سے کمزور یا جسمانی اعتبار سے عیب دار ہوتے تھے انہیں ایک غار یا پہاڑ کے ویرانے میں چھوڑ آتے تھے تاکہ سردی سے مر جائیں یا کوئی درندہ انہیں پھاڑ ڈالے یا کوئی رحم دل غلام انہیں اپنا بچہ بنا لے۔

سات سال کی عمر میں بچے کی تربیت شروع ہوتی ان بچوں کو والدین سے الگ ہونا پڑتا جسمانی ورزشوں کے ایک سخت امتحان سے انہیں گزرنا پڑتا حب وطن کے درس کے ساتھ ساتھ انہیں پڑھنا۔ گانا بھی سکھایا جاتا زیادہ زور کشتی۔ دوڑ۔ اسلحہ جنگ کے استعمال پر دیا جاتا انہیں چوری کے طریقے بھی سکھائے جاتے اور انہیں یہ تربیت دی جاتی کہ وہ چوری کرتے وقت گرفتاری سے اپنے آپ کو کس طرح بچائیں انہیں یہ تعلیم دی جاتی کہ اگر کوئی بچہ گرفتار ہو جائے تو وہ اقبال جرم نہ کرے۔

سپارٹا کے ایک بچہ کی کہانی آپ بھی سن لیجئے

> اس نے لومڑی چرائی اسے اپنے کپڑے میں چھپالیا۔ اکابر اس سے پُرسش کرتے رہے اس اثنا میں لومڑی بچے کا پیٹ کاٹ کاٹ کر کھاتی رہی یہاں تک کہ بچے نے جان دے دی مگر چوری کا اعتراف نہ کیا۔ اس بچے کو ہیرو کی حیثیت حاصل ہوگئی۔

لڑکیوں کے لئے بھی حکومت کی نگرانی میں نہایت سخت ورزشوں کا انتظام تھا تاکہ وہ زیادہ صحت مند مائیں بن سکیں وہ بھی فولادی اعصاب پیدا کر لیتی تھیں اپنے بچوں کو جنگ کے لئے بھیجتیں تو نصیحت کرتیں کہ دیکھو اپنی ڈھال لے کر لوٹنا یا اس پر تمہاری لاش آنی چاہئے۔

اہل سپارٹا نے زندگی کے عسکری پہلو پر ضرورت سے زیادہ زور دیا لیکن زندگی کے دوسرے پہلوؤں کو بالکل نظر انداز کر دیا وسائل کے باوجود اقتصادی طور پر وہ لوگ پسماندگی کا شکار رہے حالانکہ وہاں کی زمین زرخیز تھی کچے لوہے کے معدنی ذخائر بھی موجود تھے۔

ایتھنز

اس ریاست میں عورتوں کو سیاسی حقوق حاصل نہ تھے ان کا اصل وظیفہ یہی تھا کہ گھروں میں رہیں کھانا پکائیں اور بچوں کی پرورش کریں ایتھنز کی پوری آبادی تین لاکھ پندرہ ہزار تھی اس میں سے ایک لاکھ ستر ہزار شہری تھے۔ ان میں سے تیس ہزار بالغ مرد تھے انھیں کو موثر شہریت حاصل تھی ایک لاکھ پندرہ ہزار غلام تیس ہزار اجنبی نہ انھیں زمین خریدنے کا حق تھا اور نہ وہ وہاں کی شہریت کے حقوق حاصل کر سکتے تھے چاندی کی کانوں میں کام کرنے والے مزدوروں پر شدید مظالم کئے جاتے وہ پابجولاں رکھے جاتے تھے ان سے زیادہ کام لیا جاتا ارسطو نے غلام کی جو تعریف کی ہے اسے پڑھ کر انسان پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے اور ارسطو جیسے فلسفی کی سنگدلی پر دل پسیج جاتا ہے غلام کی تعریف کرتے ہوئے ارسطو نے کہا

”یہ ایک آلہ ہے جس میں جان ہو یعنی ارسطو کے نزدیک غلام انسان نہیں یہ ایک مشین ہے جس میں جان ڈال دی گئی ہو اور وہ تمام انسانی احساسات و شعور سے یکسر محروم ہو“

یونان کے حکماء اور فلاسفر

یونان کی سرزمین جہاں فلسفہ پیدا ہوا اور جس کی فضاؤں میں پروان چڑھا۔ اس کے نامور فرزندوں کی عظیم کوششوں کے باعث فلسفہ کی روشنی سے نہ صرف یورپ بلکہ ایشیا اور شمالی افریقہ کے دور افتادہ ممالک کے در و دیوار بھی جگمگانے لگے جسے بجا طور پر یہ ناز ہے کہ اس نے سقراط، افلاطون، ارسطو جیسے نابغہ روز گار فلاسفر پیدا کئے لیکن جب ہم دقت نظر سے ان عظیم دانشوروں کی تعلیمات کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتے ہیں تو ان کی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ ہمیں ایسی خرافات بھی ملتے ہیں جنہیں پڑھ کر عقل انسانی کی نارسائی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

ابو نصر فارابی جو یونانی فلسفہ کا بہترین ترجمان اور قابل اعتماد مفسر ہے اس نے اپنے رسالہ میں افلاطون اور ارسطو کی آراء و نظریات میں تضاد دور کرنے کی کوشش کی ہے اس رسالہ کا نام ہے۔

"کتاب الجمع بین رائ الحکیمین" میرے پاس اس کا وہ نسخہ ہے جو مطبع کاتھولیکیا نے بڑی تحقیق اور اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے اس کا مقدمہ لبنان یونیورسٹی کے ڈاکٹر البیر نصری نادر نے لکھا جو وہاں فلسفہ کے پروفیسر ہیں پروفیسر مذکور اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔

"افلاطون سے جب پوچھا گیا کہ ہم اپنے شہر کا نظم و نسق کس طرح چلائیں تاکہ وہ آبادی اور خوشحالی میں بام عروج تک پہنچ جائے اور اس میں عدل و انصاف کے تمام قواعد پر عمل ہو سکے اس کے جواب میں افلاطون کہتا ہے کہ اس کے لئے اس شہر کے باشندوں کو تین طبقوں میں تقسیم کرنا چاہئے حکام، لشکر اور عوام الناس پہلے دو طبقے اس مثالی شہر کے نگہبان ہیں داخلی انتشار اور بیرونی حملوں سے بچانا ان کی ذمہ داری ہے اس لئے ان دو طبقوں کی طرف خصوصی توجہ دی جائے اور ان کی خصوصی تربیت کا اہتمام کیا جائے۔ افلاطون پھر تاکید کرتا ہے کہ ان طبقوں کو ہر قسم کی مالی پریشانیوں سے بچانا حکومت کا فرض ہے اس طرح حکومت پر لازم ہے کہ ان کے دلوں سے خاندانی جذبات کی بیخ کنی کر دے اور انہیں اپنا علیحدہ خاندان بنانے سے قانونی طور پر روک دے حکومت کو خوشگوار اوقات میں ایسے مذہبی تہوار منعقد کرنے چاہئیں جن میں پہنچے ہوئے مرد صحت و جمال میں ہر طرح ممتاز عورتوں کے ساتھ وقتی طور پر رشتہ ازدواج قائم کر سکیں۔ اور اس کا مقصد صرف حکومت کے لئے بہترین بچوں کا پیدا کرنا ہو۔ جب وہ عورتیں بچے جنیں تو ان بچوں کو ان سے لے لیا جائے اور تمام بچوں کو ایک مکان میں رکھا جائے وہ عورتیں آکر انہیں دودھ پلائیں اور کوئی عورت یہ امتیاز نہ کرے کہ یہ کس کا بچہ ہے اور نہ ان کو پہچان سکے۔ اس طرح اس طبقہ میں کوئی مخصوص رشتہ داری نہیں پائی جائے گی وہ سب ایک خاندان کے افراد شمار ہوں گے۔ سب کے ساتھ یکساں نوعیت کی قرابت ہوگی۔

آخر میں افلاطون جیسا فیلسوف کہتا ہے کہ آزادانہ اختلاط کرنے والے مرد اور عورتیں ممتاز صلاحیتوں کے مالک ہوں گے اور ان کی اولاد بھی یقیناً دوسرے لوگوں سے اعلیٰ و برتر ہوگی۔ (۱)

افلاطون جیسے فلسفی کے یہ خیالات پڑھ کر سر چکرانے لگتا ہے کیا یہ وہ شخص ہے جس کی علیت اور حکمت کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بج رہا ہے؟ کیا یہ وہ شخص ہے جسے دنیا حکیم اور فیلسوف کہتی ہے؟ کیا انسانی نفسیات سے اس کی یہ بے خبری کا یہ عالم ہے؟

ذرا آگے بڑھئے! افلاطون کے فلسفہ کے ایک گوشہ سے نقاب اٹھتے وہاں افلاطون، حکیم کی

ا۔ کتاب الجمع۔ صفحہ ۱۸۔ ۱۷

بجائے آپ کو ایک جلاد نظر آئے گا جس کا دل رحمت وشفقت کے جذبات سے یکسر عاری ہے جس کے سامنے عدل وانصاف کی بات کرنا بھی ان الفاظ کی توہین ہے پروفیسر مذکور ہی کے الفاظ میں افلاطون کے اس نظریہ کو ملاحظہ فرمایئے۔

فَاِنْ وُلِدَ لِلشَّعْبِ وَلِلْحُرَاسِ اَطْفَالٌ فِیْ غَیْرِ زَمَنِ الْمُحَدَّدِ اُعْدِمُوْا وَکَذٰلِکَ یُعْدَمُ الطِّفْلُ نَاقِصُ التَّکْوِیْنِ وَالْوَلَدُ فَاسِدُ الْاَخْلَاقِ وَالرَّجُلُ الضَّعِیْفُ عَدِیْمُ النَّفْعِ وَالْمَرِیْضُ الَّذِیْ لَا یُرْجٰی لَہٗ شِفَاءٌ لِاَنَّ الْغَایَۃَ ھِیَ اَنْ یَظَلَّ عَدَدُ السُّکَّانِ فِی الْمُسْتَوَی الَّذِیْ یَکْفُلُ سَعَادَۃَ الْمَدِیْنَۃِ۔

”اگر عوام الناس اور اہل لشکر کے بچوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے اور مقررہ وقت پر وہ پیدا نہ ہوں تو انہیں قتل کر دیا جائے، اسی طرح وہ بچہ جو جسمانی طور پر ناقص ہو، وہ لڑکا جس کے اخلاق بگڑے ہوئے ہوں وہ کمزور مرد جس سے کوئی نفع نہیں، وہ بیمار جس کے تندرست ہونے کی کوئی امید نہیں (ان سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا جائے) کیونکہ مقصد تو یہ ہے کہ اس مثالی شہر کے باشندوں کی تعداد اس سطح سے اوپر نہ ہو جن کی سعادت مندی کی ذمہ داری اٹھائی جا سکتی ہے“۔ (۱)

جو فلسفی بے گناہ بچوں کے قتل۔ بیماروں، لاچاروں اور کمزوروں کو تہ تیغ کرنے کی یوں کھلی اجازت دے رہا ہے اور اپنے مثالی شہر میں عدل وانصاف کے قیام کی اولین بنیاد قرار دیتا ہے اس سے عدل وانصاف کی توقع سادہ لوحی کی انتہا ہے۔

افلاطون کے بعد اس کا شاگرد ارسطو، یونان کے افق پر حکمت وفلسفہ کا آفتاب بن کر طلوع ہوتا ہے اور اپنے استاد کے نظریات کی پرزور تردید کرتا ہے وہ لکھتا ہے

فَقَدْ ظَنَّ اَفْلَاطُوْنُ اَنَّ شُیُوْعِیَۃَ الْاَطْفَالِ تُوَسِّعُ دَائِرَۃَ التَّعَاطُفِ لٰکِنَّھَا فِی الْحَقِیْقَۃِ تُؤَدِّیْ اِلٰی اِنْتِفَاءِ الْمَحَبَّۃِ وَالْاِحْتِرَامِ لِاَنَّ الطِّفْلَ الَّذِیْ ھُوَ ابْنُ الْجَمِیْعِ لَیْسَ اِبْنَ اَحَدٍ۔

۱۔ کتاب الجمع۔ صفحہ ۱۸

"افلاطون نے بچوں کو ان کے والدین سے منسوب کرنے کی مخالفت کی ہے اور انہیں مشترکہ ماں باپ کی اولاد قرار دیا ہے اس کا خیال ہے کہ اس طرح باہمی محبت و پیار کا دائرہ وسیع ہو گا در حقیقت یہ سراپا افتراء و بہتان ہے اس طرح تو محبت و احترام کے سارے جذبات نیست و نابود ہوں گے کیونکہ جو بچہ سب کا ہوتا ہے وہ کسی کا بھی نہیں ہوتا"۔

(۱)

ارسطو کے اپنے جذبات بھی کم تعجب انگیز نہیں وہ اپنی کتاب "السیاست" میں نوع انسانی کی یوں تقسیم کرتا ہے وہ لکھتا ہے

"بعض لوگ ایسے ہیں جو طبعاً احرار (آزاد) ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو طبعاً غلام ہوتے ہیں شمالی یورپ کے لوگ بہادر ضرور ہیں لیکن ذہانت اور سیاسی سوجھ بوجھ سے بےبہرہ ہیں مشرقی ممالک کے لوگ ذکی اور ماہر تو ہیں لیکن ان میں شجاعت کا جوہر مفقود ہے لیکن یونانی (ارسطو کی اپنی قوم) ان دونوں خصوصیتوں کے مالک ہیں یہ بہادر بھی ہیں اور ذکی و فطین بھی اس کے بعد ارسطو یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے

اِذًا فَالْیُونَانِیُّ سَیِّدٌ حُرٌّ وَالْاَجْنَبِیُّ عَبْدٌ لَّهٗ وَلَایَسْتَعْبِدُ الْیُونَانِیُّ اَخَاهُ بِاَیِّ حَالٍ هٰذِهٖ فِکْرَةُ الشَّعْبِ الْمُخْتَارِ ظَنَّهَا اَرِسْطُوا اَوَّلِیَّةً کُلِّیَّةً ضَرُوْرِیَّةً۔

"یعنی مندرجہ بالا تشریح سے یہ ثابت ہو گیا کہ اہل یونان سردار ہیں، آزاد ہیں اور باقی سب ملکوں کے باشندے ان کے غلام ہیں کوئی یونانی اپنے یونانی بھائی کو غلام نہیں بنا سکتا یہی وہ شعب مختار (برگزیدہ قوم) کا نظریہ ہے جسے ارسطو اولین ضرورت قرار دیتا ہے جس کی قابلیت مسلم ہے"۔

(۲)

جب ارسطو کے نزدیک سب یونانی سردار ہیں۔ آزاد ہیں اور باقی ساری قومیں ان کی غلام ہیں تو انسانی مساوات کا تصور کہاں سے آئے گا۔ مالک اور غلام میں آزاد اور اسیر میں عدل و انصاف کا بر قرار رکھنا کیونکر ممکن ہو سکتا ہے اپنی قومی برتری کا یہ جنون مختلف طالع آزماؤں کو

۱۔ کتاب الجمع۔ صفحہ ۳۸

۲۔ کتاب الجمع۔ صفحہ ۳۹

مختلف اوقات میں برانگیختہ کرتا رہا اور وہ اپنی سیادت و برتری کا سکہ جمانے کے خبط میں انسانیت کو مصیبتوں اور ہلاکتوں کے شعلوں میں جھونکتے رہے۔ ہٹلر کے دماغ میں جرمن قوم کی برتری کا خبط سمایا ہوا تھا جس کے باعث اس نے ساری دنیا کو دوسری عالمگیر جنگ میں جھونک دیا اموال واملاک کے نقصان کا تو اندازہ ہی نہیں لگایا جاسکتا مرنے والوں کی تعداد کروڑوں سے زیادہ ہے صرف روس کے پچھتر لاکھ افراد ہلاک ہوئے اور ساڑھے اٹھائیس لاکھ جرمن لقمہ اجل بنے کسی قوم کی برتری کا نظریہ جو ارسطو نے بڑی فلسفیانہ آب و تاب سے پیش کیا اب تک سینکڑوں فتنوں کا باعث بنا معلوم نہیں کتنے سرپھرے اسی قومی عصبیت اور برتری کا علم بلند کر کے انسانیت کو مصائب و آلام کے جہنم میں جھونکتے رہیں گے۔ یہ تو ہوا ارسطو کا سیاسی نظریہ اب ذرا قانون کے بارے میں اس کی رائے ملاحظہ کریں۔ ارسطو کی مشہور کتاب "السیاستہ" کا ترجمہ پروفیسر احمد لطفی السید نے عربی میں کیا ہے جو مصر میں شائع ہوا اس کے آٹھویں باب میں ارسطو لکھتا ہے۔

اِنَّ الْقَانُوْنَ لَا یَنْبَغِیْ ضرورۃ اَنْ یُطَبَّقَ اِلَّا عَلٰی افراد مُتَسَاوِیْنَ بِالْمَوْلَدِ وبالملکاتِ غَیْرَ اَنَّ الْقَانُوْنَ لَمْ یُشَرَّعْ قَطُّ لِهٰؤُلَاءِ النَّاسِ الْاَفْذَاذِ اِنَّهُمْ هُمْ اَنْفُسُهُمْ الْقَانُوْنُ وَمِنَ السُّخْرِیَةِ اَنْ یُحَاوَل اِخْضَاعُهُمْ لِلدَّسْتُوْرِ

"یعنی قانون تمام اہل ملک کے لئے یکساں نہیں ہوتا بلکہ اس کا مساویانہ انطباق صرف ان افراد پر ہوگا جو نسب اور قابلیت کے لحاظ سے مساوی ہیں رہا حکمران طبقہ تو ان لوگوں کے لئے قانون نہیں بنایا جاتا بلکہ یہ لوگ بذات خود قانون ہیں اور یہ کھلا مذاق ہے کہ ان اکابر کو دستور کی پابندی پر مجبور کیا جائے"۔ (۱)

ارسطو نے اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کے لئے ایک حکایت بیان کی ہے کہ خرگوشوں کا ایک جلسہ عام ہوا جس میں ایک قرار داد منظور کی گئی کہ تمام حیوانات میں مساوات کا قاعدہ جاری ہونا چاہئے۔ جب شیروں نے یہ ریزولیشن سنا تو انہوں نے کہا کہ پہلے ہمارے جیسے طاقت ور پنجے اور تیز دانت لاؤ پھر ہمارے ساتھ مساوات کا مطالبہ کرو۔

انسانی مساوات کے نظریہ کے ساتھ اس سے بڑا مذاق اور کیا ہو سکتا ہے اور جب یہ مذاق

۱۔ السیاستہ صفحہ ۲۱۷

کرنے والا ارسطو ہو تو اس مذاق کی سنگینی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۲۳۴ پر ارسطو امراء طبقہ کے تفوق کو قانونی تحفظ دیتا ہے اس کی عبارت سنیئے۔

فَلَيْسَ مِنَ الْعَدْلِ قَتْلُ مِثْلِ هٰذَا السَّرِيِّ وَلَا اِهْدَارُ حَقِّهٖ
بِالتَّغْرِيْبِ وَلَا اِخْضَاعِهٖ لِمُسْتَوَى الْعَامَّةِ۔

"یہ عدل کے خلاف ہے کہ ایسے سردار کو کسی عامی کے بدلے میں قتل کیا جائے یا اسے جلاوطن کر دیا جائے اور اسے عام لوگوں کی سطح پر اترنے پر مجبور کیا جائے"۔ (۱)

اہل یونان کے ان حالات کا تعلق زمانہ قبل مسیح سے ہے اور ہمارے پیش نظر صرف اس عہد کے مذہبی، تمدنی اور سیاسی حالات پر بحث کرنا ہے جو کہ عہد رسالت مصطفویہ کے قریب تھے اس لئے ہم نے اہل یونان کے حالات کو بڑے اختصار سے تحریر کیا ہے۔ اور مقصد یہ ہے کہ رومیوں کے حالات کا ان کے پیشروؤں کے حالات کے تناظر میں مطالعہ کیا جائے۔

۱۔ السیاسۃ صفحہ ۲۳۴

سلطنت روم

مملکت رومه

سلطنت روما

روما کے محل وقوع نے اس کی اہمیت میں بڑا اضافہ کر دیا تھا، یہ شہر سات پہاڑیوں کے اس مقام پر آباد ہوا تھا جہاں دریائے ٹائبر پر پل بنایا گیا تھا طبعی طور پر دفاعی نقطہ نظر سے بہت مستحکم تھا اس میں بآسانی قلعہ بندیاں کی جاسکتی تھیں اور دشمن کی بڑی سے بڑی حملہ آور فوج سے اس کی حفاظت کا فریضہ بآسانی انجام دیا جاسکتا تھا۔ یہ اٹلی کے وسط میں اس کے مغربی ساحل سے تقریباً پندرہ میل کے فاصلہ پر تھا۔

اٹلی۔ آب وہوا اور زمین کے اعتبار سے بحیثیت عمومی بحیرہ روم کے اوصاف وخصائص کا مرقع ہے۔ اٹلی کے زرعی میدان اگرچہ بہت زیادہ وسیع نہیں ہیں تاہم یونان کے مقابلہ میں ان کا رقبہ بہت زیادہ ہے اور زمین بڑی زرخیز ہے۔ ابتداء میں بیرونی حکمران جزیرہ نما اٹلی پر حکمرانی کرتے تھے لیکن لاطینی قبیلے ان اجنبی حکمرانوں سے سخت نفرت کرتے تھے اور اس موقع کی تلاش میں تھے کہ وہ ان کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں چنانچہ ۵۰۹ ق م میں رومیوں نے آخری بیرونی بادشاہ مغرور ٹارکیون (TARQUIN THE PROUD) کی حکومت کا تختہ الٹ دیا اور اس کو نکال باہر کیا اس وقت سے ان کی آزادی کا دور شروع ہوا۔

جمہوریت کے ابتدائی سالوں میں روما کے تمام شہریوں کے لئے لازمی تھا کہ وہ فوجی خدمات انجام دیں روما کے جمہوری حکمرانوں نے فوج میں فولادی نظم ونسق برقرار رکھا دوسری صدی قبل مسیح کا ایک یونانی مورخ پولی بئیس (POLY BIUS) لکھتا ہے۔

"ان رومی سپاہیوں میں سے پہرے کی حالت میں جو سپاہی سو جاتے ان کے خلاف کارروائی کے لئے فوجی عدالت کا اجلاس طلب کر لیا جاتا اور جو سپاہی مجرم ثابت ہوتا اس پر سنگ باری کر کے اسے وہیں ختم کر دیا جاتا اور جو کسی وجہ سے زندہ بچ جاتے ان کو گھروں میں واپس آنے کی اجازت نہ تھی اور خاندان کا کوئی فرد حکومت کے خوف سے انہیں اپنے ہاں ٹھہرانے کی

جرات ہی نہیں کر سکتا تھا رومی فوج میں رات کے وقت چوکیداری کے تقاضے بڑے اہتمام سے پورے کئے جاتے "

یہی مورخ لکھتا ہے

کہ رومی فوج کی کامیابیاں کشادہ دلانہ انعام و اکرام اور وحشیانہ سزاؤں پر موقوف تھیں۔

یہ جمہوری مملکت آہستہ آہستہ ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ برطانیہ سے مصر تک ماریطانیا سے آرمینیا تک رومیوں کی سلطانی کا پرچم لہرانے لگا اور اس وسیع و عریض مملکت کے باشندے اس بات پر بڑا فخر کرتے تھے کہ وہ رومی شہری ہیں۔

ابتدائی رومی جمہوریت کی حکومت، حکومت عدیدہ تھی (OLIGARCHY ، اولی گارچی) کیونکہ امراء کا ایک چھوٹا سا طبقہ تمام کلیدی سرکاری عہدوں پر مسلط تھا عوامی نمائندوں کو طبقہ امراء کی اجارہ داری پسند نہ آئی چنانچہ انہوں نے بہت جلد اپنے حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا رومیوں نے عملی مصلحت اندیشی کے پیش نظر عوامی نمائندوں کے مطالبات کو تسلیم کر لیا۔ اور نظام حکومت میں ترمیم کر دی گئی۔ عوامی نمائندوں کو یہ شکایت تھی کہ سلطنت کا قانون تحریری طور پر مدون نہیں اس لئے وہ اپنے حقوق کا پورا تحفظ نہیں کر سکتے۔ اس شکایت کے پیش نظر ایک خاص کمیشن مقرر کر دیا گیا جس نے پہلی مرتبہ ۴۴۹ ق م میں رومی قانون کو تحریری شکل میں مرتب کیا۔ اسے بارہ تختیاں کہتے تھے کیونکہ یہ لکڑی کی بارہ تختیوں پر کندہ کرایا گیا تھا اس طرح ہر شخص ان تختیوں کا مطالعہ کر کے اپنے قانونی حقوق معلوم کر سکتا تھا۔

رومی سلطنت کی وسعت کے بارے میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں مرور وقت کے ساتھ طرح طرح کی انتظامی اور عمرانی خرابیاں رونما ہونے لگیں جس سے امن و امان کی صورت حال بگڑتی چلی گئی اور ہر سالار فوج جو کسی علاقہ کو فتح کر تا وہ بے اندازاختیارات کا مالک بن جاتا اور من مانی کرنے سے باز نہ آتا۔ ظاہری طور پر اگرچہ جمہوری حکومت اپنے تمام اداروں کے ساتھ قائم تھی لیکن اس کے ادارے رفتہ رفتہ بے اثر ہوتے چلے گئے اور ان میں نہ یہ قوت رہی کہ بیرونی حملہ آوروں کی یلغار کے سامنے بند باندھ سکیں اور نہ ان میں یہ صلاحیت رہی کہ وہ اندرون ملک بے چینی کی اٹھنے والی لہروں کو قابو میں لاسکیں چنانچہ دن بدن حالات سنگین سے سنگین تر ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک سپہ سالار ماریس جس نے شمالی افریقہ اور " گال " کی مہموں میں (۱۱۲ ق م - ۱۰۱ ق م) فوجی شہرت حاصل کر لی تھی ۱۰۸ ق م میں قونصل منتخب ہوا اور اپنی غیر

قانونی سرگرمیوں کے باعث جمہوریت کو مطلق العنانی کے راستہ پر چلانا شروع کر دیا اس کے بعد "سُلا" ماریس کی وفات ۸۶ ق م اور متھری دائز پر فتح ۸۴ ق م کے بعد ڈکٹیٹر بن گیا اور ماریس کے حامیوں کو اس نے کچل کر رکھ دیا۔ اگرچہ اس کے عہدہ کی مدت صرف چھ ماہ تھی مگر وہ چار سال تک اسی عہدہ پر فائز رہا۔ اس زمانہ میں سینٹ موجود تھا لیکن رومہ پر حکمرانی سُلا اپنی فوج کی مدد سے کر رہا تھا۔

نئے طالع آزماؤں میں سب سے پیش پیش جولیس سیزر تھا۔ جو رومی سرداروں میں نہایت قابل تھا لیکن پرلے درجہ کا حریص تھا۔ اس نے اپنی وسیع فتوحات سے (۵۸ ق م - ۵۰ ق م) میں فوجی شہرت حاصل کر لی اور اپنے کارناموں کو خوب پھیلایا۔ آخر کار اس نے ۴۹ ق م میں رومہ پر حکمرانی کے لئے اپنی جان کی بازی لگا دی۔ اور اس نے سینٹ کے احکام کو نظر انداز کر دیا اور تربیت یافتہ سپاہیوں کی فوج لے کر پومپی کو شکست دینے کے لئے چلا جو سیزر کا داماد اور سابقہ حلیف تھا۔ سیزر اٹلی سے ہسپانیہ۔ وہاں سے یونان مقدونیہ اور وہاں سے مصر گیا مصر پہنچنے پر اسے معلوم ہوا کہ پومپی قتل ہو چکا ہے مصر کی نوجوان ملکہ کلیوپٹرا نے سیزر سے مدد کی التجائیں کیں تاکہ اس کا متزلزل تخت بحال رہے سیزر کو کلیوپٹرا سے محبت ہو گئی اور اس کے بطن سے ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تاہم وہ اپنے اصل نصب العین کو زیادہ عرصہ تک فراموش نہ رکھ سکا۔

آخری مخالف گروہ کو اس نے ہسپانیہ میں شکست دی اس وقت سے سیزر اپنی مرضی کے مطابق تنہا حکومت کا کاروبار چلاتا رہا۔ سیزر کی حکمرانی میں یونانی استبداد اور مشرقی مطلق العنانی کے خصائص جمع ہو گئے تھے یونانی آمروں کی مانند سیزر کو عوام کی حمایت حاصل تھی جو بدنظمی سے تنگ آئے ہوئے تھے اس کی بعض پالیسیاں بڑی دانشمندانہ اور تعمیری تھیں اس نے قدیم اور غلط تقویم کی جگہ ۳۶۵ دن کا نیا سال جاری کیا جس میں ہر چوتھے سال ایک دن کا اضافہ کر دیا جاتا ہے اس نے اٹلی کے مزید شہروں کو حقوق خود اختیاری عطا کر دیئے اس طرح رومی شہریت کی توسیع کو بامعنی بنادیا مرکز کے بعض اختیارات صوبوں کو منتقل کر دیئے جن کی اشد ضرورت تھی ان اچھی باتوں کے برعکس سیزر نے جمہوریت کے تمام اداروں کو معطل کر دیا اور قونصل، عوام کے ٹریبون ڈکٹیٹر اور اعلیٰ مذہبی پیشوا چاروں کے اختیارات سنبھال لئے سینٹ کو مجبور کر دیا کہ اس کی پیش کردہ تجاویز کو بحث و تمحیص کے بغیر منظور کر لے۔ ساتھ ہی یہ بھی اہتمام کیا کہ رعایا سکندر اعظم اور مصری بطلیموسیوں کی طرح خود اس کی بھی پرستش کرے دشمنوں نے سیزر کو

سینٹ میں قتل کر دیا آکٹیوین (OCTAVIAN) جو اس کی بھانجی کا بیٹا تھا اس کا جانشین بنا۔ اور اس کے نقش قدم پر چلنا شروع کر دیا اس نے اپنے پندرہ سالہ دور حکومت میں دشمنوں کو عبرتناک شکستیں دیں۔ اس کا سب سے بڑا اور آخری حریف اینٹونی (MARK ANTONI) تھا جو اس کی بہن آکٹیویا کا شوہر بھی تھا۔ وہ مصر چلا آیا تاکہ مصر کی ملکہ کلیوپٹرا سے مدد طلب کرے۔ لیکن وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ اس عشق بازی نے اسے قابل سپہ سالاری کی صفات سے بھی محروم کر دیا نیز اپنے اہل وطن کی نگاہوں میں اس کی جو قدر و منزلت تھی وہ بھی جاتی رہی۔ وہ اب روما کا جری جرنیل نہیں رہا تھا بلکہ مصر کی ملکہ کا خاوند بن کر رہ گیا تھا۔ چنانچہ اس کے ہم وطن رومی اس سے بیزار ہو کر اس کے حریف آکٹیوین سے جا ملے۔ ۳۰ ق م میں اس نے اینٹونی کو شکست دی۔ اس صدمہ کی تاب نہ لاتے ہوئے اینٹونی اور کلیوپٹرا دونوں نے خودکشی کر لی۔ (۱)

مصر کو بھی رومی مملکت میں شامل کر لیا اس طرح آکٹیوین نے رومہ میں اقتدار کامل حاصل کر لیا جمہوریت نے جو مدت سے بستر مرگ پر ایڑیاں رگڑ رہی تھی دم توڑ دیا۔۔۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ جمہوری اوضاع قائم رہیں مگر اپنے اختیارات بڑھا کر حکومت کا اقتدار مستحکم کر لیا جائے وہ اپنے آپ کو رومی جمہوریت کا بحال کنندہ کہتا تھا۔

جمہوریت پرستی کا کردار قائم رکھنے کے لئے وہ ہر نمائش سے احتراز کرتا ایک سادہ سے مکان میں رہائش پذیر رہا۔ اس کے بچے بھی عام لوگوں کے بچوں کی طرح گھریلو کام کاج سیکھتے سرکاری دعوتوں میں بھی اعتدال کو ملحوظ رکھتا وہ اپنے آپ کو شہنشاہ معظم یا سیزر کی طرح دیوتا کا بیٹا کہلانے کے بجائے جمہوریت کا پہلا شہری کہلانا پسند کرتا تھا آخرا سے آگسٹس کے لقب سے ملقب کیا گیا یعنی محترم معظم۔ اور تاریخ میں اسی لقب سے پہچانا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ بادشاہوں کی پرستش شروع ہو گئی رعایا کے مختلف گروہ آگسٹس کو دیوتا کی طرح پوجنے لگے۔ مشرقی ممالک میں لوگ اپنے بادشاہوں اور شہنشاہوں کی پرستش کیا کرتے تھے یہاں بھی ان کی نقل کرتے ہوئے بادشاہوں کی پوجا شروع ہو گئی اور اسے حب الوطنی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ (۲)

اس کے بعد شہنشاہی کا سلسلہ شروع ہوا اور آخر دم تک بادشاہی نظام جاری رہا۔ اس عرصہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ظہور ہوا آپ کی حیات طیبہ میں یہودیوں نے آپ پر اور آپ کی

۱۔ تاریخ تہذیب خلاصہ صفحہ ۱۳۸ تا ۱۴۱ جلد اول

۲۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۴۵ جلد اول

والدہ ماجدہ پربڑے سوقیانہ الزامات عائد کئے اور آپ کی نبوت و رسالت کی مخالفت میں اپنے تمام وسائل اور اثر و رسوخ استعمال کرتے رہے آپ کی زندگی میں صرف بارہ آدمی آپ پر ایمان لائے جن کو حواری کہا جاتا ہے۔ آپ کالایا ہوا نیا دین، آپ کے آسمان پر اٹھالئے جانے کے بعد پہلی دو نسلوں میں آہستہ آہستہ پوری رومی سلطنت کے اندر پھیل گیا پہلی صدی گزرنے کے بعد مسیحیت کا بیج سلطنت کے ان تمام حصوں میں بو یا جا چکا تھا۔

چوتھی صدی کے اوائل میں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہو گئی کہ اس وقت کے شہنشاہ گیلیرئس نے ۳۱۱ عیسوی میں رواداری کا سرکاری فرمان جاری کیا اور اس وقت اس پر اپنے دستخط ثبت کئے جب وہ بستر مرگ پر داعی اجل کو لبیک کہنے کا منتظر تھا۔ اس کے بعد قسطنطین نے ۳۱۳ عیسوی میں میلان کے فرمان شاہی کے ذریعہ مذہبی آزادی کا اعلان کیا۔ ۳۲۵ ءمیں مسیحیت کے مذہبی راہنماؤں کی ایک مجلس شہنشاہ نے اپنی سرپرستی میں نیقیہ کے مقام پر منعقد کی۔ قسطنطین کی موت کے وقت کلیسا اس درجہ پر پہنچ چکا تھا کہ رومی سلطنت کا سرکاری مذہب بن سکے قسطنطین نے بھی بپتسمہ لیا اور اپنے عیسائی ہونے کا اعلان کر دیا۔

رومہ کا مذہب

ابتدائی دور کے رومی قدیم مذہب پر کار بند تھے ایک چھوٹی سی شہری ریاست کے لئے۔ جس میں کسان بستے تھے وہ قدیم مذہب بالکل طبعی تھا۔ وہ ان روحوں کی پرستش کرتے تھے جو گھروں۔ چشموں۔ کھیتوں اور مضافات کے دوسرے مقاموں میں کارفرما تھیں سادہ لوح کسانوں کو طلسمی باتوں پر بڑا اعتقاد تھا۔

جب یونان کبیر (رومہ) اور باقی یونانی دنیا کا الحاق عمل میں آیا تو جمہوریت کے آخری دور کے رومیوں نے کوہ اولمپس کے دیوتاؤں کو اپنا معبود بنا لیا البتہ ان دیوتاؤں اور دیویوں کے نام مقامی ہی رکھے مثلاً یونانیوں کے زیوس کا نام رومیوں نے جو پیٹر(۱) اور یونانی ہیرا (زیوس کی بیوی) کا نام رومیوں نے جونو رکھ دیا اسی طرح پوسیڈن، نیپچیون (۲) ریرس، مارس (۳) ہٹااسٹس، ولکن (۴) ایفروڈائٹ، وینس (زہرا) ہتھینا، منروا (۵) کہلانے لگے۔ (۱) مذہبی رسوم جو یونان میں اولمپائی کھیلوں اور ایتھنز کے ڈرامائی جشنوں کی صورت میں بڑی دھوم دھام سے منائی جاتی تھیں روم میں ان مذہبی رسومات کا کوئی دستور نہ تھا۔ رومیوں کو عبادات میں زیادہ حصہ لینے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ دیوتاؤں کو مقررہ مقامات پر پہنچانے کی ذمہ داری حکومت نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی اور دیوتاؤں کے بارے میں جو مذہبی رسومات تھیں وہ پروہتوں کی ایک جماعت ادا کرتی تھی جن کا رئیس خود بادشاہ ہوتا تھا۔ سیزر نے جس طرح پہلے بتایا جا چکا ہے اپنی رعایا کو اپنی

۱۔ جوپیٹر (مشتری) جونو (JUNO)

۲۔ (NEPTUNE): سمندر کا دیوتا زحل

۳۔ (MARS): جنگ کا دیوتا مریخ

۴۔ (VULCAN): آگ کا رومی دیوتا

۵۔ (MINERVA): علم کی دیوی

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۵۴ جلد اول

پرستش کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ اور یہ ان کے باطل معبودوں میں ایک نئے فانی معبود کا اضافہ تھا وہ حیات بعد الموت پر بھی ایمان نہیں رکھتے تھے
"لوکریشس" ایک قدیم رومی شاعر کہتا ہے کہ انسان کو موت سے نہیں ڈرنا چاہئے نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ موت کے بعد تکلیف واذیت کا کوئی امکان ہے اس کے نزدیک انسانی جسم اور انسانی روح کائنات کی دوسری چیزوں کی طرح عناصر کے وقتی اور عارضی اجتماع کا نتیجہ ہے جب موت آتی ہے ذرات الگ الگ ہو کر بکھر جاتے ہیں جسم وروح بھی الگ الگ ہو جاتے ہیں موت ایک ایسی نیند سے مشابہ ہے جو نہ کبھی ختم ہو گی اور نہ اس میں کوئی خواب نظر آئے گا۔ (۱)

معبودان باطل کی پرستش کا یہ عقیدہ صدیوں جاری رہا۔

یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت ہوئی آپ کی آمد کے باعث آپ کی زبان پاک سے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا عقیدہ سنا۔ اگرچہ فلسطین اور شام وغیرہ کا علاقہ قیصر روم کے زیر نگیں تھا لیکن مذہبی طور پر یہودیوں کا بڑا اثر و نفوذ تھا۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کو اپنے لئے ایک خطرہ تصور کیا اور آپ کی مخالفت میں سر دھڑکی بازی لگادی ہر بیہودہ الزام آپ پر لگایا۔ ہر تہمت آپ کی طرف منسوب کی اور بیت المقدس کے رومی گورنر پیلاطس کو دھمکیاں دیں کہ اگر تم نے اس شخص کا چراغ زیست بجھا نہ دیا تو تمہارے خلاف علم بغاوت بلند کر دیں گے۔ اس طوفانی مخالفت کے باعث زیادہ لوگ آپ سے فیضیاب نہ ہو سکے صرف بارہ خوش نصیبوں کو آپ پر ایمان لانے کی سعادت نصیب ہوئی جنہیں حواری کہا جاتا ہے آپ کے رفع الی السماء کے بعد حواریوں نے آپ کے دین کی تبلیغ کا فریضہ بڑی سرگرمی سے ادا کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد بھی جو لوگ عیسائیت کو قبول کرتے ان کے خلاف نفرت اور غصہ کا طوفان اٹھ کھڑا ہوتا تعذیب واذیت رسانی کا پہلا واقعہ جو سب سے زیادہ مشہور ہے ۶۴ عیسوی میں شہنشاہ نیرو کے ماتحت پیش آیا۔ ٹیسی ٹس اعلیٰ درجہ کا مورخ ہے وہ کہتا ہے کہ نیرو نے رومہ کی تباہی خیز آتش زدگیوں کا الزام مسیحیوں پر عائد کرنے کی دانستہ کوشش کی عام افواہ یہ تھی کہ آگ بے لگام بادشاہ نے خود حکم دے کر لگوائی ہے اس مورخ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ مہذب وشائستہ بت پرست، نئے فرقے کے متعلق کیا

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۵۶ جلد اول

سمجھتے تھے۔

"لہٰذا افواہ کی روک تھام کے لئے نیرو نے نئے مجرم تلاش کئے اور انہیں انتہائی بے دردی سے سزائیں دیں یہ ایسے آدمیوں کی ایک جماعت تھی۔ جن کی برائیوں سے لوگ متنفر تھے اور انہیں مسیحی کہا جاتا تھا۔ مسیح نے جو اس فرقہ کا بانی تھا ٹائبیرلیس کے عہد حکومت میں موت کی سزا پائی تھی۔ اور یہ مذموم اتہام طرازی یعنی مسیحیت تھوڑی دیر کے لئے رک گئی تھی کچھ مدت بعد پھر پھوٹی اور یہودیہ ہی میں نہیں جو بیماری کا گھر تھا بلکہ دارالحکومت تک پہنچ گئی پہلے وہ آدمی گرفتار کئے گئے جو اس مذہب کا برملا اعتراف کرتے تھے پھر ان کی نشاندہی پر ایک کثیر تعداد کو گرفتار کر لیا گیا ان کے خلاف غصہ آگ لگانے کی بنا پر نہ تھا بلکہ اس لئے تھا کہ لوگوں کو ان سے نفرت تھی ان کے خاتمہ تک لوگ ان کا مذاق اڑاتے رہے پہلے ان پر درندے چھوڑے گئے۔ پھر کتوں سے پھڑوایا گیا۔ یا انہیں صلیبوں سے باندھ دیا گیا جب سورج غروب ہوا تو صلیبوں کو آگ لگا دی گئی تا کہ رات کے وقت چراغوں کا کام دے سکیں۔ (۱)

جو لوگ مسیحی عقائد اختیار کرتے تھے ان کے خلاف ایذا رسانی اور تعذیب کا سلسلہ کئی صدیوں تک جاری رہا لیکن آخر کار اس مذہب نے تمام رومن سلطنت میں اپنی فتح کا پرچم لہرا دیا اس کے بعد بھی یہ کوششیں جاری رہیں کہ اس سلطنت کی سابقہ بت پرستانہ حیثیت کو بحال کیا جائے آخری بڑی کوشش بادشاہ جولین نے ۳۶۱ تا ۳۶۳ میں کی جو رومیوں کے حکمران طبقے کی روایات سے گہری وابستگی رکھتا تھا اسے واقعی یقین تھا کہ مسیحی لوگ یونانی اور رومی ثقافت کی شائستگیوں کے خلاف مشرق کی ایک گھٹیا اوہام طرازی مسلط کر دینے کی فکر میں ہیں یہ شائستگیاں بڑی محنت ومشقت سے حاصل کی گئی تھیں لیکن یہ صرف دو سال بادشاہ رہنے کے بعد انتقال کر گیا اس طرح مسیحیت نے بہت جلد سابقہ حیثیت حاصل کر لی۔

گبن نے ان وجوہات کی نشاندہی کی ہے جن کے باعث مسیحیت کو یہ شاندار فتح نصیب ہوئی ان میں سے چند وجوہات درج ذیل ہیں۔

۱ یہودیوں میں اپنے مذہب کے لئے انتہائی جوش وانہماک پایا جاتا تھا لیکن ان کی تنگ نظری

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۸۲ جلد اول

کے باعث غیر یہودی موسیٰ علیہ السلام کے قانون سے متنفر ہوتے گئے عیسائیوں نے یہودیوں کے مذہبی جوش وخروش کو تواپنایا لیکن ان کی تنگ نظری سے اپنے آپ کو بچایا اس طرح دوسرے لوگوں کے لئے مسیحیت میں داخل ہونے کا دروازہ کھول دیا۔

۲ آئندہ زندگی کا عقیدہ جسے اس طرح بنا سنوار کر پیش کیا گیا کہ اس میں مزید وزن اور اثر پیدا ہو گیا۔

۳ وہ معجزنما قوتیں جو کلیسا کے ابتدائی دور سے منسوب تھیں۔

۴ مسیحیوں کے پاک اور راہبانہ اخلاق

۵ مسیحی جمہوریت کا اتحاد اور نظم (۱)

کرین برنٹن اپنی مشہور کتاب تاریخ تہذیب میں اعتراف کرتا ہے کہ مسیحیت صرف اس لئے کامیاب نہ ہوئی کہ اس نے بت پرست مذاہب کی خرابیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا بلکہ اس کی کامیابی کی وجہ یہ بھی تھی کہ اس میں بت پرستی کی بہت سی چیزیں شامل کر لی گئی تھیں۔ اس نئے مذہب میں قدیم تر مذاہب کے اصول واعمال مستعار لینے اور اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت موجود تھی مثلاً مسیحیوں نے حیات جاودانی اور قیامت کے بارے میں جو تصورات پیش کئے ان کا مصریوں، یونانیوں اور یہودیوں کے تصورات سے گہرا تعلق تھا۔ (۲)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں رومن کیتھولک کے عنوان کے نیچے مجسموں کی عبادت کے موضوع پر اظہار خیال کرتے ہوئے مقالہ نگار نے بڑے واضح الفاظ میں اس بات کی تصدیق کی ہے وہ لکھتا ہے۔

"یونانیوں کے لئے مسیحیت میں کوئی نرالا پن نہ تھا بلکہ وہ یونانیوں کی بت پرستی کے تسلسل کا دوسرا نام تھا یہ کہا جاسکتا ہے کہ پرانے معبود اور ہیرو جو پہلے ان کے شہروں کی حفاظت کیا کرتے تھے اب بھی وہ ان کے نگہبان اور پاسبان تھے لیکن ان کی شکل وصورت بدل گئی تھی اب دیوی دیوتاؤں کی

۱۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۸۷ جلد اول

۲۔ تاریخ تہذیب صفحہ ۱۸۸ جلد اول

جگہ خدا رسیدہ بزرگوں اور فرشتوں نے لے لی تھی اور یہ ان کے لئے اس قسم کے عجائبات کا اظہار کیا کرتے۔ کافرانہ بت پرستی کی جگہ اب عیسائیت کے مجسموں کی عبادت نے لے لی تھی۔ جسے ایشیائے کوچک وغیرہ کے عیسائی سراپا بت پرستی کہتے تھے"

"شاہ لیو سوم نے فرمان جاری کیا کہ مجسموں اور تصویروں کی تعظیم ترک کر دی جائے لیکن اس فرمان کے باعث دارالحکومت میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور یونان میں ایک انقلاب برپا ہو گیا پادری اس فرمان کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہے اور اس بات کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا کہ ان مقدس تصویروں کی تصویر سازی میں ان کی روزی کے اسباب مضمر تھے۔

"شاہ لیو کے بعد اس کے بیٹے کنسٹنٹائن پنجم نے اپنے باپ کی بت شکنی کی پالیسی کو زور شور سے جاری رکھا اور راہبوں کی شدید مخالفت کا دلیری سے مقابلہ کیا اس کے عہد میں ایک جنرل قونصل ۷۵۳ء میں منعقد ہوئی جس میں مجسموں کی پرستش پر نفرت و حقارت کا اظہار کیا گیا لیکن یہ تحریک اس وقت ناکامی کا شکار ہو گئی جب کنسٹنٹائن ششم کی والدہ نے مجسمہ پرستی کی اجازت از سر نو دے دی یہ سلسلہ جاری رہا۔ لیکن آخری فتح مجسموں کے پرستاروں کو ہوئی جب تھیوڈر نے ۸۴۳ء میں مجسمہ پرستی کی تائید میں فرمان جاری کیا۔" (۱)

اگرچہ عیسائیت نے چوتھی صدی کی ابتداء میں رومی سلطنت کے آئینی مذہب کی حیثیت حاصل کر لی تھی اور اس کے پیروکاروں پر جبر و تشدد اور بت پرستانہ مذاہب سے مقابلہ کا دور ختم ہو گیا لیکن خود مسیحیت کے اندر مختلف عقائد و رسوم کے بارے میں طویل اور تشویش ناک کشمکش شروع ہو گئی۔

شاہ قسطنطین کے عہد میں دو بڑی دور رس تبدیلیاں رونما ہوئیں پہلی یہ کہ اس نے بت پرستی کو چھوڑ کر عیسائیت کو قبول کیا۔ اس سے پہلے روم کے بادشاہوں کی پرستش کی جاتی تھی اس نے اس باطل رسم کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا صفحہ ۴۳۹ - ۴۳۸ جلد ۱۹

دوسرا واقعہ جو بڑے دور رس نتائج کا باعث بنا اور اس کے عہد میں وقوع پذیر ہوا وہ یہ تھا کہ اس نے بیزنطین کو روما کی سلطنت کا دوسرا دارالحکومت بنایا اور اس کو روم ثانی کی حیثیت دے دی یہاں ہی قسطنطنیہ کا شہر آباد کیا گیا جو بعد میں رومی حکومت کا مرکز بنا اس شہر کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ روز اول سے یہ شہر مسیحی تھا۔ اور یونانی ثقافت کا مرکز تھا۔ اسے کبھی بھی بت پرستانہ حکومت کا مرکز نہیں بنایا گیا۔ قسطنطین نے کلیسا کو ریاست کا ایک شعبہ بنایا اور اسے اپنے شاہانہ کنٹرول میں رکھا۔ جب کبھی کسی بادشاہ نے کافرانہ اور بت پرستانہ عقائد کو فروغ دینا چاہا عیسائیت کے پیروکار اس کی مزاحمت کے لئے فوراً میدان میں نکل آئے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار ان نظریاتی تنازعات کا ذکر کرتا ہے جو خود عیسائیوں میں رونما ہوئے اور ان کو متعدد متحارب فرقوں میں تقسیم کر دیا اگرچہ یہ سلسلہ بہت طویل ہے اور اس کا یہاں احاطہ بہت مشکل ہے لیکن چند اہم امور کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں:

"اس بات پر تو تقریباً سبھی عیسائی فرقے متفق الرائے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بحیثیت جوہر ہونے کے واحد ہے۔ اور بحیثیت اقانیم تین ہے۔ وجود، علم حیات کو اقانیم کہتے ہیں۔ وجود کو باپ، علم کو بیٹا اور حیات کو روح القدس سے تعبیر کیا جاتا ہے ان کا اختلاف اس میں ہے کہ ان تین اقانیم کا تعلق جوہر سے کیا ہے۔"

ایک فرقہ کا یہ مذہب ہے کہ یہ تین اقانیم اور جوہر قدیم ہیں اور الگ الگ ہیں اور ان میں سے ہر ایک خدا ہے اقوم ثانی (علم) حضرت مسیح کے جسم سے متحد ہو گیا، جیسے شراب اور پانی آپس میں ملنے کے بعد یک جان ہو جاتے ہیں اور مسیح بھی ازلی قدیم ہے اور مریم نے ازلی قدیم کو جنا ہے۔

دوسرا فرقہ کہتا ہے کہ بیٹا (مسیح) کی دو حیثیتیں ہیں ایک لاہوتی اور ایک ناسوتی اس حیثیت سے کہ وہ خدا کا بیٹا ہے وہ خدائے کامل ہے اور اس حیثیت سے کہ اس کا ظہور اس جسد عنصری میں ہوا انسان کامل ہے اس لئے بیک وقت یہ قدیم بھی ہے اور حادث بھی۔ قدیم و حادث کا یہ اتحاد نہ قدیم کی قدامت کو متاثر کرتا ہے اور نہ حادث کے حدوث کو۔

تیسرے گروہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اقنوم ثانی گوشت اور خون میں بدل گیا اور خدا مسیح کی شکل میں رونما ہوا

بعض کی رائے یہ ہے کہ الہ قدیم کے جوہر اور انسان حادث کے جوہر میں یوں امتزاج ہوا جیسے نفس ناطقہ کا جسم کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ دونوں ایک چیز بن جاتے ہیں اس طرح جوہر قدیم اور جوہر حادث کے مجموعہ کا نام مسیح ہے اور وہی خدا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگرچہ خدا، انسان نہ بن سکا۔ لیکن انسان خدا بن گیا۔ جیسے اگر آگ کوئلہ نہیں بن سکتی۔ کوئلہ تو آگ بن جاتا ہے۔ (۱)

اس سلسلہ کو کہاں تک طول دیں۔ ع مشتے نمونہ از خروارے بس است

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں مسیحیت (CHRIS TIANITY) کے موضوع پر جارج ولیم نائس۔ سڈنی ہربرٹ میکون نے مل کر جو محققانہ مقالہ لکھا ہے اس میں وہ رقمطراز ہیں

"مسیح نے خود بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کی اصل کوئی مافوق الفطرت چیز ہے بلکہ وہ اس پر مطمئن تھے کہ انہیں مریم اور جوزف کے بیٹے کی حیثیت سے پہچانا جائے۔ (۲)

اسی انسائیکلوپیڈیا میں تاریخ کلیسا (CHURCH HISTORY) کے عنوان سے جو مقالہ لکھا گیا ہے اس کا اقتباس پیش خدمت ہے۔

تیسری صدی کے ختم ہونے سے پہلے یسوع کو کلام الٰہی (LOGOS) کا مجسمہ تسلیم کر لیا گیا تھا۔ لیکن اس کی الوہیت کا عام طور پر انکار کیا جاتا تھا اس اثناء میں ایرینن (ARIAN) کے تنازعہ نے چوتھی صدی کے کلیسا کو جس اضطراب وحیرت میں مبتلا کر دیا تھا اس نے لوگوں کی توجہ کو اس مسئلہ کی طرف مبذول کیا نیقیا (NICAEA) کی کونسل جو ۳۲۵ء میں منعقد ہوئی اس میں یسوع کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا۔ اور مشرق ومغرب کے عیسائیوں نے اسی عقیدہ کو صحیح مسیحی عقیدہ مان لیا بیٹے کی الوہیت کا مظہر یسوع کو قرار دے دینے سے ایک نئی پیچیدگی پیدا ہو گئی جو چوتھی صدی اور

۱۔ ضیاء القرآن صفحہ ۴۲۷ زیر آیت (۱۷۱:۴) جلد اول

۲۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا صفحہ ۶۳۲ جلد پنجم ایڈیشن ۱۹۶۲

اس کے بعد عرصہ تک مابہ النزاع بنی رہی وہ یہ کہ یسوع میں الوہیت اور انسانیت کا باہمی تعلق کیا ہے کالسیڈن کی کونسل جو ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی اس میں یہ قرار پایا کہ مسیح کی ذات میں الوہیت اور انسانیت دونوں یکساں طور پر مجتمع ہیں اور باہمی امتزاج کے باوجود دونوں کی خصوصیات جوں کی توں قائم ہیں قسطنطنیہ کی تیسری کونسل جو ۶۸۰ء میں منعقد ہوئی اس میں اس پر مزید اضافہ کیا گیا کہ ان دو ہستیوں کی الگ الگ مرضی اور مشیت ہے مسیح دونوں مشیتوں کا مالک ہے مسیح کے اندر دو مشیتوں خدائی اور انسانی کے وجود کے نظریات کو مشرق و مغرب کے کلیساؤں نے بحیثیت پختہ اور صحیح عقیدہ کے مان لیا۔ (۱)

عقائد کے بارے میں ان کے علماء کے باہمی اختلافات اور تنازعات اور ان پر مرتب ہونے والے سنگین اثرات کی کہانی اتنی طویل اور گھمبیر ہے کہ انسان ان کا مطالعہ کرتے کرتے گھبرا جاتا ہے اور اس کا ذہن انتشار کی آماجگاہ بن جاتا ہے۔ ہم یہاں ان تنازعات کی تاریخ بیان نہیں کر رہے ہم تو قارئین کی توجہ صرف اس امر کی طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام کی صبح طلوع ہونے سے قبل رومی مملکت میں جو دنیا کی سب سے بڑی مملکت تھی، اس میں لوگوں کے مذہبی نظریات اور معتقدات کی کیا کیفیت تھی۔ خصوصاً عیسائیت جو اس مملکت کا سرکاری مذہب تھی۔ اور ایک نبی برحق حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی پیروی کا دعویٰ کرتی تھی۔ ان کے مذہبی نظریات اور افکار کا کیا عالم تھا۔ اس لئے ہم مندرجہ بالا امور پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اس موضوع کو یہاں ختم کرتے ہیں اور رومن مملکت کے معاشرتی حالات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

رومہ کے معاشرتی حالات

سلطنت رومہ کی آبادی دو طبقوں میں منقسم تھی۔ ایک طبقہ امراء کا تھا اور دوسرا عوام کا امراء کا طبقہ خوشحال خاندانوں پر مشتمل تھا۔ شہریت کے پورے حقوق انہیں کو حاصل تھے اس طبقہ میں صرف وہ لوگ شامل تھے جو زرعی زمینوں کے وسیع و عریض قطعات کے مالک تھے۔ یا بڑی بڑی جائیدادوں والے کنبوں سے وابستہ تھے اس طبقہ کے تمام افراد عیش و عشرت کی

۱۔ انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۶۷۸-۶۷۷ جلد پنجم

زندگی بسر نہیں کرتے تھے بلکہ کھیتوں میں محنت و مشقت بھی کرتے تھے امراء کے طبقہ میں سے ایک فوجی ہیرو سنسیناٹس (CINCINNATUS) تھا۔ جس نے پانچویں صدی قبل مسیح کے وسط میں دو مرتبہ رومہ کو دشمن کی یلغار سے بچایا۔ اور اسے فتح یاب کیا۔ جب بھی اسے فوج کا سپہ سالار بننے کی دعوت دی گئی۔ ہر مرتبہ وہ اپنے کھیتوں میں ہل چلا رہا تھا۔

آبادی کی بہت بڑی اکثریت کا تعلق طبقہ عوام سے تھا وہ لوگ صرف جزوی حیثیت سے شہری تھے جمہوریت کے ابتدائی دنوں میں انہیں یہ اجازت نہ تھی کہ فوج میں بھرتی ہو سکیں اور دفاعی خدمات بجالائیں۔ لیکن وہ سپارٹا کے غلاموں کی طرح حد درجہ مظلوم بھی نہ تھے انہیں خاص سیاسی حقوق حاصل تھے۔ بادشاہی کا تختہ الٹا تو پہلے پہل امراء کا طبقہ جمہوریت کے تمام سیاسی اداروں پر قابض ہو گیا۔ سینٹ اور اسمبلی کے ارکان امراء کے طبقہ سے لئے جاتے تھے قونصل کا عہدہ بھی طبقہ امراء کے لئے مخصوص تھا۔ قونصل دو ہوتے تھے جنہیں ایک سال کے لئے انتظامی معاملات میں کلی اختیارات دے دیئے جاتے تھے۔ البتہ ایک قونصل دوسرے قونصل کے خلاف ویٹو کا حق (حق تنسیخ) استعمال کر سکتا تھا۔ اس پابندی کی وجہ سے کوئی پالیسی اس وقت تک نافذ نہیں ہو سکتی تھی جب تک دونوں قونصل اس کی حمایت پر متفق نہ ہو جاتے۔

عام حالات میں قونصل۔ سینٹ کے مشورہ کے مطابق حکومت کے فرائض انجام دیتے سینٹ کے ممبروں کی تعداد تقریباً تین صد تھی یہ صرف امراء کے طبقہ سے لئے جاتے تھے۔ سینٹ کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اسمبلی کے فیصلوں کو ویٹو سے منسوخ کر دے رومہ کے شہری خواہ ان کا تعلق امراء سے ہوتا یا عوام سے اسمبلی میں شرکت کا حق رکھتے تھے تاہم تعداد میں قلیل ہونے کے باوجود امراء کا طبقہ ہی اسمبلی میں بالاقتدار تھا عوامی طبقوں کو طبقہ امراء کی اجارہ داری پسند نہ تھی۔ چنانچہ انہوں نے بہت جلد حقوق کا مطالبہ شروع کر دیا رومیوں نے مصلحت اندیشی سے کام لیتے ہوئے عوامی نمائندوں کے مطالبات تسلیم کر لئے اور نظام حکومت میں ترمیم کر دی۔ عوام کو امراء کے طبقہ میں شادی کرنے کا حق۔ سینٹ کا رکن بننے کا حق۔ اور قونصل کے عہدہ پر فائز ہونے کا حق دے دیا گیا۔ نیز انہوں نے قرضوں اور مزروعہ اراضی کے متعلق مختلف قوانین بنائے قبل ازیں بہت سے کسان قرضہ نہ ادا کرنے کے باعث اپنی جائیدادیں کھو بیٹھتے اور انہیں غلام بنالیا جاتا۔ جمہوریت نے مقروضوں کے خلاف سخت سزائیں منسوخ کر دیں اور جاگیروں کے لئے حد مقرر کر دی۔ کوئی آدمی مقررہ حد سے زیادہ

جاگیر حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ نئے مفتوحہ علاقوں میں ان کاشتکاروں کو کھیتی باڑی کے لئے قطعات اراضی دیئے جانے لگے جن کے پاس اپنی زمین نہ تھی۔ ان اصلاحات کے باوجود خاندان اور دولت کو روما میں خاص اہمیت حاصل رہی سینٹ میں بھی اثر و رسوخ کے حامل یہی لوگ تھے دولت مند لوگ غریب عوام کے مقابلہ میں سیاسی اختیارات سے زیادہ فائدہ اٹھا سکتے تھے صوبوں میں بھی جمہوری ادارے قائم تھے۔ ایک کونسل ہوتی تھی جس میں زیادہ اقتدار بڑے بڑے مقامی زمینداروں کو حاصل تھا۔ وہی تمام معلات کا انتظام چلاتے تھے۔ مقامی معلات میں انہیں وسیع اختیارات حاصل تھے۔ مرکز کی طرف سے مداخلت بہت کم ہوتی تھی بشرطیکہ وہ مندرجہ ذیل امور کی پابندی کرتی رہیں۔

۱۔ حکومت کے مقرر کردہ محاصل باقاعدگی سے ادا کرتی رہیں۔

۲۔ بوقت ضرورت فوج کے لئے رنگروٹ مہیا کریں۔

۳۔ شہنشاہ کی پرستش کی رسومات بجالائیں۔

حکومت نے جمہوریت اور شہنشاہیت کے زمانہ میں درسگاہوں کی کبھی سرپرستی نہ کی اور سرکاری خزانہ سے ان پر کچھ خرچ نہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اس وقت کی درسگاہوں میں تعلیمی اخراجات بہت زیادہ تھے۔ وہی بچے درسگاہوں میں تحصیل علم کے لئے داخل ہو سکتے تھے جن کے والدین تعلیم کے اخراجات برداشت کرنے کی سکت رکھتے تھے۔

جسٹینین (JUSTINIAN) نے وہ تمام سکول بند کر دیئے جن میں فن خطابت اور فلسفہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ اور ان کے ساتھ جو جائیدادیں وقف تھیں ان کو بھی ضبط کر لیا ہر کافر کو تعلیم دینے سے روک دیا۔ اس نے ایتھنز میں جتنی درسگاہیں تھیں انہیں ۵۲۹ء میں بند کر دیا اس طرح یونانی فلسفہ گیارہ سو سال تک حکمت کی روشنی پھیلانے کے بعد ختم ہو گیا۔

اس سلسلہ میں ول ڈیوران نے اسکندریہ کی ایک خاتون کا ذکر کیا ہے جس کا نام ہیپاٹیا (HYPATIA) تھا اس نے پہلے فن ریاضی میں کمال حاصل کیا۔ اور علم فلکیات میں پٹولیمی (PTOLEMY) نے جو کتاب لکھی تھی اس کی شرح لکھی۔ اس نے علم ریاضی میں گراں بہا تصنیفات تالیف کیں۔ پھر ریاضی سے وہ فلسفہ کے میدان میں پہنچی۔ افلاطون اور پلوٹینس کے خطوط پر اپنا مستقل نظام فکر تعمیر کیا اس زمانہ کا ایک عیسائی مؤرخ سقراط لکھتا ہے کہ وہ اپنے زمانہ کے تمام فلسفیوں سے گوئے سبقت لے گئی تھی اسے اسکندریہ کے عجائب خانہ میں فلسفہ کی "چیئر" تفویض کی گئی تھی۔ اس کے لیکچر زاتنے دلکش اور مدلل ہوتے تھے کہ دور دراز دیک سے

سامعین کا ایک جم غفیر اس کا لیکچر سننے کے لئے جمع ہو جاتا تھا۔ وہ اپنی پاکبازی اور راست گفتاری کے باعث عالی سطح پر قابل تعریف اور قابل تکریم بن گئی تھی۔ لیکن اسکندریہ کے عیسائی اس کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے کیونکہ وہ صرف خود ہی لوگوں کو راہ راست سے بھٹکا دینے والی کافرہ نہ تھی بلکہ وہ اور سٹس (ORESTES) کی دوست تھی جو اس شہر کا ایک کٹر کافر تھا۔ جب آرچ بشپ " سیرئل " (CYRIL) نے اپنے راہبوں کو اس بات پر برانگیختہ کیا کہ وہ اسکندریہ سے یہودیوں کو نکال باہر کریں تو اورسٹس نے بادشاہ کو اس واقعہ کی خفیہ رپورٹ دی۔ بعض راہبوں نے اس پر پتھراؤ کیا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔

سیرئیل کے معاونین نے ہیپاٹیا پر یہ الزام لگایا کہ اس نے اورسٹس کو مصالحت کرنے سے باز رکھا ہے ایک دن ہیپاٹیا، بگھی میں جا رہی تھی۔ کہ سیرئیل کے چند کٹر پیرو کاروں نے جن کی قیادت سیرئیل کے دفتر کا ایک چھوٹا کلرک کر رہا تھا۔ اسے بگھی سے نیچے اتار لیا۔ اسے گھسیٹ کر ایک کلیسا میں لے گئے اس کے کپڑے اتار دیئے گئے ٹائلوں سے اسے اتنا مارا کہ وہ دم توڑ گئی پھر انہوں نے اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اور اس کو نذر آتش کر دیا لیکن بادشاہ نے ایسے سنگین جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو کوئی سزا نہ دی صرف یہ فرمان نافذ کیا کہ آئندہ راہب لوگ آزادانہ طور پر پبلک میں آ جا نہ سکیں۔ (۱)

خوشحال رومی عیش و راحت کی زندگی بسر کیا کرتے وہ دیہات میں اپنے لئے بنگلے تعمیر کرتے ان بنگلوں کی کھڑکیاں شیشے کی ہوتیں پانی کے لئے نل لگا دیئے جاتے اور انہوں نے حرارت پہنچانے کا بھی ایک طریقہ ایجاد کر لیا تھا۔ جس کی وجہ سے نلکوں میں گرم ہوا پھرنے لگتی۔ گویا ان کے بنگلے گرمیوں اور سردیوں میں ایک طرح کے ایئر کنڈیشنڈ تھے۔ ان کے کھانے پینے کا شوق جنون کی حد کو پہنچا ہوا تھا چنانچہ وہ ایک مرتبہ کھانا کھا کر عمداً قے کر کے پیٹ خالی کر لیتے تاکہ دوسری مرتبہ لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہو سکیں۔

لیکن کسانوں کے لئے آرام کے سامان نہ ہونے کے برابر تھے شہروں میں عام لوگ لکڑی کی بدنما جھونپڑیوں میں رہتے جو چھ چھ سات سات منزلہ ہوتیں۔ بیروز گاری عام تھی۔ اور حکومت نے کبھی اس سنگین مسئلہ کی طرف توجہ نہ دی اور نہ کبھی اس کا کوئی پائیدار حل سوچا۔ چنانچہ نصف سے زیادہ آبادی خیرات پر گزر اوقات کرتی۔

رومی سلطنت کی تمام ریاستوں میں امیروں اور غریبوں کے درمیان وسیع خلیج حائل تھی۔

لے دی ایج آف فیتھ خلاصہ صفحہ ۱۲۳ - ۱۲۲

سلطنت نے رعایا کے لئے بلا امتیاز امیر و غریب، حمام اور سرکس مہیا کر دیئے تھے جنہیں دیکھنے کے لئے اور ان میں غسل کرنے کے لئے کوئی ٹکٹ خریدنا نہیں پڑتا تھا۔ سرکس میں جنگی رتھوں کی دوڑ اور جنگی مقابلے ہوتے۔ دوڑوں میں شرطیں بھی لگائی جاتیں۔ فقراء اپنی قسمت کو سنوارنے کے لئے ان شرطوں میں بڑھ چڑھ کر بازی لگاتے اور اس طرح ان کی جیب میں جو کچھ ہوتا وہ بھی ختم ہو جاتا۔

سلطنت رومہ کے معاشی حالات

رومن مملکت کے معاشی حالات کا تذکرہ وہاں کے معاشرتی حالات کے ضمن میں آپ پڑھ چکے ہیں مزید وضاحت کے لئے ول ڈیوران کا یہ اقتباس بڑا بصیرت افروز ہے۔

"بیزنطی حکومت کا اقتصادی نظام مخلوط قسم کا تھا۔ اس میں نجی کاروبار کی بھی اجازت تھی اور اس میں بعض صنعتوں کو حکومت نے اپنی ملکیت میں بھی لے لیا تھا۔ کسانوں کے حقوق ملکیت کے بارے میں جسٹینین کا قانون نافذ تھا اور اسی پر عمل ہو رہا تھا جاگیریں وسیع سے وسیع تر ہوتی جا رہی تھیں اور کاشتکار مجبوراً بڑے زمینداروں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے چلے جا رہے تھے کیونکہ قحط سالی یا طغیانی کی وجہ سے ان کی زرعی پیداوار بری طرح متاثر ہوتی تھی لیکن ٹیکسوں کا بوجھ جوں کا توں ان پر باقی رہتا تھا۔ پے در پے جنگوں کی وجہ سے عام کاشتکار روز افزوں ٹیکسوں کے بوجھ کو برداشت کرنے سے قاصر تھے صنعتی کارخانوں میں مزدوری کرنے والے لوگ آزاد تھے شام۔ مصر۔ شمالی افریقہ میں مزدوروں کو جبراً کام کرنا پڑتا تھا۔ تاکہ آبپاشی کی بڑی نہروں کو درست رکھا جا سکے۔ حکومت اپنے کارخانوں میں زیادہ تر ایسی چیزیں بناتی جن کی فوج کو، افسر شاہی کو اور اہل دربار کو ضرورت ہوتی۔

معدنی دولت حکومت کی ملکیت تھی لیکن پرائیویٹ ادارے کانوں کو حکومت سے کرایہ پر لے لیتے اور معدنیات نکالتے ۵۵۲ء کے قریب نسطوریا فرقہ کے چند راہب چین سے ریشم کے کیڑوں کے انڈے اور شہتوت کے درختوں کی قلمیں لے آئے۔ حکومت نے ریشم پیدا کرنے کی

صنعت کو اپنی سرپرستی میں لے کر نقطہ عروج تک پہنچایا۔ ریشمی پارچات اور ارغوانی رنگوں کی ساخت صرف حکومت کے تصرف میں تھی ان کے کارخانے شاہی محلات کے اندر ہوتے یا شاہی محلات کے گرد و نواح میں ریشمی ارغوانی رنگ کا لباس پہننے کی اجازت حکومت کے افسران اعلیٰ تک محدود تھی۔ سب سے زیادہ قیمتی ریشمی کپڑا شاہی خاندان کے افراد کے لئے مختص تھا۔ بعض لوگوں نے اپنے ذاتی ذرائع سے ریشم کے کیڑوں کے انڈے حاصل کئے اور ان کی پرورش کر کے ریشم بنایا اور اس سے ریشمی کپڑے بنانے شروع کر دیئے۔

جسٹینین نے اس بلیک مارکیٹ کو ختم کرنے کے لئے ریشم سازی اور ریشم بافی کی صنعتوں سے ساری پابندیاں اٹھالیں اور عوام کو بھی اجازت دے دی کہ وہ بھی اس میدان میں اپنی نجی صنعتیں لگائیں۔ جسٹینین نے حکومت کے کارخانوں میں تیار شدہ ریشم کے پارچات سے دکانوں کو بھر دیا اور ان کا نرخ بھی بڑی حد تک گرا دیا اور اتنے کم نرخ پر ان کو بازار میں فروخت کرنا شروع کر دیا کہ پرائیوٹ ادارے اس قیمت پر ریشمی کپڑا فروخت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ ان کی لاگت بہت زیادہ تھی اس مقابلہ میں ناکام ہونے کے بعد ریشمی کپڑا بنانے والے نجی کارخانے بند ہو گئے۔ جب نجی کارخانوں میں بُنا ہوا ریشمی کپڑا مارکیٹ میں آنا بند ہو گیا تو بادشاہ نے حکومت کے کارخانوں میں بُنے ہوئے ریشمی پارچات کے نرخوں کو بڑھا دیا اور اس طرح اپنی قوم کے باہمت افراد کی حوصلہ شکنی کر کے ریشم سازی اور ریشم بافی کی صنعت میں اپنی اجارہ داری قائم کر لی۔ (۱)

انسائیکلو پیڈیا بریٹانکا میں رومن سلطنت کے عنوان کے نیچے حکومت کے مالیاتی نظام پر تبصرہ کرتے ہوئے مقالہ نگار لکھتا ہے۔

"کہ اگرچہ عدالتی نظم و نسق بہترین تھا۔ لیکن سلطنت کا مالیاتی نظام بہت ہی خراب تھا۔ اگر حکومت عوامی اقتصادیات کے اصولوں سے آشنا ہوتی تو وہ اپنے باشندوں کی خوشحالی کو مجروح کئے بغیر اپنی آمدنی میں بہت

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۱۹۔ ۱۱۸

کچھ اضافہ کر سکتی تھی۔ جو ٹیکس لگائے جاتے ان کی شرح بہت زیادہ تھی اور اس کی وصولی میں بڑے تشدد سے کام لیا جاتا تھا۔ تجارت، حکومت کے لئے قوت و طاقت کا ایک بہت بڑا منبع تھی لیکن حکومت کاروباری لوگوں کو یوں للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتی کہ اس کا جی چاہتا کہ ان سے زیادہ سے زیادہ مال چھین سکے۔ آمدنی کا اہم ذریعہ زرعی زمینیں تھیں زمین کے مالکوں پر رومن عہد حکومت کے سارے دور میں اتنا بوجھ ڈالا جاتا رہا جو بالکل نامناسب تھا۔ لگان زرعی پیداوار کے مطابق وصول نہیں کیا جاتا تھا بلکہ زمین کی مالیت و حیثیت کو پیش نظر رکھ کر وصول کیا جاتا تھا۔ آخری دور میں تو یوں معلوم ہوتا تھا گویا چولہا ٹیکس لگا دیا گیا ہے۔ ان گوناگوں ٹیکسوں کے علاوہ زمین پر ایک نیا ٹیکس اس لئے لگا دیا گیا کہ اس ٹیکس سے جو آمدنی ہو اس سے فوج اور شاہی افسروں کی امداد کی جائے یہ جنس کی شکل میں وصول کیا جاتا تھا۔

صوبوں کو مختلف مالیاتی ضلعوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ضلع سے جتنا خراج لینا مطلوب ہوتا تھا۔ اسے ایک رجسٹر میں درج کر دیا جاتا ابتداء میں اس تخمینہ پر پندرہ سال کے بعد نظر ثانی کی جاتی۔ اور مناسب تبدیلیاں روبکار لائی جاتیں لیکن کچھ عرصہ بعد نظر ثانی کرنے میں بے قاعدگیاں رونما ہونے لگیں ٹیکسوں کو وصول کرنے کی ذمہ داری مجلس نمائندگان کے ارکان پر عائد تھی ساتویں صدی تک یہی دستور رہا۔ مجلس نمائندگان کے ارکان لگان وصول کرتے اور حکومت کے خزانہ میں جمع کرتے جو لوگ لگان نہیں دیتے تھے ان کے حصہ کا لگان ان نمائندگان کو اپنی جیب سے ادا کرنا پڑتا۔ اس طرز عمل سے مجلس کے کئی ارکان بری طرح زیر بار ہو جاتے جب اس نظام میں تبدیلی کی گئی تو پھر نادہند افراد کے حصہ کا لگان سارے ضلع کے لوگوں پر تقسیم کر دیا جاتا۔ کاشتکاروں پر اور بھی طرح طرح کی ذمہ داریاں تھیں جن میں سے سب سے زیادہ اہم یہ ذمہ داری تھی کہ حکومت کے ڈاک خانوں کے لئے گھوڑے بگھیاں اور لڑکے مہیا کرنا۔ چوتھی پانچویں اور چھٹی صدی میں کاشتکاروں کو زمین کے ساتھ

وابستہ کر دیا جاتا تھا۔ اگر پہلا مالک زمین فروخت کر دیتا تو خریدنے والے
کو زمین کے ساتھ وہ کاشتکار بھی منتقل کر دیئے جاتے جو پہلے مالک کے
وقت زمین میں زراعت کرتے تھے"۔ (۱)

مشرقی رومن ایمپائر کے بادشاہوں میں سب سے جلیل القدر اور عظیم الشان بادشاہ جسٹینین اول (۴۸۳ تا ۵۶۵ء) ہوا ہے اس کو تاریخ میں جسٹینین دی گریٹ (اعظم) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اس کا عہد فتوحات، سلطنت کی وسعت، بڑے بڑے محلات اور قلعوں کی تعمیر کے باعث امتیازی شان کا مالک ہے لیکن اس شہنشاہ اعظم کے دور میں بھی عوام الناس کی حالت ازحد قابل رحم تھی۔

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار اس کی معاشی پالیسیوں اور مالی نظم و نسق کے بارے میں رقمطراز ہے:

"عظیم تعمیری منصوبوں، پے در پے جنگوں اور سلطنت کی سرحد پر آباد وحشی باشندوں کو رشوت دے کر خریدنے کے لئے روپے کی شدید ضرورت تھی اور اس کو رعایا پر ٹیکسوں میں اضافہ سے پورا کیا جاتا تھا۔ وہ سابقہ ٹیکسوں کے بوجھ کے نیچے پسے چلے جا رہے تھے۔ ناگوار موسموں کے باعث فصلیں اگرچہ بری طرح متاثر ہوتی تھیں اس کے باوجود لگانوں میں کمی نہیں کی جاتی تھی اور جو لگان نہیں ادا کرتا تھا۔ اس کی غیر منقولہ جائیداد قرق کر لی جاتی تھی۔ ان مالی مظالم کے باعث لوگ بغاوت کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے اس سلسلے میں جو بغاوت ۵۳۲ء میں ہوئی اس میں صرف دار السلطنت میں تیس ہزار نفوس ہلاک کر دیئے گئے۔ (۲)

ان تمام حالات کے مطالعہ سے آپ اس افراتفری کا بآسانی اندازہ لگا سکتے ہیں جو رومن مملکت کے کاروباری طبقے نیز زمینداروں اور کاشتکاروں کے طبقات میں رونما ہو رہی تھی۔

شام کا ملک بھی رومیوں نے فتح کر کے اپنی مملکت کا ایک صوبہ بنالیا تھا۔ اس کے حالات کے بارے میں محمد کرد علی، اپنی کتاب "خطط الشام" میں رومی حکومت کے طرز عمل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۴۴۳۔ ۴۴۲ جلد ۱۹

۲۔ انسائیکلوپیڈیا صفحہ ۲۱۱ جلد ۱۳ ایڈیشن ۱۹۶۲ء

"شامی رعایا پر لازم تھا کہ وہ حکومت کا ٹیکس ادا کرے اور اپنی تمام پیداوار اور آمدنی کا دسواں حصہ اور راس المال کا ٹیکس داخل کرے۔ فی کس ایک رقم مقرر تھی جس کا ادا کرنا لازمی تھا۔ اس کے علاوہ رومی قوم کے کچھ دوسرے اہم ذرائع آمدنی تھے مثلاً چونگی، کانیں، محاصل اس کے علاوہ جو قطعات گندم کی کاشت کے قابل ہوتے، اور چراگاہیں ٹھیکہ پر دے دی جاتیں۔ ان ٹھیکہ داروں کو عشارین کہتے تھے یہ لوگ حکومت سے تحصیل وصول کے اختیارات خرید لیتے اور رعایا سے مطالبات وصول کرتے۔ ہر صوبہ میں ان ٹھیکیداروں کی متعدد کمپنیاں قائم تھیں ہر کمپنی کے پاس کچھ منشی اور محصل ملازم تھے جو اپنے افسروں کو مالکوں کے انداز میں پیش کرتے اور جس قدر ان کو لینے کا حق تھا اس سے زیادہ وصول کرتے۔ وہ لوگوں کو فراغت و راحت کے وسائل سے محروم کرتے اور اکثر ان کو غلاموں کی طرح فروخت کر دیتے"۔ (۱)

عوام کی خستہ حالی کا تو یہ عالم تھا لیکن شاہی خاندان اور حکومت کے افسران اور رؤساء کی عیش کوشی کی داستانیں پڑھ کر انسان ششدر رہ جاتا ہے ان کے عالیشان محل، دیوان خانے، ناؤ نوش کی مجلسیں، عیش و عشرت کے ساز و سامان کی انتہا نہ تھی۔

حضرت حسان بن ثابت نے جبلہ بن الایہم غسانی کی مجلس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے میں نے دس باندیاں دیکھیں جن میں پانچ روم کی جو بربط پر گا رہی تھیں اور پانچ وہ تھیں جو اہل حیرہ کی دھن میں گا رہی تھیں جنہیں عرب سردار ایاس بن قبیصہ نے تحفہ بھیجا تھا اس کے علاوہ عرب کے علاقہ مکہ وغیرہ سے بھی گویوں کی ٹولیاں جاتی تھیں۔ جبلہ جب شراب نوشی کے لئے بیٹھتا تو اس کے نیچے فرش پر قسم قسم کے پھول چنبیلی، جوہی وغیرہ بچھا دیئے جاتے اور سونے چاندی کے ظروف میں مشک و عنبر لگائے جاتے چاندی کی طشتریوں میں مشک خالص لایا جاتا۔ اگر جاڑوں کا زمانہ ہوتا تو عود جلایا جاتا۔ اگر گرمیوں کا موسم ہوتا تو برف بچھائی جاتی اور اس کے ہم

---

(۱) خطط الشام صفحہ ۴۷ جلد پنجم بحوالہ نقوش رسول نمبر صفحہ ۱۲۵۔ ۱۲۴ جلد سوم

نشینوں کے لئے گرمیوں کا لباس آتا جس کو وہ اپنے اوپر ڈال لیتے۔
جاڑوں میں سمور، قیمتی کھالیں اور دوسرے گرم لباس حاضر کئے جاتے۔
(۱)

اس قسم کے حوالوں سے تاریخ کی کتابوں کے صفحات بھرے پڑے ہیں یہاں تو صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ عظیم رومی سلطنت کے سائے میں انسانیت کو کس طرح دو طبقوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک طبقہ کو دنیا بھر کی راحتیں آسائشیں اور جملہ وسائل عیش و طرب میسر تھے اور دوسری طرف عوام کا سواد اعظم تھا جو زندگی کی بنیادی ضرورتوں کے لئے بھی ترس رہا تھا۔ اور افلاس و تنگ دستی کے باوجود مملکت کی ساری مالی ضروریات بہم پہنچانے کا بوجھ اس نے اٹھا رکھا تھا۔

ان چند صفحات کے مطالعہ سے آپ نے رومی مملکت کے اقتصادی نظام کا اندازہ لگا لیا ہو گا۔

رومہ کی اخلاقی حالت

اس کے بارے میں ول ڈیوران کی مشہور کتاب دی ایج آف فیتھ، کا ایک اقتباس ہی کافی ہے وہ لکھتے ہیں

"اخلاقی، جنسی اور کاروباری لحاظ سے رومی سلطنت کے مکینوں کی حالت قابل رشک نہ تھی۔ ایک طرف تو رقص کی مذمت کی جاتی تھی لیکن قسطنطنیہ میں رقص گاہیں اور ناچ گھر آباد تھے۔ کلیسا نے اعلان کر دیا تھا کہ وہ ایکٹروں کو بپتسمہ نہیں دیں گے یعنی وہ ایکٹروں کو عیسائی مذہب قبول کرنے کی اجازت نہیں دیں گے۔ اس کے باوجود بیزنطی سٹیج پر ایکٹروں اور ان کے کھیلوں کو بڑی پذیرائی بخشی جاتی تھی قانونی طور پر ان پر یہ پابندی تھی کہ وہ ایک سے زیادہ شادی نہیں کر سکتے لیکن دوسری طرف ان کی جنسی خواہشات کی تسکین کا سامان کر دیا گیا تھا۔ پروکوپیس (PROCOPIUS) اپنی کتاب سیکرٹ ہسٹری میں لکھتا ہے۔

کہ اس کے زمانہ میں عملی طور پر تمام عورتیں بدکار تھیں۔ ضبط تولید کے

۱۔ بحوالہ نقوش رسول نمبر ص ۱۲۳ جلد سوم

وسائل پر بڑی مستقل مزاجی سے تحقیق جاری رہتی تھی اس زمانہ کے اطباء اپنی قرابادینوں میں اس موضوع کو بڑی اہمیت سے ذکر کرتے تھے۔ چوتھی صدی کے ایک مشہور اور قابل طبیب "اوریباسیس" (ORIBASIUS) نے اپنے قرابادین میں ضبط تولید کے موضوع پر اور اس کے وسائل پر پورا ایک باب قلمبند کیا ہے۔

قحبہ خانے عام تھے عصمت فروشی کا دھندا بر سر عام کیا جاتا تھا۔ جسٹینین اور اس کی ملکہ نے عصمت فروشی کو ختم کرنا چاہا انہوں نے عصمت فروشی کا دھندا کرنے والے مرد و زن کو قسطنطنیہ سے نکل جانے کا حکم دیا لیکن انہیں کوئی خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ (۱)

۱۔ دی ایج آف فیتھ صفحہ ۱۲۰

مصر
تبروک
العالمون
پورٹ سعید
قاہرہ
عقبہ
اسیوط
اسوان
خلیج ناصر

مصر
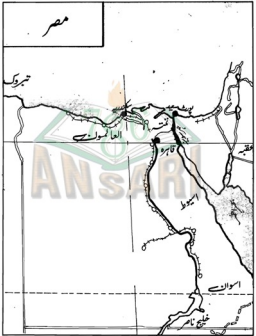
مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام تہذیبوں سے قدیم ترین تہذیب اہل مصر کی ہے۔ یہی وہ ملک ہے جہاں تمدن و ثقافت کی پہلی شمع روشن ہوئی۔ مصریوں کے آثار قدیمہ، ان کی فنی تعمیر میں مہارت اور علم ریاضی میں ید طولیٰ رکھنے کے شاہد عادل ہیں دریائے نیل ان کے لئے قدرت کا ایک عظیم عطیہ تھا۔ جس کھیت میں اس کا پانی پہنچ جاتا وہاں فصلیں لہلہانے لگتیں اور اس کی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر دلوں کو مسرت اور آنکھوں کو تازگی نصیب ہوتی۔ کسی صحراء کے ٹکڑے کو ہموار کر دیا جائے اور ہموار کرنے کے بعد اسے نیل کے پانی سے سیراب کر دیا جائے تو قلیل وقت میں وہ ٹکڑا دنیا کے بہترین زرخیز میدانوں سے بھی سبقت لے جاتا۔ ان کے مندروں کی عمارتیں جن میں سے اکثر اب بھی اپنی اصلی صورت میں موجود ہیں اور اپنے بنانے والوں کی فن تعمیر میں مہارت کاملہ پر گواہی دے رہی ہیں وہ حکیمانہ اقوال جو اس زمانہ سے منقول ہیں ان کی حکمت اور دانائی کی غمازی کر رہے ہیں ایک دو آپ بھی ملاحظہ فرمایئے۔

اگر تم خوشحالی میں خوش خصال پائے جاؤ تو جب حالات ناگفتہ بہ ہوں تم ان کو برداشت کرنے کے قابل پائے جاؤ گے۔

دوسرا قول ہے تمہارا دل تو سمندر کی طرح علم و دانائی سے لبریز ہونا چاہئے لیکن تمہاری زبان تمہارے قابو میں ہونی چاہئے۔

دور اندیش آدمی کامیاب ہوتا ہے اور محتاط آدمی کی تعریف کی جاتی ہے۔

اس طرح کے بہت سے حکیمانہ اقوال ہیں جن سے ان کی عقل مندی اور دانشوری کا پتہ چلتا ہے۔

یہ جملے اپنی حکیمانہ معنویت کے باعث اہمیت و افادیت میں ان کے اہراموں سے کم درجہ

نہیں رکھتے لیکن جب ہم ان کے مذہبی عقائد کے بارے میں قدیم کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو حیرت زدہ ہو کر سوچنے لگتے ہیں کیا اتنے بڑے ریاضی دان، فن تعمیر کے اتنے بڑے ماہر اور ایسے پراز حکمت بول بولنے والے دانشور ایسے احمقانہ اور طفلانہ عقائد کے حامل ہو سکتے ہیں؟

ان کا سیاسی نظام

قدیم مصر میں بادشاہ کو "الہ" یعنی دیوتا تصور کیا جاتا تھا اور اس طرح اس کے لئے آداب پرستش بجالائے جاتے تھے۔ بادشاہ ہی بڑے خداؤں کے سامنے اپنی رعایا کی نمائندگی کرتا ان کی طرف سے قربانیاں پیش کرتا تھا اور مذہبی تقریبات میں صدارت کے فرائض انجام دیتا تھا۔ بادشاہ کے تعلقات مذہبی پیشواؤں کے ساتھ عام طور پر دوستانہ ہوتے تھے لیکن جب کبھی کوئی کمزور بادشاہ تخت نشین ہوتا تو مذہبی پیشوا اس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کے شاہی اختیارات خود سنبھال لیتے تھے ایرانیوں کی طرح قدیم مصر میں بھی بادشاہ کے متعلق یہی عقیدہ تھا کہ یہ خدائی خاندان کا ایک فرد ہے۔ اور خود خدا نے ہی اس کو یہ حکومت اور سلطنت بخشی ہے۔ اس طرح رعایا کے دلوں میں اس کی ہیبت اور رعب قائم تھا اور اس کے خلاف بغاوت کرنے کے بارے میں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ یہ بغاوت بادشاہ کے خلاف نہ تھی بلکہ اس خدا کے خلاف تھی جس نے اس کو تخت سلطانی پر متمکن کیا تھا۔ اس لئے اگرچہ مشورہ کے لئے علماء و فضلا اور سن رسیدہ تجربہ کار لوگوں کی ایک مجلس مشاورت موجود ہوتی تھی لیکن بادشاہ ان کے مشورے اور فیصلہ کا پابند نہ تھا۔ (۱)

وزیر اعظم، بادشاہ کے برعکس ایک انسان ہی ہوتا تھا۔ مصر، دو حصوں میں منقسم تھا مصر بالا اور مصر زیریں ہر ایک کا وزیر الگ الگ ہوتا تھا۔ مصر زیریں کی حکومت کے دفاتر ممفس میں تھے وزارت بھی موروثی چیز تھی۔ لیکن طاقتور بادشاہ وزیروں کو اتنا بااختیار نہیں ہونے دیتے تھے کہ وہ بادشاہ کے لئے وبال جان ثابت ہوں۔ وزیر کے اختیارات پر قیود و شرائط عائد کی جاتی تھیں اور سرکاری خزانے کا خزانچی مالیاتی معاملات میں آزاد ہوتا تھا ان کے علاوہ بادشاہ کے دیگر خصوصی آفیسرز ہوتے تھے جن کو بادشاہ کے کان اور آنکھ کہا جاتا۔ ان کا فرض یہ تھا کہ وہ وزیر اعظم اور خزانچی کی کارکردگیوں کی نگرانی کریں وزیر اعظم انتظامی امور کے علاوہ عدلیہ کا

۱۔ قصۃ الحضارۃ۔ صفحہ ۹۴ جلد اول جزثانی

چیف جسٹس بھی ہوتا تھا۔

ان کے مذہبی عقائد

ابتداء میں ہر قبیلہ کا الگ خدا ہوتا تھا اور ہر قبیلہ صرف اپنے ہی خدا کی پوجا کرتا تھا۔ کسی دوسرے قبیلہ کے خدا کو پہلے قبیلے والے اپنا خدا نہیں تسلیم کرتے تھے۔ اس طرح ایک محدود قسم کی توحید کا تصور پایا جاتا تھا۔

ایک دوسری صورت بھی تھی کہ وہ ایک موقع پر کسی ایک دیوتا کی پرستش کرتے اور اس کے ساتھ کسی اور کی پرستش نہ کرتے اور دوسرے موقع پر اسی طرح ایک اور دیوتا کو اپنی پوجا پاٹ کے لئے مختص کر لیتے اور اس وقت کسی اور دیوتا کی رسم پرستش ادا نہ کرتے۔

البتہ ایک مکتبہ فکر "ہیلیوپولس" کے مذہبی رہنما ایک الہ کے قائل تھے "را" یعنی سورج دیوتا کی پرستش کرتے تھے اور ایک محدود وقت کے لئے صرف اسی کو رب کائنات سمجھا جاتا تھا۔

ایمن ہوٹپ (III) (AMENHOTEP III) کے زمانہ میں صرف اور صرف قرص آفتاب کی پرستش کی جاتی تھی اور اس کے بیٹے اخناتون نے اس مکتب فکر کو حکومت مصر کا سرکاری مذہب بنالیا تھا۔ اور سب اہل مصر کو اس عقیدہ پر ایمان لانے کی پرزور اور پرجوش تبلیغ کیا کرتا۔ اس کی زندگی تک تو یہ مکتب فکر رو بترقی رہا لیکن جب اسکی وفات ہوئی تو اہل مصر خوشیاں مناتے ہوئے اپنی قدیم اصنام پرستی کی طرف لوٹ گئے۔ اہل مصر میں سے جو تعلیم یافتہ تھے انہیں خدا کا تصور تو تھا لیکن وہ ایک خدا کو نہیں مانتے تھے۔ ان کی یہی سب سے بڑی توحید تھی کہ وہ ایک وقت میں صرف ایک دیوتا کی پرستش کرتے۔ (۱)

جن خداؤں کے بارے میں ہمیں صحیح علم ہے وہ یہ تین خدا ہیں اوسیرس (OSIRIS) آئسس (ISIS) ہورس (HORUS) عوام الناس کے ہاں یہی تین افراد کا کنبہ بہت مقبول تھا۔ آہستہ آہستہ ان میں اضافہ ہوتا گیا اور ان کے معبودوں کا سلسلہ ایک گورکھ دھندا بن گیا جو نہ سمجھنے کا اور نہ سمجھانے کا۔ ان کے نزدیک سانپ، نیولا، گوبر میں پیدا ہونے والا بھنوراسب کو تقدس حاصل تھا اور ان کی پوجا پاٹ کی جاتی تھی۔ بالائی مصر کے معبود اور زیریں مصر کے معبود الگ تھے۔ جیسے تحریر کیا گیا ہے کہ ابتداء میں ہر قبیلہ کا ایک خدا ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ وہ کسی اور کی نہ عبادت کرتے تھے اور نہ اس کی الوہیت کو تسلیم

۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا صفحہ ۵۳ - ۵۲ جلد ہشتم

کرتے تھے جب قبیلوں کا آپس میں امتزاج شروع ہوا تو دو خداؤں کی پرستش ہونے لگی۔ ایک خاوند کے قبیلہ کا خدا اور دوسرا بیوی کے قبیلہ کا خدا۔ اگر بیوی خاوند کے قبیلہ کے علاوہ کسی اور قبیلہ کا فرد ہوتی اور ان سے جو اولاد پیدا ہوتی ان کا الگ تیسرا خدا ہوتا۔ اس طرح ایک خاندان میں ایک کے بجائے تین خداؤں کی پرستش ہونے لگی۔

آگے چل کر نئے خدا مقرر کئے گئے۔ اس طرح یہ سلسلہ بڑھتا چلا گیا آخر کار خداؤں کی ایک بھیڑ لگ گئی۔ جن کو ہم چار قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

۱۔ وہ خدا جن کا تعلق حیوانات سے تھا

۲۔ وہ خدا جن کا تعلق انسانوں سے تھا۔

۳۔ وہ خدا جن کا تعلق نظام شمسی سے تھا۔

۴۔ وہ خدا جو مادہ اور صورت سے مجرد تھے۔ جیسے وہ دیوتا جو باپ تھا۔ وہ دیوی جو ماں تھی۔ پیدا کرنے والا خدا۔ سچائی کا خدا وغیرہ وغیرہ یہ افسانے بھی مروی ہیں کہ وہ اپنے خداؤں کا شکار کرتے تھے ان کو قتل بھی کر دیتے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے اعضاء کو پکاتے اور اس پر جشن مناتے۔

یہ افسانے اس وقت سے پہلے کے ہیں جب مصریوں نے اوسیرس کی پوجا شروع کی مصری یہ سمجھتے تھے کہ اس دیوتا نے مصریوں کو آدم خوری اور تشدد کی عادتوں سے نجات دلائی ہے مصریوں کے یہ عقائد قبل از تاریخ کے زمانہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

مصر جب تاریخ کے دور میں داخل ہوا تو اس کے اہم دیوتا یہ تھے ہرموپولس، مین بن باس اور لق لق کی پرستش ہوتی تھی۔ ڈیلٹا کے شہروں میں شیر کی۔ بوباسطس (BUBASTIS) کے مندر میں بلیوں کی ممفس، ہیلیوپولس، ہرموتھس میں سانڈوں کی۔ اور منڈس اور تھیبس میں مینڈھے کی۔ فیوم میں مگرمچھ کی۔ ہیراکون پولس (HIERAKON POLIS) اور کوپٹاس (COPTOS) میں شاہین کی اور بٹو (BUTO) میں ناگ کی اور کئی قسم کی مچھلیوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ وغیرہ وغیرہ

وہ معبود جو محض انسان تھے وہ یہ تھے اوسیرس۔ آئسس۔ نبھاتھ۔ ہورس۔ وہ خدا جن کا تعلق نظام شمسی سے تھا۔ ان میں "را" (آفتاب) جس کو آتن (ATEN) بھی کہتے تھے اور انہر (فلک) سوپڈو (روشنی) گیب (GEB) زمین وغیرہ تھے اور مجرد خداؤں میں فتا (PTAH) خالق کائنات من (MIN) باپ ہاتھور (HATHOR) ماں۔ ماتھ (MAAT)

سچائی وغیرہ تھے۔ (۱)

ان عقائد میں صرف ایک بار وقتی تبدیلی آئی جب کہ اخناتون نے تمام خداؤں کی خدائی کا تختہ الٹ دیا۔ اور صرف آتین (آفتاب) کو خدائے واحد تسلیم کیا اس نے یہ کوشش کی کہ مصری قوم صرف سورج دیوتا کی پوجا کرے، اس کے ضمن میں یہ تصور کار فرما تھا کہ سورج دیوتا ہی انسان کی قسمت کا مالک کامل ہے نیکی پیدا کرنے والا ہے امن پسند لوگوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور مجرموں کو موت کے گھاٹ اتارنے والا ہے فقط یہ ہی ایک خدا ہے اس کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں۔ (۲)

چوتھی صدی قبل مسیح تک مصریوں کے تیس خاندان حکمران رہے پھر مصر پر سکندر نے قبضہ کر لیا۔ اور بطلیموسیوں کا یونانی شاہی خاندان مصر پر حکومت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ اینٹونی اور قلوپطرا نے شکست کھائی تیس قبل مسیح سے ۶۴۰ء تک یعنی مسلمانوں کی فتح مصر تک مصر رومیوں کے زیر نگین رہا۔ اس وقت رومی خود بت پرستی کی لعنت میں مبتلا تھے۔ اس لئے مصر پر قابض ہونے کے بعد مصری اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرتے رہے اور رومی اپنے دیوتاؤں کی جب چوتھی صدی عیسوی کی ابتدا میں قسطنطین نے عیسائیت قبول کی اور عیسائیت کو سلطنت کا سرکاری مذہب قرار دے دیا گیا تو عیسائی مشنریوں نے رومی سلطنت کے تمام صوبوں میں بڑے زور و شور سے اپنے مذہب کی تبلیغ شروع کر دی۔ مصر بھی ان کا ایک مقبوضہ خطہ تھا یہاں بھی عیسائی مبلغین مصریوں کو اپنے قدیم آبائی عقائد سے برگشتہ کر کے عیسائی بنانے میں مصروف رہے اور اس میں انہیں کافی حد تک کامیابی ہوئی۔

ایلفرڈ بٹلر، اپنی کتاب عربوں کی فتح مصر، میں لکھتا ہے۔

> اگر چہ مصر کے قبطیوں نے عیسائیت کو قبول کر لیا تھا اس کے باوجود رومی حکمرانوں اور مصری محکوموں کے تعلقات ہمیشہ کشیدہ رہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ رومی اور مصری الگ الگ نسل سے تعلق رکھتے تھے اور نسلی تعصب باہمی فتنہ و فساد کا سبب بنتا رہتا تھا۔ لیکن اس سے بھی زیادہ موثر وجہ یہ تھی کہ اگر چہ قبطیوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا لیکن رومی عیسائیوں اور قبطی عیسائیوں کے فرقے الگ الگ تھے رومی عیسائیوں نے

۱۔ انسائیکلوپیڈیا گرولیر (GROLIER) صفحہ ۲۷۳ جلد ہفتم

۲۔ ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۳۴

کالیسڈن کی کونسل کے اس فیصلہ کو تسلیم کر لیا تھا کہ مسیح کی ذات میں دو فطرتیں ہیں ایک الٰہی اور ایک انسانی، یہ فرقہ ملکانیہ کہلاتا تھا۔ لیکن مصریوں نے کالیسڈن کی اس قرار داد کو منظور کرنے سے انکار کر دیا وہ اس بات کے قائل تھے کہ مسیح ایک فطرت کے حامل ہیں یہ عقیدہ رکھنے والے فرقہ کو نسطوری فرقہ کہا جاتا تھا۔

اس اختلاف کے باعث مسیحیت کے ان دو فرقوں میں شدید بغض و عناد پیدا ہو گیا ان میں اکثر فتنہ و فساد کے شعلے بھڑکتے رہتے۔ باہمی خونریزی کے باعث خون کے دریا بہنے لگتے۔ ایک مذہبی اجتماع میں اسکندریہ کے اسقف اعظم نے جو رومی حکومت کا نمائندہ اور ملکانیہ فرقہ کا پیروکار تھا اس نے قربان گاہ پر کھڑے ہو کر نسطوری فرقہ (مصری قبطی) کے قتل عام کا اعلان کیا۔ اس کے حامیوں نے گرجا میں عبادت کے لئے جمع ہونے والے قبطیوں کو اس بیدردی سے تہ تیغ کرنا شروع کیا کہ کشتوں کے پشتے لگ گئے اور خون کی ندیاں رواں ہو گئیں اور گرجے کی عمارت ان کے خون سے رنگین ہو گئی۔ (۱)

یہی مصنف اس کے بعد لکھتا ہے۔

کہ ساتویں صدی عیسوی میں مصر میں ملک کے سیاسی حالات کی حیثیت ثانوی تھی اولیں حیثیت مذہب کو حاصل تھی۔ وطن کی محبت عملی طور پر مفقود تھی۔ قومی اور نسلی مخالفتوں کی وجہ بھی مذہبی نظریات میں تضاد تھا۔ لوگ مذہبی موضوعات پر جب بحث کرتے تو فرط غضب سے آپے سے باہر ہو جاتے۔ اور بالکل غیر اہم اور حقیر موضوعات پر لڑتے ہوئے اپنی جان کی بازی لگا دیتے۔ ان کے نزدیک الٰہیات کے مسائل میں معمولی سا اختلاف بھی ناقابل برداشت تھا۔ (۲)

مصری لوگ جب بتوں کے پجاری تھے تو اس وقت بلیوں، مگرمچھوں کے پجاری اس بات پر لڑا کرتے تھے کہ ان دو چیزوں میں سے کون سی چیز زیادہ پرستش کے لائق ہے اور اب انہوں نے عیسائیت کی فرقہ بازیوں اور فروعی اختلافات کو باہمی جنگ و جدل کا ذریعہ بنالیا۔ کالسیڈن کی

۱۔ عربوں کی فتح مصر از الفریڈ بٹلر خلاصہ صفحہ ۳۰۔ ۲۹

۲۔ عربوں کی فتح مصر صفحہ ۴۵

کونسل ۴۵۱ء میں منعقد ہوئی جس نے عیسائی ملت کو کبھی نہ متحد ہونے والے دو فرقوں میں بانٹ دیا۔ ایک فرقہ مسیح کے لئے ایک فطرت کا قائل تھا اور مصر کے قبطی اسی عقیدہ کو اپنائے ہوئے تھے اور دوسرا گروہ مسیح کے لئے دو فطرتوں کا قائل تھا۔

کیونکہ رومی حکمران ملکانیہ فرقہ سے متعلق تھے اس لئے وہ مصریوں کے عقیدہ کو ایک بدعت سمجھتے تھے اور اس کی بیخ کنی کو اپنا فرض گردانتے تھے۔ نائیس ٹاس نے (NICETAS) ۶۹۹ء میں جب اسکندریہ پر قبضہ کیا تو اس نے وہاں کے اسقف اعظم کو جو ملکانیہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا قتل کر دیا۔ ہرقل نے جب قسطنطنیہ کی شاہی قوت کے خلاف بغاوت کی تو مصر کے قبطی پرامید ہو گئے کہ ہرقل کے برسراقتدار آنے سے ان کے مصائب و آلام کا خاتمہ ہو جائے گا جو فوکس کے عہد حکومت میں انہیں برداشت کرنا پڑے قبطیوں کا اسقف جو پانچ سال کے لئے اس منصب پر مقرر ہوا تھا اس بغاوت کے دوران اس نے مزید چھ سال کے لئے یہ عہدہ حاصل کر لیا حکومت بیشک ملکانیہ فرقہ کے ہاتھ میں تھی لیکن مصریوں نے اپنے کئی کلیسا تعمیر کر لئے اور اپنی بہت سی خانقاہیں قائم کر لیں۔ ہرقل برسراقتدار آنے کے بعد قبطیوں کی ہمدردیاں حاصل کرنا چاہتا تھا لیکن بیزنطیہ کے دربار نے مصر کے لئے ملکانیہ فرقہ کا ایک اسقف مقرر کر دیا۔

خسرو پرویز نے بیت المقدس کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد فلسطین اور شام پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد اسکندریہ پر حملہ کیا۔ اس وقت اسکندریہ کی مضبوط فصیل کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے۔ لیکن ایک نہر جس کے ذریعہ سے اہل اسکندریہ کو گندم سے لدے ہوئے جہاز پہنچتے تھے اور جس کے ذریعہ اہل اسکندریہ کو پینے کا پانی فراہم ہوتا تھا وہ جنوبی دیوار کے نیچے نیچے بہتی تھی اور پھر شہر کے اندر داخل ہو جاتی تھی۔ اس کے دائیں حصہ سے گزرتے ہوئے سمندر میں جا گرتی تھی۔ شہر میں اس کے داخل ہونے کے دونوں راستے مضبوطی سے بند کر دیئے گئے۔ لیکن اس کا وہ دروازہ جہاں سے وہ سمندر میں گرتی تھی وہ کھلا رہتا تھا۔ اس کے ذریعہ غلہ سے لدی ہوئی کشتیاں شہر میں پہنچتیں اور ماہی گیر مچھلیوں سے بھری ہوئی اپنی کشتیوں کو لے کر یہاں پہنچ جاتے تھے اس کا یہ دروازہ بندرگاہ کے بالکل متصل تھا اور رومیوں کے جنگی جہاز بلاخوف و خطر آتے جاتے تھے پھر اس کی حفاظت کے بارے میں بھی چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ پیٹر نامی ایک غیر ملکی شخص اسکندریہ میں تحصیل علم کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس نے غداری کرتے ہوئے ایرانیوں کو اس مخفی راستہ کا سراغ بتا دیا پیٹر کے بارے

میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ یہودی تھا۔ اس کی غداری کے باعث اسکندریہ پر ایرانیوں نے قبضہ کر لیا تو شہر میں قتل عام شروع ہوا۔ (۱)

اور بے شمار لوگ تہ تیغ کر دیئے گئے اور جو زندہ بچ گئے ان میں سے بعض کو جنگی قیدی بنا کر ایران بھیج دیا گیا جن لوگوں کے ساتھ ایرانی فوجیوں نے کوئی تعرض نہیں کیا ان میں سے ایک قبطیوں کا اسقف تھا۔ جس کا نام انیڈرونیکس تھا اور قبطیوں کے وہ لوگ جو پہلی حکومت میں ملازم تھے ایرانیوں نے ان کو اپنے عہدوں پر برقرار رکھا اور کاروبار حکومت میں ان کا تعاون حاصل کیا۔ اگرچہ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ مصریوں نے ایرانی فاتحین کو اپنا نجات دہندہ سمجھتے ہوئے ان کا پرجوش خیر مقدم کیا۔ لیکن بٹلر نے اس چیز کو تسلیم نہیں کیا۔

علامہ ابو العباس احمد بن علی المقریزی رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ دیتے ہوئے ایلفرڈ بٹلر لکھتا ہے کہ

> ایرانیوں نے مصر میں فتح کے بعد بے شمار عیسائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور ان میں سے بے شمار لوگوں کو جنگی قیدی بنایا ان کے بہت سے گرجوں کو کھنڈرات میں تبدیل کر دیا یہودیوں نے عیسائیوں کے اس قتل عام اور گرجوں کے انہدام میں ایرانیوں کی مدد کی۔

ایک دفعہ تو خسرو نے رومی مملکت کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ بیت المقدس پر قبضہ کر کے وہاں بیس روز تک قتل عام اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ نوے ہزار عیسائی مارے گئے ہزار بشپ اور نن (راہبہ عورتیں) تہ تیغ کر دی گئیں۔ اور ان کے گرجے گرا دیئے گئے اور وہ صلیب جس پر عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ پھانسی دیا گیا تھا جو ان کے نزدیک مقدس ترین چیز تھی۔ خسرو نے وہ بھی ان سے چھین لی اور رومی مملکت کے بہت سے صوبے فلسطین۔ شام مصر وغیرہ پر اپنا قبضہ کر لیا اس تباہ حالی کے بعد ہرقل نے کمر ہمت باندھی اور اس جرات و بہادری سے حملہ آور ہوا کہ بالکل نقشہ بدل کر رکھ دیا بیت المقدس کو ایرانیوں سے آزاد کرایا وہ مقدس صلیب بھی ان سے واپس لے لی۔ رومی سلطنت کے جن علاقوں میں خسرو قابض ہو گیا تھا ان سب کو از سر نو فتح کیا ہرقل کی پے در پے فتوحات اور خسرو کی پے در پے شکستوں کے باعث عیسائی دنیا میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی فرقہ وارانہ اختلافات کے باوجود ساری عیسائی ملت ہرقل کو اپنا ہیرو سمجھنے لگی۔ مصر کے دو عیسائی

۱۔ عربوں کی فتح مصر خلاصہ صفحہ ۷۴ تا ۷۶

فرتے قبطی اور ملکانیہ جو صدیوں سے ایک دوسرے سے دست بگریباں تھے ان دونوں نے ان نقید الشال فتوحات پر انتہائی مسرت کا اظہار کیا یہ زریں موقع تھا اس سے فائدہ اٹھا کر ساری مسیحی ملت کو متحد اور منظم کیا جاسکتا تھا ہرقل نے کوشش بھی کی کہ عیسائیوں کو متحد کر دے۔ اور اس نے اپنی طرف سے تین مشرقی اسقفوں کے مشورے سے ایک ایسا فارمولا تیار کیا۔ جس پر سب عیسائی فرقوں کا اتحاد ظہور پذیر ہو سکتا تھا لیکن اس نے اس بات کا خیال نہ کیا کہ ہو سکتا ہے کہ مصر کا کلیسا اس کے فارمولے کو پسند نہ کرے اس صورت میں ہرقل کے پاس کوئی چارہ کار نہیں رہے گا کہ وہ تشدد سے اپنے فارمولے کو زبردستی نافذ کرے اور مصریوں کو اسے قبول کرنے پر مجبور کر دے چنانچہ ہرقل نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ ہر قیمت پر اپنے اس نظریہ کو سارے ملک میں نافذ کر کے رہے گا۔ اور اس کے زیر نگیں بسنے والے تمام عیسائی فرقوں کو طوعاً و کرھاً اس کی پابندی کرنا پڑے گی۔

اس موقع پر ہرقل سے ایک اور خطرناک غلطی سرزد ہوئی کہ اس نے فیس (PHASIS) کے بشپ سیرس (CYRUS) کو اسکندریہ کا اسقف اعظم بنا دیا اور ساتھ ہی اس کو مصر کا گورنر بھی مقرر کر دیا۔ یہ ایسا غلط انتخاب تھا جس نے اتحاد کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا وہ دس سال تک اس عہدہ پر متمکن رہا۔ اور تاریخ میں اس بات کی کوئی ادنیٰ شہادت بھی نہیں کہ اس نے قبطیوں کے اسقف کے ساتھ افہام و تفہیم یا مصالحت کرنے کی کبھی کوئی کوشش کی ہو، سائرس نے پہلے یہ ظاہر کیا کہ وہ عیسائیت کے فرقوں میں باہمی اتحاد و اتفاق قائم کرنے کے لئے یہاں آیا ہے اس نے جب سب کے سامنے ہرقل کا وہ فارمولا پیش کیا جس سے ہرقل کو یہ امید تھی کہ وہ ملکانیہ اور قبطی فرقوں کو اس کے ذریعہ متحد کرنے میں کامیاب ہو جائے گا لیکن اس کی یہ امید بر نہ آئی سائرس اس اجتماع میں اس فارمولا کو نہ صحیح طور پر بیان کر سکا اور نہ صحیح طور پر سمجھا سکا اور نہ سامعین نے اس کو صحیح طور پر پذیرائی بخشی۔ ملکانیہ فرقہ کے نمائندوں کو یہ بدگمانی ہوگئی کہ بادشاہ نے کالسیڈن کی کونسل کے اس فیصلہ کو یکسر مسترد کر دیا ہے اور وہ اپنے مذہب سے ارتداد کا مرتکب ہوا ہے قبطیوں نے اس فارمولا کو سنا تو وہ یہ سمجھے کہ جب اس طرح مسیح کی ایک مشیت اور ایک عمل کو تسلیم کر لیا گیا ہے تو لازمی طور پر مسیح کی ایک فطرت بھی تسلیم کر لی گئی ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ سائرس نے ان کے عقیدہ کو قبول کر لیا ہے سائرس نے اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ایک اور مذہبی اجلاس طلب کیا لیکن وہ بے سود رہا۔ اور اس فارمولا کی جو تعبیر سائرس نے اس اجلاس میں کی اس نے قبطیوں کو برافروختہ کر دیا۔ انہوں نے اس

فارمولا کو بڑی سختی سے مسترد کر دیا اگر دونوں فریق روا داری اور فراخدلی سے کام لیتے تو اختلاف کی اس خلیج کو پاٹا جا سکتا تھا۔ لیکن دونوں فرقوں کے سربراہوں کی تنگ دلی نے اس زریں موقع کو ضائع کر دیا پھر دونوں فرقوں کو اس کے نقصانات برداشت کرنے پڑے اور قبطیوں کے لئے مصائب و آلام کے ایسے دور کا آغاز ہوا جس کا تصور کر کے ہی انسان لرز جاتا ہے۔

سائرس نے جب محسوس کیا کہ سرزنش اور خوشامد دونوں ذریعوں سے وہ قبطیوں کے دل نہیں جیت سکا اور انہیں اپنا طرفدار نہیں بنا سکا تو اس نے سخت رویہ اختیار کیا اور اس میں شک نہیں کہ اسے اس اقدام میں ہرقل کی اشیرباد بھی حاصل تھی۔ سائرس نے ہرقل کے پیش کردہ فارمولا میں کسی ایسی ترمیم کی کوشش نہ کی جس کے باعث قبطی خوشدلی سے اس کو قبول کر لیں بلکہ اس نے قبطیوں کے سامنے دو تجویزیں پیش کیں یا تو وہ کالسیڈن کے منظور کردہ فارمولے کو من و عن تسلیم کر لیں یا ہر قسم کی اذیت رسانی بلکہ موت کے لئے تیار ہوں۔ سائرس نے اسکندریہ میں اکتوبر ۶۳۱ء میں مجلس کنیسہ منعقد کی اور قبطیوں کو راہ راست پر لانے کے لئے ہر قسم کے اقدامات کی منظوری لے لی۔ اس کے ایک یا دو ماہ بعد تشدد اور ایذا رسانی کا ایک ایسا ہولناک سلسلہ شروع ہوا جس کے ذکر سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور جس کا ایک ہی نتیجہ نکلا کہ قبطی عیسائی، رومی عیسائیوں سے ہمیشہ کے لئے متنفر ہو گئے وہ اغیار کی غلامی کا طوق ڈالنے کے لئے تیار تھے لیکن انہیں اپنے ہم مذہب رومیوں کی رعایا بن کر رہنا گوارا نہ تھا۔

اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ عیسائیوں نے اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے مذہب کو قربان کر دیا تاکہ انہیں اپنے ہم مذہب مد مقابل فریق پر فتح حاصل ہو سکے۔

سائرس نے جو مظالم قبطیوں پر ڈھائے ان کی فہرست بہت طویل ہے ان میں سے صرف ایک واقعہ بطور مثال پیش کرتا ہوں

> بنیامین، قبطیوں کا ایک معزز پادری تھا، اس کا بھائی میناس (MENAS) قبطی عقیدہ کا پیروکار تھا۔ اسے سائرس کے سامنے پیش کیا گیا اور بڑا ڈرایا دھمکایا گیا لیکن وہ اپنے عقیدہ پر ثابت قدم رہا۔ پھر مشعلیں روشن کر کے اس کے پہلوؤں کے قریب کی گئیں جنہوں نے اس کی جلد اور گوشت کو جلا دیا اور چربی پگھل کر نیچے گرنے لگی لیکن اس کے پائے ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی تب اس کے منہ سے ایک ایک کر کے دانت اکھیڑ لئے گئے پھر

اسے ایک ریت کی بوری میں بند کر دیا گیا اور اسے سمندر کے ساحل پر لے گئے تین مرتبہ اسے کہا گیا اگر اسے زندگی عزیز ہے تو اپنے عقیدہ سے توبہ کرے۔ اور کالسیڈن کی کونسل کا منظور شدہ عقیدہ اپنا لے تینوں بار اس نے ان کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ پھر اسے سمندر میں ڈبو دیا گیا۔ (۱)

قبطی عیسائیوں اور رومیوں میں جو نفرت جڑ پکڑ چکی تھی وہ آگے چل کر بڑے المناک حادثات کا سبب بنی مسلمانوں نے بابلیون (مصر کا ایک شہر) کا محاصرہ کر لیا۔ رومی محاصرہ کی شدت کی تاب نہ لا سکے اور ہتھیار ڈال دیئے اور وعدہ کیا کہ وہ تین دن کے اندر شہر کو خالی کر کے چلے جائیں گے۔ اتفاق ملاحظہ کیجئے کہ مسلمانوں نے جس روز بابلیون پر حملہ کیا وہ گڈ فرائیڈے (۱۶ اپریل ۶۴۱ء) تھا۔ یہ عیسائیوں کا ایک بڑا مقدس دن ہے اور عیسائیوں کی وہاں سے اخراج کی تاریخ ایسٹر منڈے تھی۔ یہ دن بھی عیسائیوں کا ایک مقدس مذہبی تہوار تھا۔ اس کے باوجود کہ مسلمان تین دن بعد اس شہر میں داخل ہونے والے تھے اور مسیحیت کا پرچم یہاں ہمیشہ کے لئے سرنگوں ہونے والا تھا ان سنگین حالات میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے ان کی باہمی نفرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو قبطی عیسائیوں اور رومی عیسائیوں کے درمیان تھی۔ اس واقعہ سے پہلے رومیوں نے بابلیون کے بہت سے قبطیوں کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا تھا۔ اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ رومیوں کے اصرار کے باوجود انہوں نے اپنے عقیدہ سے دست بردار ہونا منظور نہ کیا یا انہیں یہ اندیشہ تھا کہ یہ قبطی ہمارے ساتھ بیوفائی کریں گے ایسٹر کے دن انہوں نے ان قیدیوں کو جیل سے نکالا۔ اور اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ ان قیدی قبطیوں کے ہاتھ کاٹ دیں کیونکہ اس فروعی اختلاف کے باعث رومی قبطیوں کو بت پرستوں سے بھی زیادہ غلیظ اور پلید سمجھتے تھے۔

اہل مصر کے مذہبی حالات کے بارے میں آپ نے تفصیلی جائزہ پڑھ لیا۔

اب ان کے مذہب کے چند دوسرے پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

مصری ابتداء سے ہی حیات بعد الموت کے قائل تھے۔ ان کا یہ ایمان تھا کہ انسان کو مرنے کے بعد زندہ کیا جاتا ہے اور اس کو اس کے اعمال کے مطابق جزا و سزا دی جاتی ہے اس عقیدہ کے پیش نظر ان کے ہاں مردوں کی تکفین و تدفین کے بارے میں بڑی عجیب و غریب رسمیں تھیں۔

۱۔ عربوں کی فتح مصر از الفریڈ بٹلر صفحہ ۱۸۳

وہ ان کی قبر میں اور چیزوں کے علاوہ کھانے پینے کی چیزیں بھی رکھ دیا کرتے تھے اور جب ان کا کوئی بادشاہ مرتا تو اس کے لئے پہاڑوں کو کھود کر بہت وسیع وعریض مدفن تیار کیا جاتا جو کئی کمروں پر مشتمل ہوتا۔ ماہرین آثار قدیمہ نے صعید مصر میں وادی ملوک، اور وادی ملکات دریافت کی ہیں وادی ملوک میں بادشاہوں کے مقبرے ہیں اور ان کا نقشہ عام طور پر ایک ہی قسم کا ہوتا ہے۔ داخلہ کے لئے پہاڑی کھود کر وسیع وعریض راستہ بنایا جاتا۔ جو چھ سات فٹ چوڑا، اور چھ سات فٹ اونچا دور تک پہاڑی میں چلا جاتا۔ اس سے آگے ایک کمرہ کے برابر گڑھا کھود دیا جاتا۔ پھر اس سے آگے دوسرا کمرہ ہوتا جس میں شاہی تابوت رکھا جاتا جس میں بادشاہ کی حنوط شدہ ممی (لاش) رکھی ہوتی اس کے دائیں بائیں دو کمرے ہوتے جن میں بادشاہوں کی ضرورت کا سامان شاہانہ انداز سے رکھ دیا جاتا سونے کے زیورات، سونے کا تخت، سنہری کرسی، اور دیگر قیمتی چیزیں ان اشیاء کے علاوہ کئی برتنوں میں گندم اور دوسری کھانے کی چیزیں رکھ دی جاتیں پانی سے بھرے ہوئے کئی مٹکے بھی رکھ دیئے جاتے ماہرین آثار قدیمہ نے جو مقبرے دریافت کئے ہیں اور انکی کھدائی کی ہے وہاں سے یہ ساری چیزیں دستیاب ہوئی ہیں جن سے کئی چیزیں مصر کے عجائب گھر میں بھی موجود ہیں صرف اسی پر اگر اکتفا کیا جاتا تو اس کو یہ کہہ کر برداشت کر لیا جاتا کہ انہوں نے اپنے مذہبی جذبات کی تسکین کے لئے اتنی دولت کا ضیاع کیا۔ لیکن اس سے بھی سنگین امر یہ ہے کہ اس عقیدہ کے پیش نظر کہ دفن کرنے کے بعد بادشاہ دوبارہ زندہ ہو جائے گا اور اس کو اس دنیوی زندگی کی طرح خدام خادماؤں کی ضرورت پڑے گی۔ اس لئے خادموں اور خادماؤں کی ایک جماعت اس مقبرہ کے ایک کمرے میں کھڑی کر دی جاتی۔ اس اہتمام کے بعد داخلہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا۔ اس کے سامنے بڑی بڑی چٹانیں، مٹی اور ریت کے ڈھیر لگا دیئے جاتے اور اس کو باہر سے اس طرح بند کر دیا جاتا کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ یہاں کوئی بادشاہ اپنے زیورات اور ہیروں اور جواہرات کے ساتھ مدفون ہے۔ بادشاہ کی میت پر تو جو گزرتی ہوگی وہ گزرتی ہوگی لیکن ان زندہ خدام اور خادماؤں پر جو گزرتی ہوگی اس کا تصور کر کے ہی لرزہ طاری ہو جاتا ہے کچھ وقفے کے بعد اس گھپ اندھیرے میں جب وہ پیاس اور بھوک کی شدت سے تڑپتے ہوں گے اور بے بسی کے عالم میں دم توڑ دیتے ہوں گے تو کیا انسانیت اپنے فرزندوں کی اس بہیمانہ ہلاکت پر سر نہیں پیٹ لیتی ہوگی۔ لیکن یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ ان مقابر سے جہاں سے کھدائی کرنے والے ماہرین آثار قدیمہ کو بادشاہ کے زیورات شاہی، تخت شاہی، کرسی، گندم کے دانوں سے بھرے ہوئے

منکے اور دوسری چیزیں ملی ہیں وہاں ان بے زبان اور مظلوم خادموں اور خادماؤں کے ڈھانچے بھی ملے ہیں جو اس غلط نظریہ کی بھینٹ چڑھتے رہے اور عقل انسانی کی کج فہمی اور نا رسائی پر ماتم کرتے رہے۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا۔ اس ظلم شنیع پر نہ کسی مذہبی پیشوا کو اعتراض کرنے کی جرات ہوئی اور نہ ان بیکسوں اور بے بسوں کی دردناک موت پر کسی کا دل تڑپا۔ اور نہ ہی ملکی خزانہ کے اس ضیاع پر کسی نے احتجاج کی ضرورت محسوس کی اور یہ سلسلہ صدیوں جاری رہا۔ اور ایک بادشاہ کے بعد جب دوسرا بادشاہ داعی اجل کو لبیک کہتا تو اس کے ساتھ بھی ان بے بس غلاموں کا ایک گروہ ہلاکت کے منہ میں دھکیل دیا جاتا۔

(۱۹۵۴ء میں جب میں جامعہ ازہر میں زیرِ تعلیم تھا تو چند ساتھیوں کی ہمراہی میں مجھے وادی الملوک اور وادی الملکات میں بادشاہوں اور ان کی ملکات کے مقابر دیکھنے کا اتفاق ہوا بعینہٖ یہی نقشہ تھا جو اوپر بیان ہوا اور مصر کے دارالآثار القدیمہ (میوزیم) میں وہ زیورات وہ زرنگار تخت اور کرسیاں بھی دیکھیں جو ان مقابر سے دریافت ہوئی تھیں اور پھر انہیں دارالآثار کی زینت بنا دیا گیا ہے۔)

تعلیم

عام طور پر تعلیم موروثی ہوتی یعنی باپ اپنا علم اور اپنا فن اپنی اولاد کو سکھاتا لیکن اٹھارھویں خاندان کے عہد حکومت میں بڑے بڑے شہروں میں سکول بھی کھول دیئے گئے جہاں بچے تعلیم حاصل کرنے کے لئے جاتے تھے۔ قدیم زمانہ کی مصری عمارتیں خصوصاً مندر اور اہرام ان کے فن تعمیر اور ریاضیات میں مہارت کے ناقابل تردید شواہد ہیں انسائیکلوپیڈیا گلوریئل کے مقالہ نگار نے تحریر کیا ہے۔

> پٹولیمیز (PTOLEMIES) خاندان کے عہد حکومت میں مصر دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ تعلیم یافتہ اور زیادہ دولت مند تھا۔ آپ پیچھے اسکندریہ کی فلسفی اور ماہر ریاضی دان ہپاٹیا (HYPATA) کے دردناک قتل کا واقعہ پڑھ چکے ہیں بہر حال اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اسکندریہ علم اور فلسفہ کا مرکز تھا۔ اور لوگ دور دور سے حصول علم کے لئے اسکندریہ کی درسگاہوں اور علماء کی خدمت میں حاضری کے لئے

مصر کا سفر کرتے تھے۔ (۱)

مصر کے اقتصادی حالات

جیسے ابتداء میں بتایا گیا ہے کہ دریائے نیل کا پانی زراعت کے لئے از حد مفید ہے۔ ریگستان کا جو حصہ اس دریا کے پانی سے سیراب ہوتا ہے وہ قلیل مدت میں سرسبز و شاداب کھیتوں، لالہ زاروں اور مرغزاروں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے یہ ملک معاشی لحاظ سے بہت خوشحال تھا۔ اور دنیا کا کوئی اور ملک خوشحالی میں اس کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ رومیوں نے اسے تیس سال قبل مسیح میں فتح کیا اور ۶۴۰ء تک اس پر حکمران رہے مصری آزادی کا اختتام اس کے لئے موت کا پیغام تھا۔ رومیوں کی غلامی کے بعد اس کی معاشی حالت میں انحطاط اور زوال رونما ہونے لگا یہ روم کے شہنشاہ کے لئے ایک دودھ دینے والی گائے بن گیا جسے رومی تاجدار کی ذاتی جائیداد سمجھا جاتا تھا۔ آہستہ آہستہ اس کی تمام دولت و ثروت نچوڑ لی گئی۔ روم کو سامان خور و نوش پہنچانے کے لئے یہاں کے غلے پر ٹیکس لگا یا گیا اور رومن ممالک کے خزانہ میں سونے چاندی کے انبار لگانے کے لئے ان کی نقدی پر ٹیکس لگا یا گیا تین چار صدیوں کی رومن غلامی کے عہد میں مصر کی مالی حالت اتنی دگرگوں ہو گئی کہ تانبے کا معمولی قیمت کا سکہ بھی ٹکسال میں بننا بند ہو گیا اور لوگ جنس کے بدلے جنس فروخت کرنے پر مجبور ہو گئے رومن دور حکومت کی سب سے بڑی یادگار وہ فسادات ہیں جن میں قتل عام کیا جاتا تھا۔ رومن حکومت عربوں کے چند ہزار شہسواروں کا مقابلہ نہ کر سکی۔ اور اس نے ان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔ عربوں کے دور حکومت میں اسلام کے عادلانہ نظام معیشت کی برکت سے اس ملک کی معاشی خوشحالی لوٹ آئی۔ اور اس کا سالانہ خراج اتنا بڑھ گیا کہ اس زمانہ کے تمام ممالک سے زیادہ تھا۔ (۲)

مصر کی زمین جاگیرداروں کی اور بڑے لوگوں کی ملکیت تھی پولیس اور محافظین کے دستے اس زمیندار کے ذاتی ملازم ہوا کرتے تھے مصر کی معاشی حالت کے بارے میں بٹلر رقمطراز ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ رومیوں نے جو ٹیکس لگائے تھے وہ بہت زیادہ اور غیر منصفانہ تھے انہوں نے اعلیٰ طبقات کے لوگوں کو ہر قسم کے

۱۔ انسائیکلوپیڈیا گلوریئل صفحہ ۲۷۱ جلد ہفتم
۲۔ ایضاً

ٹیکس ادا کرنے سے مستثنیٰ قرار دے دیا تھا۔ اسکندریہ کے رہنے والوں سے بندر گاہ کا ٹیکس وصول نہیں کیا جاتا تھا مسلمانوں نے مصر فتح کرنے کے بعد لوگوں پر ٹیکسوں کا بوجھ کم کر دیا اور جو طبقات ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے ان سے بھی ٹیکس وصول کرنا شروع کر دیا مسلمانوں نے اہل مصر پر جزیہ کے نام سے جو ٹیکس لگایا وہ دو دینار سالانہ فی کس تھا۔ لیکن اس سے بوڑھے، بچے، عورتیں، غلام، مجنون اور گداگر مستثنیٰ تھے۔ (۱)

دی ہسٹورین ہسٹری آف دی ورلڈ کے مصنفین اس موضوع کے بارے میں رقمطراز ہیں مصر، اپنے حیران کن قدرتی وسائل اور جفاکش اور محنتی باشندوں کے باعث عرصہ دراز سے رومی مملکت کا ایک بڑا قیمتی صوبہ تھا۔ وہ اپنی آمدن کا بہت بڑا حصہ شاہی خزانہ کی نذر کرتا تھا۔ اس کی زراعت پیشہ آبادی جو سیاسی اثر و نفوذ سے بالکل محروم تھی کو مجبور کیا جاتا تھا کہ وہ صرف مختلف قسم کے ٹیکس ہی ادا نہ کریں بلکہ ان کے علاوہ ایک خاص لگان بھی رومی حکومت کو ادا کریں۔ جو مزروعہ زمین پر پٹہ کے طور پر ادا کیا جاتا تھا۔ ان حالات میں مصر کی معاشی حالت روبزوال تھی۔ (۲)

یہی مصنفین اسی کتاب کے صفحہ ۱۷۵ پر حقیقت حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں ٹیکسوں کی بھرمار کی وجہ سے مصر کی معاشی حالت عمومی انحطاط کا شکار تھی کاروبار کے گھٹ جانے، زراعت کو پس پشت ڈالنے اور مصری آبادی کے رفتہ رفتہ کم ہونے کے باعث بڑے بڑے شہر کھنڈروں میں تبدیل ہو گئے تھے جو پھر کبھی سنبھل نہ سکے اور ان کی سابقہ خوشحالی کبھی واپس نہ لائی جا سکی۔ (۳)

جس ملک کے باشندوں کو سائرس جیسے ظالم اور سنگدل گورنر نے دس سال تک آلام و مصائب کی چکی میں پیسا ہو ان کی معاشی خستہ حالی کے بارے میں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔

۱۔ عربوں کی فتح مصر از بٹلر صفحہ ۴۵۴۔ ۴۵۳

۲۔ ہسٹورین ہسٹری صفحہ ۱۷۳ جلد ہفتم

۳۔ ہسٹورین ہسٹری صفحہ ۱۷۵ جلد ہفتم

مصر کا فن وثقافت

مصریوں کے عمومی تذکروں میں ان کی ثقافت اور ان کے فنون کے بارے میں اشارۃً ذکر آپ پڑھ چکے ہیں۔ مصر کے طول وعرض میں ان کے آثار قدیمہ۔ ان کی بلند ہمتی اور عظمت کی گواہی دے رہے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں آپ یونانی مشہور مورخ ہیرو ڈیٹس کی یہ تحریر ملاحظہ کریں جس میں اس نے جیزا کے ہرم کے بارے میں کچھ تفصیلات دی ہیں وہ لکھتا ہے

> ایک لاکھ مزدور بیس سال تک اس کی تعمیر میں مصروف رہے، تب جیزا کا ایک ہرم پایہ تکمیل تک پہنچا۔ اس کی کل بلندی چار سو اسی فٹ سے زائد ہے اس میں دو لاکھ سے زائد چونے کے پتھر کے تراشیدہ ٹکڑے لگے ہوئے ہیں اور ان کو اس کمال مہارت سے ایک دوسرے کے ساتھ پیوست کیا گیا ہے کہ آج کا کوئی ماہر معمار بھی اس طرح کی چنائی نہیں کر سکتا۔ ہر پتھر کے ٹکڑے کا وزن اڑھائی ٹن ہے یعنی ستر من ہے۔ (۱)

ان کے مندر بڑی طویل وعریض عمارات پر مشتمل ہوتے تھے عمارت کا ہر حصہ ایک خاص کام کے لئے مخصوص ہوا کرتا تھا کہیں عبادت ہوتی تھی کہیں درس وتدریس کا شغل جاری رہتا تھا۔ کہیں مہمانوں کو رہائش کی سہولتیں مہیا کی جاتی تھیں قاہرہ میں عجائب گھر دیکھنے سے اس مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے مزید گنجائش باقی نہیں رہتی۔

مصری معاشرہ

مصری معاشرہ میں سب سے اعلیٰ طبقہ مذہبی پیشواؤں اور امراء کا شمار کیا جاتا تھا جو تعداد میں بہت قلیل تھے۔ لیکن اختیارات اور اثر ونفوذ میں ان کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا تھا ان کے نیچے محنت و مشقت کرنے والے لاکھوں کسان تھے زمین اصلاً فرعون کی ملکیت مانی جاتی تھی۔ عمرانی نظام میں یہ اصول مسلم تھا۔ کہ ہر شخص اوپر سے آئے ہوئے ہر حکم کی پابندی کرے صرف سیاسی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ وہ اسے ایک مذہبی فریضہ بھی سمجھے جو کام کسی کے سپرد کیا

۱۔ ورلڈ سولائزیشن از ریلیکس صفحہ ۳۵

جائے۔ اور جہاں کسی کو متعین کر دیا جائے، اسے چاہئے کہ وفاداری سے اپنے فرض کو بجا لائے۔

قدیم مصر کا معاشرہ مطلق العنانی پر مبنی تھا۔ یونانی بطلیموسیوں کا دور آیا۔ تو انکے ماتحت مصری سلطنت نے ایک سرمایہ دار حکومت کی شکل اختیار کر لی جس میں تمام اقتصادی سرگرمیاں حکومت کی تجاویز کے مطابق عمل میں آتی تھیں۔

عہد قدیم میں مصری بادشاہ اپنی بہن کے ساتھ شادی کر لیا کرتا۔ اور بسا اوقات اپنی بیٹی کو اپنی بیوی بنا لیا کرتا تھا۔ اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ شاہانی خاندان کے خون کو بیرونی عناصر کے خون کی آلودگی سے ہم پاک رکھنا چاہتے ہیں۔ بادشاہوں کی یہ عادت ان کے شاہی محلات تک محدود نہ تھی بلکہ ان کی رعایا میں بھی اس قبیح فعل کو قبول عام حاصل ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ دوسری صدی عیسوی میں ارسینوئی کے دو تہائی باشندے اس طریقہ کار پر عمل پیرا تھے۔

> ول ڈیورانٹ لکھتا ہے کہ عورت کو مرد پر اس زمانہ میں غلبہ حاصل تھا۔ یونان کا ایک سیاح دیو دور الصقلی جب مصر آیا اور یہاں کے معاشرہ میں عورت کی بالادستی کو دیکھا تو اس نے از راہ مذاق کہا یوں معلوم ہوتا ہے کہ وادی نیل کے نکاح نامہ میں، جو شرطیں لکھی جاتی ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ مرد اپنی عورت کا اطاعت گزار ہوگا۔ (۱)

۱۔ قصۃ الحضارۃ صفحہ ۹۶، جلد اول جزء ثانی

ہندوستان
786
ANSARI
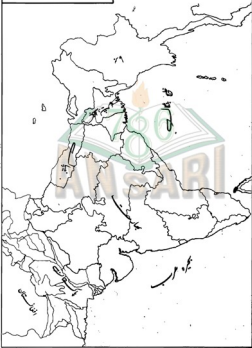
ہندوستان
بحیرہ عرب

ہندوستان

چند سال پہلے تک مؤرخین اور تہذیب انسانی کے ماہرین کے ہاں یہ خیال سند قبول حاصل کر چکا تھا کہ ہندوستان میں آریوں کی آمد کے بعد تہذیب وثقافت کا آغاز ہوا۔ اس سے پہلے اس برصغیر پر جہالت اور بربریت کی ظلمت چھائی ہوئی تھی تمدن و شائستگی کا نام تک نہ تھا۔ لوگ گھاس پھوس کے بنے ہوئے جھونپڑوں میں زندگی بسر کرتے تھے ادنیٰ درجہ کا لباس پہنتے اور درختوں کے پتوں پر کھانا رکھ کر تناول کرتے لیکن موہنجو داڑو (سندھ) اور ہڑپہ (پنجاب) میں کھدائی کے بعد عجیب و غریب انکشافات ہوئے ہیں یہ کھدائی سرجان مارشل کے زیر نگرانی ۱۹۲۰ء میں آثار قدیمہ کی سروے سوسائٹی آف انڈیا نے کرائی اس سے پرانے زمانے کے شہروں کے جو آثار وکھنڈرات دستیاب ہوئے ہیں انہوں نے ہندوستان کے مورخین کی سوچ کا رخ بدل دیا ہے ایسی ناقابل تردید شہادتیں ملی ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آج سے پانچ ہزار سال قبل کم از کم ان علاقوں میں جو سینکڑوں مربع میل کے رقبہ پر پھیلے ہوئے ہیں ایسی تہذیب موجود تھی جو آج کی جدید ترین تہذیب اور تمدن کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

گرولیئر انسائیکلوپیڈیا (GROLIER ENCYCLOPEDIA) مطبوعہ امریکہ کے مصنفین نے انڈیا کے عنوان کے تحت اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے جس کا ترجمہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

"متعدد مٹی میں مدفون شہروں کی دریافت جو سندھ میں موہنجو داڑو اور پنجاب میں ہڑپہ کے مقام پر ہوئی اس نے ہندوستان کی تاریخ کو ۲۷۵۰ ق م پر پہنچا دیا ہے یہ یقین سے کہا جاتا ہے کہ وادی سندھ کے وسیع و عریض خطہ میں پانچ ہزار سال پہلے سے تہذیب کی روشنی پھیلی ہوئی تھی جو مصر، سومر (نینوا) کی تہذیبوں کے ہم عصر تھی"

سرجان مارشل جن کی نگرانی میں ان شہروں کی کھدائی کی مہم تکمیل کو پہنچی وہ لکھتے ہیں

بہت سے گھروں میں کنوئیں اور غسل خانوں کے آثار ملے ہیں اور اس کے ساتھ گندے پانی کے نکاس کا بہترین نظام دریافت ہوا ہے جس سے وہاں کے باشندوں کے معاشرتی حالات کا علم ہوتا ہے جو یقیناً ان کی معاصر تہذیبوں، بابل اور مصر میں پائے جاتے تھے۔ موہنجوداڑو میں گھریلو استعمال کے برتن۔ رنگدار نقوش والے ظروف، شطرنج کے مہرے اور سکے جو آج تک دریافت ہونے والے سکوں میں قدیم ترین ہیں۔ بہترین قسم کے ایسے برتن جن پر اعلیٰ قسم کے نقش و نگار بنے ہوئے ہیں دو پہیوں والی گاڑی۔ سونے چاندی اور جواہرات کے زیورات جنہیں اس عمدگی سے بنایا گیا ہے اور ان پر بہترین پالش کی گئی ہے جو موجودہ دور کے بہترین زیورات میں پائی جا سکتی ہیں ان کی ساخت اور چمک دمک کو دیکھ کر معلوم ہی نہیں ہوتا کہ ان کا تعلق پانچ ہزار سال قبل از زمانہ تاریخ سے ہے زراعت، وادی سندھ کے باشندوں کا اہم پیشہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آبپاشی کا بہترین نظام رائج تھا، موہنجوداڑو، صنعت کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں کی مصنوعات برآمد کی جاتی تھیں ان دستکاروں کے آلات صنعت دیکھ کر حیرت ہوتی ہے یہاں کے پارچہ باف بہترین قسم کا کپڑا تیار کرتے تھے جو بابل اور ایشیا کے دوسرے معروف شہروں میں برآمد کیا جاتا تھا نظام بلدیہ کی عمدگی کا ثبوت ان منصوبوں سے ملتا ہے جن کے مطابق شہر آباد کئے جاتے تھے صفائی اور حفظان صحت کے لئے جو انتظامات کئے گئے تھے انہیں دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے موہنجوداڑو مستطیل شکل پر تعمیر کیا گیا تھا۔ اس کی گلیاں بہت وسیع اور سیدھی تھیں۔ جو شمال سے جنوب کی طرف جاتی تھیں۔ اور دوسری بڑی گلیوں کے ساتھ متوازی تھیں چھوٹی گلیاں جب بڑی سڑک سے نکالی جاتیں تو نوے درجہ کے زاویہ کے مطابق نکالی جاتیں بالکل اسی طرح جیسے جدید امریکہ کے شہروں کا حال ہے۔ بڑی گلیاں تینتیس فٹ چوڑی ہوتیں اور چھوٹی گلیاں اٹھارہ فٹ چوڑی ہر گلی کوچہ میں فالتو پانی کے اخراج کی نالیاں بنی ہوئی تھیں جن کو بڑی مہارت سے بہترین اینٹوں سے چھت دیا گیا تھا۔ مناسب مقامات پر سوراخ رکھے گئے تھے تاکہ ان کی صفائی کی جا سکے۔ موہنجوداڑو میں پانی کے اخراج کا جو نظام تھا۔ وہ انیسویں صدی میں یورپ کے تمام نظاموں سے بہترین تھا۔ موہنجوداڑو کے باشندوں کو موسیقی اور رقص سے بڑی دلچسپی تھی۔ سانڈوں اور مرغوں کی لڑائی۔ شکاری کتوں کے ساتھ جانوروں کا شکار۔ ان کی بہترین تفریح تھی۔ (۱)

۱۔ گرولیئر انسائیکلوپیڈیا خلاصہ صفحات A ۱۱۰، B ۱۱۰، ۱۱۰ جلد گیارہ

ان علاقوں کے باشندوں کے مذہبی عقائد کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں ان سے پتہ چلتاہے کہ وہ ماتا دیوی کی پوجا کیا کرتے تھے۔ جوان کی زمینوں کی زرخیزی میں اضافہ کا باعث بنتی تھی ان کے زرخیز کھیت، بہترین اجناس پیدا کرتے تھے۔ جن کی مقدار بھی وافر ہوتی اور کیفیت و نوعیت میں بھی بہترین ہوتیں ان کے عقیدہ کے مطابق ماتا دیوی کی وجہ سے ان کے مویشی زندہ و سلامت رہتے پھلتے پھولتے اور اپنے مالکوں کی مالی حالت کو مستحکم کرتے تھے ان کی اہم عبادت جانوروں کی قربانی تھی جو ماتا دیوی کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے وہ دیا کرتے تھے۔ اس کے خون سے اس دیوی کے بت کو بھی رنگین کرتے تھے۔ ان کی معیشت کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا انحصار زراعت پر تھا۔ اور ان میں سے بیشتر قبائل خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ (۱-۲)

اسی علاقہ میں ہندو مذہب، ہندو معاشرہ اور ہندو تمدن نے جنم لیا اور نشو و نما پائی اور آریہ کی آمد سے لے کر ڈیڑھ ہزار سال تک اس علاقہ کی سیاسی تاریخ نامعلوم ہے جو ایک حیرت انگیز بات ہے اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آریہ لوگ نوشت و خواند سے بے بہرہ تھے فن تاریخ سے ان کو کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے انہوں نے تحریری طور پر اسے مدون نہ کیا جس کی وجہ سے اس کو فراموش کر دیا گیا۔ آج ہمارے لئے اس کے حسن و قبح پر رائے زنی کرنا ممکن نہیں رہا۔ البتہ مختلف کتب کے مطالعہ سے یہ نتیجہ اخذ کرنا مشکل نہیں کہ آریہ اپنے وطن سے سکونت ترک کر کے افغانستان سے گزرتے ہوئے کوہ ہندوکش کے راستہ سے ہندوستان آئے انہوں نے پندرہ صدیاں سندھ طاس میں گزاریں، اس کے بعد ان کے بعض قبائل نے مشرقی ہند کی طرف پیش قدمی شروع کی پہلے گنگا جمنا کے دو آبہ پر اپنا تسلط جمایا اس کے بعد وہ کامروپ یعنی صوبہ بہار تک بڑھتے چلے گئے اس طرح وسطی ہند میں انہوں نے اپنی سیاسی بالادستی قائم کر لی اور ہندوستان کے قدیم باشندوں دراوڑوں کو انہوں نے جنوبی ہند کی طرف بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ جو دراوڑ قبیلے کسی وجہ سے نقل مکانی نہ کر سکے آریوں نے ان کو اپنے اندر مدغم کر لیا اور بندھیا چل کے جنوبی علاقہ کو دراوڑوں کا علاقہ قرار دے دیا گیا اور آرین انہیں بڑی نفرت و حقارت سے دیکھا کرتے کچھ عرصہ بعد ان دونوں ثقافتوں کی باہمی آمیزش سے ہندو مذہب اور سنسکرت زبان جو آریوں کی زبان تھی تمام ہندوستان میں اظہار خیال کا

۱- ورلڈ سولائزیشن از الف اینڈ برگ صفحہ ۷۷

۲- انسائیکلوپیڈیا گرولیئر صفحہ ۱۱۰B جلد گیارہ

ذریعہ بن گئی دراوڑوں نے اپنی زبان کو بھی باقی رکھا اور اس میں بہترین لٹریچر تخلیق کیا۔ ۳۰۰ ق م میں ہندوستان میں پندرہ آزاد حکومتیں قائم تھیں چوتھی صدی قبل مسیح میں "چندرا گپتا موریا" نے شمالی ہندوستان کو ایک سلطنت میں متحد کر دیا اس کے پوتے اشوکا نے اس سلطنت کی توسیع کی اور بہت سے علاقوں کو اس میں شامل کر لیا موریہ خاندان کے زوال کے بعد بھارت پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹ گیا، گپتا خاندان کے بادشاہ دو سو سال تک اس علاقہ میں حکمرانی کرتے رہے انہوں نے پھر شمالی ہند کو متحد کر کے ایک مملکت قائم کی۔ (۱)

ابو ریحان البیرونی

قرآن کریم کی تعلیم نے مسلمان علماء میں غور و فکر اور تحقیق و تجسس کا ذوق پیدا کر دیا تھا۔ ہر وہ چیز جو ان کی نگاہوں کے سامنے آتی۔ وہ اس کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے سرگرم عمل ہو جاتے جن اقوام عالم سے ان کو واسطہ پڑا اور جن مذاہب سے ان کی شناسائی ہوئی انہوں نے ان کے ظاہری اور باطنی حالات جاننے اور حقائق کی تہ تک پہنچنے کے لئے اپنی بہترین توانائیاں صرف کر دیں۔ جب مسلمانوں کا تعلق ہندوستان سے ہوا۔ توانہوں نے اہل ہند کے مذہبی عقائد، رسم و رواج، طرز بود و باش کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اپنی علمی اور فکری توتیں وقف کر دیں اور اہل علم و دانش کی ایک کثیر تعداد نے اس موضوع پر تحقیق کے لئے اپنی زندگیاں قربان کر دیں۔ ابو العباس ایران شاہی، استاد ابو سہل نے ہندوستان کے مذہبی اور ثقافتی حالات پر بڑی قیمتی کتب تصنیف کیں لیکن اس سلسلہ میں جو مقام ابو ریحان محمد بن احمد البیرونی المتوفیٰ ۴۴۰ھ مطابق ۱۰۴۸ء کو حاصل ہے اس کی کوئی مثال نہیں۔

اس فاضل کبیر نے پندرہ سال کا طویل عرصہ ہندوستان کے طول و عرض میں گزارا ان کے مذہبی عقائد پوجا پاٹ بود و باش کے طریقوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سنسکرت زبان میں کمال حاصل کیا اور سنسکرت کی اہم کتابوں کا بنفس نفیس مطالعہ کر کے حقیقت پر آگاہی حاصل کی اور اس طویل عرصہ میں ہندوستان کے بارے میں جو معلومات انہیں باوثوق ذرائع سے میسر آئیں اس کو کتابی شکل میں مدون کر دیا اور اس کا نام "تحقیق ماللہند" تجویز کیا۔

البیرونی مقدمہ میں اپنی اس تصنیف کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ کتاب جدل اور مناظرہ کی کتاب نہیں۔ جس میں مصنف اپنے

۲۔ انسائیکلوپیڈیا گرولیئر صفحہ 110B جلد گیارہ

نظریات اور عقائد کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فریق مخالف کے عقائد و نظریات کا ابطال اور تکذیب کرتا ہے میں نے اس کتاب میں ہندوؤں کے عقائد اور نظریات جیسے کچھ ہیں جوں کے توں بیان کر دیئے ہیں۔ میں نے ان کے صحیح یا غلط ہونے کے بارے میں اپنی کوئی رائے ظاہر نہیں کی۔ کہتے ہیں۔

"سالہا سال کی محنت کے بعد میں نے سنسکرت زبان میں کمال حاصل کر لیا اور مجھے ان اصل مراجع تک براہ راست رسائی حاصل ہو گئی میں نے سنسکرت میں اتنی مہارت پیدا کر لی کہ سنسکرت کی دو کتابوں "سانکھ" اور "پاتنجل" کا عربی میں ترجمہ کیا سالہا سال اہل ہند میں رہنے اور ان کی علمی زبان میں دسترس حاصل کرنے کے بعد اہل ہند کے بارے میں وہ اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

"ہمارے اور اہل ہند کے درمیان بڑے پردے حائل ہیں ایک بڑی رکاوٹ ان کی زبان ہے جو ہماری زبان سے حروف تہجی۔ اور تلفظ میں کوئی مناسبت نہیں رکھتی اس کی کتابت بائیں سے دائیں طرف ہوتی ہے جب کہ ہماری زبان کی تحریر اس کے برعکس ہے اس رکاوٹ کو عبور کرنا ہر شخص کے دل گردے کا کام نہیں"

دوسری بڑی رکاوٹ ان کا مذہب ہے ان کا مذہب ہمارے مذہب سے اصولاً فروعاً مختلف اور متضاد ہے۔

تیسری بڑی رکاوٹ یہ ہے کہ وہ اپنے علاوہ سب کو ملیچھ (ناپاک) سمجھتے ہیں کسی غیر کے ساتھ مباحثہ، مناظرہ اور تبادلہ خیال تک ان کے نزدیک ناجائز ہے۔ باہمی نکاح، نشست و برخاست اور خور و نوش کو بھی حرام قرار دے دیا گیا ہے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی ان کا مذہب قبول کرنا چاہے تو اس کو بھی اپنے مذہب میں داخل نہیں کرتے۔ (۱)

پھر لکھتے ہیں

۱؎ تحقیق ما للہند خلاصہ صفحہ ۱۵-۱۴

"لقد کانت خراسان وفارس والعراق والموصل الی حدود الشام فی القدیم علی دینهم (ابراهیم) الیٰ ان نجم زردشت من آذر بائیجان ودعا ببلخ الی المجوسیۃ وراجت دعوته عند گستاسپ وقام بنشرها ابنہ اسفندیار فی بلاد المشرق والمغرب قہرًا وصلحًا ونصب بیوت النیران من الصین الی الروم"[1]

"پرانے زمانہ میں خراسان۔ فارس۔ عراق۔ موصل اور شام کے رہنے والے سب اسی مذہب کے پرستار تھے۔ یہاں تک کہ صوبہ آذربائیجان میں زرتشت پیدا ہوا اور اہل بلخ کو مجوسیت قبول کرنے کی دعوت دی۔ گستاسپ بادشاہ نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس کی نشرو اشاعت کے لئے اپنے شاہی اختیارات کو استعمال کیا اس کے بعد اس کا بیٹا اسفند یار دین زرتشت کا علمبردار بنا اور جہاں تک ہو سکا مشرق و مغرب میں جبر کے ذریعہ سے یا صلح سے اس دین کو غلبہ بخشا اور چین سے لے کر روم تک سارے علاقہ میں جگہ جگہ آتش کدے تعمیر کئے"۔ (۱)

البیرونی کہتے ہیں۔

"محمد بن قاسم کی فتوحات کے باعث ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان عداوت اور بڑھ گئی۔ ہندو اپنی نسلی، علمی اور سیاسی برتری کے گھمنڈ میں اس طرح مبتلا ہیں کہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے اگر ان کو بتایا جائے کہ فلاں ملک میں فلاں فلاں بہت بڑے عالم ہیں تو وہ ایسا کہنے والوں کو جھٹلاتے ہیں۔ اور یہ بات تسلیم کرنے کے لئے کسی قیمت پر آمادہ نہیں ہوتے کہ ان کے علاوہ بھی دنیا میں کوئی شخص صاحب علم و دانش ہو سکتا ہے۔ ابتدا میں میں (البیرونی) ان کے نجومیوں کے حلقہ درس میں حاضر ہوتا اور شاگردوں کی طرح چپ چاپ بیٹھا رہتا، جب مجھے ان کی زبان پر دسترس حاصل ہو گئی تو میں نے ان اپنے نجومی استادوں سے طرح طرح کے سوالات پوچھنے شروع کر دیئے تو وہ ان کا جواب دینے سے قاصر رہے اس طرح میرے علم کا رعب ان پر بیٹھ گیا اور مجھے۔ بحر العلم (علم کا سمندر) کے معزز لقب سے ملقب کرنے لگے۔ اگرچہ اہل یونان بھی اپنے بارے میں احساس برتری کا شکار تھے اور کسی غیر یونانی کو قطعاً کوئی

۱۔ تحقیق ماللہند خلاصہ صفحہ ۱۶۔ ۱۵

اہمیت دینے کے لئے تیار نہ تھے لیکن ان میں فلاسفہ کا ایک گروہ پیدا ہوا جنہوں نے بحث و تمحیص کا دروازہ کھولا۔ جس بات کو ان میں سے کوئی شخص حق سمجھتا اس پر ڈٹ جاتا اور کسی مخالف کے سامنے سر جھکانے کے لئے تیار نہ ہوتا، وہ لوگ آنکھیں بند کر کے عوام کے نظریات کی پیروی نہیں کیا کرتے تھے سقراط نے جب یونان کے عوام کے عقیدہ کی مخالفت کرتے ہوئے ستاروں کو الٰہ ماننے سے انکار کر دیا تو ایتھنز کے گیارہ بارہ پادریوں نے اس کے مقدمہ کی سماعت کی اور اسے ملحد قرار دے کر موت کی سزا سنائی۔ تو اس نے زہر کا پیالہ بصد مسرت اپنے لبوں سے لگا لیا۔ لیکن اپنے عقیدہ سے روگردانی قبول نہ کی۔ یہ چیز اہل ہند میں مفقود تھی اس لئے ان کو راہ راست پر لانا اور ان کو اس بات کا قائل کرنا کہ ان کے آباء و اجداد نے غلط عقائد کو اپنے سینے سے لگا رکھا تھا۔ بہت کٹھن کام ہے۔ (۱)

اس تمہید کے بعد علامہ البیرونی ان کے عقائد کے بارے میں بڑی تفصیل سے اظہار خیال کرتے ہیں۔

اہل ہند کے عقائد (البیرونی کی تحقیق!)

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان کا عقیدہ

خواص کا عقیدہ

ابتداء میں آریہ عقیدہ توحید پر ایمان رکھتے تھے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان کا نظریہ یہ تھا کہ

إِنَّهُ الْوَاحِدُ الْأَزَلِيُّ مِنْ غَيْرِ ابْتِدَاءٍ وَلَا انْتِهَاءٍ الْمُخْتَارُ فِي فِعْلِهِ، الْقَادِرُ الْحَكِيمُ الْحَيُّ الْمُحْيِي الْمُدَبِّرُ الْمُبْقِي الْفَرْدُ فِي مَلَكُوتِهِ عَنِ الْأَضْدَادِ وَالْأَنْدَادِ لَا يُشْبِهُ شَيْئًا وَلَا يُشْبِهُهُ شَيْءٌ

"وہ یکتا ہے وہ ازلی ہے نہ اس کی کوئی ابتدا ہے نہ انتہا، وہ اپنے افعال میں مختار کامل ہے وہ قدرت کاملہ کا مالک ہے دانا ہے خود زندہ ہے دوسری چیزوں

۱۔ تحقیق ماللہند خلاصہ صفحہ ۱۹۔ ۱۸

کو زندہ کرنے والا ہے مدبر ہے اچھی چیزوں کو باقی رکھنے والا ہے وہ اپنی بادشاہی میں یگانہ ہے نہ اس کی کوئی ضد ہے نہ اس کا کوئی مقابل، نہ وہ کسی چیز سے مماثلت رکھتا ہے اور نہ اس سے کوئی چیز مماثلت رکھتی ہے۔ (۱)

مندرجہ بالا الفاظ میں علامہ موصوف نے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ان کے عقیدہ کا خلاصہ بیان کر دیا ہے یہ وہی عقیدہ ہے جس کی طرف تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو بلایا یہ وہی عقیدہ ہے جسے خاتم الانبیاء والمرسلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم انسانیت کو قبول کرنے کی دعوت دی۔ عقیدہ توحید کے بارے میں اپنی تحقیق کا خلاصہ بیان کرنے کے بعد علامہ موصوف ان کی معتبر کتب کے حوالوں سے اس عقیدہ کی تصدیق کرتے ہیں۔

پاتنجل ان کی ایک مشہور کتاب ہے پہلے اس کا اقتباس ملاحظہ فرمائیں

سائل اپنے استاد سے پوچھتا ہے

مَنْ هٰذَا الْمَعْبُوْدُ الَّذِیْ یُنَالُ التَّوْفِیْقُ بِعِبَادَتِهٖ

"وہ معبود کون ہے جس کی عبادت سے نیک کاموں کی توفیق نصیب ہوتی ہے۔"

استاد جواب دیتا ہے۔

هُوَ الْمُسْتَغْنِیْ بِاَوَّلِیَّتِهٖ وَوَحْدَانِیَّتِهٖ ..... وَالْبَرِیْ عَنِ الْاَفْکَارِ لِتَعَالِیْهِ عَنِ الْاَضْدَادِ الْمَکْرُوْهَةِ وَالْاَنْدَادِ الْمَحْبُوْبَةِ وَ الْعَالِمُ بِذَاتِهٖ سَرْمَدًا ..... وَلَیْسَ الْجَهْلُ بِمُتَّجِهٍ عَلَیْهِ فِیْ وَقْتٍ مَّا اَوْحَالٍ

"وہ اپنی اولیت اور وحدانیت کے باعث تمام ماسوا سے مستغنی ہے وہ ہر قسم کے افکار سے منزہ ہے کیونکہ وہ تمام ناپسندیدہ اضداد اور پسندیدہ انداد سے ارفع و اعلیٰ ہے وہ بذات خود عالم ہے اور ہمیشہ سے عالم ہے کسی وقت بھی اور کسی حالت میں بھی جہالت اور لاعلمی اس کی طرف منسوب نہیں کی جا سکتی" (۲)

۱۔ تحقیق ماللہند ص ۲۰

۲۔ ایضاً

ایک وید کا حوالہ دیتے ہیں کہ

سائل دریافت کرتا ہے کہ تم ایسی ذات کی کیونکر عبادت کر سکتے ہو جس کو محسوس نہیں کرتے تو مجیب کہتا ہے کہ جب وہ ایک نام سے موسوم ہے تو اس سے اس کی حقیقت ثابت ہوجاتی ہے۔ کیونکہ ہمیشہ اس چیز سے خبر دی جاتی ہے جو موجود ہو۔ اور جب تک وہ موجود نہ ہو۔ اس کو کسی نام سے موسوم نہیں کیا جاسکتا۔ اگر چہ وہ حواس سے غائب ہے لیکن عقل نے اس کا ادراک کر لیا ہے اور غور و فکر نے اس کی صفات کا احاطہ کر لیا ہے اور اس کی صفات میں غور و تدبر ہی خالص عبادت ہے اور جب کوئی شخص اس عبادت کو ہمیشہ پابندی سے ادا کرتا ہے تو اس کو سعادت حاصل ہوتی ہے۔"

بھگوت گیتا، جوان کی شہرہ آفاق کتاب مہابھارت کا ایک حصہ ہے اس میں باس دیو اور ارجن کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس میں باس دیو اپنے بارے میں کہتا ہے۔

اِنِّیْ اَنَا الْکُلُّ مِنْ غَیْرِ مَبْدَأٍ بِوِلَادَۃٍ اَوْ مُنْتَھًی بِوَفَاۃٍ

میں کل ہوں۔ نہ ولادت سے میری ابتداء ہوئی اور نہ وفات سے میری انتہاء ہوگی۔ (۱)

اور جس شخص نے مجھے اس صفت سے پہچانا اور میرے ساتھ اس طرح مماثلت پیدا کی کہ اس کا ہر عمل طمع سے دور ہوگیا

انْحَلَّ وِثَاقُہٗ وَسَھَلَ خَلَاصُہٗ وَعِتَاقُہٗ

جن زنجیروں میں وہ جکڑا ہوا ہے وہ ٹوٹ جائیں گی اس کی نجات اور آزادی آسان ہو جائے گی۔ (۲)

یہ حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ

اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ ان کے خواص اور ان کے علماء کا ہے وہ اپنی زبان میں اسے ایشور کہتے ہیں جن کا معنی ہے۔

اَلْمُسْتَغْنِیْ الْجَوَادُ الَّذِیْ یُعْطِیْ وَلَا یَأْخُذُ

وہ غنی وہ سخی جو سب کو دیتا ہے اور خود کچھ بھی نہیں لیتا۔ (۳)

۱۔ تحقیق ماللہند ص ۲۱

۲۔ تحقیق ماللہند ص ۲۲

۳۔ تحقیق ماللہند ص ۲۳

شرک کی آمیزش

اس کے بعد البیرونی اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ کس طرح یہ عقیدہ شرک سے آلودہ ہوا اور کس طرح خدائے واحد پر ایمان لانے والی قوم ہزاروں بلکہ لاکھوں خداؤں کو پوجنے لگی۔ اس ضمن میں وہ لکھتے ہیں

”یونان کے قدیم علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ حقیقت میں صفت وجود سے متصف ایک ہی ذات ہے اور وہ ہے علۃ اولیٰ کیونکہ یہی بالذات تمام ماسوا سے مستغنی اور بے نیاز ہے اور باقی جملہ معلولات اپنے وجود اپنی نشو ونما اور اپنی بقا میں علت اولیٰ (خالق اکبر) کے محتاج ہیں اس لئے ان کا وجود حقیقی نہیں بلکہ خیالی اور تصوراتی ہے ہندوستان کے حکماء کا بھی تقریباً یہی نظریہ تھا۔ ان میں سے بعض حکماء کی یہ رائے ہے کہ جو معلول یعنی موجود حتیٰ الامکان کوشش کرتا ہے کہ وہ علت اولیٰ (خالق حقیقی) کا زیادہ سے زیادہ قرب حاصل کرے اور اس کی صفات سے اپنے آپ کو متصف کرے جب بدن کا حجاب اٹھ جاتا ہے اور روح یا نفس، قفس عنصری سے رہائی حاصل کر لیتا ہے تو اس کو شئون کائنات میں تصرف کرنے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس بناء پر اسے الہ کہا جانے لگتا ہے۔ اس کے نام پر ہیکل تعمیر کئے جاتے ہیں اور اس کے لئے طرح طرح کی قربانیاں دی جاتی ہیں چنانچہ جالینوس اپنی کتاب ”الحث علے تعلم الصناعات“ میں لکھتا ہے کہ جو لوگ فضیلت علم سے متصف ہوتے ہیں اور اس بناء پر کوئی مفید ایجاد کرتے ہیں ان کو انسانیت کی اس خدمت کے باعث الہ بننے کا اعزاز حاصل ہو جاتا ہے جس طرح اسقلیبوس دیو ینو سیوس اگر چہ انسان تھے۔ لیکن اس بنا پر ان کو الوہیت کے مقام پر فائز کر دیا گیا کہ ان میں سے ایک نے علم طب لوگوں کو سکھایا اور دوسرے نے انگوروں سے مختلف قسم کی شرابیں کشید کرنے کی صنعت سے لوگوں کو شناسا کیا۔

افلاطون اپنی کتاب طیماؤس میں لکھتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے ان اہل کمال وفضیلت انسانوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ تم اپنی ذات کے اعتبار سے تو فساد سے منزہ نہیں ہو۔ لیکن مرنے کے بعد تمہیں فنا اور فساد سے دوچار نہیں ہونا پڑے گا کیونکہ جب میں نے تمہیں ان عظیم صلاحیتوں اور قابلیتوں کے ساتھ پیدا کیا تو اس وقت میں نے اپنی مرضی سے تمہارے ساتھ یہ پختہ وعدہ کیا تھا کہ تمہیں فنا ہونے اور فساد پذیر ہونے سے بچاؤں گا۔

یہی افلاطون دوسرے موقع پر لکھتا ہے
اللہ تعالیٰ عدد کے اعتبار سے یکتا ہے متعدد الہوں کا کوئی وجود نہیں ہے۔
توحید کے اس عقیدہ کو تسلیم کرنے کے باوجود وہ لوگ ہر اس چیز کو جو جلیل القدر ہو اور شرافت و کرامت کی حامل ہو۔ اس کے لئے الہ کا لفظ بے دریغ استعمال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ فلک بوس پہاڑوں۔ بڑے بڑے دریاؤں اور اس قسم کی دوسری چیزوں کو بھی الہ کہا جانے لگا تھا۔ بعد میں آنے والے لوگوں نے اس تفریق کو فراموش کر دیا اور ان ارباب فضل و کمال کو اور دوسری نفع بخش اور فائدہ مند اشیاء کو حقیقی خدا سمجھ لیا گیا اور خداوند وحدہ لاشریک کی بجائے ان کی عبادت کی جانے لگی۔ اور ان کے نام کی قربانیاں دی جانے لگیں۔ (۱)

ان کے عوام کا عقیدہ

لیکن ہندوستان کے عوام کا یہ عقیدہ نہیں وہ ہر اس چیز کو جو جلیل القدر ہو اور شریف ہو اس کو الہ کہہ دیتے ہیں حتیٰ کہ کئی پہاڑوں کو، دریاؤں کو، سمندروں کو، اسی طرح کئی درختوں اور جانوروں کو بھی وہ صفت الوہیت سے متصف مانتے ہیں یہاں تک ہم نے علامہ البیرونی کی تصنیف سے استفادہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں عوام و خواص کا عقیدہ بیان کیا۔ اب ہم دوسرے مراجع کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ انہوں نے اس کے بارے میں کیا لکھا ہے ورلڈ سولائزیشن کے دونوں مصنف رقمطراز ہیں

> قدیم آریاؤں کے مذہب کے متعلق ویدوں میں یہ مرقوم ہے کہ آریہ اصنام پرست تھے اور ان کے دیوتا فطری قوتیں تھیں یا وہ اشخاص جو ان قوتوں کا پیکر سمجھے جاتے تھے۔ ابتداء میں نہ بت بنائے جاتے تھے اور نہ ان کے لئے بت خانے تعمیر کئے جاتے دیوتاؤں کی بڑی پوجا یہ تھی کہ ان کے لئے قربانیاں دی جاتیں۔ عام طور پر اناج اور دودھ کی قربانیاں پیش کی جاتی تھیں۔ گوشت ان دیوتاؤں کی قربان گاہ پر جلایا جاتا۔ پجاری خود بھی اسے کھاتے تھے اور اس کا بہترین حصہ پروہت کو دیا جاتا تھا سب سے مرغوب ترین قربانی "سومہ" تھی یہ ایک شراب ہے جو ایک پہاڑی بوٹی سے کشید کی جاتی ہے وہ اپنے دیوتاؤں کو بہت عالی شان اور طاقتور سمجھتے

۱۔ تحقیق ماللہند خلاصہ صفحہ ۳۸ تا ۴۴

اور جب تک وہ "سومہ" (شراب) پیتے رہتے وہ فنا اور موت سے بلند تر تھے قربانی دینے والے یہ خیال کرتے ہیں کہ جن دیوتاؤں کے لئے انہوں نے قربانیاں دی ہیں وہ انہیں اس کے عوض بڑے بڑے انعامات سے بہرہ ور کر کے مالا مال کر دیں گے۔ ان کی تجارت اور کاروبار نفع بخش ہو گا ان کے کھیت عمدہ اور کثیر غلہ پیدا کریں گے ان کے جانور افزائش نسل کے باعث تعداد میں بڑھ جائیں گے۔ اور ان کے گھروں میں دودھ اور مکھن کی نہریں جاری ہو جائیں گی۔ بڑی عیاری سے یہ عقیدہ آہستہ آہستہ ان کے ذہنوں میں نقش کر دیا گیا کہ قربانی کا اجر اور اس کے عوض میں ان کی مادی خوشحالی فقط اس وقت انہیں نصیب ہو گی جب کہ ان کی قربانی ہر قسم کی غلطیوں اور خطاؤں سے مبّرا ہو۔ اور اگر انہوں نے ذرا سی بھی غلطی کی تو نہ صرف یہ کہ وہ اس کے اجر سے محروم ہوں گے بلکہ الٹا ان کے دیوتا ان سے خفا ہوں گے اور غضبناک دیوتا ان کی جان، اولاد اور مال کو تہس نہس کر کے رکھ دے گا اس لئے دیوتاؤں کی ناراضگی کے خطرہ سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ خود یہ قربانیاں پیش نہ کریں بلکہ برہمن جو قربانی کے آداب و شرائط سے پوری طرح آگاہ ہیں ان کو کہا جائے کہ وہ ان کی قربانیاں ان کے دیوتاؤں کے حضور پیش کریں آہستہ آہستہ قربانی پیش کرنے کا اختیار برہمنوں تک محدود ہو گیا اور جس نے ان کو ہندو معاشرہ میں ایک بلند پایہ مقام عطا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے لئے معاشی خوشحالی کے دروازے کھول دیئے۔ (۱)

ہندوؤں کے لاتعداد دیوتا

ہندوؤں کے دیوتاؤں کی فہرست بہت طویل تھی جو ہر لحظہ بڑھتی رہتی تھی بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ دیوتاؤں کی اس طویل فہرست میں ایسے دیوتا بھی ہیں جو یورپین آریاؤں کے دیوتاؤں سے مشابہت رکھتے ہیں ڈائیوس (DYAVS) جو درخشندہ

۱۔ ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۸۱

آسمان کا دیوتا ہے وہ یونانی دیوتا زیئس (ZEUS) کا ہی دوسرا نام ہے وارونا (VARUNA) وہ دیوتا ہے جو آسمان کا نمائندہ ہے آسمان کی طرح ہر چیز کو گھیرے ہوئے اور یکجا کئے ہوئے ہے اسے آسورا (ASURA) کہا جاتا ہے یہ ایران کے اعلیٰ ترین دیوتا اھورامزدا کا ہم معنی ہے۔ پانچ دیوتا ایسے ہیں جو سورج کے مختلف مظاہر ہیں مترا جسے ایرانی متراس کہتے ہیں اس کو وہ اہمیت نہیں جو اھورامزدا کو ایران یا یونان میں حاصل تھی۔ سورج کی زریں قرص کو سوریا (SURYA) کہتے ہیں سورج کی وہ قوت جو نباتاتی اور حیوانی زندگی کی افزائش کا باعث بنتی ہے اس کو مجسم کر کے پوشاں (PUSHAN) کا نام دیا گیا۔ وہ دیوتا جو تین چھلانگ سے سارے آسمان کو طے کر لیتا ہے اس کے پیکر کو وشنو (VISHNU) کہتے ہیں ویدوں کے عہد میں جو دیوتا سب سے زیادہ طاقتور اور اہم تھا اس کا نام اندرا ہے اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے ایک اژدھا زہریلے ناگ کو قتل کر کے انسانیت کو بہت نفع پہنچایا۔ اس زہریلے ناگ سے مراد قحط ہے۔ اندرا نے پانی کو جاری کر کے قحط ختم کر دیا نیز اس نے روشنی دریافت کی اور سورج کے لئے راستہ ہموار کر دیا یہ بڑا جنگ جو ہے اور جنگ کا دیوتا ہے۔ اس نے اپنی تلوار سے جنوں اور عفریتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کالی چمڑی والے دراوڑوں کو شکست دی جو آریوں کے دشمن تھے اندرا دیوتا "سوما" شراب کا بڑا رسیا ہے جس کے پینے سے اس کا جنگی جنون بھڑک اٹھتا ہے اس نے سوما شراب سے بھری ہوئی تین جھیلیں پی لیں اور تین سو بھینسوں کا گوشت ہڑپ کر گیا۔ سوما، خود بھی ایک دیوتا ہے اس طرح اگنی بھی۔ اگنی کو دیوی بھی مانا جاتا ہے اور اسے دیوتاؤں کا منہ بھی کہا جاتا ہے جو پجاریوں کی قربانیوں کو ہڑپ کر کے آسمانی دیوتاؤں تک پہنچاتا ہے "وارونا" کو کائنات کا ناظم اعلیٰ کہا جاتا ہے جو دریاؤں کو جاری رکھتا ہے سورج اور دوسرے سیاروں کو اپنے اپنے مداروں میں محو گردش رکھتا ہے اس کے بارے میں اس کے پجاریوں کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ دیوتاؤں اور انسانوں کو قوانین اور قواعد کا پابند رکھتا ہے اور بدکاروں کو ہتھکڑیاں لگا دیتا ہے۔ (۱)

اگر چہ قدیم آریہ حیات بعد الموت پر یقین رکھتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ اس پر بھی زور دیتے تھے کہ اس دنیا میں جتنی داد عیش دے سکتے ہو دے لو پھر یہ موقع نصیب نہ ہو گا

۔ بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

۱۔ ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۸۲

ان کی الہامی کتابیں

آریوں کے پاس قدیم ترین علمی سرمایہ ویدہیں، وید کا معنی، علم اور دانش مندی ہے ان کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ یہ قدیم رشیوں کے دلوں پر القا کئے گئے یہ دیوتاؤں کا کلام ہے کسی انسان کی تخلیق نہیں۔ ہندی آریوں کے لئے یہ وید مذہبی قوانین کی کتب ہیں ان میں مختلف قسم کی دعائیں ہیں۔ بھجن ہیں حمد کے گیت ہیں ان کے ساتھ نثر میں ویدوں کی تفسیر ہے ہندوؤں کے نزدیک یہ الہامی کتب ہیں اور از حد مقدس۔ کیونکہ آریہ ناخواندہ تھے اس لئے یہ کتابیں پڑھ کر انہیں سنائی جاتی تھیں اس میں وہ منتر بھی ہیں جو برہمن قربانی دیتے وقت الاپا کرتا ہے۔ ایسے جادو منتر بھی ہیں جن سے سانپ کے کاٹنے کا علاج کیا جاتا ہے محبت پیدا کرنے کے افسوں بھی ہیں۔ اور دشمنوں کو تباہ و برباد کرنے کے طریقے بھی۔

ان کے علاوہ ویدوں کے ساتھ "اُپنشد" بھی ہیں۔ ان میں ہندو مذہب کی فلسفیانہ بنیادیں استوار کی گئی ہیں اور ان چاروں چیزوں کو ہندو مذہب کی اساس قرار دیا گیا ہے۔

۱۔ اعلیٰ حقیقت روحانی دنیا ہے۔

۲۔ مادی دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔

۳۔ عقیدہ تناسخ۔

۴۔ اس بار بار کے جینے اور مرنے کے تسلسل سے اس وقت ہی انسان کو نجات مل سکتی ہے جب وہ وجود حقیقی میں کھو جاتا ہے جب بھی روح، مادہ کے قفس کو توڑ کر آزاد ہوتی ہے تو ہر قسم کے رنج والم سے وہ محفوظ رہتی ہے ایک بار مرنے کے بعد انسان دوسرے جنم میں کسی اور وجود میں ظاہر ہوتا ہے وہ وجود انسانی، حیوانی بلکہ نباتاتی بھی ہو سکتا ہے پہلے جنم میں جو غلطیاں اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ اس کے مطابق اس کو نیا وجود دیا جاتا ہے۔ جس میں ظاہر ہو کر وہ طرح طرح کی مصیبتوں، بیماریوں اور ناکامیوں میں گرفتار ہوتا ہے اور اگر اس نے اپنی پہلی زندگی میں نیکیاں کی تھیں تو اس کو ان کا اجر دینے کے لئے نئے وجود کا کوئی ایسا قالب بخشا جاتا ہے جس میں ظاہر ہونے سے اس کو اس کی گزشتہ نیکیوں کا اجر ملتا ہے اس طریقہ کار کو کرما (KARAMA) کا نظریہ کہا جاتا ہے۔

ان ویدوں کے علاوہ ان کے پاس دو طویل رزمیہ نظمیں ہیں ایک کو رامائن اور دوسری کو مہابھارت کہا جاتا ہے پہلی نظم میں رام کی کہانی ہے جسے اس کے باپ نے اس کی سوتیلی ماں کے

اکسانے پر اپنی بیوی سیتا سمیت جلاوطن کر دیا تھا۔ جب یہ جوڑا جنگل میں جلاوطنی کی زندگی بسر کر رہا تھا تو لنکا کے راجہ راون نے اس کی بیوی سیتا کو اغوا کر لیا رام نے لنکا پر چڑھائی کر کے اپنی بیوی کو آزاد کرا لیا۔

دوسری نظم میں اس لڑائی کا ذکر ہے جو کورو اور پانڈو کے درمیان لڑی گئی تھی اس لڑائی میں کرشنا، ارجونا کا رتھ بان تھا۔ ان کی ایک اور اہم کتاب "بھگوت گیتا" ہے یہ کرشنا کا کلام ہے جو اس نے ارجونا کے ساتھ کیا جو متوقع خونریزی کے خوف سے جنگ سے دست کش ہونا چاہتا تھا۔ کرشنا نے اس کو جنگ کرنے پر آمادہ کیا اس جنگ سے جو تباہی مچی اور انسانی خون کے دریا بہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

آہستہ آہستہ آریوں کا یہ سادہ سا مذہب پیچیدہ نظریات اور بے معنی رسوم کا ایک گورکھ دھندا بن کر رہ گیا۔ دیوتاؤں کی فہرست ان کے مناصب اور ان کی عبادت کے طریقے ہر مقام اور ہر آبادی کے لئے الگ الگ ہو گئے۔ چند مستثنیات کو چھوڑ کر قدیم اور اہم دیوتاؤں کی اہمیت، بالکل گھٹ گئی اور نئے دیوتاؤں نے مندروں میں اہم مقام حاصل کر لیا۔ ان کے معبودوں کی تعداد ہزاروں بلکہ لاکھوں کروڑوں تک پہنچ گئی فلسفہ عقیدہ توحید کی طرف پیش قدمی کرتا رہا۔ اور جو عقیدہ عوام میں مقبول اور پسندیدہ تھا وہ مخالف سمت میں تیزی سے بڑھتا رہا۔ (۱)

بہر حال تین دیوتاؤں کو اب بھی بڑی فوقیت حاصل ہے اگرچہ ان کے باہمی مراتب میں اختلاف ہے۔

(۱) وشنو (VISHNU) ۔ نظام شمسی کا ایک قدیم دیوتا ہے اور اس کی کئی ناموں سے پوجا کی جاتی ہے۔ چونکہ یہ جنگ کے خلاف ہے اس لئے اس کے لئے جانوروں کی قربانی نہیں دی جاتی بلکہ پھولوں کے ہار پیش کئے جاتے ہیں۔

(۲) شیوا (SHIVA) یہ پہلے دیوتا کے بالکل برعکس ہے۔ اس کی قدر و منزلت اور پوجا ہر جگہ وشنو سے بڑھ کر ہوتی ہے اس کی تصویر میں اس کے پانچ چہرے اور چار ہاتھ دکھائے جاتے ہیں۔

(۳) برہما (BARAHMA) یہ دیوتا پہلے دو سے عزت و مرتبہ میں کم ہے اس

۱۔ ورلڈ سولائزیشن خلاصہ صفحہ ۸۷

کابت چھوٹی انگلی کی مانند چھوٹا سا بنایا جاتا ہے اور اسے کنول کے پتہ پر بٹھایا ہوا دکھایا جاتا ہے۔ (۱)

کیا ہندومت کوئی مذہب ہے؟

ورلڈ سولائزیشن کے دونوں مصنف لکھتے ہیں۔

اہل مغرب کی اصطلاح کے مطابق ہندوازم کو مذہب نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ ہر قسم کے عقیدہ کو اپنانے کے لئے تیار ہوتا ہے تمام رسم ورواج کو اختیار کر لیتا ہے خواہ وہ قدیم زمانہ کے گھناؤنے رسم ورواج ہوں یا عصر جدید کے اعلیٰ وارفع رسم ورواج۔ ہندومت کے کوئی مقررہ عقائد واصول نہیں۔ جن کو ماننا اس مذہب کے ہر پیرو پر لازمی اور ناگزیر ہو۔ اس کے ماننے والے کہیں ایک جگہ جمع ہو کر عبادت نہیں کرتے ان کا کوئی مسلمہ کلیسا نہیں ہے البتہ برہمنوں کے بارے میں ان کے خاص معتقدات ہیں مخصوص طریقہ ہائے کار ہیں جن کی سارے ہند میں پیروی کی جاتی ہے برہمن اپنے ماننے والوں کے لئے ضروری نہیں سمجھتے کہ وہ کسی مخصوص عقیدہ پر ایمان لائیں اور نہ کسی نئی بدعت کے خلاف جنگ آزما ہونے کی انہیں دعوت دیتے ہیں وہ صرف اس بات پر اصرار کرتے ہیں اور اس میں وہ کامیاب بھی ہیں کہ ان کا ہر ماننے والا اس بات کو تسلیم کرے۔ کہ دیوتا اور انسان کے درمیان صرف برہمن ہی واسطہ اور ترجمان کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں ہندوازم میں جن نکات پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ برہمنوں کی تعظیم کی جائے اور ہر معاملہ میں ان کی اعانت کی جائے۔

۲۔ حیوانی زندگی کو مجروح نہ کیا جائے (یعنی نہ انہیں ذبح کیا جائے نہ ان کا گوشت کھایا جائے)

۳۔ عورت کا مقام معاشرہ میں مرد سے فروتر ہے۔

۴۔ ذات پات کی تقسیم کو قبول کیا جائے (۲)

ذات پات کے باعث عورت کا مرتبہ گر گیا، بیوہ عورت کو ہر وقت یہ غم نڈھال کئے رکھتا ہے کہ اس کے کسی گناہ کے باعث اس کا خاوند مرا ہے اس کو دوسری شادی کی اجازت نہیں خواہ وہ ابھی عنفوان شباب میں ہو۔ عورت کو یہ بات ذہن نشین کرائی جاتی ہے کہ اس کی

ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۸۸

۲۔ ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۸۸

عزت وناموس اس میں ہے کہ وہ اپنے خاوند کی لاش کے ساتھ جل کر خاکستر ہو جائے نیز اس ذات پات کے نظام میں شودروں کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا ہے وہ بڑا شرمناک ہے انہیں انسان ہی تصور نہیں کیا جاتا۔ جنوبی ہند میں تو ان کا سایہ کنوئیں پر پڑ جائے تو وہ کنواں بھرشٹ (ناپاک) ہو جاتا ہے وہ آبادی سے باہر جھونپڑوں میں رہنے پر مجبور ہیں مزید حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ان انسانیت سوز اور قبیح رسوم کو دنیا کی تعلیم یافتہ اور اپنے آپ کو عقل مند کہلانے والی قوم ہزاروں سال سے اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔ (۱)

انسائیکلوپیڈیا آف لونگ فیتھ (زندہ مذاہب کا دائرۃ المعارف) میں اے ایل بوشم (A. L. BOSHAM) نے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان ہے ہندوازم (ہندومت) یہ مقالہ ص ۲۱۷ سے ص ۲۵۴ تک پھیلا ہوا ہے۔ اس فاضل سکالر نے بھی ہندومت کے اہم گوشوں پر روشنی ڈالی ہے۔ ہم اس کے ضروری اقتباسات بھی ہدیہ ناظرین کرتے ہیں تاکہ ہندومت کے بارے میں ان کی معلومات میں اضافہ بھی ہو اور ان میں پختگی بھی پیدا ہو جائے۔ اگر چہ بعض مقامات پر مضامین کا تکرار ہے لیکن یہ تکرار اکتا دینے والا نہیں امید ہے اس کے مطالعہ سے قارئین کی رسائی ہندومذہب کے ان تاریک گوشوں تک ہو جائے گی جو عوام کی نظروں سے ابھی تک اوجھل تھے مقالہ نگار اپنے اس مقالہ کا آغاز اس طرح کرتا ہے:۔

ہر مذہب کی تعریف کی جا سکتی ہے لیکن ہندومت کی تعریف نہیں کی جا سکتی (۲)

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندو وہ ہے، جو برہمن اور گائے کی عزت کرتا ہے ذات پات کے نظام کا قائل ہے اور نظریہ تناسخ پر ایمان رکھتا ہے یعنی روح کیے بعد دیگرے کئی جسموں میں داخل ہوتی ہے اور ایک مقررہ مدت پوری کرنے کے بعد موت کا پیالہ پیتی ہے اس جسم کو چھوڑ کر ایک نئے جسم میں داخل ہوتی ہے ضروری نہیں کہ وہ جسم انسان کا ہی ہو۔ بلکہ وہ کسی حیوان، کتے، بلے، گدھے وغیرہ اور نباتات کے پیکر میں بھی ورود کر سکتی ہے یہاں تک وہ سفر کرتے کرتے اپنی آخری منزل پر پہنچ جاتی ہے اگر نیک ہے تو سرگ باش (جنت) ہوتا ہے ورنہ نرک (دوزخ) کا

۱۔ ورلڈ سولائزیشن صفحہ ۹۱

۲۔ آپ نے ان وجوہات کا مطالعہ ابھی ابھی کیا ہے، جن کے باعث ہندومت کو مذہب کہنا مشکل ہے

ایندھن بنتا ہے اگرچہ ویدوں کو ہندوؤں کی مذہبی کتب کہا جاتا ہے لیکن جو مذہب ہندو مت کے روپ میں ہمارے سامنے موجود ہے اس کا ویدوں کے پیش کردہ مذہبی نظام سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ بہت سے دیوتا، جن کی پوجا کرنے کا حکم ویدوں میں مذکور ہے وہ اب متروک ہو چکے ہیں آریوں کا بڑا جنگی دیوتا۔ اندرا۔ کا درجہ اب بہت گھٹ کر رہ گیا ہے اب اسے صرف بارش برسانے والا کہا جاتا ہے اسی طرح وارونا جس کو پہلے سارے عالم کا محافظ یقین کیا جاتا تھا۔ اور بڑی شاہانہ شان و شوکت سے اعلیٰ مسند پر بیٹھا کرتا تھا اب اس کے پجاری شاذ و نادر ہی اس کو یاد کرتے ہیں۔

ان کے دیوتا مونث و مذکر دونوں قسم کے تھے۔ مونث کو ماتا دیوی (MOTHER, GODDESS) کہا جاتا اور اس کی پوجا کی جاتی۔ جس طرح کئی قدیم تہذیبوں میں اس کے پوجنے کا رواج تھا اس کے علاوہ آریہ ایک مذکر دیوتا کی بھی پوجا کیا کرتے تھے جس کا نام شیوا تھا جس کے آلہ تناسل کی پوجا کی جاتی۔ جس کا نشان مرد و زن اپنے گلے میں لٹکائے رکھتے۔ (۱)

ان کے علاوہ کئی جانور جیسے بیل۔ کچھوا وغیرہ اور کئی درخت پیپل، تلسی وغیرہ مقدس سمجھے جاتے۔ سندھ طاس والوں کا قدیم مذہب آریہ کی آمد کے باوجود بھی برقرار رہا۔ بعد میں ہندو مت میں وہ دوبارہ عود کر آیا آریہ عام طور پر مذکر دیوتاؤں کی پوجا کرتے تھے ان کے لئے قربانی دینے پر بڑا زور دیا جاتا۔ خصوصاً سوما (SOMA) کی قربانی بہت اہم تھی یہ ایک پہاڑی بوٹی ہے جس سے شراب کشید کی جاتی ہے۔ اسے بھی سوما کہتے ہیں آریہ لوگ اگرچہ وحشی اور جنگ جو قوم تھے لیکن ان کے ساتھ ہی مذہبی پروہتوں کا ایک گروہ بھی تھا۔ جو حمد کے گیت بھی لکھتا تھا اور پرانے گیتوں کو بھی ازبر کئے ہوئے تھا۔ قربانی کے وقت ان گیتوں کو پڑھا جاتا فن تاریخ سے لوگ ناواقف تھے ان کی قوت یادداشت بڑی عمدہ تھی ان کو وہ گیت زبانی یاد تھے رگ وید کے کئی مشہور دیوتا فراموش کر دیئے گئے اور کئی غیر اہم دیوتاؤں کو بڑا اونچا درجہ دے دیا گیا جیسے وشنو، لڈرا، جس کو بعد میں شیوا کہا جانے لگا۔ شیوا کا معنی ہے بھاگوان، شبھ، مبارک۔ یہ ہندوؤں کا اہم ترین معبود بن گیا۔

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھس صفحہ ۲۱۸

وید

ویدوں کی صحیح تاریخ کا تعین مشکل ہے البتہ یہ پتہ چلتا ہے کہ ۹۰۰ ق م تک یہ مکمل ہو گئے تھے تخلیق کائنات کے بارے میں کسی حتمی نظریہ کا ان میں ذکر نہیں حتیٰ کہ ان کے خداؤں کو بھی تخلیق کائنات کا علم نہ تھا کہ کیسے ہوئی۔ رگ وید کے آخری منتر میں ہے کہ سب سے قدیم آدمی کو دیوتاؤں نے بطور قربانی ذبح کیا اور معجزانہ طور پر اس نے اپنے مقطوعہ اجزاء سے کائنات کی مختلف چیزوں کو پیدا کیا اس سے یہ چار ذاتیں تخلیق ہوئیں۔ (۱)

قربانی پہلے بھی ان کی پوجا کا اہم عنصر تھی لیکن اب اس کی اہمیت سو گنا بڑھ گئی ساما وید، یجروید، اتھروید، رگ وید کے بعض منظوم اور بعض نثری حصوں کو الگ کر دیا گیا انہیں قربانی کے وقت پڑھا جاتا۔ اتھروید میں وہ عملیات درج تھے جن سے بیماروں کو صحت، رقیب بیویوں سے نجات، جنگ میں فتح، مقدمات میں کامیابی حاصل ہوتی۔

دیوتاؤں کی خوشنودی کا انحصار قربانی پر تھا۔ اور قربانی کی مقبولیت کا انحصار برہمنوں پر۔ کیونکہ صرف وہی لوگ صحیح طور پر قربانی کی رسم ادا کر سکتے تھے ورنہ اگر وہ خود قربانی دیتے اور اس میں ذرا سی غلطی بھی سرزد ہو جاتی تو اس قربانی سے قربانی دینے والوں کو الٹا نقصان پہنچتا اس نظریہ کے اجاگر ہونے سے برہمنوں کو بڑی تقویت پہنچی اسی بنا پر تمام ملکی قوانین سے انہیں مستثنیٰ قرار دے دیا گیا اور غیر مشروط اطاعت اور بے پایاں تعظیم کے وہ مستحق بن گئے رگ وید میں پنجابی معاشرہ کی عکاسی ہوتی تھی لیکن جب آریہ مشرقی علاقوں کی طرف بڑھتے چلے گئے تو اس وقت کے تصنیف شدہ یا نازل شدہ ویدوں میں دو آبہ گنگا جمنا کے حالات کی عکاسی ہونے لگی۔ دراوڑوں کے عقیدہ میں سے جس عقیدہ کو آریوں نے اپنایا اور اس کو بڑی اہمیت دی وہ تناسخ کا عقیدہ تھا۔ (۲)

پہلے بتایا گیا کہ ہر ایک کو موت آنی ہے خواہ وہ آسمانوں کا مکین کیوں نہ ہو۔ یہ کہا گیا کہ دیوتاؤں کو بھی موت سے مفر نہیں۔ پہلے دیوتا مرتے ہیں ان کی جگہ نئے دیوتا جنم لیتے ہیں ساری مخلوق باری باری پیدا ہوتی ہے اور مرتی ہے پھر پیدا ہوتی ہے اور مرتی ہے یہ چکر ختم نہیں ہوتا۔ اس چکر سے نجات کا ذریعہ ترک دنیا کے بغیر اور کوئی نہیں۔ لوگ شہروں کو اور اپنے

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۱۹ بحوالہ رگ وید ۹۰۔ ۱۰

۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۲۰

بستے گھروں کو چھوڑ کر ویرانوں اور جنگلوں کا رخ کرنے لگے اور خشک ترین زہد کو اپنایا جانے لگا۔ صدیوں برہمنوں کی برتری اور بالادستی کا ڈنکا بجتا رہا۔ اور لوگ ان کی غیر مشروط اطاعت کو اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھتے رہے۔

برہمنی اقتدار کے خلاف بغاوت

ان حالات میں ایک سیلانی گروہ پیدا ہو گیا جس کے افراد بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرتے انہوں نے برہمنوں کی غیر مشروط اطاعت اور قربانی کی رسوم کے بارے میں ویدوں کی تعلیمات کو نظرانداز کر دیا اور اپنی نجات کا راستہ خود تلاش کیا۔ ان میں بدھا اور مہاویرا جیسے مصلح پیدا ہوئے جنہوں نے نئے مذہب کی بنیاد رکھی۔ آخر کار ہندو رشی اس نتیجہ پر پہنچے کہ تمام چیزیں ایک حقیقی وجود میں جذب ہو کر ایک بن جایا کرتی ہیں۔ جب انسان اس حقیقت کو پالیتا ہے تو اس کو موت و حیات کی مسلسل کشمکش سے نجات مل جاتی ہے۔

عقیدہ توحید

ساری کائنات کا سربراہ ایک اور اعلیٰ خدا ہے۔ جس پر کائنات کی بقاء اور نشو و نما کا دارومدار ہے کچھ چھوٹے درجے کے خداؤں کی امداد سے وہ حکومت کر رہا ہے جو در حقیقت اس کی صفات کے مظاہر ہیں یوں ہندومت بنیادی طور پر دین توحید ہے۔ تعلیم یافتہ ہندوؤں کے نزدیک ان چھوٹے خداؤں کا مقام ایسا ہی ہے جیسے کیتھولک کلیسا میں فرشتوں اور سینٹوں کا، یہ چھوٹے خدا بہت سے معاملات میں آزاد بھی ہیں۔ ان میں باہمی رقابت اور مخالفت بھی ہوتی ہے اور آپس میں دست و گریباں بھی ہوتے ہیں۔

مسٹر بوشم لکھتے ہیں کہ ہندوؤں کی توحید اور یہودیوں کی توحید میں واضح اختلاف ہے یہودی ایک خداوند عالم کے بغیر تمام خداؤں کی یکسر نفی کرتے ہیں اور ہندو سب خداؤں کو ایک خدا میں سمیٹ دیتے ہیں، تامل سیوا ازم کی ایک مستند کتاب سے انہوں نے یہ رباعی درج کی ہے۔

What ever god you accept, he (Siva) is that god.
Other gods die and are born, and suffer & sin.
They cannot reward,
but he will see and reward your worship.

تم کسی دیوتا کو اپنا خدا مان لو۔ وہی شیوا معبود اعلیٰ ہے
دوسرے دیوتا مرتے ہیں اور پھر پیدا ہوتے ہیں تکلیف اٹھاتے ہیں گناہ کرتے ہیں
وہ تمہیں کوئی انعام نہیں دے سکتے
بلکہ شیوا (معبود اعلیٰ) ہی تمہارے اعمال کو دیکھے گا اور تمہاری عبادت کا تمہیں انعام دے گا۔ (۱)

ہندوؤں کا نظریہ تخلیق کائنات

کائنات نام ہے گردشوں کے لامتناہی تسلسل کا۔ ہندوؤں کے نزدیک یہ تسلسل وشنو دیوتا کی زندگی سے وابستہ ہے بنیادی گردش کو "کالپا" کہتے ہیں جس کا معنی ہے برہما کا دن۔ اس کی مقدار چار ہزار دو سو ملین زمینی سالوں کے برابر ہے ان کی دیومالائی اصطلاح میں یہ کہا جاتا ہے کہ ہر کائناتی دن کے آغاز میں وشنو، شیشاناگ، جس کے ہزار سر ہیں، کی گود میں سویا رہتا ہے یہ ناگ لامتناہی زمانہ کی علامت ہے وہ کائناتی قدیم سمندر میں جھولا جھولتا رہتا ہے وشنو کی ناف سے کنول کا پھول اگتا ہے اور اس کی کھلی ہوئی پتیوں سے برہما دیوتا جنم لیتا ہے جو خالق کائنات ہے۔ یہ جہان کی تخلیق کرتا ہے پھر وشنو جاگتا ہے اور اس پر حکمرانی کرتا ہے کالپا کے اختتام سے پہلے وشنو ایک مرتبہ پھر سو جاتا ہے اور ساری کائنات اس کے جسم میں ضم ہو جاتی ہے اب ہم جس زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں اس کا آغاز تین ہزار ایک سو دو سال ق م میں ہوا جب مہابھارت کی جنگ ختم ہوئی اس زمانہ کی کل میعاد چار لاکھ بتیس ہزار سال ہے اس میعاد کے مکمل ہونے پر ساری دنیا آگ اور طوفان سے تباہ ہو جائے گی بعض کہتے ہیں کہ وشنو ایک مجسم صورت میں آکر اس تباہی کو پر سکون انقلاب سے تبدیل کر دے گا۔

نیند سے بیدار ہو کر وشنو اپنے آسمان کے تخت پر بیٹھتا ہے اور اس کے پہلو میں اس کی ملکہ دیوی لکشمی بیٹھی ہے لیکن جب کائنات خطرات سے دوچار ہونے لگتی ہے تو وشنو کبھی مکمل اور کبھی نامکمل صورت میں ظاہر ہو کر کائنات کو بربادی سے بچاتا ہے۔ اس کے نامکمل مظاہر تو بے شمار ہیں جو اب بھی مختلف رشیوں کی شکل میں موجود ہیں آج تک وہ نو مکمل مظاہر میں جلوہ گر ہوا ہے اس کے پہلے چھ مظاہر یہ ہیں مچھلی۔ کچھوا۔ سور۔ شیر۔ (انسانی شکل میں) پارا

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۲۶

سورامار۔ (۱)

اس اوتار میں آکر اس نے جنگ جوٹولے کی قوت کو پاش پاش کر دیا اور برہمنوں کی عظمت کو بحال کیا لیکن اس کے اہم ترین اوتار ساتویں اور آٹھویں ہیں جب وہ راما اور کرشنا کے روپ میں ظاہر ہوا انہیں اوتاروں کی صورت میں اس کی پوجا کی جاتی ہے رام کی کہانی تو مشہور ہے البتہ کرشنا میں اس کے ظہور کے کئی روپ ہیں۔

۱۔ موٹے تازے شرارتی بچے کا روپ۔

۲۔ ایک بانکا سجیلا نوجوان جو بندرابن کے چرواہوں کے درمیان رہتا تھا۔ اس نے ان کی بیویوں اور بیٹیوں کے دل موہ لئے تھے چاندنی رات میں جب وہ رقص کرتیں تو وہ بانسری بجاتا اور رقص میں ان کے ساتھ شریک ہوتا اس کی مخصوص محبوبہ "رادھا" کے ساتھ اس کے معاشقے زبان زد خاص وعام ہیں۔

۳۔ تیسرا وہ روپ ہے جب وہ ایک بہادر، لڑاکے، جنگ جو کے روپ میں مہابھارنا کی جنگ میں شریک ہوا اور اپنے دوست ارجونا کو بھگوت گیتا کا درس دیا۔

ان تینوں روپوں میں بھارت کے طول وعرض میں اس کی پوجا کی جاتی ہے۔

وشنو کا نانواں روپ، بدھا کی شکل میں ظاہر ہوا۔ وشنو کا ایسے روپ میں آنا جو نہ ویدوں کا قائل ہو نہ خدا کا قائل۔ بڑا تعجب خیز ہے۔ جب بدھ مت کو بھارت میں زوال آیا تو برہمنوں نے اس "مت" کو ہڑپ کرنے کے لئے یہ نظریہ پیش کر دیا کہ بدھا کوئی غیر نہیں وہ بھی تو وشنو کا اوتار تھا۔ اس لئے اس کی مورتی کو اپنے مندروں میں سجانا اور اس کی پوجا کرنا ہمارا حق ہے وشنو کا آخری ظہور "کالکن" کے روپ میں ہو گا جو ابھی باقی ہے اس وقت وہ ایک طاقت ور جنگ جو بن کر آئے گا۔ نقرے گھوڑے پر سوار ہو گا اس کے ہاتھ میں تلوار ہو گی جو شعلے برسا رہی ہو گی تمام برائیوں کا قلع قمع کر دے گا اس وقت سنہرے عہد کا آغاز ہو گا۔ (۲)

دوسرا اہم دیوتا "سیوا" ہے جس کی بہت خوفناک شکل ہے اس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ہار لٹکا رہتا ہے اور جب وہ ڈراؤنا ناچ ناچتا ہے تو بدروحیں اس کے گرد حلقہ بنائے رقص کر رہی ہوتی ہیں اس زمانہ کے اختتام پر ساری کائنات کو وہ بھسم کر دے گا اسے کیلاش کے پہاڑوں میں مراقبہ میں مصروف بھی دکھایا جاتا ہے۔ اس کے سر پر ہلال ہے جس سے گنگا کا

۱۔ انسائیکلو پیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۲۵

۲۔ انسائیکلو پیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۲۶

در یا نکلتا ہے اسے انسانی اور حیوانی افزائش نسل کا دیوتا بھی کہتے ہیں پیروجواں ۔ مرد و زن اس کے آلہ تناسل کی پوجا میں مصروف رہتے ہیں۔

درگا اور پاراوتی سیوا دیوتا کی بیوی کے دو نام ہیں یہ لکشمی سے زیادہ اہم ہے جب وہ خوفناک شکل میں ظاہر ہوتی ہے تو اس کو درگا اور کالی کہا جاتا ہے اور جب وہ دلکش روپ میں ظاہر ہوتی ہے تو اسے پاراوتی کہا جاتا ہے۔

ماتا دیوی کی اہمیت کو بڑھانے کے لئے یہ نظریہ گھڑا گیا کہ اعلیٰ وارفع دیوتا بالکل نکما اور بیکار ہے اس کی تخلیقی قوت مجسم بن کر اس کی بیوی درگا میں منتقل ہوگئی ہے تخلیق کائنات کا عمل مرد و زن کے جنسی اختلاط کی طرح ہے اسی وجہ سے جنسی اختلاط کو ہندو اپنی عبادتوں کی رسموں میں شمار کرتے ہیں یہ بھی فرض کر لیا گیا ہے کہ بڑا دیوتا کیونکہ نکما ہے اس لئے اس کی عبادت کی ضرورت نہیں تمام مقاصد کے لئے ماتا دیوی درگا کی طرف متوجہ ہونا چاہئے اور اسی کی پوجا کرنا چاہئے بدشکل ۔ بوڑھی ۔ ساحرہ کے روپ میں اسے نمایاں کیا جاتا ہے اس کی پوجا کے وقت جانوروں کی قربانی دی جاتی ہے قدیم زمانہ میں زندہ انسانوں کو بھی اس کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جاتا تھا۔

ان تین بڑے دیوتاؤں کے علاوہ ہندوستان میں چھوٹے دیوتاؤں کی پوجا بھی کی جاتی ہے سیوا کے بیٹے گنیش، جس کا سر ہاتھی کی مانند ہے اس کی بھی ہندو پوجا کرتے ہیں سیوا کے دوسرے دو بیٹوں سکندا اور سوبرا مانیا (SUBRAH MANYA) کو بھی پوجتے ہیں آخری دیوتا ۔ دیوتاؤں کی فوج کا کمانڈر انچیف ہے اور عفریتوں سے جنگ کرتا ہے ان کے علاوہ مقامی معبودوں کا ایک لشکر جرار ہے۔ جن کی لوگ بڑے شوق سے پوجا پاٹ کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ بڑے دیوتاؤں کو اپنے بڑے کاموں سے فرصت نہیں ملتی عوام کی مشکلات یہ چھوٹے بت ہی حل کرتے ہیں۔ (۱)

ہندوؤں کی عملی زندگی

ہندوؤں کے سلسلہ میں یہ بات بڑی حیرت انگیز اور تعجب خیز ہے کہ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ کوئی ہندو ایک خدا کی عبادت کرتا ہے یا متعدد خداوں کی یا کسی کو بھی خدا یقین نہیں کرتا ان کے نزدیک اہم بات یہ ہے کہ وہ ہندو انہ طریقہ پر زندگی گزاریں اور ان رسم و

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۳۲

رواج کی پابندی کریں جو صدیوں سے ان کے ہاں جاری ہیں مثلاً شادی، مرگ کی رسوم ذات پات کے نظام کی پابندی وغیرہ وغیرہ۔ اپنے بتوں کے ساتھ وہ انسانوں کی طرح سلوک روا رکھتے ہیں بت اگر گھر میں ہوں تو وہ معزز مہمان ہیں ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھار کھی جاتی اور اگر وہ بت مندر میں ہے تو وہ بادشاہ ہے اس دیوتا کو اس طرح بیدار کیا جاتا ہے جیسے اس نے شب رفتہ اپنی رانی کے ساتھ گزاری ہو۔ پوری رسوم کے ساتھ اسے تخت پر بٹھایا جاتا ہے تخت کو پہلے دھوتے ہیں خشک کرتے ہیں پھولوں کا نذرانہ پیش کر کے اس روٹھے ہوئے دیوتا کو مناتے ہیں۔ عود، لوبان جلایا جاتا ہے روشنی کی جاتی ہے کھانا پیش کیا جاتا ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ اس لذیذ کھانے کا روحانی حصہ اس بت نے کھالیا ہے باقی اس کے پجاری بطور تبرک اس سے لذت کام و دہن کا سامان کرتے ہیں اس پتھر اور دھات کی بے حس مورتی کو پنکھا جھلا جاتا ہے اور موسیقی سے اس کی تواضع کی جاتی ہے وہ بت اگر کسی بڑے مندر میں ہو تو رقص کرنے والی لڑکیوں کا ایک طائفہ اس کے سامنے رقص پیش کرتا رہتا ہے جس طرح ظاہری بادشاہ اپنی کسی کنیز کو اپنے کسی مہمان کی عزت افزائی کے لئے پیش کرتا ہے اسی طرح دیوتا بھی اپنی دیوداسیوں میں سے کسی پجاری کو شب بسری کے لئے دے دیتا ہے جو مناسب فیس ادا کرے۔ اس مذہبی رنڈی بازی کا عام رواج تھا خصوصاً جنوبی ہند میں۔ لیکن اب یہ رسم ختم ہوتی جا رہی ہے۔ (۱)

دیگر مذاہب کی طرح یہاں اجتماعی عبادت کا کوئی تصور نہیں۔ ہر کوئی انفرادی طور پر پوجا کرتا ہے درگا اور سیوا کے لئے جانوروں کی قربانی کا اب بھی رواج ہے قربانی پیش کرنے والا قربانی کا خون درگا کو پیش کرتا ہے گوشت کا پسندیدہ ٹکڑا برہمن لے اڑتا ہے۔ اور باقی قربانی دینے والا خود کھاتا ہے یا دوسرے پجاریوں کو بھی کھانے کی دعوت دیتا ہے۔

ان کے نزدیک عورت کسی حال میں آزاد نہیں بچی ہے تو باپ کے زیر فرمان۔ جوان ہے تو خاوند کی خدمت گزار۔ بوڑھی ہے تو اولاد کے ٹکڑوں کی محتاج۔ زیورات کے بغیر وہ کسی جائیداد کی مالک نہیں بن سکتی اس پر فرض ہے کہ ہر حالت میں اپنے خاوند کا انتظار کرے اس کے جاگنے سے پہلے جاگے اس کے سونے کے بعد سوئے۔ (۲)

تعدد ازواج کی ہندو مت میں اجازت ہے عام ہندو چار شادیاں کر سکتے ہیں اور راجاؤں کے

۱۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۳۹
۲۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۴۱

لئے بیویوں کی کوئی تعداد معین نہیں وہ جتنی عورتوں کو چاہیں اپنی بیوی کے طور پر رکھ سکتے ہیں ہندو معاشرہ میں ستی کی رسم کو بڑی اہمیت حاصل تھی اور اس کو عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جو بیوہ اپنے خاوند کی چتا میں اپنے آپ کو ڈال دیتی اور جل کر خاکستر ہو جاتی اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے جاتے اور جو عورت ایسانہ کرتی اور زندہ رہنے کو ترجیح دیتی تو اسے گوناگوں محرومیوں کا شکار بننا پڑتا خوبصورت رنگین لباس وہ نہ پہن سکتی، زیورات استعمال کرنے کی اسے اجازت نہ تھی۔ دوبارہ شادی کے دروازے اس پر بند تھے۔ اس پر لازم تھا کہ وہ اپنا سر منڈائے رکھے۔ غرضیکہ ہر قسم کی زیب و زینت سے اسے کلیۃً محروم کر دیا جاتا اور اس کی نندیں اس کے غمزدہ دل پر طعن وتشنیع کے تیروں کی بوچھاڑ کرتی رہتیں اور اس کا جینا دوبھر کر دیتیں۔ (۱)

ذات پات کی تقسیم کے باعث معاشرہ میں عجیب قسم کے نشیب وفراز رونما ہو گئے تھے صرف برہمن کے لئے وید پڑھنا جائز تھا۔ کھشتری۔ وید نہیں پڑھ سکتے تھے۔ صرف سننے کی ان کو اجازت تھی اور بے چارے شودروں کو تو یہ بھی اجازت نہ تھی کہ وہ اپنی الہامی کتاب کو سن بھی سکیں ہزاروں سال تک بھارت کا انسانی معاشرہ ظلم وستم اور بے انصافی کی چکی میں پستا رہا اور کسی کو ہمت نہ ہوئی کہ اس معاشرہ کو حرماں نصیبی اور محرومی کی زندگی سے نجات دے۔

رام موہن رائے (۱۸۳۳ء/۱۷۷۲ء) بنگال کے ایک برہمن خاندان سے اٹھا اور اس نے اعلان کیا کہ ہندومت دین توحید ہے اس میں بتوں کی پوجا کا کوئی تصور نہیں اس طرح ذات پات کی تقسیم کے خلاف بھی اس نے احتجاج کیا نیز ایک اجتماعی عبادت کا نظام اپنے معتقدین کے لئے قائم کیا پنڈت دیانند ۱۸۸۳ء/۱۸۲۴ء نے ستیارتھ پرکاش کتاب لکھ کر ان تمام خرافات کی بڑی شدت سے تکذیب کی اور ہندو مذہب میں جو بگاڑ پیدا ہوا تھا اس کی ساری ذمہ داری برہمنوں پر عائد کی۔ ان کے علاوہ انفرادی طور پر بھی اصلاح احوال کی کوششیں کی گئیں لیکن ابھی تک ہندو معاشرہ کی غالب اکثریت اپنی قدیم فرسودہ رسوم کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے۔

ابتداء میں علامہ البیرونی کا تعارف کرایا جا چکا ہے۔ اور انہوں نے ہندوستان میں اپنے پندرہ سالہ قیام کے دوران جو معلومات حاصل کیں ان کو انہوں نے کتابی شکل میں مدون کیا اس کا نام انہوں نے "تحقیق ماللہند" رکھا۔ ابتداء میں ہم نے علامہ البیرونی کے حوالہ سے

ا۔ انسائیکلوپیڈیا آف لیونگ فیتھ صفحہ ۲۴۲

اہل ہند کے عقائد کے بارے میں آپ کی خدمت میں کچھ حقائق پیش کئے اسی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے ہم ان کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں وہ لکھتے ہیں۔

ہر مذہب کا اور اس کے ماننے والوں کا ایک خصوصی شعار ہوتا ہے جس سے انہیں دوسرے مذاہب اور ملل سے ممتاز کیا جاتا ہے۔ جس طرح مسلمانوں کا شعار کلمہ شہادت ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ تثلیث اور یہودیوں کا یوم سبت کی تقدیس اسی طرح تناسخ کا عقیدہ ہندو مذہب کا خصوصی شعار ہے جو اس کا قائل نہیں وہ ہندو دھرم کا فرد نہیں۔ باس دیو، ارجن کو عقیدہ تناسخ کی حقیقت سمجھاتا ہے اور بتاتا ہے کہ موت کے بعد اگرچہ جسم فنا ہو جاتا ہے لیکن روح باقی رہتی ہے اور وہ اپنے اچھے اعمال کی جزا اور برے اعمال کی سزا بھگتنے کے لئے دوسرے اجسام کے لباس پہن کر اس دنیا میں لوٹ آتی ہے اور یہ چکر غیر متناہی مدت تک جاری رہتا ہے۔

علامہ مذکور لکھتے ہیں۔

کم وبیش اہل یونان کا بھی یہی عقیدہ تھا۔

اس عقیدہ تناسخ کے باوجود وہ جنت اور دوزخ کے بھی قائل تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ عالم تین ہیں اعلیٰ۔ ادنیٰ۔ اوسط عالم اعلیٰ کو سرلوک، یعنی جنت کہتے ہیں اور عالم اسفل کو "ناگ لوک" یعنی سانپوں کے جمع ہونے کی جگہ (دوزخ) اس کو نزالوک اور پاتال بھی کہتے ہیں اور عالم اوسط جس میں اب ہم زندگی گزار رہے ہیں "بشن پرام" جو ہندوؤں کی ایک مذہبی کتاب ہے اس میں مرقوم ہے کہ جہنم ایک نہیں بلکہ ان کی تعداد اٹھاسی ہزار ہے اور ہر جرم کے مرتکب کو سزا دینے کے لئے ان ہزاروں جہنموں میں سے ایک جہنم مخصوص ہے۔

ان کے نزدیک دنیا کی آلائشوں سے نجات کا ذریعہ علم ہے اور جہالت کی وجہ سے ہی نفس ان دنیاوی بندھنوں اور زنجیروں میں جکڑا رہتا ہے ان کے ہاں علم کے حصول کے تین طریقے ہیں یا تو کسی مولود کے پیدا ہوتے ہی بذریعہ الہام اس کے سینہ کو علوم ومعارف سے معمور کر دیا جائے جس طرح "کپل حکیم" کہ جب وہ پیدا ہوا تو اس وقت ہی وہ علم وحکمت کی دولت سے مالا مال تھا۔ دوسرا پیدائش کے بعد کچھ وقت گزرنے پر اسے بذریعہ الہام علم ارزانی کیا جاتا ہے جس طرح "براہم" اور اس کی اولاد تیسرا عام مروج طریقہ کہ پیدا ہونے کے بعد بچہ، جب پانچ سال کی عمر کو پہنچتا ہے تو اسے مکتب میں داخلہ ملتا ہے، آہستہ آہستہ منزلیں طے کرتا ہوا علم وحکمت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو جاتا ہے علم کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شر سے رشتہ توڑ لے اور رضائے الٰہی کو اپنا مقصد وحید بنا لے۔ "گیتا" میں ہے

كَيْفَ يَنَالُ الْخَلَاصَ مَنْ بَدَّدَ قَلْبَهُ وَلَمْ يُفْرِدْهُ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَ لَمْ يُخْلِصْ عَمَلَهُ لِوَجْهِهٖ وَمَنْ صَرَفَ فِكْرَتَهُ عَنِ الْاَشْيَاءِ اِلَى الْوَاحِدِ ثَبَتَ نُوْرُ قَلْبِهٖ كَثُبَاتِ نُوْرِ السِّرَاجِ الصَّافِي الدُّهْنِ فِيْ كِنٍّ لَا يَزَعْزِعُهٗ فِيْهِ رِيْحٌ

”وہ شخص کس طرح نجات حاصل کر سکتا ہے، جس کا دل منتشر ہے اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے اسے منفرد نہیں کیا اور اپنے عمل کو وجہ اللہ تعالیٰ خالص نہیں کیا، جو شخص اپنے فکر کو تمام اشیاء سے ہٹا کر خداوند واحد پر مرکوز کر دیتا ہے اس کا نور دائمی بن جاتا ہے۔ جس طرح اس چراغ کا نور جس میں صاف ستھرا تیل ڈالا گیا ہو اسے ایک محفوظ جگہ پر رکھ دیا گیا ہو۔ جہاں ہوا اس کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچا سکتی ہو۔ (۱)

ہندی معاشرہ کو جن مختلف طبقات میں تقسیم کیا گیا تھا اس کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے علامہ البیرونی لکھتے ہیں۔

پہلے زمانہ میں بادشاہ اپنی رعایا کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیتے تھے اور ہر طبقہ کے ذمہ ایک کام کی تکمیل کا فریضہ ہوتا تھا۔ اس طبقاتی تقسیم میں رد و بدل کا کسی کو اختیار نہ تھا۔ بڑی سے بڑی ملکی یا قومی خدمت یا بھاری بھر کم رشوت سے بھی یہ تبدیلی ممکن نہیں بنائی جاسکتی تھی۔ شہنشاہ ایران اردشیر نے اپنی رعایا کو مندرجہ ذیل طبقات میں تقسیم کر دیا تھا۔

۱۔ شاہی خاندان کے افراد کا طبقہ سب سے اعلیٰ تھا۔

۲۔ آتش کدوں کے خدام عبادت گزار اور مذہبی پروہتوں کو دوسرے طبقہ میں رکھا گیا تھا

۳۔ اطباء منجمین ۔ اصحاب علوم و فنون کو تیسرے طبقہ سے شمار کیا جاتا تھا۔

۴۔ کاشتکاروں اور اہل حرفہ کو چوتھا طبقہ کہا جاتا تھا۔

اسی طریقہ پر اہل ہند نے بھی اپنے معاشرہ کو مختلف طبقات میں تقسیم کر دیا تھا اور ہر طبقہ کے لئے ان کے فرائض ذمہ داریاں اور ان کے حقوق متعین کر دیئے گئے تھے کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان میں رد و بدل کر سکے۔ ان چاروں طبقات میں سے اعلیٰ ترین طبقہ برہمنوں کا تھا۔ کیونکہ ان کے زعم باطل کے مطابق ان کی تخلیق براہم کے سر سے ہوئی تھی دوسرا طبقہ کھشتریوں

ا۔ تحقیق ماللہند خلاصہ صفحہ ۵۶ - ۵۵

کا تھا جنہیں براہم کے کندھوں اور ہاتھوں سے پیدا کیا گیا تھا۔ تیسرا طبقہ ویش کا تھا جو براہم کے پاؤں سے تخلیق کئے گئے تھے جن کا کام تجارت اور کھیتی باڑی تھا۔ اور سب سے گھٹیا طبقہ شودروں کا تھا یہ مشہور ہے کہ ان کا باپ شودر تھا اور ان کی ماں برہمن۔ دونوں نے باہمی زنا کیا اس سے یہ طبقہ پیدا ہوا اس لئے یہ حد درجہ گھٹیا لوگ ہیں اور ان کو اجازت نہیں کہ وہ شہروں میں عام بستیوں میں آباد ہوں ان کے لئے یہ بھی پابندی تھی کہ نہ وہ خود اپنی مذہبی کتب ویدوں کو پڑھ سکتے تھے اور نہ ان کو ایسی محفلوں میں شرکت کی اجازت تھی جن میں وید پڑھا جانا ہوتا۔ مبادا کہ وید کے کلمات شودروں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائیں اگر یہ ثابت ہو جاتا کہ ویش یا شودر نے وید سنا ہے تو برہمن اسے حاکم وقت کے پاس پیش کرتے جو سزا کے طور پر ان کی زبانیں کاٹ دیتا۔

ان طبقات کا ذکر کرتے ہوئے علامہ البیرونی لکھتے ہیں۔

> اسلام نے تمام انسانوں کو خواہ وہ کسی خاندان سے تعلق رکھتے ہوں مساوی درجہ دیا ہے صرف تقویٰ اور پارسائی کی بنا پر کسی کا درجہ دوسرے سے بلند اور برتر ہو سکتا ہے علامہ لکھتے ہیں کہ اسلام کا یہ نظریۂ مساوات ہندوؤں کے لئے ایک ایسا حجاب ہے جس کے باعث وہ اسلام کو قبول نہیں کرتے اور اس کی تعلیمات سے دور بھاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (۱)

ان کے ہاں قانون کا ماخذ

اہل یونان کی طرح اہل ہند بھی اس بات کے قائل نہ تھے کہ انہیں قوانین اور نظم حیات بذریعہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیئے جاتے ہیں جن کی پابندی ان پر لازمی ہوتی ہے بلکہ یونانیوں کی طرح اہل ہند کا بھی یہ نظریہ تھا کہ قانون بنانے کا کام علماء اور حکماء سے وابستہ ہے اس لئے وہ قانون سازی کے معاملہ میں صرف اپنے علماء کی طرف ہی رجوع کیا کرتے تھے۔

اہل ہند کے نزدیک اس بات میں کوئی قباحت نہ تھی کہ پہلے احکام کو منسوخ کر کے ان کی بجائے نئے احکام کو نفاذ عمل میں لایا جائے وہ کہتے کہ بہت سی چیزیں باس دیو کی آمد سے قبل

۱۔ تحقیق ماللہند صفحہ ۷۶

مباح تھیں بعد میں انہیں حرام کر دیا گیا ان میں سے ایک گائے کا گوشت ہے جو پہلے حلال تھا سب لوگ اسے کھاتے تھے پھر لوگوں کی طبیعتوں میں تبدیلی آ گئی گائے کا گوشت بہت گراں ہو گیا تو اس کو حرام کر دیا گیا۔

نکاح اور نسب کے مسائل میں بھی اس قسم کی تبدیلیاں لائی گئیں اس وقت تین صورتیں تھیں ایک تو یہ کہ میاں بیوی کی مقاربت سے اولاد پیدا ہو۔ جیسا کہ آج کل بھی ہے۔

دوسری یہ کہ باپ جب اپنی لڑکی کو بیاہ دیتا تو اس وقت شرط لگاتا کہ اس کے بطن سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ اس کے داماد کا بیٹا نہیں کہلائے گا بلکہ اس کا بیٹا کہلائے گا۔

تیسرا یہ کہ کوئی اجنبی کسی کی بیوی کے ساتھ بدکاری کرے اس سے جو اولاد پیدا ہو اس کا باپ وہ اجنبی شخص نہیں ہو گا بلکہ اس عورت کا خاوند ہو گا۔ کیونکہ زمین خاوند کی ہے اور اس اجنبی نے زمین کے مالک کی اجازت سے اس میں بیج ڈالا ہے اس وجہ سے پانڈو کو شنتن کا بیٹا کہا جاتا ہے شنتن بادشاہ تھا اس کے لئے کسی رشی نے بد دعا کی جس کے باعث بیوی سے صحبت پر وہ قادر نہ رہا۔ اس نے بیاس بن پراشر کو کہا کہ وہ اس کی بیویوں کے ساتھ مقاربت کرے اور ان کے شکم سے اس کے لئے بیٹا پیدا کرے شنتن کی پہلی بیوی جب بیاس کے پاس گئی تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی اسے جو حمل ہوا اس سے جو بچہ پیدا ہوا وہ بیمار اور زرد رو تھا پھر اس نے اپنی دوسری رانی بیاس کے پاس بھیجی اس نے شرم و حیا کے باعث اپنا منہ اپنی اوڑھنی سے ڈھانپ لیا۔ اس طرح جو بچہ پیدا ہوا وہ مادر زاد اندھا تھا۔ آخر اس نے اپنی تیسری رانی کو اس کی طرف بھیجا اور اسے وصیت کی کہ نہ اس سے ڈرے اور نہ اس سے حیا کرے چنانچہ وہ ہنستی مسکراتی اس کے پاس گئی اور اس سے پانڈو پیدا ہوا جو پرلے درجے کا عیار اور عیاش تھا۔ پانڈو کے چار بیٹوں کی ایک مشترکہ بیوی تھی جو ایک ایک ماہ ہر ایک کے پاس ٹھہرتی تھی۔ (۱)

ان کی مذہبی کتابوں میں مرقوم ہے کہ پراشر جو بڑا زاہد اور پارسا تھا وہ ایک دفعہ ایک کشتی میں سوار ہوا اس کشتی میں ملاح کی بیٹی تھی جس نے اس کا دل لوٹ لیا اس نے اس کو بہلانا پھسلانا شروع کیا تاکہ وہ اسے اپنے ساتھ مجامعت کرنے دے یہاں تک کہ وہ اس کام کے لئے رضا مند ہو گئی جب کشتی کنارے پر آ گئی تو وہاں کوئی اوٹ نہیں تھی جس کے پردے میں وہ یہ قبیح حرکت کر سکیں اسی وقت ایک بیل اگی اور اتنی بڑھی کہ اس کے پردے میں انہوں نے مجامعت کی اور اس زنا سے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نام بیاس ہے جو ان کے نامور فضلاء میں شمار ہوتا ہے۔

ا۔ تحقیق ماللہند۔ البیرونی صفحہ ۸۲

جس کا تذکرہ ابھی آپ نے پڑھا ہے۔ (۱)

کشمیر کے پہاڑی علاقہ میں اب بھی ہندوؤں میں اس قسم کی رسوا کن شادیاں ہوتی رہتی ہیں متعدد بھائی ایک بیوی کو اپنی زوجہ بنائے رکھتے ہیں اسلام سے قبل عرب میں بھی اس قسم کی ذلت آمیز شادیوں کا رواج تھا۔ ان میں سے ایک زواج بدال ہوتا تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی شخص کے لئے مباح کر دیتا اور وہ شخص اس کے بدلے میں اپنی بیوی کو اجازت دے دیتا کہ وہ اس شخص کے ساتھ ہم بستری کرے۔ (۲)

علامہ البیرونی نے ان کی بعض عجیب و غریب عادات کا بھی ذکر کیا ہے ان کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے قبل ان کے رہن سہن کے طور طریقے کیسے تھے اور ان کا تمدن کتنا گھٹیا تھا۔ وہ اپنے جسم کے بال نہیں مونڈا کرتے تھے ان کے ہاں موسم گرما میں سخت گرمی ہوتی تھی اس لئے وہ ننگے رہتے تھے اور سر کو سورج کی تمازت سے بچانے کے لئے اپنے بڑھے ہوئے غیر تراشیدہ بالوں سے ڈھانپا کرتے تھے وہ اپنی ڈاڑھی کو مینڈھیوں میں گوندھ دیا کرتے تھے۔ وہ اپنے زیر ناف بالوں کو بھی صاف نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے ناخنوں کو کاٹتے نہیں تھے اور اپنے بڑھے ہوئے ناخنوں پر اترایا کرتے تھے اور اس کو اپنی امارت و ثروت کی علامت قرار دیتے کہ وہ اپنے ہاتھوں سے کوئی کام نہیں کرتے ان کے سارے کام ان کے نوکر اور نوکرانیاں کیا کرتی ہیں نیز ان بڑھے ہوئے ناخنوں سے وہ اپنے سروں کو کھجلایا کرتے تھے اور ان کے بالوں میں جوؤں کا جو لشکر رواں دواں رہتا تھا ان کو پکڑنے کے لئے استعمال کرتے تھے وہ ایسے چبوترے پر بیٹھ کر کھانا کھاتے جو گائے کے گوبر سے لیپا گیا ہو تا ماحل کر کھانا کھانے کا ان کے ہاں رواج نہ تھا ہر شخص علیحدہ علیحدہ کھانا کھاتا اور جو بچ جاتا اس کو استعمال کرنا ممنوع تھا اس کو باہر پھینک دیا جاتا تھا۔ عام طور پر مٹی کے بنے ہوئے برتن ہی ان کے ہاں استعمال ہوتے تھے کھانے کے بعد برتنوں کو بھی وہ باہر پھینکوا دیا کرتے تھے پان کا استعمال عام تھا۔ جس سے ان کے دانت سرخ رہتے تھے وہ نہار منہ شراب پیا کرتے اور اس کے بعد کھانا تناول کرتے وہ گائے کا پیشاب بھی چسکیاں لے کر پیتے لیکن اس کا گوشت نہ کھاتے وہ سرنگی کی تاروں پر مضراب لگا کر مختلف راگ پیدا کرتے وہ دھوتیاں باندھا کرتے اور بعض لوگ صرف دو انگلی چوڑی لنگوٹی سے ستر عورت کا تکلف کرتے بعض لوگ ایسی شلوار پہنتے

۱۔ تحقیق ماللہند: البیرونی صفحہ ۸۲

۲۔ تحقیق ماللہند: البیرونی ص ۸۳

جس میں کثیر مقدار روئی ٹھونسی ہوتی جس سے کئی لحاف بنائے جاسکتے آزار بند پیچھے کی طرف باندھتے ان کے بٹن بھی پشت کی جانب ہوتے ان کی واسکٹیں بھی عجیب قسم کی ہوتیں بہت تنگ جرابیں پہنتے جن کو پہننا ایک مسئلہ بن جاتا غسل میں پہلے پاؤں دھوتے پھر منہ دھوتے۔ وہ پہلے غسل کرتے پھر صحبت کرتے کھیتی باڑی کا کام ان کی عورتیں کرتیں مرد آرام سے گھر بیٹھے رہتے ان کے مرد عورتوں کی طرح رنگین لباس پہنتے نیز کانوں میں بالیاں۔ ہاتھوں میں کڑے۔ انگلیوں میں سونے کی انگوٹھیاں پہنتے اور بغیر زین کے گھوڑوں پر سواری کرتے اپنی کمر کے ساتھ ایک خنجر آویزاں رکھتے اور گلے میں زنار پہنتے ولادت کے وقت عورتوں کی بجائے مرد دایا کا کام کرتے۔ وہ چھوٹے بیٹے کو بڑے بیٹے پر فضیلت دیتے وہ گھروں میں داخل ہوتے وقت اجازت طلب نہ کرتے۔ لیکن گھروں سے نکلتے وقت اذن لیتے مجالس میں چوکڑی مار کر بیٹھتے اور بزرگوں کے سامنے ناک صاف کرنے میں کوئی کراہت محسوس نہ کرتے بھری محفل میں جوئیں مارنے سے احتراز نہ کرتے زور سے ریح خارج کرنے کو باعث برکت سمجھتے۔ لیکن چھینک مارنے کو برا شگون قرار دیتے پارچہ باف کو گندا اور حجام کو نظیف خیال کرتے جو شخص ان کے کہنے پر ان کو پانی میں غرق کر دیتا یا آگ میں جلا دیتا اس کو اجرت ادا کرتے یہ ان کے اطوار اور طرز بود و باش کی نامکمل فہرست ہے اس کی مکمل فہرست میں ایسی چیزیں بھی ہیں جن کے ذکر سے حیامانع ہے اور نہ اس کتاب کی شان کے شایان ہے کہ ایسی حیاسوز باتوں کا ذکر کیا جائے۔ جادو کا رواج ان کے ہاں عام تھا اور اس پر انہیں شدت سے اعتقاد تھا۔ یہ سب حالات علامہ البیرونی کی کتاب تحقیق ماللہند سے ماخوذ ہیں۔ (۱)

امور مملکت میں ان کے بادشاہ اور ان کے رشی جس قسم کی عیارانہ حرکتیں کرتے اور مذموم کردار کا مظاہرہ کرتے اس کو واضح کرنے کے لئے ایک مثال پر اکتفا کروں گا حقیقت حال واضح ہو جائے گی۔

یہ واقعہ علامہ البیرونی نے ان کی معتبر کتابوں سے نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں

نارائن، ان قوتوں میں سے ایک قوت کا نام ہے جو بڑی اعلیٰ وارفع ہے اور اس کا مقصد حیات، عالم انسانیت سے مصائب و آلام کو دور کرنا ہے اس کے درمیان اور علت اولیٰ کے درمیان کوئی فرق نہیں یہ مختلف جسموں، رنگوں اور روپوں میں اس دنیا میں ظاہر ہوتا ہے جب چھٹا منتر ختم ہوا تو وہ اس دنیا میں ظہور پذیر ہوا اور بل بن بیروچن کی سلطنت کو تباہ و برباد کر دیا۔

۱۔ تحقیق ماللہند خلاصہ صفحہ ۱۴۴ تا ۱۴۶

بل نے زہرہ کو اپنا وزیر بنایا تھا۔ اور ساری دنیا کا وہ بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی ماں سے جب اپنے باپ کے زمانہ کی باتیں سنیں کیونکہ اس وقت لوگ پہلے "کرتیاجوگ" کے قریب تھے اور آرام وراحت کی زندگی بسر کر رہے تھے ہر قسم کی مشکلات ان سے دور تھیں ماں سے اپنے باپ کے زمانہ کی باتیں سن کر اس میں رشک کا جذبہ پیدا ہوا اور اپنے باپ سے بڑھ کر اپنی رعایا کو آرام پہنچانے کے لئے اس نے کمرہمت باندھی لوگوں کو عطیات دینے، ان میں مال و دولت بانٹنے، قربانیاں پیش کرنے اور دوسرے نیک کاموں میں وہ شب و روز مصروف رہنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ سو قربانیوں کا نصاب پورا کر کے جنت اور سارے جہان کی بادشاہی کا مستحق قرار پائے۔ جب وہ ننانوے قربانیاں دے چکا تو عالم بالا کے مکینوں میں خوف و ہراس پیدا ہو گیا انہیں یہ خدشہ محسوس ہونے لگا کہ بل کی ان کوششوں اور قربانیوں کے باعث لوگ ان کی طرف سے مستغنی ہو جائیں گے اور ان کی پوجا پاٹ سے منہ موڑ لیں گے تو وہ سارے نارائن کی خدمت میں حاضر ہوئے اس سے درخواست کی کہ وہ انہیں اس خوفناک انجام سے بچائے نارائن نے ان کی درخواست قبول کر لی اور "بامن" نامی ایک انسان کے روپ میں زمین پر اترا۔ اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں اپنے دوسرے بدن کی نسبت سے چھوٹے تھے جس کی وجہ سے وہ بڑا بدصورت نظر آنے لگا تھا۔ وہ بل بادشاہ کے پاس آیا اس وقت وہ قربانی ادا کرنے میں مصروف تھا۔ برہمن آگ کے ارد گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے زہرہ، اس کی وزیر اس کے سامنے تھی خزانوں کے منہ کھول دیئے گئے تھے جواہرات کے ڈھیر لگا دیئے گئے تھے تاکہ تحائف اور صدقات کی شکل میں لوگوں میں تقسیم کئے جائیں۔

یہ نووارد "بامن" برہمنوں کے ساتھ وید پڑھنے میں مصروف ہو گیا اس نے سام وید کے شلوک پڑھنے شروع کئے اس کے لحن میں بلا کا سوز تھا اس نے بادشاہ کو مست کر دیا بادشاہ اس کی وید خوانی سے اتنا خوش ہوا کہ اس نے دل میں طے کر لیا کہ یہ شخص جو کچھ بھی مانگے گا وہ اس کو ضرور دے گا زہرہ نے سرگوشی کرتے ہوئے اسے کہا کہ یہ نارائن ہے تیرا ملک چھیننے کے لئے یہاں آیا ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ لیکن بادشاہ فرط مسرت میں اتنا مگن تھا کہ اس نے اپنے وزیر کی بات کی طرف توجہ نہ دی اور بامن سے پوچھا کہ مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ اس نے کہا میں تیری سلطنت میں سے چار قدم زمین چاہتا ہوں تاکہ وہاں زندگی بسر کر سکوں اس نے کہا جہاں سے چاہو جس طرح چاہو پسند کر لو بامن نے پانی طلب کیا تاکہ اپنے ہاتھوں پر ڈال کر اس وعدہ کی پختگی کا اعلان کرے زہرہ کوزے میں داخل ہو گئی۔ وہ اپنے بادشاہ سے اتنی محبت کرتی تھی

کہ وہ اس کو ہر قیمت پر نارائن کے فریب سے بچانا چاہتی تھی اس نے لوٹے میں داخل ہو کر ٹونٹی کو بند کر دیا تاکہ اس سے پانی نہ نکلے جب پانی نہ نکلا تو بادشاہ نے غصے سے تھپڑ مارا اور زہرا کی ایک آنکھ ضائع کر دی اور اسے پرے دھکیل دیا۔ پھر پانی بہنے لگا اس وقت بامن نے ایک قدم مشرق کی طرف ایک مغرب کی طرف ایک قدم اوپر کی طرف رکھا جنت تک پہنچ گیا چوتھا قدم رکھنے کے لئے دنیا میں جگہ ہی نہ رہی بامن نے بادشاہ کو وعدہ ایفانہ کرنے کی پاداش میں اپنا غلام بنالیا اور اپنا پاؤں اس کے کندھوں کے درمیان رکھا جو اس بات کی علامت تھی کہ اب بل بادشاہ نہیں رہا۔ بلکہ بامن کا غلام بن گیا ہے اس کو لے کر وہ زمین میں دھنس گیا یہاں تک کہ پاتال تک پہنچا۔ اس سے سارے جہانوں کی حکومت چھین لی اور حکومت پلندر کے حوالے کر دی۔

جس قوم کی اعلیٰ روحانی قوتوں کا یہ کردار ہو اس کے عام لوگوں کی اخلاقی گراوٹ کا بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ان کی ایک مذہبی کتاب "بشن دھرم" میں ایک عجیب واقعہ مذکور ہے۔

چاند کو "شش لکش" کہا جاتا ہے کیونکہ اس کے کرے کا جرم پانی سے ہے اس لئے اس میں زمین کی تصویر جھلکتی ہے زمین میں پہاڑ ہیں درخت ہیں جن کی شکلیں مختلف ہیں ان سے خرگوش کی شکل بنتی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ چاند کی منزلوں میں پرجابت کی بیٹیاں ہیں اور چاند نے ان کے ساتھ بیاہ کیا ہوا ہے پھر ان میں سے روہنی کے ساتھ اس کو حد درجہ عشق ہو گیا اور وہ اس کو دوسری تمام بہنوں پر جو اس کی بیویاں تھیں ترجیح دینے لگا اس کی بہنوں نے مارے غیرت کے اپنے باپ سے چاند کی شکایت کی۔ پرجابت نے بڑی کوشش کی کہ ان کے درمیان صلح ہو جائے اس نے انہیں وعظ و نصیحت بھی کی لیکن سب بے سود۔ اس وقت پرجابت نے چاند پر لعنت بھیجی جس سے اس کے چہرے پر برص کے داغ ظاہر ہوئے اس سے چاند کو بڑی ندامت ہوئی۔ اپنے گناہ سے توبہ کرنے کے لئے پرجابت کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا میری ایک ہی بات ہوتی ہے میں اس سے رجوع نہیں کرتا۔ لیکن میں تیری رسوائی کو نصف مہینہ ڈھانپ دیا کروں گا۔ چاند نے کہا میرے سابقہ گناہ کا اثر کس طرح محو ہو گا اس نے کہا کہ اس کی صورت یہ ہے کہ تم اپنے سامنے "مہادیو" کے لنگ (عضو تناسل) کی صورت نصب کرو اور اس کی پوجا پاٹ کیا کرو۔ پس چاند نے ایسا ہی کیا اور یہ سومنات میں ایک پتھر کی صورت میں موجود تھا سوم کے معنی چاند اور نات کے معنی صاحب ہے۔

سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۱۶ھ میں سومنات کو فتح کیا اس کے اوپر والے حصہ کو توڑ دیا اس کو اس کی طلائی زنجیروں اور مرصع تاج کے ساتھ غزنی لے آیا اس کا کچھ حصہ ایک میدان میں پھینک دیا گیا جہاں چکر سوام، کابت جو تھا نیسر سے محمود لایا تھا۔ پڑا ہواہے اور اس کا کچھ حصہ غزنی کی جامع مسجد کے دروازے کے باہر رکھا ہوا ہے لوگ اپنے پاؤں سے لگی ہوئی مٹی اور کیچڑ اس سے صاف کرتے ہیں۔ مہادیو کے لنگ کا مجسمہ سومنات کے مندر میں نصب تھا ہر روز دریائے گنگا سے پانی کا بھرا ہوا ایک گھڑا اور کشمیر کے لالہ زاروں سے تازہ پھولوں کی ایک ٹوکری اس پر نچھاور کی جاتی۔ اس بت کے بارے میں ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ تمام دیرینہ بیماریوں سے شفا دیتا ہے اور لاعلاج امراض کو دور کرتا ہے وغیرہ وغیرہ سومنات کے علاوہ ہندوستان کے جنوب مغربی علاقوں خصوصاً بلاد سندھ میں یہ مجسمہ مندروں میں پوجا کے لئے بکثرت رکھا جاتا تھا۔ (۱)

عدل و انصاف کا نظام

ہندی معاشرہ میں نظام عدل و انصاف کے خدوخال اختصار کے ساتھ پیش کئے جاتے ہیں۔

قاضی ہر مدعی کو حکم دیتا ہے کہ وہ اپنا دعویٰ تحریری طور پر پیش کرے اور ایسے گواہ بھی پیش کرے جن سے اس کا دعویٰ ثابت ہوتا ہو عام طور پر گواہوں کی تعداد کم از کم چار مقرر تھی لیکن اگر گواہ ایسا ہوتا جس کی ثقاہت قاضی کے نزدیک مسلم ہوتی تو پھر اس ایک گواہ کی گواہی سے بھی قاضی مقدمہ کا فیصلہ کر دیتا۔ قاضی پر لازم تھا کہ وہ راز داری سے بھی حقیقت حال معلوم کرنے کی کوشش کرے اور ظاہری علامات و قرائن سے بھی استدلال کرے اگر مدعی گواہ پیش نہ کر سکتا تو پھر مدعا علیہ پر لازم تھا کہ وہ قسم اٹھائے مدعا علیہ کے لئے یہ بھی جائز تھا کہ وہ مدعی کو قسم کھانے کے لئے کہے قسم کی مختلف صورتیں تھی جس قسم کا دعویٰ ہوتا اسی انداز کی قسم بھی ہوتی اگر معمولی سی چیز کا دعویٰ ہوتا اور مدعا علیہ اس پر رضامند ہو تا کہ مدعی ہی قسم کھائے تو اس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ پانچ برہمن عالموں کے سامنے کہے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو میرے نیک اعمال کا ثواب جو اس دعویٰ کے آٹھ گنا کے برابر ہو اس کو دے دیا جائے اگر دعویٰ سنگین نوعیت کا ہوتا تو اس کے

ا۔ تحقیق ماللہند صفحہ ۴۳۰

لئے قسم اٹھانے کی یہ صورت تھی کہ قسم اٹھانے والے کے سامنے زہر کا پیالہ پینے کے لئے پیش کیا جاتا اور اسے کہا جاتا کہ اگر وہ سچا ہو گا تو وہ زہر اس پر اثر نہیں کرے گا اس سے بھی سنگین قسم یہ تھی کہ قسم اٹھانے والے کو ایک تیز رفتار اور گہری نہر کے کنارے پر لایا جاتا یا ایسے کنوئیں کے کنارے پر اسے کھڑا کیا جاتا جو بہت گہرا ہوتا اور اس میں پانی کی کثیر مقدار ہوتی اس پانی کو مخاطب کرتے ہوئے ملزم کہتا اے پانی! تو پاکیزہ ملائکہ میں سے ہے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے اگر میں جھوٹ بول رہا ہوں تو مجھے قتل کر دے اگر میں سچ بول رہا ہوں تو میری حفاظت کر۔ پھر پانچ آدمی اس کو اٹھا کر اس گہری اور تند و تیز ندی میں یا گہرے کنوئیں میں پھینک دیتے اگر وہ سچا ہوتا تو نہ ڈوبتا اور اگر جھوٹا ہوتا تو پانی اس کو موت کا جام پلا دیتا۔

سب سے زیادہ سنگین نوعیت کی قسم کا طریقہ یہ تھا کہ قاضی فریقین کو اس شہر میں جو سب سے زیادہ قابل احترام بت خانہ ہوتا وہاں بھیج دیتا مدعا علیہ ایک دن پہلے روزہ رکھتا دوسرے دن نیا لباس پہن کر مدعی کے ساتھ مل کر کھڑا ہو جاتا۔ بت خانہ کے خدام اس بت پر پانی ڈالتے اور اس کو پلاتے اگر وہ جھوٹا ہوتا تو فوراً اس کو خون کی قے آنے لگتی۔

ایک طریقہ یہ بھی رائج تھا لوہے کو آگ میں اس حد تک تپایا جاتا کہ وہ پگھلنے کے قریب ہو جاتا پھر منکر کی ہتھیلی پر ایک پتہ رکھا جاتا اس کے اوپر یہ گرم ٹکڑا رکھ جاتا۔ اور اسے کہا جاتا کہ وہ سات قدم اٹھائے پھر اس ٹکڑے کو پھینک دے اگر وہ جھوٹا ہو گا اس کا ہاتھ جل جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی کئی طریقے تھے جن سے قسم اٹھانے والے کی سچائی یا کذب بیانی کا وہ پتہ لگاتے۔ (۱)

ان کے نظام عدل کے بارے میں ایک چیز مزید غور طلب ہے جس نے ان کے نظام عدل کو نظام جور و ستم میں تبدیل کر دیا تھا۔ وہ یہ کہ فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا جاتا کہ ملزم کون ہے اگر ملزم اعلیٰ ذات کا فرد ہوتا تو اس کے لئے اور سزا مقرر کی جاتی اگر ادنیٰ طبقہ کا فرد ہوتا تو اسے اور سزا دی جاتی۔ جو اعلیٰ طبقہ کی سزا سے شدید تر ہوتی اگر قاتل برہمن ہوتا اور مقتول کسی اور طبقہ سے تو برہمن سے قصاص نہ لیا جاتا بلکہ اس پر صرف کفارہ لازم ہوتا یعنی وہ روزہ رکھے، صدقہ خیرات دے اور پوجا پاٹ کرے اور اگر قاتل مقتول دونوں برہمن ہوتے تو قاتل برہمن سے کفارہ بھی نہ لیا جاتا بلکہ اس کا معاملہ خدا کے سپرد کر دیا جاتا قتل کے سوا دوسرے جرائم جن کی سزا قتل تھی، یہ تھے گائے کو ذبح کرنا۔ شراب پینا۔ زنا کرنا۔ برہمن اور کھشتری کو کوئی سزا نہ دیتے

۱۔ تحقیق ماللہند۔ البیرونی صفحہ ۴۷۵۔ ۴۷۴

صرف اس کو مالی جرمانہ کرتے یا اس کو ملک بدر کر دیتے۔ (۱)

ہم نے آغاز گفتگو میں البیرونی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آریوں کا اصلی مذہب عقیدہ توحید تھا۔ اس دعوئی کو ثابت کرنے کے لئے البیرونی نے ویدوں۔ پانتجلی۔ بھگوت گیتا سے حوالے پیش کیئے ہیں لیکن جب مہابھارت کی جنگ ہوئی تو بڑے بڑے عالم، راجہ، رشی مہارشی، مہابھارت کی جنگ میں مارے گئے تو ویدوں کی تعلیم اور آریہ عقائد کی اشاعت بند ہوگئی مولانا عبدالمجید سالک نے اپنی تصنیف "مسلم ثقافت" میں ستیارتھ پرکاش کے حوالہ سے نقل کیا ہے:

"مذہب خاص لوگوں کے قبضہ میں آ گیا جو من گھڑت عقیدوں کی تبلیغ کرنے لگے۔ برہمنوں نے اپنی روزی کا بندوبست کرنے کے لئے کھشتری اور دوسری قوموں کو یہ اپدیش دیا کہ ہم ہی تمہارے معبود ہیں ہماری خدمت کے بغیر تم کو مکتی حاصل نہیں ہوگی۔" (۱)

ان کے عقائد کے بگاڑ نے عجیب و غریب عملی صورت اختیار کر لی جس کے ذکر سے ہی جبین حیا عرق آلود ہو جاتی ہے۔ لیکن قارئین کو صورت حال کی سنگینی سے آگاہ کرنے کے لئے ان امور کا ذکر کرنا بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔ مولانا سالک اپنی کتاب "مسلم ثقافت" میں لکھتے ہیں۔

"اس زمانہ میں ہندوستان کے اندر ایک ایسا مذہب پیدا ہو گیا تھا جو صرف خواہشات نفسانی پر مبنی تھا اس میں شراب کی پوجا کی جاتی۔ اور ایک برہنہ مرد کے ہاتھ میں تلوار دے کر اس کو مہادیو کہہ کر اور ایک ننگی عورت کو دیوی قرار دے کر ان دونوں کی پوجا کی جاتی۔" (۲)

مندروں میں مرد و زن کے برہنہ مجسمے اور تصویریں اب بھی دیکھنے والوں کو محو حیرت کر دیتی ہیں کیا یہ وہ عبادت گاہیں ہیں جن کا مقصد پاکیزہ سیرت کی تعمیر اور اخلاق کی تطہیر ہے؟

ان مقامات پر اس قسم کے ہیجان انگیز اور اخلاق سوز مجسموں کو لوگ تقدس کی نظر سے دیکھتے تھے اور ان کی پوجا پاٹ کرنے میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش میں لگے رہتے

۱۔ مسلم ثقافت صفحہ ۱۶ بحوالہ ستیارتھ پرکاش گیارھواں سموداس صفحہ ۳۸۷

۲۔ مسلم ثقافت صفحہ ۱۶

تھے۔

جب ان کے معبودوں کی عریانی کا یہ عالم تھا تو ان کے پجاریوں کی اخلاق باختگی کا اندازہ لگا لینا مشکل نہیں۔

آریوں کے عقائد و اطوار بھارت میں نقل مکانی سے پہلے اور بعد

ہم نے علامہ البیرونی اور دیگر مستند مصنفین کے حوالوں سے یہ تحریر کیا ہے کہ آریہ لوگ توحید کے قائل تھے لیکن یہ وضاحت ضروری ہے کہ کیا انہوں نے ہندوستان پر جب یلغار کی تو اس وقت بھی وہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے یا اس شاہراہ ہدایت سے ان کے قدم پھسل چکے تھے نیز یہ بھی بتانا ہے کہ عقیدہ تناسخ پر ان کا ایمان ہندوستان آنے سے پہلے بھی تھا یا یہاں پہنچ کر انہوں نے اس عقیدہ کو اپنایا۔ یہ تو آپ پڑھ چکے کہ وہ اپنے مُردوں کو آگ میں جلا دیا کرتے تھے لیکن یہ امر تحقیق طلب ہے کہ کیا ہندوستان آنے سے پہلے بھی ان کے ہاں یہ رسم جاری تھی یا ہندوستان میں بود و باش اختیار کرنے کے بعد انہوں نے اپنے مردوں کو نذر آتش کرنے کا طریقہ اختیار کیا اس امر کی وضاحت ہو چکی کہ انہوں نے اپنے معاشرہ کو چار طبقوں میں تقسیم کر دیا اب یہ بتانا مطلوب ہے کہ شودر، جو کہ سب سے زیادہ بدقسمت اور محروم طبقہ تھا وہ کون لوگ تھے۔ کیا وہ آریہ قوم کے افراد تھے یا ہندوستان کے اصلی باشندے تھے جن کے علاقوں پر آریوں نے اپنا تسلط قائم کیا اور وہاں کے رہنے والوں کو اپنی غلامی کی زنجیروں میں جکڑ دیا اور بنیادی انسانی حقوق سے بھی انہیں محروم کر دیا مسٹر ٹریور لنگ (TREVOR LING) نے ان مسائل پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں

"آریوں کی آمد سے پہلے جو لوگ ہندوستان میں آباد تھے وہ بڑے بڑے شہروں کے بجائے چھوٹے چھوٹے دیہات میں رہتے تھے اور ان کا عمومی پیشہ زراعت تھا۔ تاریکی کے اس دور میں زراعت پیشہ لوگ جن معبودوں کی پرستش کرتے تھے وہ مذکر نہیں بلکہ مونث ہوا کرتے تھے دیوتاؤں کے بجائے دیویاں ان کی معبود ہوا کرتیں۔ لیکن آریہ جب ہندوستان میں آئے تو ان کا پیشہ شکار اور گلہ بانی تھا اور وہ خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور ان کے معبود دوسری شکار پیشہ قوموں کی طرح مذکر ہوتے دیویوں کے بجائے وہ دیوتاؤں کی پرستش کرتے اور جب یہ لوگ ہندوستان میں آئے اس وقت ان کے متعدد ایسے دیوتا تھے جن کی یہ پوجا پاٹ کیا کرتے تھے۔ رگ وید کے حوالہ سے ان کے چند معبودوں کے نام اور ان کی صفات کا ذکر کیا

جاتا ہے۔

ان کے ایک دیوتا کا نام "وارونا" تھا یہ ایک آسمانی دیوتا تھا اور قدیم یونان میں اس آسمانی دیوتا کو اورانس (OURANOS) کہتے تھے ویدوں میں جن دیگر دیوتاؤں کے نام ہیں وہ یونان روم اور ایران میں بھی قریب المخرج ناموں سے موسوم ہیں دالیوس، (DYAOS) جو کہ بہت سے دیوتاؤں کا باپ تھا۔ یونانی دیومالا میں اس کو زیوس (ZEUS) اور رومی زبان میں جیوپیٹر (JUPITER) کہا جاتا مترا، سورج دیوتا تھا۔ جسے ویدوں کے مذہب میں وارونا کے ساتھ ملحق کیا گیا تھا اس کو یونانی اور ایرانی زبان میں متراس کہا جاتا اس کی پرستش مشرق اوسط اور، بحر روم کے علاقوں میں بھی کی جاتی تھی۔ ایک اور فطری طاقت جس کی پوجا دیوتا کی طرح کی جاتی تھی وہ سوما (SOMA) تھی جسے پودوں کا بادشاہ کہا جاتا۔ اور جس سے بڑی نشہ آور شراب کشید کی جاتی۔ اور پجاری اس کے نشہ سے مخمور ہو کر پوجا کی رسمیں ادا کرتے ایرانی زبان میں اس کو ہاؤما (HAOMA) کہتے تھے اور وہ لوگ بھی پوجا کے وقت اس کو پی کر مدہوش ہوتے ویدوں میں مذکور ایک معبود کا نام اگنی (AGNI) ہے جس کا معنی آگ ہے لاطینی میں اس کو اگنیس (IGNIS) کہا جاتا۔ اس کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ لوگوں کی قربانیوں اور نذرانوں کو معبودوں تک پہنچاتا ہے۔ (۱)

ان چند مثالوں سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب آریہ کوہ ہندوکش کے درہ کے راستہ سے شمال مغربی ہندوستان میں داخل ہوئے تو اس وقت وہ عقیدہ توحید سے محروم ہو چکے تھے اور متعدد خداؤں کی پوجا کو انہوں نے اپنا شعار بنالیا تھا ان کے دیوتاؤں کے ناموں اور اہل یونان، روم اور ایران کے دیوتاؤں کے ناموں میں گہری مماثلت پائی جاتی ہے لہجہ میں تھوڑا سا تفاوت کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

یہ بعید از امکان نہیں کہ نقل مکانی کر کے ہندوستان کے شمال مغربی حصہ میں آباد ہونے والے آریوں میں خواص اس وقت بھی خداوند وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کرتے ہوں۔ اور جن خداؤں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے عوام کالانعام نے ان کو اپنا معبود بنالیا ہو۔ علامہ البیرونی کی تحقیق بھی اسی نظریہ کی تائید کرتی ہے رگ وید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان میں آنے سے قبل آریوں کے ہاں اپنے مردوں کو نذر آتش کرنے کا رواج نہ تھا۔ وہ ان کو دفن کیا کرتے تھے جب وہ ہندوستان میں آئے اور یہاں بسنے والے دراوڑوں کو دیکھا کہ وہ اپنے

۱۔ ہسٹری آف ریلیجن ایسٹ اینڈ ویسٹ خلاصہ صفحہ ۳۰ تا ۳۳ از ٹریورلنگ

مردوں کو آگ میں جلاتے ہیں تو انہوں نے ان کی پیروی کرتے ہوئے مردوں کو جلانا شروع کر دیا۔

تناسخ کے عقیدہ کے بارے میں بھی رگ وید کی شہادت سے پتہ چلتا ہے کہ جب آریہ ہندوستان میں آئے تو ان کا یہ عقیدہ نہیں تھا کہ مرنے کے بعد انسانی روح ایک جسم کو چھوڑ کر دوسرے جسم میں داخل ہو جاتی ہے پھر مرنے کے بعد اس دوسرے جسم کو چھوڑ کر کسی نئے جسم کو اپنا مسکن بنالیتی ہے اور یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ بلکہ آریہ کا اس وقت یہ عقیدہ تھا کہ جو لوگ گناہ کی زندگی بسر کرتے ہیں انہیں مہا دیوتا۔ "وارونا" زمین کے سب سے نچلے حصہ میں ایک خوفناک جگہ (دوزخ) میں بھیج دیتا ہے اور جو لوگ راستی اور پاکبازی کی زندگی بسر کرتے ہیں وارونا انہیں فردوس بریں میں بھیج دیتا ہے۔ جہاں وہ ابدی مسرتوں میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن یہاں آنے کے بعد انہوں نے دراوڑوں کو عقیدہ تناسخ کا قائل پایا تو وہ بھی اس پر ایمان لے آئے۔ کیونکہ چند ایسے اعتراضات تھے جو ان کے ذہنوں کو پریشان رکھتے تھے ان کا تسلی بخش جواب انہیں تناسخ کے عقیدہ میں نظر آیا وہ دیکھتے کہ ایک شخص عزت اور عیش کی زندگی بسر کر رہا ہے اور دوسرا شخص ابتداء سے ہی مصائب و آلام اور غربت وافلاس کے شکنجہ میں کسا ہوا ہے اس کی وہ کوئی توجیہ نہ کر سکتے اس لئے انہوں نے اس عقیدہ کو اپنا کر اپنی ذہنی تشویش کا مداوا کیا۔

آریہ، جن دیوتاؤں کی پوجا کیا کرتے ان کا تعلق آسمانی سیاروں کے ساتھ تھا وہ بعض قدیم خداؤں کو ترک کر دیتے اور بعض کی اہمیت ان کے نزدیک کم ہو جاتی اور بعض کی شان بہت بڑھ جاتی ویدوں کے زمانہ کا سب سے بڑا دیوتا اندرا تھا۔ جسے جنگوں کا دیوتا کہا جاتا ممکن ہے اندرا، کوئی بہادر جنگ جو سپاہی ہو اور اس کو اس کے کارہائے نمایاں کے باعث دیوتا کا درجہ دے دیا گیا ہو آریوں کا یہ عقیدہ تھا کہ اندرا دیوتا کی امداد سے ہی انہوں نے دراوڑوں پر غلبہ حاصل کیا ہے اس کا خاص ہتھیار بجلی کا کڑکا تھا۔ یہ جنگ کا دیوتا ہونے کے باوجود بڑا مہربان اور شفیق تھا۔ ان کے نزدیک یہ بادلوں میں مقید پانی کو برسنے کا حکم دیتا ہے اور کھیت اور باغات سیراب و شاداب ہوتے ہیں یہ دیوتا صرف آریوں میں ہی معروف نہ تھا بلکہ بابل کے فاتح "کاسٹس" (KASSITES) بھی اس کے پرستار تھے۔ الغرض وارونا۔ مترا۔ اندرا آریوں کے تین سب سے بڑے دیوتا تھے۔ (۱)

۱۔ ہسٹری آف ریلیجن ایسٹ اینڈ ویسٹ خلاصہ صفحہ ۲۵ تا ۳۶

یہی مصنف بوشم کے حوالہ سے لکھتا ہے کہ وید کے ابتدائی دور میں آریوں کے دو طبقے تھے ایک خاص اور دوسرا عوام۔ حکمران کو راجہ کہا جاتا۔ جو اپنی اسمبلی کے ارکان کی امداد سے حکومت کے فرائض انجام دیتا لیکن ویدوں کے آخری دور میں سوسائٹی کی تقسیم چار طبقات میں کر دی گئی سب سے اعلیٰ برہمن پھر کھشتری۔ پھر ویش سب سے نیچے شودر، یہ شودر کون تھے ان کے بارے میں ٹریور لکھتا ہے۔

(It is usually held that these consisted of those of the indigenous peoples who had been forced to labour for the conquering & territory-occupying Aryans & possibly also the offspring of the mixed marriges between these natives & their Aryans coudncLOLZ·)

"یعنی عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ شودر طبقہ ان قبائل کے افراد پر مشتمل تھا۔ جو بھارت کے باشندے تھے اور جن کو ان کے فاتحین نے اور ان کے ملک پر قبضہ کرنے والوں نے مجبور کر دیا تھا کہ یہ لوگ ذیلی قسم کی خدمات انجام دیں اور یہ بھی ممکن ہے اس طبقہ میں وہ لوگ بھی شامل ہوں جو آریوں اور دراوڑوں کے درمیان باہمی شادیوں سے پیدا ہوئے۔

ویدوں میں اس تقسیم کا ذکر بتاتا ہے کہ اس تقسیم کی بنیاد ان کا مذہب تھا نیز کچھ برہمن آریوں کی اولاد سے تھے اور کچھ برہمن قبیلے، ماتا دیوی کے رحم سے پیدا ہوئے تاکہ انسانی شکل میں اس دیوی کی نمائندگی کریں۔" (۱)

برہمنی اقتدار کے خلاف بغاوت

آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ آریوں کی جملہ عبادات میں قربانی کو بہت زیادہ اہمیت دی جاتی تھی اور لوگ از خود قربانی کی رسم ادا نہیں کر سکتے تھے۔ برہمن ہی ان کی طرف سے اس رسم کو ادا کرنے کے مجاز تھے یہ امران کی آمدنی کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ جس سے برہمن خاندان بڑی

ا۔ ہسٹری آف ریلیجن صفحہ ۵۳

خوشحالی کی زندگی بسر کرتے تھے جب غیر فطری عقائد اور ناقابل فہم پوجا پاٹ کی رسوم سے لوگ دل برداشتہ ہو گئے تو برہمنوں کے مسلط کئے ہوئے اس دھرم کے خلاف متعدد تحریکیں زور پکڑنے لگیں جن میں بدھ مت اور جین مت کو بڑی کامیابی حاصل ہوئی جس کا تفصیلی تذکرہ ابھی ہم آپ کی خدمت میں پیش کریں گے یہاں صرف ایک بات بتا دینا مناسب ہے کہ جب قربانی کے ذریعہ ان کی آمدنی کا دروازہ بند ہو گیا اور بدھ نے ان پر شدید تنقید کی اس نے کہا کہ اس قربانی میں جانوروں کا ضیاع ہے اس کے بجائے نیک لوگوں کو صدقہ وخیرات دینے کی تلقین کی بدھ نے اس بات پر زور دیا کہ جانوروں کو ذبح کرنے کے بجائے اپنی ذات کا انکار کرو اور روشنی حاصل کرو۔ اشوکا نے اپنی ساری مملکت میں جانوروں کی قربانی کی ممانعت کر دی۔ اس طرح ہندوستان میں گوشت نہ کھانے کا آغاز ہوا اس کی ابتداء تو بدھ مت کے پیروکاروں نے کی لیکن آہستہ آہستہ ہندوؤں میں بھی گوشت کا استعمال متروک ہوتا چلا گیا اور وہ ہندو جو وشنو اور شیوا کے پیروکار تھے انہوں نے بھی گوشت کھانا چھوڑ دیا اس طرح قربانی کے ذریعہ برہمنوں کو جو کثیر آمدنی ہوتی تھی اس کا دروازہ بند ہو گیا۔

اس کے علاوہ ایک دوسری وجہ سے ان کی اس آمدنی پر کاری ضرب لگی پہلے برہمنوں اور کھشتریوں میں گہرے تعلقات تھے یہی طبقہ خوشحال تھا۔ اور قربانی دینے کی استطاعت رکھتا تھا۔ چھوٹے چھوٹے دکانداروں میں یہ کب ہمت تھی کہ وہ اس بارگراں کو اٹھا سکیں۔ لیکن جب اشوکا وغیرہ بدھ بادشاہوں نے ایک عظیم مملکت قائم کر کے ملک میں امن وامان قائم کر دیا اور کاروبار کو ترقی ہوئی اور تجارت پیشہ طبقہ دولتمند ہو گیا تو انہوں نے قربانی دینے کی طرف کبھی توجہ ہی نہ کی اگر کوئی قربانی دینا چاہتا تو وہ از خود جانور ذبح کر دیتا۔ نہ وہ برہمنوں کو قربانی دینے کی زحمت دیتا اور نہ اس کی بھاری بھرکم اجرت ادا کر کے برہمنوں کی جیبوں کو گرم کرتا اس طرح پریشان کن اور تکلیف دہ حالات سے برہمنوں کو واسطہ پڑا لیکن انہوں نے بڑی اولوالعزمی سے حالات کا رخ اپنے حق میں موڑ لیا پہلے وہ قربانی کی رسم ادا کر کے لوگوں سے پیسے بٹورتے تھے اب انہوں نے تعلیم دینے کا پیشہ اختیار کیا اس وقت کی علمی زبان سنسکرت تھی اور اس زبان میں یہ لوگ مہارت رکھتے تھے انہوں نے اپنی اس مہارت سے لوگوں کو مستفید کرنا شروع کیا اور اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ میں اپنے مقام کو اور اپنے احترام کو برقرار رکھا۔ نیز انہوں نے حالات کی نزاکت کا جائزہ لیتے ہوئے بروقت یہ قدم اٹھایا پہلے چھوٹے طبقوں کو وہ در خور اعتنا نہیں سمجھتے تھے اب انہوں نے اپنی توجہ ان کی طرف مبذول کی اور جن دیوی دیوتاؤں کی

ادنیٰ طبقہ کے لوگ پرستش کیا کرتے تھے ان کو پہلے سنسکرت کے ناموں سے موسوم کیا۔ پھر اپنے بتکدوں میں ان کے بتوں کو سجایا۔ یوں چھوٹے طبقات کی ہمدردیاں جیت لیں وہ سنسکرت میں ہی ان لوگوں کی مذہبی رسوم کو ادا کرتے یہ بات ادنیٰ طبقہ کے لوگوں کے لئے باعث صد افتخار تھی چنانچہ انہوں نے اس کے عوض برہمنوں کی عزت و تکریم کے ساتھ ساتھ ان کی مالی خدمت بھی دل کھول کر کرنا شروع کی اس طرح برہمنوں نے ان ناگفتہ بہ حالات میں اپنے گرتے ہوئے وقار کو سنبھالا دیا۔

بدھ مت اور جین مت

ہندو مت نے ہندی معاشرہ کو چار طبقات میں تقسیم کر دیا تھا اور ان کے درمیان امتیازات کے ایسے پہاڑ کھڑے کر دیئے تھے جن کو عبور کرنا ممکن نہ تھا۔ بعض طبقات عزت واحترام کے انتہائی بلند مراتب پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ مالی اور مادی مراعات سے بھی سرفراز تھے اور بعض طبقات ذلت و رسوائی کی گہرائیوں میں پھینکے جانے کے ساتھ ساتھ ہر قسم کی محرومیوں سے بھی دوچار تھے محروم طبقوں کے افراد کی تعداد مراعات یافتہ طبقات کی تعداد سے بہت زیادہ تھی۔ یہ لوگ صدیوں ان ناگفتہ بہ حالات میں صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑے رہے کیونکہ انہیں یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ انسانی معاشرہ کی یہ تقسیم کسی انسان نے نہیں کی بلکہ یہ ان کے دیوتاؤں کا عمل ہے اور کون ہے جب تک وہ دیوتاؤں کو اپنا دیوتا یقین کرتا ہے ان کے فیصلہ سے سرتابی کی جسارت کر سکے۔ لیکن جب تذلیل ورسوائی کی حد ہو گئی توان کے صبر کا پیمانہ چھلک پڑا انہوں نے اس غیر فطری، انسانیت سوز طرز معاشرت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اس کے علاوہ ہندو مت کی پوجا پاٹ کی رسمیں اس قدر سخت اور کرخت تھیں کہ ان کے ساتھ ہمیشہ کے لئے نباہ ممکن نہ تھا۔ انصاف کے نام پر جو بے انصافیاں ہو رہی تھیں۔ عدل کی قربان گاہ پر انسانی حقوق کو جس بے دردی سے ذبح کیا جا رہا تھا۔ اسے دیکھ کر سلیم الطبع لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے وہ یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہوں گے کہ کیا یہ ظلم ، یہ بے انصافی ، یہ برہمن پروری اور شودر کشی کی تعلیمات اس خدا کی ہو سکتی ہے جو اس کائنات کا خالق بھی ہے اور مالک بھی۔ جو رحیم بھی ہے اور کریم بھی جو عادل بھی ہے اور قادر بھی۔ یقیناً وہ برملا یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوتے ہوں گے کہ یہ مذہب مراعات یافتہ طبقات کا گھڑا ہوا مذہب تو ہو سکتا ہے لیکن یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ رحیم و کریم خدا نے

اپنے بندوں کی اصلاح اور راہنمائی کے لئے ایسا ظالمانہ اور آمرانہ نظام مقرر فرمایا ہو۔

برہمنوں اور کھشتریوں کے گٹھ جوڑ سے یہ گاڑی صدیوں رینگتی رہی برہمنوں نے کھشتریوں کو تاج و تخت کا مالک تسلیم کر لیا۔ برہمنوں کے اثر و رسوخ کی وجہ سے ہندی اذہان یہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کھشتریوں کے علاوہ کوئی اور آدمی سربراہ مملکت بن سکتا ہے۔ خواہ وہ علم و فضل میں، عقل و دانش میں، سیرت کی پختگی اور اخلاق کی بلندی میں اپنی نظیر نہ رکھتا ہو جب برہمن طبقہ نے کھشتریوں کو کاروبار حکومت کا بلا شرکت غیرے مالک بنا دیا تو انہوں نے اس کے عوض برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری کو برقرار رکھنے کا ذمہ لے لیا۔ کیونکہ ان کی اپنی بہتری اور بھلائی اسی میں تھی کہ برہمنوں کا مذہبی اقتدار اتنا اعلیٰ و ارفع رہے کہ کوئی ان پر زبان طعن دراز نہ کر سکے. کوئی ان کی مذہبی اجارہ داری کو چیلنج نہ کر سکے۔ لیکن تا کجے؟ آخر چھٹی صدی قبل مسیح میں ایسے جرات مند لوگ میدان میں نکل آئے جنہوں نے ان انسانیت سوز حالات کے خلاف بغاوت کا اعلان کر دیا۔ ان میں سے اگرچہ بعض تحریکیں وقتی جوش و خروش کا نتیجہ تھیں اس لئے دیر پا ثابت نہ ہو سکیں لیکن دو تحریکیں ایسی تھیں جنہیں محض جذبات پر نہیں بلکہ عقلی اور فلسفیانہ بنیادوں پر استوار کیا گیا تھا۔ وہ ایسی طوفانی قوت سے میدان میں نکلیں۔ کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ برہمنی سامراج کو مع ان کے جملہ معاشرتی اور معاشی امتیازات کے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے گئیں۔ ان میں سے ایک تحریک کا علمبردار "گوتما" تھا جو بدھا (روشن ضمیر) کے لقب سے مشہور ہوا اور دوسری تحریک کا قائد "مہاویر" تھا ان دونوں میں کئی قدریں مشترک تھیں۔

دونوں کا تعلق مشرقی ہند کے اس خطہ سے تھا۔ جو دریائے گنگا کے شمال میں واقع ہے دونوں کھشتری خاندانوں کے چشم و چراغ تھے۔ دونوں ویدوں کی حاکمانہ حیثیت اور برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری کو ختم کرنے کے لئے میدان عمل میں نکلے تھے۔ یہ دونوں مصلح چاہتے تھے کہ ہندی معاشرہ کی مذہبی بنیادوں کو منہدم کر کے فلسفہ کی اساس پر اس کی از سر نو تشکیل کی جائے۔ بایں ہمہ یہ دونوں تحریکیں اخلاقی اور اصلاحی تحریکیں تھیں۔ اور اپنے ماننے والوں کو قلبی اطمینان سے بہرہ ور کرنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔

حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ ہو۔ کہ کچھ عرصہ بعد ان دونوں تحریکوں نے فلسفی نظریہ کے بجائے مذہب کا روپ اختیار کر لیا۔ جین مت، ہندو مت کا حصہ بن کر رہ گیا۔ بدھ مت، اگرچہ اپنی انفرادیت کو بچانے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن یہ بھی ایک مذہب بن گیا۔ بدھ مت

میں بھی ہندو دھرم کے متعدد نظریات منتقل ہو گئے۔ علاوہ ازیں بدھ مت کو اپنی جنم بھومی (بھارت) سے بوریا بستر لپیٹنا پڑا۔ اسے اگر پنپنے کا موقع ملا تو اجنبی ممالک میں جیسے چین، جاپان، دیگر ایشیائی ممالک۔

جین مت

جین مت کا اولیں پرچارک "مہاویر" تھا۔ اس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ انسان۔ حیوان۔ شجر۔ حجر ہر چیز ذی روح ہے۔ اور روح جب بدن کے قفس میں مقید کر دی جائے تو اس کی نجات کی ایک ہی صورت ہے کہ وہ اس قفس کو توڑ کر اس سے آزاد ہو جائے اس کے نزدیک دعائیں اور پوجا پاٹ محض بے سود ہیں اس نے اخلاقی اور ذہنی نظم و ضبط کی اہمیت پر بڑا زور دیا۔ بدن کے سارے تقاضوں کو نظر انداز کرنے میں نجات کا راز بتایا۔ جین مت کے مذہبی پیشوا ترک ذات بلکہ فنائے ذات پر اتنا زور دیتے کہ کھانے پینے سے بھی دست کش ہو جاتے یہاں تک کہ وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے دم توڑ دیتے۔ ایسی موت کو بڑی شاندار موت کہا جاتا ان کا دوسرا اصول "اہنسا" (عدم تشدد) تھا۔ وہ کسی انسان یا حیوان کی جان لینا تو کجا۔ کیڑوں مکوڑوں، جڑی بوٹیوں کو تلف کرنا بھی گناہ کبیرہ سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں کھیتی باڑی بھی ممنوع تھی کیونکہ اس سے بھی کیڑے مکوڑے اور جڑی بوٹیاں تلف ہو جاتی ہیں ان کا پسندیدہ پیشہ صرف تجارت تھا۔ آہستہ آہستہ جین مت، ہندو دھرم کے نظریات سے متاثر ہونے لگا نیز ہی لوگوں کی طرح انہوں نے بھی کئی دیوتاؤں کی حمد کے گیت گانے شروع کر دیئے اور خود مہاویر، کو بھی ایک دیوتا سمجھ لیا گیا۔ اور اس کی پوجا پاٹ شروع کر دی۔ یہ لوگ ضرورت مند طبقہ کو بھاری شرح سود پر قرضے دیا کرتے۔ اس وجہ سے جین مت کے پیروکاروں کا طبقہ ایک دولت مند طبقہ بن گیا۔ اب ان کی تعداد دس لاکھ کے لگ بھگ ہے ان میں افراط و تفریط کا آپ اندازہ لگائیں ادھر تو زری اور عدم تشدد کی یہ کیفیت کہ کیڑوں مکوڑوں اور جڑی بوٹیوں کو بھی تلف کرنا مہا پاپ (گناہ کبیرہ) سمجھتے ہیں اور دوسری طرف غریب اور ضرورت مند افراد سے بھاری شرح پر سود لے کر ان کا خون چوستے ہیں۔

بدھ مت

جین مت سے بھی زیادہ اہم اور اثر آفرین بدھ مت کی تحریک تھی جس کے بانی کا نام گوتم

یا گوتم تھا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں شمالی ہند کے معاشرتی اور سیاسی حالات کے بارے میں ایک محقق "کوسمبی" (D.D.KOSAMBI) کے حوالہ سے ٹریورلنگ، اپنی کتاب ہسٹری آف ریلیجن میں لکھتا ہے۔

"اس وقت قبائلی حکومتیں جن کا سربراہ راجہ ہوا کرتا تھا وہ اپنی کونسل کے تجربہ کار اور کہنہ سال ممبروں کے مشورہ سے حکومت کے فرائض انجام دیا کرتا تھا۔ ایسی حکومتیں آہستہ آہستہ ختم ہونے لگیں اور بڑے بڑے بادشاہ وسیع علاقوں پر قبضہ کرتے چلے گئے۔ ان بادشاہوں کے حکمرانی کے طور طریقے قبائلی راجوں کے طریقوں سے بالکل مختلف تھے پرانی قسم کے لوگ ان نئے حالات میں اپنے آپ کو ذہنی پراگندگی کا شکار محسوس کرنے لگے اس وقت یہ سوالات لوگوں کو پریشان کر رہے تھے اور وہ ان کے جوابات معلوم کرنے کے لئے از حد بے چین اور بے قرار رہتے تھے۔

۱۔ روح کی حقیقت کیا ہے؟
۲۔ بعد از مرگ انسان کا مقدر کیا ہو گا؟
۳۔ انسان کیوں رنج والم میں گرفتار ہوتا ہے؟ اور وہ بھی بسا اوقات بلا وجہ
۴۔ ان مصائب سے نجات کی راہ کیا ہے؟
۵۔ خیر اعلیٰ کیا ہے۔ اور اسے کس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے؟

یہ حالات تھے جب ۵۶۳ ق م میں گوتم پیدا ہوا۔ اس زمانہ میں زرتشت ایران میں اپنے نظریات کی تبلیغ و اشاعت میں سرگرم تھا۔ نیپال۔ بھارت کے سرحدی علاقہ میں ساکیا (SAKYA) کا قبیلہ حکمران تھا۔ اس قبیلہ کے راجہ نے گنگا کے شمالی کوہستانی علاقہ میں قبائلی ریاستوں کا ایک مضبوط وفاق قائم کر دیا تھا۔ اس حکمران کے گھر ۵۶۳ ق م میں ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام گوتم یا گوتما رکھا گیا اور جو آگے چل کر بدھ یعنی روشن ضمیر کے لقب سے چار دانگ عالم میں معروف ہوا۔ گوتم نے اس شاہانہ ماحول میں پرورش پائی اپنی رعایا اور معاشرہ کے عام حالات کو دیکھ کر وہ گہری سوچ میں مستغرق ہو جاتا ایک دن پے در پے چند ایسے واقعات پیش آئے جس نے اسے بے چین کر دیا اس روز اس نے پہلے ایک پیر فرتوت کو دیکھا جس کی قوتیں جواب دے گئی تھیں اور بڑھاپے کی کمزوریوں اور ناتوانیوں نے اس کو اپنے حصار میں لے لیا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے قدم اٹھا کر چل رہا تھا تھوڑی دیر بعد اس کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی جو ایک موذی اور انتہائی تکلیف دہ بیماری کے چنگل میں پھنسا ہوا تھا اور کراہ رہا تھا۔ تھوڑی دیر

کے بعد اس نے دیکھا کہ ایک مردہ کی لاش اس کے احباب جلانے کے لئے مرگھٹ کی طرف لے جا رہے ہیں اس کے رشتہ دار اور دوسرے دوست سر جھکائے بڑی خاموشی سے چلتے جا رہے ہیں ان مناظر نے اسے زندگی کے بارے میں سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کر دیا پے در پے ان المناک مناظر کو دیکھنے کے بعد اس کی نظر ایک تارک الدنیا جوگی پر پڑی جو بڑے اطمینان اور سکون سے سڑک پر چلا جا رہا تھا۔ گویا وہ ہر قسم کے غم واندوہ سے آزاد ہے اس سے بھی وہ بہت متاثر ہوا آخر اس نے یہ فیصلہ کیا کہ اپنی اس شاہانہ شان وشوکت کو اس شاندار اور آرام دہ قصر شاہی کو چھوڑ کر کسی ایسے کامل کی تلاش میں نکلے جو اسے اس جوگی کی طرح ہر قسم کے تفکرات اور آلام ومصائب سے نجات دلا کر سکون واطمینان کی دولت سے مالا مال کر دے ایک رات جب کہ اس کی جواں اور خوبرو بیوی اپنے پلنگ پر محو خواب تھی اور اس کا کمسن بچہ اس کے پہلو میں لیٹا ہوا تھا گوتم نے ان دونوں پر شوق بھری نگاہ ڈالی شاہی محل اور شاہانہ زندگی کو الوداع کہتے ہوئے اپنے مقصود کی تلاش میں روانہ ہو گیا اس کے جسم پر قیمتی پوشاک تھی جس میں ہیرے اور جواہرات جڑے ہوئے تھے وہ بھی اتار کر اس نے اپنے باپ کی طرف بھیج دی اور اپنے سر کے بال منڈا دیئے اس نے ایسے راہبر کامل کی تلاش میں سالہا سال سیاحت میں گزارے لیکن اسے گوہر مقصود دستیاب نہ ہوا وہ انسانیت کے دکھوں کا نہ سبب معلوم کر سکا اور نہ ان کا علاج دریافت کر سکا۔ اثنائے سفر اس نے برہمن فلسفیوں کے حلقہ درس میں بھی شرکت کی اور ان سے فلسفہ کا علم حاصل کیا لیکن بے سود۔ پھر اس نے ریاضت شروع کی اور لگاتار چھ سال تک وہ شدید قسم کی ریاضتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ بن کر رہ گیا لیکن اسے پھر بھی مدعا حاصل نہ ہوا آخر اس نے ریاضت کو ترک کر دیا اور غور وفکر کے لئے مراقبہ کرنا شروع کیا وہ پہروں مراقبہ میں مشغول رہتا۔ اس کی زندگی کا بہترین اور ناقابل فراموش لمحہ طویل انتظار کے بعد اس وقت آیا جب وہ شکستہ دل اور تھکا ماندہ ہو کر بڑ کے ایک بڑے درخت کے نیچے مراقبہ کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ غور وفکر میں کھویا ہوا تھا۔ یکایک اس کے دل میں روشنی کی ایک لہر دوڑ گئی اس روشنی سے اس پر وہ راز فاش ہوئے جن کی تلاش میں وہ سالہا سال سے مارا مارا پھر رہا تھا۔

یہ گیان، اسے "گیا" کے مقام پر حاصل ہوا "گیا" صوبہ بہار کا ایک شہر ہے اور دریائے گنگا میں آکر ملنے والے ایک چھوٹے دریا "نیر نجارا" (NERANJARA) کے کنارے پر آباد ہے اس روشنی سے اس نے بدی اور مصیبت کی حقیقت کو سمجھ لیا۔ چار ہفتے

مزید اسی مراقبہ میں وہ منہمک رہا۔ بجائے اس کے کہ وہ اس روشنی کے دیدار میں محو رہتا اور اس سے عمر بھر لطف اندوز ہوتا رہتا اس نے یہ مناسب اور مفید سمجھا کہ وہ دوسرے لوگوں کو بھی اس راستہ کی نشاندہی کرے جس پر چل کر انہیں بھی یہ روشنی نصیب ہو۔ اس واقعہ کے بعد چالیس سال تک تادم واپسیں وہ اپنے شاگردوں اور چیلوں کو جو حقیقت اس پر منکشف ہوئی تھی اس کی تعلیم دیتا رہا یہاں تک کہ اسی سال کی عمر میں اس نے وفات پائی اس طویل عرصہ میں وہ بھیک مانگ کر اپنا پیٹ بھرتا رہا اور اپنے مشن کی تکمیل میں روز و شب مصروف رہا۔

اس نے اپنا پہلا تبلیغی خطاب بنارس کے قریب ایک شہر سارناتھ میں کیا۔ ایک روایت میں گوتم کی تاریخ پیدائش ۶۲۳ اور وفات ۵۴۳ ق م بتائی گئی ہے لیکن پہلی روایت زیادہ مستند ہے۔

بدھا نے اپنے نظریہ کو چار مقدس سچائیوں سے تعبیر کیا۔

۱۔ ساری زندگی مصائب و آلام سے عبارت ہے۔ بدھوں کی اصطلاح میں اس کے لئے جو لفظ استعمال کیا گیا ہے وہ دُکھا (DUKKHA) ہے اس کا معنی برائی یا بیماری یا مصائب کیا گیا ہے۔

۲۔ اس کا سبب خواہش ہے۔

۳۔ اپنی خواہش کو جو شخص ختم کر دیتا ہے گویا اس نے اپنے مصائب کو ختم کر دیا ہے۔

۴۔ خواہش کو ختم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ اس راستہ کو اختیار کیا جائے جو راستہ بدھا نے بتایا ہے۔

بدھا نے جو راستہ بتایا ہے اس کے تین مرحلے ہیں

(۱) حسن عمل

(۲) غور و فکر یا مراقبہ

(۳) حکمت

حسن عمل سے مراد یہ ہے کہ کسی زندہ چیز کی جان تلف نہ کرے۔ کذب بیانی سے باز رہے ایسی چیز نہ لے جو اس کا مالک اسے نہ دے یعنی چوری سے اجتناب کرے، جنسی بدکاری سے مکمل پرہیز کرے۔ اور منشیات کا استعمال کلیۃً چھوڑ دے۔

بدھ دھما جس کو بدھ دھرم بھی کہتے ہیں اس کی یہ اساس ہے کہ اس کے بغیر بدھ کا کوئی پیرو کار ترقی نہیں کر سکتا۔

دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ وہ اپنا بیشتر وقت غور وفکر میں گزارے اور مراقبہ میں ایک چیز پر اپنی توجہ مرکوز کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ یہ بدھ دھرم کی نمایاں ترین خصوصیت ہے۔ اس حسن عمل اور مراقبہ کا حاصل یہ ہے کہ وہ براہ راست اس حقیقت کا مشاہدہ کرنے لگے جس حقیقت کے بارے میں بدھ نے بتایا

بدھ نے جو انقلاب آفریں اقدامات کئے وہ یہ تھے

۱۔ اس نے ویدک دیوتاؤں کو ختم کر دیا

۲۔ قربانی ممنوع کر دی

۳۔ ذات پات کے امتیازات کو ختم کر دیا

۴۔ برہمنوں کی مذہبی بالا دستی کو خاک میں ملا دیا

۵۔ سنسکرت کے بجائے عوام کو ان کی مادری زبانوں میں تعلیم دینا شروع کی

کیا بدھ مت میں خدا پر ایمان لانا ضروری تھا یا نہیں؟

اگر اس امر میں کوئی صداقت ہے کہ گوتم سالہا سال تک "گیا" کے مقام پر مراقبہ میں مستغرق رہا۔ پھر اچانک اسے ایک ایسی روشنی نظر آئی جس کی برکت سے زندگی کے الجھے ہوئے مسئلے حل ہو گئے اگر یہ بات صحیح ہے تو یقیناً اس روشنی کے منبع یعنی ذات خداوندی کا عرفان بھی اسے نصیب ہوا ہو گا اور اسے اس کی ذات کو بھی اور اس کی شان وحدانیت کو بھی پہچان لیا ہو گا اور اس پر پختہ ایمان لے آیا ہو گا۔ اور اسی کی وحدانیت کی تبلیغ کرتا رہا ہو گا اور اسی کے نور معرفت سے لوگوں کے بے چین اور مضطرب دلوں کو سکون و قرار کی دولت سرمدی سے مالا مال کرتا رہا ہو گا، اور کچھ عرصہ بعد دیگر پیغمبران توحید کی تعلیمات کی طرح اس کی تعلیمات میں بھی تحریف و تبدیل کا دروازہ کھل گیا ہو گا اور اس کے دین توحید کو اس کے مفاد پرست پرستاروں اور عقیدت مندوں نے کیا سے کیا بنا دیا ہو گا۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں، سب من گھڑت افسانے ہیں جن کی نہ کوئی حقیقت ہے اور نہ جن کا کوئی وجود ہے۔

مجھے یہاں بدھ مت پر تنقید کرنا مقصود نہیں مجھے تو ان حالات کا بیان کرنا مطلوب ہے، جو بدھ مت کے عنوان کے تحت مختلف کتب میں موجود ہیں۔

ان کے لٹریچر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اس معنی میں کسی کو خدا نہیں مانتے تھے کہ وہ اس کائنات کا خالق و مالک اور شئون کائنات نیک و بد کی تدبیر فرما رہا ہے لیکن دیوتاؤں کے وجود سے انہیں بھی انکار نہیں۔ ہندوؤں کے کئی دیوتاؤں کو بھی مانتے تھے۔ اور انہوں نے اپنے

مخصوص دیوتا بھی مقرر کئے ہوئے تھے۔ جنگ کا دیوتا جس کو برہمن اندرا کہتے تھے اسی کو بدھ مت میں سکّہ (SAKKA) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے صحیح بات یہ ہے کہ نہ وہ خدا کے وجود پر ایمان لانے کو ضروری سمجھتے تھے اور نہ کسی کو خدا، نہ ماننے کو وہ ضروری سمجھتے تھے۔ ان کا تعلق لاادُری، فرقہ سے تھا۔ جن سے جو بات پوچھی جائے ان کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔ خدا کے وجود اور عدم وجود دونوں کے بارے میں ان کا یہی جواب تھا کہ ہم نہیں جانتے

گوتم نے جو فلسفہ پیش کیا اس کا اہم نکتہ یہ تھا کہ روح کا کوئی وجود نہیں۔ جس چیز کا وجود ہے وہ مادہ ہے جو ہر لحظہ اپنی شکل بدلتا رہتا ہے پھلنے، پھولنے، مرجھا جانے اور پھر پھل اٹھنے کا عمل اس میں جاری رہتا ہے اس کے نزدیک کسی شخص کی ذات کا بھی کوئی وجود نہیں چند صفات اور خصوصیات جب جمع ہو جاتی ہیں تو ایک ذات بن جاتی ہے جب وہ صفات بکھر جاتی ہیں تو وہ ذات بھی فنا ہو جاتی ہے لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ گوتم ایک طرف تو روح کے وجود کا انکار کرتا ہے اور ساتھ ہی تناسخ کے نظریہ کا قائل بھی ہے حالانکہ اس نظریہ کے ماننے والوں کے نزدیک موت کے وقت جسم فنا ہو جاتا ہے اور روح باقی رہتی ہے پھر یہ روح کسی دوسرے قالب میں منتقل ہو جاتی ہے موت کے ہاتھوں جب یہ دوسرا قالب ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے تو وہی روح اپنے ظہور کے لئے کسی اور قالب کا لباس پہن لیتی ہے ہندوؤں کے نزدیک تو تناسخ کا چکر لامتناہی ہے لیکن گوتم بتاتا ہے کہ اگر انسان اپنے جنم میں میرے بتائے ہوئے راستہ پر عمل کرتے ہوئے نروان حاصل کر لے تو اس کو تناسخ کے چکر سے نجات مل جاتی ہے اسے ہر نئی ولادت کے وقت جس درد و زہ سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اس سے وہ ہمیشہ کے لئے چھٹکارا پا لیتا ہے۔ گوتم کے نزدیک خواہش اور طلب تمام برائیوں کی جڑ ہیں ان کو کلیتہً ترک کر دینے سے اطمینان حاصل ہوتا ہے جسے ان کی اصطلاح میں نروان کہتے ہیں تمام خواہشوں میں سے سب سے نقصان دہ اور المناک خواہش یہ ہے کہ انسان اپنے لئے بقاء دوام کا آرزو مند ہو۔ جو شخص اپنے آپ کو غیر فانی بنانے کی جستجو میں رہتا ہے وہ گویا ایک موہوم چیز کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ جو اسے کبھی حاصل نہیں ہوگی اس کے نزدیک اپنی ذات کی نفی، اپنی ذات کے اثبات سے حق کے زیادہ قریب ہے۔

گوتم نے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار نہیں کی۔ بلکہ عالمی محبت کا مثالی نظریہ پیش کیا اور اس پر عمل کرنے کے لئے خدمت خلق اور ہر آڑے وقت میں مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کرنے کو ضروری قرار دیا وہ ایک ماہر، قابل معلم تھا۔ اپنے مدعا کو واضح کرنے کے لئے اور اپنے سامعین

کے قلوب واذہان میں اسے نقش کرنے کے لئے اس کے پاس مثالوں اور استعاروں کی کمی نہ تھی۔ گھریلو زندگی ہو۔ ازدواجی مسائل ہوں کاروباری معاملات ہوں۔ ان کے بارے میں اس کے پندونصائح بڑے مفید ہوتے افراط و تفریط سے اجتناب اور میانہ روی اختیار کرنے کی وہ تلقین کرتا۔ وہ بار بار کہتا کہ قواعد و عقائد نہ انسان کا عملی رویہ بہت اہم ہے وہ سوشل مصلح سے زیادہ اخلاقیات کا معلم تھا دوسروں کے عقائد پر تند و تیز تنقید کر کے ان کے جذبات کو مجروح نہیں کیا کرتا تھا اور اپنے شاگردوں کو بھی لوگوں کی دل آزاری سے روکا کرتا تھا۔ اس نے جو آخری نصیحت کی وہ یہ تھی۔

(Work out your emancipation with diligence."

"یعنی محنت، اور جدوجہد سے ہر قسم کی محکومی اور قیود سے آزادی حاصل کرو"

بدھ کی زندگی میں اس کی تعلیمات میں مذہبیت کا کوئی عنصر نہ تھا اس کے مرنے کے بعد ایک صدی یا دو صدیوں کے اندر اندر بدھ مت کے پیروکاروں نے اپنی مخصوص مذہبی رسوم، راہبانہ علامات، مافوق الفطرت عناصر وضع کر لئے رفتہ رفتہ ہندوستان میں بدھ مت، راہبوں اور راہبات کے طبقہ کا نام بن گیا اس طبقہ میں ہر کس و ناکس کو شریک نہیں کر لیا جاتا تھا۔ بلکہ داخلہ کے امیدواروں کو پہلے طویل ریاضتیں کرنا پڑتیں تربیت کی تکمیل کے بعد امیدوار اپنا سر منڈوا دیتا زرد رنگ کا لباس پہنتا اور قسم کھا کر یہ وعدہ کرتا کہ وہ افلاس اور پاکیزگی کی زندگی بسر کرے گا بدھ راہب موسم برسات کے تین ماہ اپنی اپنی خانقاہوں میں بسر کرتے باقی نو ماہ وہ شہروں۔ قصبوں اور دیہاتوں میں گھومتے رہتے۔ لوگوں سے بھیک مانگتے اور اس سے اپنا پیٹ بھرتے۔ (۱)

اہل ہند برہمنوں کی مذہبی اجارہ داری سے تنگ آ چکے تھے اور معاشرہ کی طبقاتی تقسیم کے باعث ظلم و ستم کا جو بازار گرم ہو گیا تھا اس سے وہ دل برداشتہ ہو چکے تھے ان کے لئے بدھ مت، رحمت کا ایک پیغام ثابت ہوا۔

انسائیکلوپیڈیا آف بریٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے

> بدھ مت، ہندوستان میں پھیلے ہوئے رسم و رواج کے خلاف ایک صدائے احتجاج تھی جس نے ویدوں کو مسترد کر دیا طبقاتی تقسیم کو ماننے سے انکار کر دیا، ویدوں میں مذکور سارے دیوتاؤں کی خدائی کے خلاف

ا۔ ہسٹری آف ریلیجن خلاصہ از صفحہ ۸۳ تا ۹۷

علم بغاوت بلند کر دیا اور اس سے نجات کا ایک آزادانہ طریقہ لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ (۱)

ہندوستان کی آبادی کی اکثریت نے بدھ مذہب کو قبول کر لیا چند سال قبل جہاں ہندومت اور برہمنوں کی برتری کا طوطی بول رہا تھا اب وہاں بدھ مت کے چرچے ہونے لگے۔ اس مذہب کی خوش قسمتی تھی کہ اسے اشوک، کنشک اور ہرش جیسے عالی ہمت مہاراجوں کی سرپرستی حاصل ہوگئی انہوں نے اس مذہب کو پھیلانے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا۔ ہندوستان کے طول وعرض میں ایسی چٹانیں اور فولادی ستون پائے جاتے ہیں جن پر بدھ مت کے بنیادی اصول کندہ ہیں۔ جو شخص بھی ان چٹانوں یا ان فولادی لاٹوں کے پاس سے گزرتا وہ بدھ کی تعلیمات کا مطالعہ کرتا ان سے متاثر ہوتا اور اس کا مذہب قبول کر لیتا۔ اشوک نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے مختلف ممالک میں تبلیغی وفد بھیجے۔ (۲)

لنکا میں جو وفد اس مقصد کے لئے بھیجا گیا اس کا سربراہ اشوک کا لڑکا تھا۔ اس وفد نے وہاں کے بادشاہ کو بدھ مت قبول کرنے کی دعوت دی بادشاہ اس وفد کی تبلیغ سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بدھ مت قبول کر لیا۔ اپنے بادشاہ کی پیروی کرتے ہوئے لنکا کے بیشمار لوگ اس مذہب میں داخل ہوگئے اسی طرح کشمیر۔ گندھارا۔ ہمالیہ کے علاقوں میں بھی تبلیغی وفود بھیجے گئے مغربی ہند، جنوبی ہند، برما۔ ملایا سماٹرا تک ایسے مبلغین کی جماعتیں بدھ مت کے پرچار کے لئے بھیجی گئیں اور اکثر علاقوں میں انہیں شاندار کامیابیاں بھی حاصل ہوئیں۔ (۳)

اشوک نے خود تخت شاہی پر بیٹھنے کے چھ سال بعد بدھ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بدھ مت کو قبول کیا۔ وہ اس سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے شاہی خزانوں کے منہ عوام کی فلاح و بہبود کے لئے کھول دیئے اس وجہ سے اس مذہب کو ہندوستان میں مزید مقبولیت حاصل ہوئی حتیٰ کہ

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ایڈیشن ۱۹۶۲ء جلد ۴، صفحہ ۲۷۳

۲۔ ہسٹری آف ریلیجن صفحہ ۱۳۸

۳۔ ہسٹری آف ریلیجن صفحہ ۱۳۸

کئی برہمنوں نے بھی بدھ مت کو بطور مذہب قبول کر لیا۔
اس مذہب سے ان مہاراجوں کو یہ فائدہ ہوا کہ ان کے ملک میں جہاں ہر وقت بغاوتوں اور شورشوں کی آگ بھڑکتی رہتی تھی وہاں امن وامان قائم ہو گیا لوگ آرام سے اپنی زندگیاں بسر کرنے لگے۔ تجارت پیشہ طبقہ کی مالی حالت بہت بہتر ہو گئی ہندوستان کا وسیع وعریض ملک جو پہلے سینکڑوں چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا تھا۔ ہر راجہ دوسرے راجہ سے بر سر پیکار رہتا تھا۔ اب وہاں ایک بہت وسیع اور طاقتور حکومت قائم ہو گئی جس کی مغربی سرحد افغانستان سے شروع ہوتی تھی اور مشرقی سرحد، کامروپ (آسام) تک چلی گئی تھی۔

فرقہ بازی

مسٹر آئی۔ بی ہورنر لکھتے ہیں
بدھ مت کے ماننے والے بہت جلد اٹھارہ فرقوں میں منقسم ہو گئے۔ اگرچہ سب کی عقیدت کا مرکز گوتم بدھ کی ذات تھی لیکن ہر فرقہ نے اپنی عبادت گاہیں اور خانقاہیں الگ الگ بنالی تھیں گوتم بدھ کی موت کے چند ہفتوں بعد اس کے تربیت یافتہ پانچ سو شاگردوں کی ایک کونسل منعقد ہوئی یہ سب لوگ بدھ کے بلاواسطہ شاگرد تھے اس کونسل میں بدھ مت کے بنیادی اصول طے کئے گئے جن کی پابندی ہر اس مرد اور عورت پر لازمی قرار دی گئی جو اپنے آپ کو بدھ مت کا پیروکار شمار کرتا تھا۔ ایک سو سال بعد "وسال" کے مقام پر ایک اجتماع ہوا اور اس سلسلہ کا چھٹا اجتماع گوتم بدھ کی دو ہزار پانچ سو سالہ برسی منانے کے موقع پر ۱۹۵۶ء میں رنگون کے مقام پر منعقد ہوا۔
ان اجتماعات سے بجائے اس کے کہ ان کے باہمی انتشار پر قابو پا کر ایک پلیٹ فارم پر انہیں متحد و متفق کیا جا سکتا الٹا مزید اختلافات کا دروازہ کھلتا چلا گیا۔
بدھ مت کے ویسے تو بیشمار فرقے ہیں لیکن دو فرقوں کو زیادہ شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی ایک کو ہنایانا (HINAYANA) اور دوسرے کو ماہایانہ (MAHAYANA) کہتے ہیں پہلے فرقے کو بطور طنز اس نام سے موسوم کیا گیا کیونکہ اس کے ارکان اپنی ذات کی تکمیل کے لئے کوشاں رہتے ان کا کہنا تھا کہ کے بعد دیگرے تین انسانی زندگیوں میں محنت کرنے سے نروان حاصل ہو جاتا ہے۔
یہ فرقہ اس نظریہ کا قائل ہے کہ جو انسان نروان حاصل کر لے اس پر لازم ہے کہ

دوسروں کو نروان سے ہمکنار کرنے کے لئے ان میں گوتم بدھ کی طرح بود و باش اختیار کرے تاکہ ان کی صحبت کے فیض سے دوسرے لوگ بھی خیر اعلیٰ تک پہنچنے کی سعادت حاصل کر سکیں اگر چہ اس فرقہ کا آغاز بڑا شاندار تھا۔ اور ایک عظیم مقصد کو انہوں نے اپنے پیش نظر رکھا تھا لیکن رفتہ رفتہ اس کی تعلیمات دوسرے مذاہب سے متاثر ہوتی گئیں پہلا فرقہ اپنی صحیح تعلیمات کے ساتھ لنکا میں اب بھی موجود ہے۔

تیسری صدی قبل مسیح میں اس مذہب کے مبلغین لنکا پہنچے وہاں سے برما اور تھائی لینڈ گئے وہاں کے عوام نے اس فرقہ کے عقائد وافکار کو قبول کر لیا۔ نظریاتی طور پر وہ لوگ اب بھی گوتم کو ایک انسان سمجھتے ہیں لیکن عملی طور پر ایک دیوتا کی طرح اس کی پوجا کی جاتی ہے اس پر پھول اور خوشبو نچھاور کی جاتی ہے۔ ان تمام تغیرات کے باوصف گوتم نے عدم تشدد یعنی اہنسا کی جو تعلیم اپنے شاگردوں کو دی تھی۔ اس کا اثر اب بھی باقی ہے۔

بدھ مت کے دوسرے مشہور فرقہ مہایانہ نے نیپال۔ تبت۔ مشرقی ایشیا میں مختلف روپ اختیار کر لئے۔ وہاں نہ صرف گوتم بدھ کی پوجا کی جاتی ہے بلکہ متعدد دیگر ان اشخاص کو بھی معبود کا درجہ دے دیا گیا ہے جنہیں گوتم کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ گویا اس فرقہ نے بدھ مت کو ہندو مت کے رنگ میں رنگ دیا اور انہیں کے عقائد کے سانچے میں اپنے عقائد کو ڈھال لیا جن سے نجات حاصل کرنے کے لئے گوتم نے اپنا شاہی محل۔ اپنی جوان بیوی اور اپنے کمسن بچے کی جدائی برداشت کی تھی۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ کا مقالہ نگار مہایانہ فرقہ کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

(The **Mahayana** is the acute Hinduizing of Buddhahism and in it Buddha is conceived of as The Supreme, **boundless** in power and wisdom and surrounded by Budhisativas just attaining Buddha-Hood. They (Jains) also adapted The Ramayana. All this shows how the sects were inclined to mingle with Hindus.)

"بدھ ازم کو ہندومت کے رنگ میں رنگنے کا دوسرا نام "مہایانہ" ہے اس فرقہ کے نزدیک بدھا کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جاتا ہے کہ وہ سب سے اعلیٰ ترین ہے اس کی قوت، دانشمندی کی کوئی حد نہیں۔ بدھا۔ ویسے تو نروان بہت جلدی حاصل کر سکتا تھا لیکن انسانی مصائب سے شفقت اور ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اس مقام پر پہنچنے میں دانستہ تاخیر کی" جین مت کے بارے میں بھی یہ بات واضح ہے کہ انہوں نے رامائنا کو اپنا لیا۔ اور اس کو اپنا مقدس مذہبی صحیفہ یقین کر لیا ہے تمام چیزیں اس بات پر شہادت دیتی ہیں کہ ان تمام فرقوں نے اس رغبت کا اظہار کیا کہ وہ اپنے آپ کو ہندوؤں کے عقائد میں مدغم کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ (۱)

راجہ ہرش (۶۰۶ تا ۶۴۷) کے زمانہ میں مشہور چینی سیاح "ھیون سانگ" ہندوستان کی سیاحت کے لئے آیا اور تقریباً پندرہ سال کا طویل عرصہ اس نے یہاں گزارا وہ خود بدھ مت کا پیرو تھا وہ اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے۔

"اس وقت ہندوستانیوں کی اکثریت بدھ مت کو اختیار کر چکی تھی اس وقت کابل، بدخشاں۔ بلخ میں بدھ مت اور بدھوں کی حکومت تھی۔ پنجاب۔ سندھ۔ گجرات۔ مالوا۔ متھرا۔ تھانیسر۔ قنوج۔ بنارس۔ پٹنہ۔ بنگال۔ کامروپ۔ اڑیسہ۔ کالنگا (مدراس) انھرا۔ مہاکوشل (سی پی) مہاراشٹر کوکن۔ مدورا (ٹراون کور) غرض جہاں کہیں ھیون سانگ گیا اس کو بدھوں کی حکومت اور بدھ مت کا چرچا ہی نظر آیا" (۲)

مولانا سالک لکھتے ہیں

ہندوستان کا یہ مذہبی نقشہ ہرش کے زمانہ میں تھا یعنی محمد بن قاسم کے سندھ پر حملہ سے صرف اسی نوے برس پہلے یہ کیفیت تھی۔ ہرش کے آنکھ بند کرتے ہی خدا جانے کیا انقلاب آیا کہ یکدم ملک کے تمام

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، جلد ۱۲، صفحہ ۱۸۳

۲۔ مسلم ثقافت مولانا عبدالمجید سالک، صفحہ ۱۶۔ ۱۷

حصوں میں راجپوتوں کی سلطنتیں قائم ہو گئیں اور بدھ مت اور جین مت کی خاک اڑ گئی۔ (۱)

گزشتہ صفحات کے مطالعہ سے آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں گے کہ چھٹی صدی قبل مسیح سے ساتویں صدی عیسوی تک کا دور ہندوستان میں بدھ مت کے عروج اور اقتدار کا دور ہے برہمنوں کے لئے یہ دور واقعی بڑا صبر آزما تھا معاشرہ میں ان کو جو سب پر تفوق حاصل تھا۔ وہ بھی ختم ہو گیا اور ان کے معاشی ذرائع بھی یکے بعد دیگرے ان سے چھین لئے گئے۔ لیکن انہوں نے اس سیاسی زوال کے دور میں بھی اپنے علمی اور مذہبی وقار کو بحال رکھا، اس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔

برہمنوں کا دوبارہ عروج اور اس کے اثرات

جب تک ہرش جیسے طاقتور اور بالغ نظر حکمران موجود رہے برہمنوں نے بدھوں کے خلاف کوئی سیاسی بغاوت نہیں کی اور مناسب وقت کا انتظار کرتے رہے۔ جب چندر گپتا کا آخری حکمران ہرش ؎۲ مر گیا تو انہیں موقع ملا کہ وہ اپنی کمین گاہوں سے نکل کر ملک کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لیں راجپوت، راجے مہاراجے، گویا ان کے اشارے کے منتظر تھے حالات کو موافق پاتے ہوئے انہوں نے بدھ مذہب کے خلاف بغاوت کر دی۔ سیاسی اقتدار کی باگ ڈور حسب سابق راجپوتوں نے سنبھال لی۔ اور مذہبی اقتدار کی باگ ڈور برہمنوں نے اپنے ہاتھ میں تھام لی اس طرح اپنا کھویا ہوا وقار برہمنوں نے واپس لے لیا۔ برہمنوں نے انسانی مساوات کے نظریہ کو مسترد کرتے ہوئے ذات پات کا پہلا نظام نافذ کر دیا جانوروں کی قربانیاں دوبارہ دی جانے لگیں۔ اس کے ذریعہ ان کی آمدنی کے بند دروازے از سر نو کھل گئے۔ اگرچہ بدھ مت کا اقتدار ختم ہو چکا تھا لیکن بدھ مت کے ماننے والے ابھی یہاں مختلف مقامات پر موجود تھے ان کو اپنے میں ضم کرنے کے لئے ہندوؤں نے بدھ کو اپنے دیوتاؤں میں شامل کر لیا۔ اور اس عقیدہ کی زور شور سے تبلیغ شروع کر دی کہ برہما کا نانواں اوتار بدھ کے روپ میں ظاہر ہوا تھا۔ اس دور کو ہندوؤں کے سنہری دور سے تعبیر کیا جانے لگا۔

۱۔ مسلم ثقافت صفحہ ۱۸

۲۔ یہ ملحوظ رہے کہ ہرش اگرچہ گپتا خاندان کا ایک مہاراجہ تھا جو وشنو دیوتا کے پرستار تھے لیکن خود ہرش بدھ مت کا پیروکار تھا۔

گپتاخاندان (۳۲۰ تا ۶۰۰عیسوی) کے مہاراجے وشنو کے مسلک کے بڑے پر زور حامی تھے چندر اگپتا اول اور اس کے جانشین سمدراگپتا کا دور حکومت بہت ہی اہم تھا۔ اگرچہ بعد میں یہ خاندان کمزور ہوتا چلا گیا لیکن اس کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ ان کا دور حکومت ہندوؤں کا سنہری زمانہ کہلاتا ہے۔ اس دور کی خوبی یہ ہے کہ مختلف مذہبی طبقے متحد ہوگئے اور سب وشنو کی پرستش کرنے لگے۔

اور دوسرا دیوتا جس کی اب دھوم دھام سے پرستش ہونے لگی وہ شیوا تھا۔ شیوا دیوتا میں مختلف عناصر مجتمع ہوگئے تھے۔ وہ محبت اور عزت کا دیوتا بھی شمار کیا جاتا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ویدوں کے عہد کے اندرا دیوتا کی صفات کا بھی وہ وارث تھا۔ یعنی وہ طوفانوں کا بھی خدا تھا اور تباہ و برباد کرنے والا بھی تھا۔ جنگ کا میدان بھی اب اس کے تصرف میں تھا اس طرح مر گھٹ پر بھی اسی کا قبضہ تھا۔ یہی وہ دیوتا ہے جو کالپا کے اختتام پر دنیا کو تباہ و برباد کر دے گا اس کے ساتھ ساتھ یہ اپنے جوگی طرز کے مراقبہ کے ذریعہ ساری کائنات کو سلامت رکھے ہوئے ہے۔ یہ زرخیزی کا بھی دیوتا ہے درندوں کا بھی آقا ہے اور افزائش نسل کا بھی سرپرست ہے۔ گپتا خاندان کے عہد سے ہندومت کا شعار انسانی عضو تناسل ہے اس کا مسلک کشمیر میں اور جنوبی ہند میں یعنی اندھرا پردیش، میسور، مدراس، کریالہ میں، بہت طاقتور ہے۔ جنوبی ہند میں اس کی خاص طور پر اس لئے عبادت کی جاتی ہے کہ وہ بڑا مہربان اور بہت سخی ہے ہر قسم کی زندگی کی حفاظت کرتا ہے۔

گپتا کے عہد میں ہندومت کی ایک اور خصوصیت ظاہر ہوئی کہ ان دو دیوتاؤں (وشنو اور شیوا) کے ساتھ دو دیویاں بھی ظہور پذیر ہوگئی ہیں وشنو کی دیوی کو سری یا لکشمی کہا جاتا ہے جسے کاروبار خدائی میں وشنو کا شریک سمجھا جانے لگا ہے اور شیوا کی دیوی کو پاراوتی، کالی اور درگا کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے جو حالات اب تک بیان کئے گئے ہیں مطالعہ کرنے والے کے لئے ان میں کافی مواد ہے جس سے وہ وہاں کے سیاسی، اخلاقی، معاشرتی اور معاشی حالات کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ بایں ہمہ قارئین کی آسانی کے لئے ہم ہر عنوان کے نیچے مختصر اشارات ذکر کر دیتے ہیں تاکہ وہ اپنی معلومات کو منظم طور پر ذہن نشین کر سکیں۔

سیاسی حالات

اگرچہ موہنجوداڑو اور ہڑپہ کے آثار قدیمہ کے بر آمد ہونے سے ہمیں یہ تو معلوم ہو گیا کہ ان علاقوں میں ایک اعلیٰ قسم کی تہذیب موجود تھی یہاں کے رہائشی مکانوں کے نقشے۔ ان میں علیحدہ غسل خانوں کا موجود ہونا۔ جنوباً شمالاً متوازی وسیع شاہراہیں اور ان سے نکلنے والی چھوٹی گلیاں، استعمال شدہ پانی کی نکاسی کا عمدہ انتظام اس بات کی شہادت دینے کے لئے کافی ہیں کہ وہاں کا نظام حکومت بڑا ترقی یافتہ تھا۔ لیکن ابھی تک ان کے نظام حکومت پر کیونکہ پردہ پڑا ہوا ہے۔ اس لئے ہم اس کے بارے میں مزید وضاحت سے قاصر ہیں۔

لیکن جب آریوں نے ہندوستان پر قبضہ کیا تو جو قبیلہ جہاں آباد ہو تا گیا قبائلی نظام کے مطابق وہاں چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم ہوتی گئیں اس لئے آریوں کے ابتدائی عہد میں ہمیں ہندوستان کا ملک ان گنت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بٹا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ہر قبیلہ کا سردار، ان کا راجہ ہوتا تھا اس کو مشورہ دینے کے لئے قبیلہ کے بزرگوں کی ایک کونسل تشکیل دی جاتی تھی اور راجہ فرائض جہاں بانی انجام دینے میں ان سے مدد لیا کرتا تھا۔ اس کے باوجود راجہ مختار مطلق تھا۔ اس کا یہ حق تھا کہ وہ جس طرح چاہے رعایا سے مالیہ اور دیگر ٹیکس وصول کرے۔ لیکن اس کی یہ ذمہ داری نہ تھی کہ وہ اپنی قوم یا قبیلہ کے سامنے تفصیلی رپورٹ پیش کرے۔ کہ اس نے ان کے ادا کردہ ٹیکسوں سے حاصل ہونے والی دولت کہاں کہاں خرچ کی ہے۔ کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق بھی نہیں تھا ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں باہمی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہتی تھی جو بسا اوقات قومی جنگ میں تبدیل ہو جاتی تھی۔ خون کے دریا بہتے کشتوں کے پشتے لگتے۔ گاؤں اور قصبوں کو نذر آتش کر دیا جاتا جب بدھ حکمرانوں کی یہاں حکومت قائم ہوئی تو اشوکا اور ہرش جیسے عالی ہمت راجوں نے ہندوستان کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ایک عظیم مملکت میں تبدیل کر دیا ان کے بعد جب ہندومت نے دوبارہ زور پکڑا اور گپتا خاندان کے بادشاہوں، چندر گپتا، اور اس کے جانشینوں نے ہندوستان کو متحد کرنے کی کوششیں کیں۔ لیکن اس خاندان کے زوال کے بعد ہندوستان کا وسیع و عریض ملک پھر چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تبدیل ہو گیا۔

اس کی اہم وجہ یہ تھی کہ ذات پات کے نظام نے ہندوؤں میں ایک قومیت کے تصور کو پنپنے نہ دیا۔ آریہ حملہ آوروں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں کے ساتھ جو انسانیت سوز سلوک

روا رکھا۔ اس کے بارے میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ انہوں نے ہندوستان کے قدیم باشندوں کو چوتھے طبقے میں شمار کیا۔ جسے وہ بڑی حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھا کرتے تھے۔ انہوں نے ان کی ترقی اور خوشحالی کی ساری راہیں مسدود کر دی تھیں۔ انہیں شودر بنا دیا تھا ان حالات میں آریوں کے لئے ان کے دل میں ہمدردی اور اخوت کے جذبات کیونکر پیدا ہو سکتے تھے۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ہندوستان کی طویل تاریخ میں چند مخصوص صدیوں کے علاوہ کوئی منظم حکومت قائم نہ ہو سکی اور کبھی بھی ان کے درمیان ایک قومی نظریہ جڑیں مستحکم نہ کر سکا۔

اس کے علاوہ اس ملک میں بیسیوں زبانیں بولی جاتی تھیں رہن سہن کے اطوار جدا جدا تھے۔ خوشی اور غم کی تقریبات علیحدہ علیحدہ تھیں۔ اور تو اور جن خداؤں کی وہ پوجا کرتے تھے ان میں بھی کوئی یگانگت نہ تھی۔ ہر گاؤں کا علیحدہ دیوتا ہوتا۔ اور گاؤں والوں کی ہر ضرورت پوری کرنے کے لئے علیحدہ علیحدہ بت ہوتے ان بے شمار اختلافات نے ہندوستان کو ایک ملک یا ایک مملکت اور اس کے باشندوں کو ایک قوم بننے نہ دیا۔

معاشرتی حالات

آپ یہ پڑھ آئے ہیں کہ کئی سو سال قبل مسیح جب بھارت میں برہمنی تہذیب اپنے شباب پر تھی اس زمانہ میں ہندی معاشرہ کے لئے ایک دستور مرتب کیا گیا جس میں سیاسی۔ تمدنی اور اخلاق قواعد و ضوابط کی وضاحت کر دی گئی ملک بھر کے دانشوروں نے اسے بنظر استحسان دیکھا اور اسے ایک آئینی اور قانونی دستاویز کی حیثیت سے قبول کر لیا اس وقت سے لے کر آج تک ہندو دھرم کے پرستار اپنے تمام معاملات میں اس سے راہنمائی حاصل کرتے ہیں اس دستور کے مصنف "منوجی" ہیں انہیں کے نام پر اس کتاب کو "منوشاستر" کہا جاتا ہے اور یہ دستور حضرت مسیح علیہ السلام کی ولادت سے تین سو سال قبل مرتب کیا گیا۔

اس متفقہ طور پر منظور شدہ قانونی اور آئینی دستاویز نے اہالیان ہند کو چار طبقات میں تقسیم کر دیا۔ برہمن، کھشتری، ویش اور شودر

انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار برہمن ازم (BRAHMANISM) کے عنوان کے تحت جلد ۳ صفحہ نمبر ۱۰۱۱ رقمطراز ہے۔

منوجی کے مرتب کردہ صحیفہ قانون کو ایک آسمانی تقدس حاصل ہو گیا تھا۔ اس کے قوانین ہر شک و شبہ سے بالاتر اور ہر تنقید سے ماورا تھے۔

منوشاستر میں تمام طبقات کی درجہ بندی کر دی گئی۔ اور تفصیل سے ہر طبقہ کے فرائض بیان کر دیئے گئے اور اس قانون کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لئے سزائیں بھی مقرر کر دی گئیں۔

مقالہ نگار کے مندرجہ ذیل جملے آپ کی خصوصی توجہ کے مستحق ہیں۔

یعنی جرائم کا ارتکاب اگر برہمن کرے تو ان کی سزاؤں میں غیر معمولی نرمی ملحوظ رکھی گئی ہے اگر نچلے طبقہ کا کوئی فرد اعلیٰ طبقہ کے حکم کو پامال کرے تو اس کے لئے بڑی وحشیانہ اور غیر انسانی سزائیں مقرر ہیں۔

معاشرہ میں مجرم کا درجہ جتنا گھٹیا ہوتا اتنی ہی اسے سزا سخت دی جاتی۔

اگلے صفحہ پر مقالہ نگار لکھتا ہے۔

منو، کے آئین کے مطابق شودروں کو مذہبی تعلیم حاصل کرنے کا بھی حق حاصل نہیں ایسا اجتماع جس میں نیچ قوم کا کوئی فرد موجود ہو وہاں برہمن کو بھی اجازت نہیں کہ وہ مقدس کتابوں کی تلاوت کرے۔

ایک ہی قوم کے افراد میں قانون کی یہ ناہمواری عدل وانصاف کے تصور کو ہی ختم کر دیتی ہے

البیرونی اپنے پندرہ سالہ تجربات اور چشم دید مشاہدات کی روشنی میں لکھتے ہیں۔

شودر کی حیثیت برہمن کے غلام کی ہے۔ اس کو برہمن کے کام میں مصروف رہنا اور اس کی خدمت کرنا چاہئے ہر وہ کام جو برہمن کے لئے مخصوص ہے مثلاً مالا جپنا، وید پڑھنا، آگ کی قربانی، شودر کے لئے منع ہے اگر شودر یا ویش کے متعلق یہ ثابت ہو جائے کہ اس نے وید پڑھا ہے تو برہمن اس کی اطلاع حاکم کو دے اور حاکم اس کی زبان کاٹ دے۔ (۱)

جناب عبدالمجید سالک، منوسمرتی باب اول منتر ۹۲ تا ۱۰۱ کے حوالہ سے برہمن کی برتری کے بارے میں لکھتے ہیں

”منوجی نے صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ دنیا میں برہمن سے برتر کوئی نہیں وہ دھرم کی مورت، نجات کا حق دار اور دھرم کے خزانہ کا محافظ ہے اور

۱۔ تحقیق ماللہند البیرونی صفحہ ۴۵۷

دنیا میں جو کچھ ہے سب برہمن کے لئے ہے۔ (۱)

مولانا سالک ہی نے منوسمرتی چوتھا۔ آٹھواں اور دسواں ادھیائے کے حوالہ سے شودر پر عدل وانصاف کے نام پر جو ستم ڈھائے جاتے تھے ان کا تذکرہ کیا ہے جسے پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جس نے یہ قانون وضع کئے اور جس قوم نے بلاچوں وچرا اس کو تسلیم کیا اور ہزاروں سال اس پر عمل پیرا رہی اس کی سنگدلی کے بارے میں پڑھ کر انسان سراسیمہ اور پریشان ہو جاتا ہے لکھتے ہیں

"شودر برہمن کا پس خوردہ کھائے۔ شودر مہینہ میں صرف ایک دفعہ حجامت بنوائے۔ شودر کسی برہمن کو چور کہے تو اس کے جسم کا کوئی عضو کاٹ دینا چاہئے۔ شودر کسی برہمن کھشتری اور ویش کے ساتھ سخت کلامی کرے تو اس کی زبان میں سوراخ کر دیا جائے اگر شودر کسی برہمن کا نام لے کر کہے کہ تو فلاں برہمن سے نیچ ہے تو اس شودر کے منہ میں بارہ انگلی کی آہنی میخ آگ میں سرخ کر کے ڈالی جائے۔ اگر چھوٹی ذات کا آدمی بڑی ذات کے آدمی کے ساتھ ایک آسن پر بیٹھے تو اس کا چوتڑ کاٹ ڈالنا چاہئے۔ اس طرح کہ وہ مرے نہیں شودر کسی برہمن کے بال یا پاؤں یا ڈاڑھی پکڑے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے شودر کو کوئی صلاح مشورہ نہ دو دھرم اور بھرت کی تلقین بھی نہ کرو جو شودر کو دھرم کی تلقین کرتا ہے وہ بدترین دوزخ میں جاتا ہے" ۔ (۲)

شودروں کو یہ اجازت نہیں کہ وہ مندروں میں داخل ہو کر پوجا پاٹ کر سکیں نہ انہیں اس بات کی اجازت ہے کہ ان کنوؤں سے پانی بھر سکیں جن سے اونچی ذات کے ہندو پانی بھرتے ہیں وہ عام شہروں میں بھی نہیں رہ سکتے بلکہ شہروں سے الگ تھلگ ان کی مخصوص آبادیاں ہوتی ہیں۔

جس معاشرہ میں اس قسم کی ظالمانہ اور جابرانہ طبقاتی تقسیم موجود ہو بعض طبقے مراعات یافتہ ہوں اور بعض طبقے ہر رعایت سے محروم اور ہر قسم کی محرومی اور نامرادی میں محصور رہیں اور اس ظالمانہ تقسیم کی بنیاد ان کا مذہب اور ان کی آسمانی کتاب ہو تو اس معاشرہ کی زبوں حالی کے بارے میں کچھ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۱۔ مسلم ثقافت صفحہ ۳۸۔ ۳۷

۲۔ مسلم ثقافت صفحہ ۳۹۔ ۳۸

مرد اور عورت

ایک ہی طبقہ کے مرد وزن کے حقوق بھی یکساں نہیں تھے ۔ عورت، مرد کی ایک تابع مہمل تھی ۔ اگر اس کا خاوند عنفوان شباب میں ہی مرجائے تو اس کے لئے باعزت اور بہترین طریقہ یہ تھا کہ وہ مرد کی لاش کے ساتھ ہی جل کر ستی ہو جائے اور اگر وہ اپنے آپ کو جلا دینے کی جرأت نہیں کر سکتی تو اسے ساری عمر ایسی زندگی بسر کرنا ہوگی جس میں اسے نہ اچھا لباس پہننے کی اجازت ہوگی نہ وہ زیورات سے اپنی آرائش کرنے کی مجاز ہوگی ۔ اسے دوسری شادی کرنے کی بھی اجازت نہیں ہوگی ۔ خواہ وہ اس وقت بیوہ ہوئی ہو جب کہ اس نے ابھی جوانی میں قدم رکھا ہو ۔ عورت زیورات کی مالک تو ہو سکتی ہے لیکن کسی غیر منقولہ جائیداد کی مالک نہیں بن سکتی ۔ عورت ہر حالت میں غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور تھی بچی تھی تو باپ کے حکم کی پابند بیاہی گئی تو خاوند کے ہر حکم کی پابند ۔ با اولاد ہوگئی تو بچوں کا ہر حکم ماننا اس پر واجب ۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ مرد کے پہلے نہ سوئے اور مرد کے بیدار ہونے سے پہلے جاگ اٹھے آریوں کے نزدیک تعدد ازدواج کی اجازت تھی چار عورتوں سے بیک وقت وہ شادی کر سکتے تھے اور ان کے راجے مہاراجے ہر قسم کی پابندی سے بالاتر تھے ۔ انہیں ان گنت عورتوں کے ساتھ شادیاں رچانے کی کھلی چھٹی تھی ۔

اخلاقی حالت

آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ آئے ہیں کہ "سوما" کے پودے کو تمام پودوں کا بادشاہ کہا جاتا اور اس سے کشید کی ہوئی شراب کو پجاری پی کر پوجا کیا کرتے ۔ سوما، خود بھی ان کے دیوتاؤں میں سے ایک دیوتا تھا جس کی پوجا کی جاتی تھی کیونکہ اس سے ایسی عمدہ اور نشہ آور شراب بنتی تھی جسے پی کر انسان سرمست و مخمور ہو جاتا ۔

یہ بھی آپ پڑھ آئے ہیں کہ بڑے بڑے مندروں میں دیوداسیوں کے طائفے ہوتے تھے جو ان مورتیوں کے سامنے رقص کیا کرتیں اور گیت گایا کرتیں اور مندر کے پروہت کو اختیار تھا کہ وہ کسی پجاری کو شاد کام کرنے کے لئے کسی دیوداسی کو اس کے پاس شب بسری کے لئے بھیج دے ۔

علامہ بیرونی نے بھی اس کا ذکر کیا ہے مسترد دیا، جو ہندو مورخ ہیں وہ لکھتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ تمام مندروں میں پیشہ ور عورتیں ناچنے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کئے ہوئے تھیں۔ خاص کر شیوجی کے مندروں میں یہ رسم عام تھی اور راجے ان مندروں سے خاص آمدنی حاصل کرتے تھے۔ (۱)

آج بھی ان کے قدیم مندروں کو دیکھا جائے تو ان مندروں کے باہر اور اندر عورتوں کی برہنہ تصویریں اور برہنہ مجسمے جگہ جگہ نظر آتے ہیں مہادیو کے عضو تناسل کی پوجا ان کے ہاں عام ہوتی ہے۔ جس میں مرد وزن پیرو جواں سب شریک ہوتے ہیں اور اس کی شبیہ بنا کر اپنے گلے میں آویزاں رکھتے ہیں سوامی دیانند سرسوتی اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں۔

"حقیقت میں ہندوؤں کی خرابی کے آثار مہابھارت کی جنگ سے ایک ہزار سال پیشتر ہی رونما ہو چکے تھے ...... مہابھارت کی جنگ کے حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جوا، دھڑلے سے کھیلا جاتا تھا۔ جس میں بیویاں اور سلطنتیں تک داؤ پر لگا دی جاتی تھیں۔ اچھی خاصی عالی خاندان کی عورتیں بیک وقت پانچ پانچ خاوند کر لیتی تھیں"۔ (۲)

سوامی دیانند کے حوالہ سے ہی مولانا سالک لکھتے ہیں۔

اب ان خود غرض مذہبی پیشواؤں نے ایسے باطل مذہبوں کی تلقین شروع کی جس سے کوئی بداخلاقی گناہ نہ رہی۔ زناکاری کی نہ صرف عام اجازت دے دی گئی بلکہ ایک خاص موقع "بھیرویں چکر" پر شراب خوری اور زناکاری مذہبا ًفرض قرار دے دی گئی اس موقع پر مرد و عورت سب ایک جگہ جمع ہوتے مرد ایک عورت کو مادر زاد برہنہ کر کے پوجا کرتے اور عورتیں کسی مرد کو ننگا کر کے پوجتیں اس موقع پر شراب پی جاتی اور بدمست ہو کر کوئی کسی کی عورت کو، کوئی اپنی یا کسی دوسرے کی لڑکی کو، کوئی کسی اور کی یا اپنی ماں، بہن، بہو وغیرہ کو جو وہاں موجود ہوتی پکڑ لیتا اور جس کے ساتھ چاہتا بدفعلی کر سکتا تھا۔

اس مذہبی تقریب کے علاوہ عام طور پر زناکاری کے لئے ایک خاص فقرہ

۱۔ مسلم ثقافت صفحہ ۳۶

۲۔ مسلم ثقافت صفحہ ۴۰

مقرر کیا گیا تھا جس کو پڑھ کر ہر مرد عورت "سانگم" (ہم بستری) کرتے تھے اور ایسی بدکاری میں کسی رشتہ کے لحاظ کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ (۱)

ان کی عام بود و باش

اس کے بارے میں البیرونی کا ایک اقتباس پہلے درج کیا جا چکا ہے جس میں ان کی بود و باش کی تفصیلات مذکور ہیں جنہیں کوئی سلیم الطبع انسان اپنے لئے پسند کرنے کے لئے تیار نہیں۔

معاشی حالات

آپ پڑھ آئے ہیں کہ آریوں نے کسب معاش کے لئے دو طریقے اختیار کیے ہوئے تھے وہ جانوروں کا شکار کرتے۔ اور ان کے گوشت سے اپنی خوراک کا انتظام کرتے اور ان کے چمڑوں کو مختلف ضروریات کے لئے کام میں لاتے۔ ان کا دوسرا پیشہ گلہ بانی اور مویشی پالنا تھا لیکن ہندوستان میں آباد ہونے کے بعد انہوں نے زراعت کو اپنا پیشہ بنالیا۔ پنجاب کے زرخیز میدان۔ گنگا اور جمنا کے درمیان کا زرخیز علاقہ۔ ان کے تسلط میں تھا جہاں وہ کھیتی باڑی کرتے تھے ضرورت کے مطابق اجناس خوردنی کی کاشت کرتے جو اناج پیدا ہوتا اس میں سے کچھ حصہ حکومت کو بطور خراج ادا کرتے اور بقیہ اناج سے اپنی ضروریات پوری کرتے اس وقت عالی شان محلات اور بڑے بڑے شہروں کو آباد کرنے کا عام رواج نہ تھا۔ لوگ کچے مکان یا سرکنڈے کی جھونپڑیاں بنا کر گاؤں میں اپنی زندگیاں بسر کرتے لباس کے لئے دھوتی استعمال کرتے اور بعض لوگ دو بالشت چوڑی لنگوٹی کے استعمال پر قناعت کرتے۔

سوامی دیانند کے قول کے مطابق ہندوؤں میں قمار بازی اور سود خوری عام تھی۔

براعظم ایشیا کے اس عظیم ملک میں انسانی زندگی کے مختلف پہلوؤں کا نقشہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یہ ناگفتہ بہ حالات تھے جب مسلمانوں نے یہاں قدم رنجہ فرمایا اور اس کو سونے کی چڑیا بنا دیا۔

۱۔ مسلم ثقافت صفحہ ۴۱

نظر ثانی حرم مکہ مکرمہ جنوب مشرقی بر آمدہ میں جہاں سے کعبہ مشرفہ دل و نگاہ کو منور کر رہا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَحْمَۃٍ لِّلْعٰلَمِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَحَمَلَۃِ لِوَاءِ دِیْنِہٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۔

محمد کرم شاہ

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ

۱۱، اپریل ۱۹۸۸ء

بروز دوشنبہ

چین
کاشغر
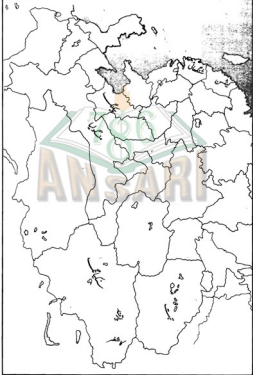
چین

اپنے رقبہ کی وسعت اور آبادی کی کثرت کے باعث یہ ملک دنیا کے تمام ممالک پر فوقیت رکھتا ہے ۱۹۶۶ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی پچھتر اور ستتر کروڑ کے درمیان تھی۔ اور جب ۱۹۸۰ء میں مجھے چین جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے بتایا گیا اب چین کی آبادی ایک ارب سے متجاوز ہے۔ اس کا رقبہ جس پر کمیونسٹ حکومت کا قبضہ ہے تیس لاکھ اسی ہزار مربع میل ہے اور تائیوان کا جزیرہ جس پر چینی قومی حکومت قائم ہے اس کا رقبہ چودہ ہزار مربع میل ہے اگر چہ رقبہ کے لحاظ سے روس اس سے بڑا ہے لیکن آبادی کے لحاظ سے روس یا کینیڈا کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔

یہ ملک جتنا وسیع ہے اتنی ہی اسکی ثقافت اور تہذیب قدیم ہے یہاں پہاڑ کی ایک چوٹی چوبیس ہزار فٹ سے بھی زیادہ بلند ہے جو دنیا کی سب سے بلند ترین چوٹیوں میں شمار کی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اس کے شمال مغرب میں ایک ایسا علاقہ بھی ہے جو کہ دنیا میں سب سے زیادہ نشیبی علاقہ ہے جو سطح سمندر سے پانچ سو پانچ فٹ گہرا ہے اور طرفان کے نشیب کے نام سے مشہور ہے دیوار چین جو ڈیڑھ ہزار میل لمبی ہے اور ملک کے شمالی صوبوں میں سے گزرتی ہے اس کے راستہ میں پہاڑ بھی ہیں میدان بھی۔ صحرا بھی ہیں اور وادیاں بھی اس کو بنے ہوئے دو ہزار سال کا عرصہ گزر چکا ہے اس وقت اس کی دفاعی اہمیت بہت زیادہ تھی اس کی وجہ سے اس کے شمال میں بسنے والے قبائل جو ملک کے دوسرے علاقوں پر حملہ آور ہوتے قتل و غارت کا بازار گرم کرتے اور لوگوں کی دولت لوٹ کر لے جاتے ان کی یلغاروں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور ملک میں امن و امان بحال ہو گیا۔ اب اگر چہ اس کی پہلی دفاعی حیثیت تو باقی نہیں رہی لیکن اپنے بنانے والوں کی عظمت بلند ہمتی اور فن تعمیر میں ان کی مہارت کی یہ روشن دلیل ہے۔

اہل چین کی سائنسی ایجادات اور انکشافات عہد قدیم سے ہی بڑے حیرت انگیز ہیں اور اس

بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جب دنیا کے اکثر ممالک جہالت اور ناخواندگی کے اندھیروں میں لپٹے ہوئے تھے اس وقت بھی چین کے طول و عرض میں علم کی شمعیں فروزاں تھیں۔ چینیوں نے ہی کوئلہ کو بطور ایندھن استعمال کرنا شروع کیا چوتھی صدی عیسوی میں انہوں نے لوہے کو پگھلانے کے فن میں مہارت حاصل کی ان کے ماہرین فلکیات نے ۲۸ قبل مسیح میں سورج کے قرص پر جو داغ ہیں ان کا سراغ لگایا انہوں نے ۱۳۲ء میں وہ آلہ ایجاد کیا جس سے زلزلہ کی جگہ اور اس کی قوت کا سراغ لگایا جا سکتا ہے بارود کے اجزاء بھی انہوں نے دریافت کئے اس وقت بارود انسانوں کے جسموں کو پرزے پرزے کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوتا تھا بلکہ اس سے گولے اور پٹاخے چھوڑے جاتے تھے تاکہ خبیث روحوں کو خوفزدہ کر کے بھگا دیا جائے۔

دوسری صدی عیسوی میں انہوں نے درختوں کی چھال، سن کے ریشوں، اور پرانے کپڑوں سے کاغذ بنانے کی صنعت ایجاد کی اس صنعت نے علم و دانش کی نشرو اشاعت میں انقلاب آفریں حصہ لیا اور اس سے پانچ سو سال بعد بلاکوں کے ذریعہ کتابوں کی طباعت کا کام شروع کیا دسویں صدی عیسوی میں نہ صرف چین میں بلکہ کوریا اور جاپان میں بھی کتابوں کی بکثرت اشاعت کا آغاز ہو گیا تھا۔ چین میں بدھ مت کی اشاعت کے بعد چینیوں کی ذہنی اور فنی ترقی کو چار چاند لگ گئے انہوں نے صرف مذہب کو ہی نہیں بلکہ موسیقی کو بھی بڑا فروغ بخشا۔ (۱)

چینی معیشت

اگرچہ سائنسی انکشافات اور صنعتی ایجادات میں ان کے علما و فضلاء نے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے لیکن ان کی عوامی معیشت کا دارومدار زراعت پر تھا۔ ان کی زراعت کے طریقے بہت پرانے تھے ان کے آلات کشاورزی بھی قدیم طرز کے تھے وہاں گندم، باجرا، چاول کی کاشت ہوتی تھی اس کے علاوہ لوگ مویشی پالتے تھے۔ ان کا دودھ اور گوشت خوراک کے کام آتا۔ کتے اور سور کا گوشت ان کے ہاں بہت پسند کیا جاتا تھا تیر اور کمان ان کے بہترین ہتھیار تھے حالت جنگ میں ان ہتھیاروں سے وہ دشمنوں کا مقابلہ کرتے اور حالت امن میں انہی ہتھیاروں سے وحشی جانوروں کا شکار کیا کرتے۔

۱۔ ورلڈ سولائزیشن از ای ایم برنز اور پی ایل رالف صفحہ ۱۱۴

سیاسی حالات

تاج و تخت شاہی خاندان میں موروثی ہوتا۔ لیکن بادشاہ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین نہ ہوتا بلکہ اس کے بھائی کو تاج شاہی پہنایا جاتا بادشاہ کی اہم ذمہ داریوں میں فوج کی قیادت تھی وہی ملک کی افواج کا کمانڈر انچیف ہوتا۔ مذہبی رسوم کی ادائیگی اور دیگر تقریبات بھی بادشاہ ہی انجام دیتا۔ پروہتوں کی ایک تعلیم یافتہ جماعت اس سلسلہ میں اس کی مدد کرتی۔ وہ پروہت علم نجوم کے ماہر ہوتے۔ مذہبی رسوم ادا کرنے کے لئے بادشاہ کی اعانت اور راہنمائی کرتے ان کے ہاں جو کیلنڈر (جنتری) رائج تھا وہ شمسی نہیں بلکہ قمری تھا۔ چاند کے مہینوں کا کیلنڈر تیار کرنا ان پروہتوں کی ذمہ داری تھی۔

معاشرہ

چینی معاشرہ کی نشست اول خاندان تھا۔ عام لوگ صرف ایک شادی کرتے لیکن بادشاہ اور امراء کے حرم میں متعدد بیویاں ہوتیں ان پر کوئی پابندی نہ تھی اعلیٰ خاندانوں میں عورت کو بڑی عزت و وقار حاصل تھا۔ غلامی کا رواج تھا۔ اور معاشرہ متعدد طبقات میں منقسم تھا۔

مذہب

شانگ خاندان کے دور حکومت میں چین کے لوگ مختلف مظاہر فطرت کی پوجا کیا کرتے تھے زمین دریا ہوائیں اور سمتیں مشرق و مغرب وغیرہ ان کے معبود تھے ان کے لئے قربانیاں دینے کا عام معمول تھا۔ عام طور پر جانوروں کا گوشت جلا دیا جاتا شراب بھی ان کی پسندیدہ قربانی تھی۔ شانگ اگرچہ مہذب اور متمدن تھے لیکن ان کے ہاں اپنے دیوتاؤں کی قربان گاہ پر انسانی قربانی کا رواج عام تھا عموماً جنگی قیدیوں کو بھینٹ چڑھایا جاتا۔ بسا اوقات فوجی مہیں صرف اس مقصد کے لئے بیرون ملک بھیجی جاتیں کہ وہ غیر چینیوں کو قید کر کے لے آئیں تاکہ ان کو قربانی کے طور پر ان کے معبودوں کے لئے ذبح کیا جائے۔ وہ صرف ایسے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کیا کرتے تھے جن کا تعلق ان کے خیال کے مطابق بروقت بارش برسانے عمدہ فصلیں اگانے اور جنگوں میں دشمن کو شکست دینے سے ہوا کرتا ان کے دیوتا کا نام شانگ ٹی

(SHANG-T-)II تھا یہ سارے کام اس کے سپرد تھے اور آخر وقتوں تک اس کی پوجا پاٹ ہوتی رہی اس امر کا کوئی ثبوت نہیں کہ ان کے مذہب کی بنیاد روحانیت یا اخلاقیات پر تھی اس کا سارا تعلق انسانی معاشرہ کی خوشحالی اور بہبودی سے تھا جس طرح بابل اور نینوا کے مذاہب تھے۔ وہاں بھی جن معبودوں کی پرستش کی جاتی تھی ان سے ان کے پجاری یہ توقع نہیں رکھتے تھے کہ ان کو قلب کی روشنی، روح کا اطمینان یا اخلاق فاضلہ کے اصولوں کی تعلیم دیں گے۔ بلکہ وہ ان سے صرف اس بات کے امیدوار تھے کہ ان کی وجہ سے ان کی مالی حالت بہتر ہو جائے معاشرہ میں ان کو بلند مقام نصیب ہو جائے ان کی زراعت ترقی پذیر ہو اور ان کی تجارت میں روز افزوں اضافہ ہو۔

مصر کے حالات میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہل مصر فرعون کو الٰہ سمجھتے تھے اور اس کی پوجا کی جاتی تھی۔ لیکن چین میں بادشاہوں کو یہ حیثیت حاصل نہ تھی۔ جب تک وہ زندہ رہتے اور تخت حکومت پر متمکن رہتے ان کے احکام کی تعمیل صرف اس لئے کی جاتی کہ یہ احکام ملک کے فرمانروا کے احکام ہیں ان کو الٰہی احکام کی حیثیت حاصل نہ ہوتی۔ لیکن بادشاہ جب مر جاتا تو پھر اس کی پوجا شروع ہو جاتی مرنے والے بادشاہوں اور ان کی بیویوں کے لئے قربانیاں دی جاتیں۔ زر کثیر صرف کر کے بادشاہوں کے لئے بڑے بڑے مقبرے تیار کئے جاتے اس کے لئے ایک بہت گہرا گڑھا کھودا جاتا اس میں سیڑھیاں بنائی جاتیں اور لکڑی کا ایک کمرہ اس کی تہ میں تعمیر کیا جاتا شاہی لاش کے ارد گرد بیش قیمتی ساز و سامان سجایا جاتا ہا نبے پیتل اور مٹی کے مجسمے رکھے جاتے اور ایسی چیزیں رکھی جاتیں جن کو قیمتی موتیوں اور ہیروں سے مزین کیا جاتا۔ تجہیز و تدفین کی رسوم ادا کرنے کے بعد اس وسیع گڑھے کو مٹی سے بھر دیا جاتا اور اس کے فرش کو مضبوطی سے کوٹ دیا جاتا۔

چینیوں میں ان فطری طاقتوں کے مظاہر کے علاوہ اپنے اسلاف کی پوجا کا بھی عام رواج تھا ان کا یہ اعتقاد تھا کہ ان کے اسلاف کی روحیں اپنی آنے والی نسلوں کو نفع بھی پہنچا سکتی ہیں اور نقصان بھی اور ان اسلاف کو خوش و خرم رکھنے کے لئے ضروری تھا کہ ان کے نام سے کھانا پکایا جائے چین کے عوام بھی اپنی میت کے ساتھ قیمتی اشیاء کو دفن کر دیا کرتے تھے مالی لحاظ سے کمزور لوگ بھی اپنی بساط کے مطابق اس رواج کی حتی الوسع پابندی کیا کرتے تھے۔

کانفیوشس

۵۵۱ ق م چین میں ایک مرد حکیم پیدا ہوا۔ جسے دنیا کانفیوشس کے نام سے جانتی ہے اس کا وطن ایک چھوٹی جاگیردارانہ ریاست تھا۔ جسے لُو (LU) کہتے تھے وہ ساری عمر چین میں اس لئے سیروسیاحت کرتا رہا کہ اسے کوئی ایسا حکمران مل جائے جو اس کے بتائے ہوئے اصولوں پر خود بھی عمل کرے اور لوگوں کو بھی ان پر عمل کرنے کی دعوت دے۔ اگرچہ وہ چار سو اناسی قبل مسیح بہتر سال کی عمر میں ناکامی کا داغ لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا لیکن وہ اپنی تعلیمات کے ایسے گہرے نقوش چھوڑ گیا کہ دو ہزار سال بعد بھی چین کی وسیع و عریض مملکت میں اس کے اثرات محسوس کئے جاتے ہیں اس نے نہ پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا کہ اس کی تعلیمات کو آسمانی الہام سمجھا جائے اور نہ اس نے فلسفی کی حیثیت سے اپنے نظریات پیش کئے کہ انہیں منوانے کے لئے دلائل و براہین کی تائید حاصل کرے۔ اس لئے کانفیوشس، کے نظریات وافکار کو مذہب کہنا ہرگز درست نہیں بلکہ یہ اخلاق اور سیرت کا ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جس پر اہل چین دو ہزار سال تک یعنی ۱۹۱۱ء کے انقلاب تک عمل پیرا رہے۔ بدھ مت نے بھی چین کو متاثر کیا اور اس کی کثیر آبادی نے اس کو بطور مذہب قبول کر لیا لیکن بدھ مت اور کانفیوشس کے افکار کے درمیان جو بین تفاوت ہے اس کو ہُو یِن (HU YIN) (۱۰۹۸ تا ۱۱۵۶ء) نے بڑے واضح انداز میں بیان کیا ہے۔

انسان ایک زندہ چیز ہے بدھ مت زندگی کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کرتا۔ وہ صرف موت کے بارے میں اظہار خیال کرتا ہے۔ انسانی معاملات کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے اور بدھ مت ان امور کے بارے میں گفتگو کرتا ہے جو ظاہر نہیں۔ بلکہ مخفی ہیں، جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کی روح باقی رہ جاتی ہے بدھ مت زندہ انسان کے بارے میں اظہار خیال نہیں کرتا بلکہ روحوں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر بیان کرتا ہے۔ جس چیز سے انسان کو مفر نہیں وہ اس کے روز مرہ کے معاملات ہیں لیکن بدھ مت حیرت انگیز اور مافوق العادت امور کو اپنی بحث کا موضوع بناتا ہے۔

بدھ مت اخلاقی اصولوں کے بیان میں بھی خاموش ہے وہ اپنے ماننے والوں کو ان زریں اصولوں کی طرف راہنمائی نہیں کرتا جن کے مطابق زندگی بسر کر کے وہ اپنے انسانی معاشرہ کو

راحت وشادمانی سے ہمکنار کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو بھی اعلیٰ اخلاقی اقدار سے مزین کر سکتے ہیں وہ صرف خیالی چیزوں کے بارے میں ہی محو رہتا ہے۔ پیدا ہونے کے بعد اور مرنے سے پہلے ہمیں کیا کرنا چاہئے ہمیں اپنی قوتیں اور صلاحیتیں کن امور پر صرف کرنی چاہئیں۔ بدھ مت اس کے بارے میں کوئی راہنمائی نہیں کرتا وہ صرف اس عالم رنگ و بو میں قدم رکھنے سے پہلے اور یہاں سے رخت سفر باندھ کر چلے جانے کے بعد کی زندگیوں سے بحث کرتا ہے۔ جن چیزوں کو ہم آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کانوں سے سن سکتے ہیں یا غور و فکر سے جن کا ادراک کر سکتے ہیں ان امور سے اسے کوئی واسطہ نہیں وہ فقط ان امور کو زیر بحث لاتا ہے جنہیں نہ کان سن سکتے ہیں نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور جہاں فکر و نظر کی بھی رسائی نہیں ہوتی۔

کانفیوشس کا تعلق سوسائٹی کے درمیانی طبقہ سے تھا وہ اس وقت پیدا ہوا جب اس کا باپ بوڑھا ہو چکا تھا۔ وہ ایک شریف سپاہی تھا جس کا نام کونگ (K,UNG) تھا اس کا خاندان امیر نہیں تھا۔ لیکن باوجود غربت کے لوگ اس خاندان کو عزت و تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

جب اس کی عمر اکیس سال کی تھی تو اس نے اپنے نوجواں دوستوں کو اپنی درسگاہ میں کھینچنا شروع کیا اس کی درسگاہ میں داخلہ کے لئے کسی خاص قبیلہ کا فرد ہونا یا کسی اعلیٰ منصب پر فائز ہونا شرط نہیں تھا بلکہ اس کا دروازہ خاص و عام سب کے لئے کھلا رہتا تھا۔ اس کی عام فہم اور سادہ تعلیمات نے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنا شروع کیا اور بڑے قلیل عرصہ میں اس کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی پچاس سال کی عمر میں اس نے ڈیوک آف لیو کے دربار میں ایک منصب قبول کر لیا۔ لیکن اس نے اس وقت اپنے منصب سے استعفاء دے دیا جب کہ ڈیوک مذکور کو رقص کرنے والی لڑکیوں کے ایک طائفہ نے راہ راست سے بھٹکا دیا۔ کانفیوشس کو یقین ہو گیا کہ وہ یہاں رہ کر اپنے افکار و نظریات کی نشر و اشاعت نہیں کر سکتا۔ یہ ڈیوک اس کے افکار پر نہ خود عمل کرے گا اور نہ لوگوں کو ان پر عمل کرنے کی دعوت دے گا۔ چنانچہ دل برداشتہ ہو کر وہ وہاں سے چلا گیا اور ملک کی مختلف ریاستوں کے حکمرانوں کے پاس جا کر ان سے ملاقات کی۔ لیکن اسے کوئی بھی ایسا حکمران نہ ملا جس نے یہ کہہ کر اس کی حوصلہ افزائی اور قدر دانی کی ہو کہ وہ اس کے اصولوں کو خود بھی اپنائے گا اور لوگوں کو بھی ان پر عمل کرنے کی دعوت دے گا آخر مایوس ہو کر وہ اپنے وطن واپس آ گیا اور بہتر سال کی عمر میں اس نے وفات پائی اس کے نظریات کا خلاصہ یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

اس کے نزدیک ریاست ایک قدرتی ادارہ ہے جس کا فرض عوام کی خوشحالی اور افراد کی

مکمل نشوونما ہے اس کے نزدیک ریاست انسان کی خدمت کے لئے ہے نہ کہ انسان ریاست کی خدمت کے لئے

اخلاقی لحاظ سے اپنے دوستوں کے ساتھ ہمدردی نیک برتاؤ، باہمی تعاون اور ہمدردی کے جذبات کی نشوونما پر زور دیتا اخلاق حسنہ کا آغاز گھر سے ہوتا ہے اور بڑھتے بڑھتے انسان کے حلقہ احباب کا احاطہ کرلیتا ہے۔ وہ انسانی تعلقات میں سے ان پانچ بنیادی تعلقات کو بڑی اہمیت دیتا ہے۔

(۱) حاکم اور رعایا (۲) باپ اور فرزند (۳) بڑا بھائی اور چھوٹا بھائی (۴) شوہر اور بیوی (۵) دوست اور دوست

وہ اس بات پر خاص طور پر زور دیتا ہے کہ پہلے انسان کو اپنی برادری اور طبقہ کا قابل فخر کن بننا چاہئے تب اسے عالمی انسانی برادری کی رکنیت کے بارے میں سوچنا چاہیے۔

کانفیوشس کے نظریات کا بہترین ترجمان اس کی وفات کے ایک سو سال بعد پیدا ہوا جس کا نام منسیس (MENCIUS) ہے ولادت ۳۷۳ وفات ۲۸۸ ق م۔ وہ انسان کی نیک فطرت کے بارے میں یقین محکم رکھتا تھا۔ اور اس کی خفیہ صلاحیتوں کو نشوونما دینے کے لئے ایک مثالی قیادت کی ضرورت پر زور دیتا تھا۔ وہ اس پر مصر تھا کہ سب سے اہم چیز یہ ہے کہ انسان کی مادی زندگی کو بہتر سے بہتر بنایا جائے اسے اپنی زندگی میں اپنے نظریات کی کامیابی دیکھنے کا موقع نہ ملا۔ لیکن اس کے بعد اس کے شاگردوں میں بڑے بڑے قابل لوگ پیدا ہوئے جو اعلیٰ مناصب پر فائز ہوئے انہوں نے اپنا اثر و رسوخ بادشاہوں کے درباروں میں بھی استعمال کیا۔ اور انہیں کانفیوشس کے نظریات سے آگاہ کیا حکمرانوں کو ان نظریات کی پیروی میں اپنی سلطنت کو مستحکم کرنے اور اپنی رعایا میں امن وامان برقرار رکھنے کے روشن امکانات نظر آئے۔

گزشتہ دو ہزار سال سے کانفیوشس کے نظریات جن میں اپنے اسلاف کی پرستش کا عقیدہ اور یہ عقیدہ کہ بادشاہ آسمان کا بیٹا ہوتا ہے اور وہ ان ارواح کے درمیان جو عالم بالا میں سکونت پذیر ہیں اور ان لوگوں کے درمیان جو اس عالم آب و گل میں زندگی بسر کر رہے ہیں شفاعت کا ایک ذریعہ ہے۔ یہ دونوں عقیدے ان کے ہاں بنیادی اہمیت کے ملک ہیں اس لئے ان عقائد نے مل کر ایسی حکومتوں کو برقرار رکھنے میں مدد دی جو غیر معمولی طویل عرصہ تک حکمرانی کرتی رہیں۔

مرور وقت کے ساتھ ساتھ کانفیوشسزم میں کئی تغیرات رونپذیر ہوتے رہے۔ اور

کانفیوشس کو ایک دیوتا کا درجہ دے کر اس کی پرستش کی جانے لگی ۔ اگر کانفیوشس خود زندہ ہوتا تو اس پرستش اور تعظیم بے جا کو اپنے لئے ہرگز پسند نہ کرتا ۔ اس فلسفہ کے اثر سے ایسی مستحکم حکومتیں معرض وجود میں آئیں جن میں نیک نہاد حکام بالائی فرمانبردار رعایا کے لئے بہت مفید اور نفع بخش منصوبے بناتے رہے اور ان کو عملی جامہ پہناتے رہے لیکن بسا اوقات اس نظریہ کی آڑ لے کر ظالم بادشاہوں نے ان لوگوں کے سر قلم کر دیئے جنہوں نے ان کے مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی ۔ کیونکہ ان بادشاہوں کا یہ پختہ نظریہ تھا کہ وہ آسمان کی اولاد ہیں یہ اس کے نمائندہ ہیں ۔ اس لئے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان کی حاکمیت پر اعتراض کرے کانفیوشس تنہا ہی ایسا مرد حکیم نہیں ہوا جو چین کی سرزمین میں پیدا ہوا بلکہ اس سے پہلے بھی ایک مرد دانا اس ملک میں پیدا ہوا تھا جس کے بارے میں روایت ہے یہ ہے کہ چھ سو چھیاسٹھ قبل مسیح میں ایک رات کو ایک عورت چو خاندان کی حکومت میں اچانک چلا چلا کر حمد و ثنا کے گیت گانے لگی جب اس نے دیکھا کہ ایک ستارہ ٹوٹ کر نیچے گر رہا ہے تو وہ اس وقت حاملہ ہو گئی ۔ باسٹھ سال بعد اس کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کے بال سفید تھے وہ اچھی طرح گفتگو کر سکتا تھا جو لاؤ زو (LAOTZU) کے نام سے مشہور ہے کچھ عرصہ بعد وہ اس وقت کے ظالم اور کمینہ فطرت حکمرانوں سے دل برداشتہ ہو گیا ۔ اور ایک سو ساٹھ سال کی عمر میں گدھے پر سوار ہوا جس میں سیاہ رنگ کا بیل جتا ہوا تھا اور مغرب کی طرف روانہ ہو گیا ۔

زرد دریا کے ایک اہم مقام پر جو پہرہ دار متعین تھا اس نے جب دیکھا کہ ایک عقلمند آدمی اس دنیا کو الوداع کہہ رہا ہے تو اس نے اس مسافر سے درخواست کی کہ وہ رکے اور اپنے خیالات اسے لکھنے کا شرف بخشے اس موقع پر لاؤ زو نے ایک کتاب لکھی جو پانچ ہزار کرداروں پر مشتمل تھی یہی مجموعہ تاؤ س مذہب کا صحیفہ اول ثابت ہوا ۔ اگر چہ اس روایت میں افسانوی پہلو بہت نمایاں ہے لیکن اس نے چین کے لوگوں کو اور چین کی تاریخ کو بہت متاثر کیا تاؤ ازم ، ابتداء میں فلسفیانہ نظریہ کے طور پر زندہ رہا پھر اس نے مذہب کا روپ اختیار کر لیا اس میں کئی درجن دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے ۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور تاؤ چن (TSAOCHON) سب سے برگزیدہ دیوتا ہے اس کی تصویر چین کے لاکھوں کروڑوں گھروں میں اب بھی آویزاں ہے اسے چولہے کا خدا کہتے ہیں یہ دیوتا سال بھر اہل خانہ کی اخلاقیات کو دیکھتا رہتا ہے اور جب سال ختم ہوتا ہے تو شہنشاہ کے دربار میں جو چین کے تمام دیوتاؤں کا سربراہ اعلیٰ ہے رپورٹ پیش کرنے کے لئے جاتا ہے لیکن اس سے قبل کہ وہ اس گھر سے روانہ ہو گھر کا سردار

خوشی کے جذبات سے سرشار ہو کر اس دیوتا کے منہ کو مٹھائی سے بھر دیتا ہے یا اس کو شراب سے آلودہ کر دیتا ہے۔ کسی کے منہ کو میٹھا کر دینا ایسا ہی ہے جس طرح کسی افسر کو رشوت دینا ہے۔ ایسا شخص بری بات اہل خانہ کی طرف منسوب نہیں کر سکتا۔ اس طرح وہ اس دیوتا کو اس قابل ہی نہیں چھوڑتے کہ بڑے خدا کے دربار میں ان کی کسی اخلاق باختگی کی شکایت کر سکے۔ اس طرح یہ خاندان ایک سال اور اطمینان و راحت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے۔

اس فرقہ کے پروہت بیماروں کی بیماری دور کرنے کے لئے اور گنہ گاروں کے گناہوں کی بخشش کے لئے مختلف قسم کی رسوم ادا کرتے۔

ان میں حفظان صحت کے کئی پراسرار طریقے رائج تھے ان میں سے ایک "یونین آف وٹل انرجی" (Union of Vital Energy) (مرکزی قوت کا اتحاد) کے نام سے مشہور ہے اس کے باعث کثیر تعداد میں لوگ ٹاؤازم میں داخل ہوئے اور اسی بناپر کنفیوشس کے پیروؤں نے اس کی بڑھ چڑھ کر مذمت کی۔ اس نظریہ کا مقصد یہ ہے کہ "یانگ" جو مذکر ہے "ین" جو مونث ہے یہ ایک دوسرے کو پروان چڑھاتے ہیں اور اس کی وجہ سے لمبی زندگی نصیب ہوتی ہے چنانچہ جنسی زندگی کی تربیت اور راہنمائی۔ لمبی زندگی کی کلید ہے۔ اس نظریہ کو ماننے والے اس اصول پر یقین محکم رکھتے ہیں۔

یہ دونوں مذہب کانفیوشسزم اور ٹاؤسٹ سرزمین چین کی پیداوار تھے۔ لیکن پہلی صدی عیسوی میں ہندوستان سے بدھ مت کے مبلغ وہاں پہنچے اور اس نئے مذہب کا بڑے جوش و خروش سے پرچار شروع کیا ایک اجنبی مذہب کے لئے آسان نہ تھا کہ وہ مقامی مذہبوں کی موجودگی میں مقبولیت حاصل کر لیتا۔ لیکن کیونکہ بدھ مت میں ہر طبقہ کے لئے نجات کا کوئی نہ کوئی پہلو تھا اس لئے اس خلا کو پر کرنے کے لئے لوگ اس مذہب کو بڑے شوق سے قبول کرنے لگے اور چھٹی صدی عیسوی تک بدھ مت چین کا سب سے بڑا مذہب بن گیا اہل چین کے لئے اس میں سکون واطمینان کا یہ پہلو تھا کہ ہندو تناسخ کے قائل تھے۔ ان کا یہ نظریہ تھا کہ اگر انسان نے اپنی پہلی زندگی میں اچھے اعمال کئے تھے تو وہ کسی راجہ، مہاراجہ یا کسی برہمن کے روپ میں ظاہر ہوگا۔ اور اسے ہر طرح کی عزتیں، خوشیاں اور فارغ البالی نصیب ہوگی۔ اور اگر اس نے پہلے جنم میں گناہ کئے تھے تو اس کو کسی کتے، بلے یا شودر وغیرہ کے روپ میں بھیجا جائے گا۔ اور اس کی یہ زندگی غم و آلام کا مجموعہ ہوگی۔ ہندوؤں کے نزدیک تناسخ کا یہ چکر کبھی ختم نہیں ہو گا۔ لیکن گوتم بدھ نے بتایا کہ اگر انسان پوری طرح مادی لذتوں سے اجتناب کرے اور گھربار

کو چھوڑ کر جنگلوں میں مراقبہ کرتا رہے تو اسے جلد نروان نصیب ہو جائے گا۔ اور اس کے بعد وہ مرگ وزیست کے تسلسل کے عذاب سے نجات پالے گا۔ اور جو لوگ اس درجہ کی ریاضت کرنے سے قاصر ہیں وہ اگر بڑے بڑے گناہوں سے اجتناب کریں گے تو دو تین جنموں کے بعد ان کو بھی نروان حاصل ہو جائے گا اور انہیں بھی اس مصیبت سے نجات مل جائے گی انسان جب تک جوان رہتا ہے وہ زندگی کی لذتوں اور مشاغل میں گم رہتا ہے اسے بہت کم فرصت ملتی ہے کہ مرنے کے بعد پیش آنے والے حالات کے بارے میں غور وفکر کر سکے۔ لیکن جب عمر ڈھلتی ہے قویٰ مضمحل ہونے لگتے ہیں طرح طرح کی بیماریاں اسے اپنے حصار میں گھیر لیتی ہیں تو اسے ہر وقت موت کا خوف ڈرانے لگتا ہے۔ اور یہ سوچ اس پر غالب آجاتی ہے کہ مرنے کے بعد کیا ہو گا اس اہم سوال کا جواب کیونکہ چین کے مقامی مذاہب دینے سے قاصر تھے اور بدھ مت نے اس کا ایک جواب انہیں مہیا کر دیا اس لئے وہ کثرت سے اس مذہب کو اختیار کرنے لگے۔

ایک عجیب وغریب بات ایسی ہے جس میں اہل چین بالکل منفرد ہیں۔

دنیا کی شائد ہی کوئی دوسری قوم اس معاملہ میں ان کے ساتھ مماثلت رکھتی ہو۔ وہ یہ کہ چینی بیک وقت کئی مذہبوں کے پیروکار ہوتے تھے وہ اگر بدھ مت قبول کرتے ہیں تو اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ کانفیوشس یا ٹاؤازم سے اپنا تعلق پہلے منقطع کریں پھر یہ نیا مذہب اختیار کریں بلکہ بیک وقت وہ تینوں مذہبوں سے اپنی عقیدت کا رشتہ استوار رکھتے ہیں اور زندگی کے مختلف مراحل میں جس مذہب کی تعلیمات کو وہ اپنے لئے مفید پاتے ہیں اس کو اپنا لیتے ہیں۔

میگزین لائف کی ورلڈ لائبریری نے چین پر جو کتاب شائع کی ہے اس میں اس کے ایڈیٹر لکھتے ہیں۔

> " چینی جب تک اپنے منصب پر فائز ہوتا ہے تو وہ کانفیوشس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتا ہے اور جب وہ اپنے عہدہ سے معزول ہوتا ہے تو وہ ٹاؤازم کے اصولوں کو اپنانے لگتا ہے۔ اور جب وہ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھاتا ہے تو وہ بدھ ازم کے سایہ میں آکر پناہ لیتا ہے۔ "

ایڈیٹر نے مثال دیتے ہوئے ماؤزے تنگ اور چیانگ کائی شک کا حوالہ دیا ہے کہ ماؤ پہلے بڑا مخلص بدھ تھا۔ اور اس کے ساتھ ہی کانفیوشس کی کتابوں کے حوالے بھی دیا کرتا تھا جب

اس نے بدھ مت کو چھوڑ کر مارکس ازم کا نظریہ قبول کر لیا۔ تو پھر بھی وہ شانگ صوبہ میں جایا کرتا جہاں کانفیوشس کی قبر تھی اور جو منسس کی جائے پیدائش بھی تھی وہاں جاکر وہ ان کی زیارت کیا کرتا۔

چیانگ کائی شک نے ایک بدھ ماں کی گود میں پرورش پائی تھی۔ وہ کئی سال تک کانفیوشس کے لٹریچر کا مطالعہ کرتا رہا ۱۹۲۷ء میں اس نے دوسری شادی کی تو عیسائی پروٹسٹنٹ فرقہ کے میتھوڈزم (METHO DISM) یعنی غیر مقلدوں کے گروہ کا عقیدہ اختیار کر لیا۔ جب اس کی ماں مرگئی تو اس نے ۱۹۳۱ء میں اپنی ماں کی یادگار کے طور پر بدھ مذہب کا ایک مندر تعمیر کرا دیا چیانگ کو جب کوئی مشکل مرحلہ درپیش ہوتا تو وہ یا کسی پہاڑی جگہ پر چلا جاتا یا سمندر کے ساحل پر پہنچ جاتا وہاں کافی دیر تک مراقبہ میں بیٹھا رہتا اس کے بعد وہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے بارے میں فیصلہ کرتا۔

اس کی مثالیں چین کی قدیم تاریخ میں بھی نایاب نہیں ہیں چانگ چنگ (۷۴۳ء تا ۷۹۷ء) نے اپنی ملازمت کی زندگی ایک شہزادے کے سیکرٹری کی حیثیت سے شروع کی وہ ویت نام میں اپنے حکومتی منصب کا چارج لینے کے لئے جارہا تھا کہ راستہ میں قزاقوں نے اسے گرفتار کر لیا انہوں نے ارادہ کیا کہ وہ اس کا سر قلم کر دیں چانگ بڑے سکون کے ساتھ بیٹھ کر اپنی ایک نظم لکھنے میں مصروف ہو گیا اس کے غیر معمولی سکون کی کیفیت کو دیکھ کر قزاق بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ چانگ نے اپنی ساری زندگی ایک مشہور شاعر اور شاہی خاندان کے وفادار ملازم کی حیثیت سے بسر کی۔ لیکن وہ آخرت کے خیال سے بھی غافل نہ تھا جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے کہا کہ کانفیوشس کی ایک کتاب اور ٹاؤ ازم کی ایک کتاب اس کے بائیں ہاتھ میں پکڑا دیں اور اس کے دائیں ہاتھ میں بدھا کی ایک کتاب پکڑا دیں اس طرح اس کو سپرد خاک کر دیں یہ طریقہ کار صرف چند لوگوں تک محدود نہ تھا۔ بلکہ تقریباً تمام اہل چین اسی طریقہ کار پر کار بند تھے وہ بیک وقت کئی مختلف اور متضاد مذاہب پر عقیدہ رکھتے تھے۔

ہندوستان جہاں گوتم پیدا ہوا اور اپنے مذہب کی تبلیغ کی وہاں تو بدھ مت ناکام ہو گیا لیکن انیس سالوں میں اس نے چین کے وسیع و عریض رقبہ پر اپنا پرچم لہرا دیا۔ بدھا نے جو تعلیمات اپنے شاگردوں کو سکھائی تھیں۔ ان میں جو تغیرات رونما ہوئے اس کے بارے میں آپ پڑھ آئے ہیں بدھا خود کسی خدا کا قائل نہیں تھا۔ لیکن اس کے معتقدین نے اسے ہی خدا بنا لیا اور اس

کی پوجاپاٹ شروع کر دی اور ملک کے گوشہ گوشہ میں ایسے مندر تعمیر ہو گئے جہاں بدھا کے بتوں کی دھوم دھام سے پوجا ہوتی تھی اس کی تفصیل ہم ہندوستان کے حالات کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں وہی بگڑا ہوا اور تحریف شدہ بدھ مت چین میں آیا تو اس نے اپنے نئے اور پرجوش معتقدین کے قلوب واذہان پر جو اثرات ڈالے ہوں گے ان کا آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

جزیرۂ عرب
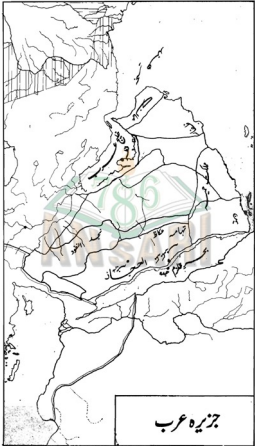
تہامہ
عکاظ
نجد
النفود
الحجاز
جدہ
جزیرہ عرب

جزیرہ عرب

ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے جو ایشیا کے براعظم کے انتہائی جنوب مغربی حصہ میں واقع ہے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کے مقالہ نگار نے اس کا حدود اربعہ یوں تحریر کیا ہے۔

اس کے جنوب مغرب میں، بحر احمر جنوب میں خلیج عدن۔ بحیرہ عرب۔ شمال مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس۔ (خلیج عرب) واقع ہے اس کی شمالی سرحد جو خلیج فارس کے دہانہ سے شروع ہو کر خلیج عقبہ تک چلی گئی ہے یہ پوری طرح واضح نہیں۔ اگرچہ سعودی عرب کی مملکت اور کویت کی سرحدوں کو جزیرہ عرب کی شمالی سرحد کہا جاتا ہے ان مذکورہ حدود کے مطابق صحرائے شام۔ جزیرہ عرب کا حصہ نہیں لیکن درحقیقت معاملہ اس کے برعکس ہے یہ علاقہ اپنی طبعی اور جغرافیائی خصوصیات اور آبادی کے لحاظ سے جزیرہ عرب ہی کا حصہ ہے قدیم اور جدید جغرافیہ دان بالاتفاق اسے جزیرہ عرب کا حصہ شمار کرتے ہیں۔

جزیرہ نمائے عرب کا رقبہ تقریباً دس لاکھ مربع میل ہے جو فرانس کے رقبہ سے دوگنا ہے اس کی سب سے طویل سرحد وہ ہے جو بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ چلی گئی ہے اس کا طول چودہ سو میل ہے اس کا سب سے زیادہ عریض وہ علاقہ ہے جو یمن سے اومان تک چلا گیا ہے جس کی چوڑائی بارہ سو پچاس میل ہے موجودہ دور میں جزیرہ عرب سیاسی طور پر مندرجہ ذیل مملکتوں میں منقسم ہے۔

سعودی عرب۔ یمن۔ مسقط۔ اومان۔ عدن۔ جو پہلے انگریزی استعمار کے زیر نگین تھا اور یمن سے علیحدہ ایک انگریزی نو آبادی تھی اب

یہ آزاد ہو گیا ہے اور یمن کی عظیم بندر گاہ ہے، متحدہ عرب امارات جو دوبئی، ابوظہبی، قطر، بحرین پر مشتمل ہیں نیز کویت لبنان، اردن، شام اور فلسطین جس کے کچھ حصہ پر اسرائیل نے اپنا غاصبانہ قبضہ کر رکھا ہے بیت المقدس بھی اس حصہ میں واقع ہے یہ مملکتیں جزیرہ عرب کے شمال مغربی حصہ میں واقع ہیں۔ سعودی عرب کی سرحدیں اردن اور عراق سے ملحق ہیں اور خلیج عقبہ کے سرے پر اس کی حدود مصر اور اسرائیل سے بھی جا کر ملتی ہیں۔ (۱)

جرجی زیدان نے اپنی کتاب "العرب قبل الاسلام" میں تحریر کیا ہے کہ تاریخ قدیم میں مصر کے فراعنہ، اشوریین، اور فینیقیین کے عہد میں ان صحرانشینوں کو عرب کہا جاتا تھا جو جزیرہ عرب کے شمالی حصہ میں اور وادی نیل کے مشرقی حصہ میں آباد تھے یعنی مشرق میں دریائے فرات اور مغرب میں دریائے نیل کے درمیانی دو آبہ کو عرب کہا جاتا تھا اس میں عراق کے ریگستان، ملک شام اور سینا اور مشرقی ڈیلٹا کے ساتھ متصل علاقے بھی یعنی نیل اور بحر احمر کے درمیانی علاقہ کو بھی جزیرہ عرب کا حصہ شمار کیا جاتا تھا۔

جرجی زیدان نے مشہور مورخ ہیرو دوتس سے نقل کرتے ہوئے اپنی کتاب العرب قبل الاسلام میں یہ تحریر کیا ہے۔ (۲)

جزیرہ عرب کی تقسیم

علماء جغرافیہ نے جزیرہ عرب کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(۱) التہامہ (۲) الحجاز (۳) النجد (۴) العروض (۵) یمن

پھر ہر حصہ کی ذیلی تقسیمیں بھی کی گئی ہیں ہم یہاں ان بڑے پانچ حصص کے بارے میں قارئین کی خدمت میں مختصراً کچھ عرض کریں گے۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن اپنی کتاب "تاریخ الاسلام" کی جلد اول میں ان حصص کی تفصیل

۱۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، جلد ۲، صفحہ ۱۶۸۔ ۱۶۹

۲۔ العرب قبل الاسلام صفحہ ۱۴

بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

التہامہ

یہ وہ نشیبی علاقہ ہے جو بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ ینبوع سے نجران (یمن) تک چلا گیا ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ التہم جو اس کا مادہ اشتقاق ہے اس کا معنی ہے گرمی کی انتہائی شدت اور ہوا کا رک جانا۔ اس علاقہ میں گرمی ناقابل برداشت حد تک شدید پڑتی ہے اور ہوا رکی رہتی ہے جس سے اس کی شدت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کو "تہامہ" کہتے ہیں اس علاقہ کا دوسرا نام "الغور" ہے کیونکہ نجد کے مقابلہ میں یہ علاقہ نشیب میں واقع ہے اس لئے اسے اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

الحجاز

یہ علاقہ یمن کے شمال اور تہامہ کے مشرق میں واقع ہے یہ متعدد وادیوں کا مجموعہ ہے جن کے درمیان سے جبل سرات گزرتا ہے یہ سلسلہ کوہ شام سے شروع ہوتا ہے اور یمن میں نجران تک چلا جاتا ہے۔

ایک فرانسیسی محقق "جوستاف لیبون" اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ

یہ ایک پہاڑی اور ریتلی اقلیم ہے شمالی منطقہ معتدلہ کے وسط میں واقع ہے اس کے سامنے بحر احمر ہے اس میں دو مقدس شہر آباد ہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ۔ حجاز کو حجاز اس لئے کہتے ہیں کہ یہ تہامہ اور نجد کے درمیان حد فاصل ہے۔

نجد

یمن کے جنوب میں اور صحرائے "سماوہ" کے شمال میں پھیلا ہوا ہے عروض اور عراق اس کے ایک جانب واقع ہیں اس کو نجد اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی سطح اونچی ہے۔

یمن

یہ نجد کے علاقہ سے بحر ہند کے جنوب اور بحر احمر کے غرب سے گزرتا ہے

اور مشرقی جہت سے یہ حضر موت اور الشحر اور عمان سے ملا ہوا ہے یمن اور حضر موت کے میدانوں میں کئی داخلی لڑائیاں بھی لڑی گئیں اور بیرونی حملہ آوروں سے بھی معرکہ آرائی ہوتی رہی انہیں داخلی جنگوں اور اندرونی فتنہ و فساد کے باعث خاندان حمیر، فنا و برباد ہوا۔ جس کے بادشاہوں نے مآرب، عمدان اور ظفار کے محلات تعمیر کئے اور اس زمانہ میں مآرب کے مقام پر ایک "سد" (ڈیم) تیار کیا جو موجودہ دور میں مصر کے اسوان کے ڈیم سے مماثلت رکھتا تھا۔

العروض

یہ علاقہ یمامہ، عمان اور بحرین پر مشتمل ہے اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ یمن نجد اور عراق کے درمیان حدِ فاصل ہے عمان اور بحرین پہلے جزیرہ عرب سے علیحدہ تھے اور اس کی دو وجہیں تھیں ایک طبعی اور دوسری سیاسی۔ طبعی وجہ تو یہ تھی کہ ان کے درمیان اور جزیرہ عرب کے درمیان لق و دق صحرا، جنگل اور خشک ریگستان حائل تھے۔ سیاسی وجہ یہ تھی کہ عمان اور بحرین حکومت ایران جو ایک غیر عرب مملکت تھی اس کے زیر نگین تھے۔ (۱)

کیا سارا جزیرہ عرب بنجر اور بے آب و گیاہ ریگستان ہے؟

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عرب کے وسیع و عریض علاقہ میں پانی نایاب ہے بارشوں کا فقدان ہے زمینیں بنجر اور ریتلی ہیں اس لئے یہاں کسی قسم کی زراعت و کاشتکاری نہیں ہو سکتی لیکن جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں کا سروے کرنے سے یہ غلط فہمی دور ہو جاتی ہے اور انسان اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ جزیرہ عرب میں بعض ایسے وسیع اور زرخیز میدان، شاداب وادیاں ہیں جو اپنی زرخیزی میں ہزاروں سال سے اپنی مثال آپ ہیں۔ ہزاروں سال ان میں کامیابی کے ساتھ زراعت ہوتی رہی۔ جس کے خوشحال باشندوں نے اپنے اپنے علاقے میں بڑے بڑے شہر اور کثیر التعداد قصبے آباد کئے۔ یہ زرخیز خطے ساحلی علاقوں میں بکثرت نظر آتے ہیں، جنوب مغربی یمن کا علاقہ اپنی سرسبزی اور شادابی میں ضرب المثل تھا قدیم زمانہ کے لوگ اسے

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۵-۶

"الارض الخضراء" یعنی سرسبز و شاداب سرزمین کہا کرتے تھے۔

جزیرہ عرب کے جنوب میں حضر موت کا علاقہ ہے یہ علاقہ قدیم زمانہ سے بخور کی پیدائش میں عالمی شہرت کا حامل ہے خلیج فارس کے کنارے پر الاحساء، کا وسیع و عریض خطہ ہے جس کی زمین زرخیزی میں بے مثال تھی۔ اس کا سارا رقبہ زراعت کے قابل تھا۔ اس کا مغربی ساحل بیشک پتھریلا ہے اس میں ٹیلے اور چٹانیں ہیں لیکن یہاں بہترین چراگاہیں ہیں جہاں گھوڑے، بھیڑ بکریاں اور دیگر مویشیوں کی پرورش کے فراواں وسائل موجود ہیں جزیرہ عرب کا وسطی علاقہ جو نسبتاً بلند ہے جسے نجد کہتے ہیں اس میں اونچے اونچے پہاڑ ہیں۔ طویل و عریض وادیاں ہیں ان میں کھیتی باڑی بکثرت ہوتی ہے اس علاقہ میں عرب کے مشہور گھوڑے پالے جاتے ہیں یمامہ جو جزیرہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے اس کی زرخیز اور لائق زمین کے باعث جزیرہ عرب کے باشندوں کی خوراک کی ضرورتیں پوری ہوتی تھیں گندم، جو اور دیگر خوردنی اجناس میں وہ خود کفیل تھے چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی میں ان اراضی کی زرخیزی یورپ کی زرخیز ترین زرعی زمینوں سے کسی طرح کم نہ تھی۔ اور بعض خطے تو اتنے زرخیز تھے کہ یورپ کا کوئی خطہ زرعی اجناس کی پیدائش میں ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا۔ (۱)

جزیرہ عرب کے وہ علاقے جو زراعت کے قابل نہیں ان کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ الحراء

یہ الحرۃ کی جمع ہے۔ یہ وہ زمینیں ہیں جہاں کسی زمانہ میں آتش فشاں پھٹا اور اس سے بہنے والا مادہ جم گیا اور اس نے سیاہ رنگ کے سخت پتھروں کی صورت اختیار کر لی پتھر کے یہ ٹکڑے جو وسیع علاقوں میں پھیلے ہوئے جگہ جگہ نظر آتے ہیں یہ عام طور پر گول شکل کے ہوتے ہیں آتش فشاں پھٹنے کا یہ سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا حجاز میں ۶۵۴ھ میں اس قسم کا ایک آتش فشاں پھٹا اور کئی ہفتوں تک اس سے آگ کے انگارے برستے رہے اور اس سے بہنے والا آتشیں مادہ کئی میلوں تک بہتا چلا گیا۔

۲۔ الدھناء

یہ وہ میدان ہیں جن کے اوپر سرخ رنگ کی ریت کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔ یہ شمال میں نفود سے لے کر جنوب میں حضر موت اور مہرہ تک۔ مغرب میں یمن تک اور مشرق میں عمان تک پھیلے ہوئے ہیں اس کا رقبہ ایک لاکھ تیس ہزار کلو میٹر ہے اس میں ریت کے ٹیلوں کے طویل

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۶-۷

سلسلے ہیں جن کی بلندیاں مختلف ہیں۔ جب ہوائیں چلتی ہیں تو ریت کے یہ ٹیلے بکھر کر بہت سی زمین کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ ان میں بعض مقامات پر زمین کھودی جائے تو ٹھنڈے پانی کے چشمے بھی دریافت ہو جاتے ہیں اگر ان علاقوں میں بارش ہو جائے تو فوراً رنگ برنگی جڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں لیکن قلیل مدت میں خشک ہو کر دم توڑ دیتی ہیں۔ لوگوں نے پانی کی نایابی اور چراگاہوں کے فقدان کے باعث ان علاقوں میں اپنی سکونت ترک کر دی ہے یہاں اکثر تند آندھیاں چلتی رہتی ہیں اور دن میں گرمی اتنی شدید ہوتی ہے کہ اسے برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ جو مقامات یہاں اونچے ہیں وہاں پانی بھی بکثرت دستیاب ہوتا ہے بارشیں بھی برستی ہیں اور گھاس وغیرہ بھی پیدا ہو جاتی ہے یہ علاقے مویشیوں کی بہترین چراگاہ کا کام دیتے ہیں۔

اس دھناء کے جنوبی علاقوں کو علماء جغرافیہ "الربع الخالی" کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی جزیرہ کا وہ چوتھائی حصہ جو ہر قسم کی انسانی اور حیوانی زندگی سے خالی ہے یہاں نہ کوئی درخت اگتا ہے اور نہ کوئی گھاس پیدا ہوتی ہے اس ربع خالی کو سب سے پہلے ایک انگریز سیاح نے عبور کیا اسے یہ صحرا عبور کرنے میں اٹھاون دن لگے۔ جن مشقتوں اور تکلیف کا اسے سامنا کرنا پڑا اس کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے دھناء کے مغربی حصہ کو الاحقاف کہتے ہیں یہاں ریت کے بڑے بڑے اونچے ٹیلے ہیں یہی وہ علاقہ ہے جہاں قوم عاد بھی آباد تھی۔ اس وقت یہ علاقہ از حد سرسبز و شاداب تھا وہاں کے رہنے والوں نے جب اللہ تعالیٰ کی ان گنت نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی بجائے ناشکری اور فسق و فجور کو اپنا وطیرہ بنالیا اور اپنے نبی مشفق کی وعظ و نصیحت سے اثر پذیر ہونے کی بجائے الٹا ان کی مخاصمت اور عناد میں تمام حدود کو توڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ سے اس کی زرخیزی اور سرسبزی سلب کر لی۔ کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک ہو گیا اور یہ علاقہ لق و دق صحرا میں تبدیل ہو گیا۔ کچھ عرصہ قبل جہاں ہر سو شاداب کھیت لہلہاتے ہوئے نظر آتے تھے ہر سمت باغات ہی باغات تھے جن میں قطار اندر قطار اشجار۔ طرح طرح کے لذیذ پھلوں سے لدے ہوئے تھے۔ وہاں یکسر خاک اڑنے لگی آثار قدیمہ کے ماہرین نے وہاں بہت پرانے شہروں کے کھنڈرات دریافت کئے ہیں۔

۳۔ النفود

یہ ایک وسیع و عریض صحرا ہے جس کی ریت کا رنگ سفید اور سرخ ہے اس کے ٹیلوں کو ہوائیں ادھر سے ادھر پھینکتی رہتی ہیں یہ تیماء سے شروع ہوتا ہے اور مشرق میں چار سو پچاس کلو میٹر کی مسافت تک پھیلتا چلا جاتا ہے اس کا عرض اڑھائی سو کلو میٹر ہے جو شمر تک چلا گیا ہے، پہلے

یہ بھی دھنا کے نام سے اور رملہ عالج کے نام سے مشہور تھا لیکن اب اس علاقہ کو النفود کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہاں ہوائیں متحرک ریت کے ٹیلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ جمع کرتی رہتی ہیں بسا اوقات یہ ٹیلے ڈیڑھ سو میٹر یعنی چار سو پچاس فٹ تک اونچے ہو جاتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں ان ٹیلوں کی بلندی یکساں نہیں اس لئے نفود کی سطح ہموار نہیں رہتی جہاں ریت کا رنگ سرخ ہوتا ہے وہاں جب بارشیں برستی ہیں تو سطح زمین پر سبز گھاس کی قالین بچھ جاتی ہے جس میں رنگا رنگ پھول اپنی بہار دکھا رہے ہوتے ہیں اور خالق کائنات کی عظمت و حکمت کے گیت گا رہے ہوتے ہیں ان علاقوں میں تناور درخت بھی پیدا ہو جاتے ہیں جنہیں اعرابی ایندھن کے طور پر استعمال کرتے ہیں یہ سبزہ، پھول دار جھاڑیاں، اور بیلیں فقط اس علاقہ میں اگتی ہیں جہاں ریت کا رنگ سرخ ہوتا ہے۔ جہاں ریت کا رنگ سفید ہوتا ہے وہاں کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی۔

عربی قبائل

جزیرہ عرب کا حدود اربعہ، اور اس کی طبعی تقسیمات کے بیان کے بعد اب ہم اختصار کے ساتھ عرب کے قبائل اور اس کے باشندوں کے بارے میں کچھ تفصیلات پیش کرتے ہیں۔

عرب کے مورخین نے اہل عرب کو ابتداء میں دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا ہے، جو العرب البائدہ اور العرب الباقیہ۔ کے نام سے موسوم ہیں۔

العرب البائدہ

سے مراد وہ قبیلے اور خاندان ہیں جنہیں گردش لیل و نہار نے فنا کر دیا ہے ان کے بارے میں نہ صحیح تاریخی معلومات ہمارے پاس موجود ہیں اور نہ ان کے ایسے آثار موجود ہیں جن سے ان کی عظمت اور اقبال مندی کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا جا سکے اب ان کی یادگار صرف ان کے نام رہ گئے ہیں جو آسمانی کتابوں میں یا عرب شعراء کے کلام میں کہیں کہیں موجود ہیں ان فنا ہو جانے والوں میں سے مشہور قبائل یہ ہیں عاد۔ ثمود۔ طسم۔ جدیس۔ جرہم الاولی۔ لیکن بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ قدیم عرب قبائل بالکل فنا نہیں ہو گئے بلکہ ان کی نسل موجود ہے جنہیں تاریخ میں عمالقہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان کی دو بڑی شاخیں تھیں ایک عراقی عمالقہ دوسرے مصری عمالقہ۔ عراق کے عمالقہ نے عراق میں ایک عظیم مملکت قائم کی ایک کلدانی کاہن جس کا نام پیروسوس (PEROSSUS) تھا۔ جو چوتھی صدی قبل مسیح میں گزرا ہے اس

نے عراق پر کلدانیوں کی حکومت کے بعد عربی حکومت کا ذکر کیا ہے۔ جس نے دو سو پینتالیس سال تک یہاں حکمرانی کی اور جس کے نوسلاطین نے تخت شاہی پر جلوس کیا ان میں سے ایک حمورابی ہے۔ جس نے سب سے پہلے ایک تحریری قانونی دستاویز تیار کی اور ماہرین آثار قدیمہ کو اس کی متعدد پتھر کی سلیں ملی ہیں جن پر اس کے قوانین کی متعدد دفعات اور آئین کی متعدد شقیں کندہ ہیں۔ (۱)

> اور مصری عمالقہ جو پہلے جزیرہ سینا اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں رہائش پذیر تھے اور وہاں پر حکمران بھی تھے یہ لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے تھے اور جب بھی موقع ملتا وہ مصر کے شہروں پر اور مصر کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرتے اور ان کو لوٹ لیا کرتے تاریخ میں ان کو "شاسو" کہا جاتا ہے جنہیں یونان اور مصر کے مورخین ہیکسوس (HYKSOS) کے نام سے یاد کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کو اہل عرب عمالقہ یا العرب البائدہ کہتے ہیں۔ (۲)
>
> لیکن عرب مورخین نے اس بات کا انکار کیا ہے کہ عمالقہ عراق یا عمالقہ مصر۔ عرب بائدہ کی نسل سے تھے کیونکہ العرب البائدہ، سامی نسل سے ہیں اور ارم کی اولاد سے ہیں اس وجہ سے انہیں آرامیین کہا جاتا ہے لیکن عمالقہ جنہوں نے عراق اور مصر میں حکومتیں قائم کیں یہ ارم کی اولاد نہ تھے بلکہ اس کے بھائی لاوذ بن سام کی اولاد سے تھے۔ اس لئے صحیح قول یہ ہے کہ عرب بائدہ کے جملہ قبائل کی نسل ختم ہوگئی اور وہ نیست و نابود ہو کر رہ گئے۔ (۳)

العرب الباقیہ

دوسری قسم العرب الباقیہ کے نام سے موسوم ہے اس کی پھر دو مشہور شاخیں ہیں ایک شاخ کو العرب العاربہ اور دوسری شاخ کو العرب المستعربہ، اور العرب المتعربہ کہا جاتا ہے۔

العرب العاربہ، کا مشہور شعب قحطان تھا اور ان کا وطن یمن تھا۔ ان کے دو مشہور قبیلے

۱۔ العرب قبل الاسلام صفحہ ۵۵۔ ۵۴

۲۔ العرب قبل الاسلام صفحہ ۵۴

۳۔ العرب قبل الاسلام صفحہ ۵۴۔ ۵۳

ہیں جرہم اور یعرب، اور یعرب کی اولاد میں سے کہلان اور حمیر تھے۔ جن سے بیشمار قبائل اور خاندان معرض وجود میں آئے اور حمیر کے مشہور بطن کا نام قضاعہ ہے اور قضاعہ کی شاخوں میں یہ قبیلے مشہور ہیں بلیٰ، جہینہ کلب، بہرہ، بنو نہد اور جرم بنو کہلان کی نسل سے مشہور قبائل یہ ہیں۔

ازد، جو اوس، خزرج اور جفنہ کا جد اعلیٰ تھا۔ جفنہ کی اولاد ہی غسانی کہلائی جن میں سے شام کے کئی حکمران ہوئے۔

طے، مزحج، ہمدان وغیرہ

اہل یمن نے تہذیب و تمدن میں بڑی ترقی کی اور کئی سلطنتیں یہاں قائم ہوئیں جن میں سے معین، سبا اور حمیر کی سلطنتیں بہت مشہور ہیں۔

ملوک سبا نے یمن کو سیراب کرنے کے لئے ایک بہت بڑا ڈیم تعمیر کیا جو بعد میں غضب الٰہی کا نشانہ بنا اور وہ ٹوٹ گیا جس سے تمام علاقہ میں تیز رو پانی کی طغیانی آگئی تمام بستیاں۔ آبادیاں۔ قصبے اور دیہات صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ تمام باغات اور کھیت تباہ و برباد ہو گئے وہاں سے قبیلہ ثعلبہ بن عمرو نے حجاز کی طرف رخ کیا اور مدینہ منورہ تک پہنچے اور وہاں کے اصلی باشندوں پر جن کی اکثریت یہودی تھی، فتح پائی اور وہاں قابض حکمران بن گئے اور قبیلہ حارثہ بن عمرو جنہیں خزاعہ کہا جاتا ہے انہوں نے مکہ کی طرف رخت سفر باندھا وہاں پہنچ کر مکہ کے پہلے باشندوں کو جن کا تعلق جرہم ثانیہ سے تھا ان کو جلاوطن کر دیا اور مکہ مکرمہ پر قبضہ کر لیا اور قبیلہ عمران بن عمرو، عمان کی طرف چلا گیا اور وہاں جا کر اقامت گزین ہو گیا انہیں ازد عمان کہتے ہیں اور قبیلہ جفنہ بن عمرو شام کی طرف روانہ ہوا اور ایک ایسے چشمے پر جا کر خیمہ زن ہوا جو غسان کے نام سے مشہور تھا اس لئے اسی نسبت سے وہ غسانی کہلائے۔ اور انہیں میں بادشاہ پیدا ہوئے جو ملوک غساسنہ کے نام سے مشہور ہیں۔ اور لخم بن عدی کا قبیلہ حیرہ کی طرف منتقل ہو گیا وہاں سکونت اختیار کی ان میں سے نصر بن ربیعہ ہے جو مناذرہ خاندان کے بادشاہوں کا باپ تھا۔ بنی طے کا قبیلہ وہاں سے چل کر اجاء اور سلمیٰ دو پہاڑوں کے درمیان خیمہ زن ہو گیا کیونکہ وہ وادی بڑی زرخیز تھی یہ دونوں پہاڑ اس قبیلہ کے لئے بڑے دفاعی قلعے ثابت ہوئے اس کی وجہ سے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

بنی قضاعہ کی ایک شاخ کلب بن وبرہ، صحراء سلوہ کی طرف منتقل ہو گئے۔

العرب الباقیہ کی دوسری شاخ کو العرب المستعربہ نیز المتعربہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کے

جد اعلیٰ کی مادری زبان عربی نہیں تھی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مادری زبان عبرانی یا سُریانی تھی جب بنی قحطان کا قبیلہ جرہم، مکہ میں وارد ہوا وہاں حضرت اسماعیل اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ پہلے سکونت پذیر تھے اس قبیلہ نے وہاں ہی سکونت اختیار کی اور آپ کی شادی بھی بنی جرہم کی ایک خاتون سے ہوئی اسی قبیلہ سے آپ نے اور آپ کی اولاد نے عربی زبان سیکھی اسی وجہ سے ان کو العرب المستعربہ کہا جاتا ہے۔ جزیرہ عرب کے درمیانی علاقوں میں اور حدود حجاز سے لے کر بادیہ شام تک، جتنے عرب ہیں ان کی اکثریت عرب مستعربہ سے ہے یا وہ لوگ جو یمن سے اس تباہ کن سیلاب کے بعد ترک وطن کر کے یہاں آ کر آباد ہوئے جس کا اجمالی تذکرہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ فرزند تھے جن کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اور وہ بے شمار قبائل میں منقسم ہو کر جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں رہائش پذیر ہوگئے آپ کی اولاد میں سے ایک مشہور شخصیت جو بعد میں آنے والی اولاد اسماعیل کا سنگم قرار پائی اس کا نام عدنان ہے اس میں کسی کو اختلاف نہیں کہ عدنان، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ذریت سے ہیں لیکن آپ حضرت اسماعیل کی کون سی پشت میں سے ہیں اس میں بہت اختلاف ہے۔ جرجی زیدان اس سلسلہ میں لکھتے ہیں۔

> "عرب مورخین میں اس بارے میں اختلاف ہے کہ عدنان اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے درمیان کتنی پشتیں گزری ہیں بعض کا خیال ہے کہ عدنان حضرت اسماعیل کی چالیسویں پشت سے تھے بعض آپ کو بیسویں، بعض پندرھویں پشت میں شمار کرتے ہیں لیکن اس بات میں سب کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد عدنان سے پہلے عدنان کے دو بیٹے تھے "عک" اور "معد" آخرالذکر عدنانی یا اسماعیلی قبائل کا جد اعلیٰ تھا۔ (۲)

جرجی زیدان نے تحریر کیا ہے۔

عدنانی عرب صحرانشین تھے انہوں نے تہامہ، حجاز اور نجد میں اپنی رہائش اختیار کی تھی قریش کا قبیلہ مکہ شہر میں اقامت گزین ہو گیا عدنان کے دو بیٹے تھے عک اور معد عک کی اولاد تہامہ کے

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم خلاصہ صفحہ ۸۔ ۱۱

۲۔ العرب قبل الاسلام صفحہ ۲۲۳

جنوب میں زبید اور ارد گرد، اقامت گزیں ہوئی اور اسلام کے آنے تک یہیں سکونت پذیر رہی انہوں نے اس طویل عرصہ میں کوئی ایسا کارنامہ انجام نہیں دیا جسے تاریخ محفوظ رکھتی البتہ ان کے چھوٹے بھائی معد کو تاریخ میں اہم مقام حاصل ہے اس کی نسل سے ایسے نابغہ روز گار افراد پیدا ہوئے جنہوں نے انسانی تاریخ کے صفحات پر انمٹ نقوش چھوڑے اب جب معد کا لفظ ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے ایک ذات مراد نہیں ہوتی بلکہ سارا قبیلہ "معد" مراد ہوتا ہے چھٹی صدی قبل مسیح میں اس قبیلہ نے اپنی افرادی کثرت اور مادی وسائل کی بنا پر بڑی اہمیت حاصل کر لی تھی معد کے دولڑکے تھے ایک کا نام "نزار" اور دوسرے کا نام "قنص" تھا، نزار کی اولاد سے پانچ شاخوں نے بڑی شہرت حاصل کی قضاعہ، مضر، ربیعہ، ایاد، انمار۔

ان خاندانوں کی رہائش گاہیں تہامہ، حجاز اور نجد میں تھیں جن کی تفصیل مورخ البکری نے یوں بیان کی ہے۔

بنی قضاعہ

کے مساکن اور ان کے ریوڑوں کی چراگاہیں بحراحمر کے ساحل جدہ کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف ذات عرق تک پھیلی ہوئی تھیں۔

مُضر

کے قبائل حرم مکہ کے پڑوس میں سرولت تک اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں خیمہ زن تھے۔

ربیعہ

عمرذی کندہ کے پہاڑ سے اور ذات عرق کے نشیب اور نجد کے پست علاقوں تک پھیلے ہوئے تھے۔

ایاد اور انمار

مصر اور نجران کے درمیانی علاقہ میں اکٹھے آباد ہوگئے اور ان کے چچا "قنص" کی اولاد سر زمین مکہ میں سکونت پذیر ہوگئی اس علاقہ کی وادیاں اور گھاٹیاں اور گرد ونواح کا علاقہ ان کے قبضہ میں تھا۔

یہ تمام قبائل اپنے اپنے علاقہ میں بڑے امن وامان کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے ان میں باہمی الفت ومحبت تھی اتحاد واتفاق کے باعث دوسرے قبیلوں پر ان کی ہیبت بیٹھ گئی۔ یہاں تک کہ ان میں بھی فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے نتیجہ میں نہ ان کی عزت باقی رہی اور

نہ سکون قلب کے ساتھ اپنے اپنے علاقہ میں وہ خوشحالی کی زندگی بسر کرنے کے قابل رہے۔ (۱)

جنگ کی ابتداء ایاد بن معد کی طرف سے ہوئی۔ اس نے اپنے بھائیوں پر حملہ کر دیا مضر اور ربیعہ نے ایاد کے خلاف اپنے چچاؤں کی مدد کی۔ اور اسے شکست دی اور اس کو مجبور کر دیا کہ وہ تہامہ سے نکل جائے۔ ایاد، اپنے اقارب اور مددگاروں کے ساتھ تہامہ سے ترک وطن کر کے پہلے "سواد کوفہ" میں آکر اترا۔ پھر اس نے نہر فرات کو عبور کیا اور سرزمین جزیرہ میں پھیل گئے پھر ان میں سے کچھ لوگ "تکریت" اور موصل میں جا کر اور بعض حمص اور اطراف شام میں جا کر آباد ہوگئے۔ بعض نے غسانیوں کی اطاعت قبول کر لی۔ ساتھ ہی ان کا مذہب (نصرانیت) بھی اختیار کر لیا پھر ان میں سے بہت سے لوگ جبلہ بن ایہم کے ہمراہ ملک روم میں چلے گئے۔ ایاد، قضاعہ، غسان، لخم اور جرام کے قبائل سے جو لوگ جبلہ کے ساتھ ترک وطن کر کے روم میں چلے گئے ان کی تعداد چالیس ہزار کے لگ بھگ تھی اسلام کی آمد تک وہ وہیں اقامت گزیں رہے۔

دکتور حسن ابراہیم لکھتے ہیں

> حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں قیصر روم کے پاس قرآن کریم کے نسخے دے کر قاصد روانہ کئے آپ نے قیصر روم کو کہا کہ اہل عرب میں سے جو لوگ تمہارے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں انہیں قرآن کریم کے نسخے مطالعہ کے لئے دو اور جو شخص اسلام قبول کرے اور ہمارے پاس واپس آنا چاہے اس کے راستہ میں حائل نہ ہو۔ بخدا اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہمارے ملک میں تیرے جتنے ہم مذہب ہیں ان کو میں تہ تیغ کر دوں گا۔ جب قرآن کریم کے یہ نسخے ان عربی قبائل کے سامنے پیش کئے گئے اور انہوں نے انجیل کے ساتھ اس کا تقابلی مطالعہ کیا تو انہوں نے قرآن اور انجیل میں کلی موافقت پائی اور سب نے اسلام قبول کر لیا۔

ایاد نے جب تہامہ کو الوداع کہی تو اولاد عدنان سے وہاں ربیعہ اور مضر کی اولاد کے بغیر کوئی شخص باقی نہ رہا "معد" کے بعد اس کا بیٹا قنص جانشین ہوا اس نے چاہا کہ اپنے بھائی نزار کو حرم سے نکال دے لیکن اہل

۱۔ العرب قبل الاسلام خلاصہ صفحہ ۲۲۷-۲۳۶

مکہ نے متحد ہو کر قصی کو مکہ سے نکال دیا اور نزار کو مکہ اور اس کے گرد و نواح کی سلطانی سپرد کی ان کی اولاد میں سے دو قبیلے ظاہر ہوئے ربیعہ اور مضر، ربیعہ نے غمرذی کندہ میں پہاڑ کے نشیبی اور ذی عرق کے گرد و نواح کے نشیبی علاقہ کو جو نجد سے تہامہ تک پھیلا ہوا تھا اپنا مسکن بنایا اور بنو مضر، حجاز میں پھیل گئے ان کی تعداد میں بہت اضافہ ہوا یہاں تک کہ نجد کے بہت سے مقامات پر انہوں نے قبضہ کر لیا اور مکہ مکرمہ میں حرم کعبہ کی ریاست انہیں کو تفویض ہوئی۔ (۱)

بنی مضر

مضر کے دو بیٹے تھے قیس عیلان اور الیاس۔ قیس عیلان کی اولاد سے دو مشہور قبیلے ہوئے ہوازن اور سلیم۔ ہوازن میں سے ایک قبیلہ بنی سعد ہے۔ جو سعد بن بکر کی اولاد سے ہے اس قبیلہ کے ہر فرد کو سعدی کہتے ہیں حضرت حلیمہ بنت ذوئیب رضی اللہ عنہا جن کو رحمت للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مرضعہ بننے کا لازوال شرف حاصل ہوا اسی قبیلہ کی فرد تھیں۔ ثقیف۔ جسے ثقیف بھی کہتے ہیں وہ بھی اسی قبیلہ کا فرد تھا اس کا اصل نام جبر بن بکر تھا۔ یہ طائف میں اپنے سسرال کے پاس ٹھہرا ہوا تھا۔ ان میں باہمی مخاصمت پیدا ہو گئی وہ وہاں سے باہر نکلنے پر مجبور ہو گیا۔ مورخ بکری، نے جبر بن بکر کے ثقیف کے نام سے مشہور ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ ثقیف اور نخع خالہ زاد بھائی تھے وہ ایک مختصر سا ریوڑ لے کر باہر نکلے اس ریوڑ میں ایک شیر دار بکری تھی جس کا بچہ بھی تھا۔ یمن کے بادشاہ کی طرف سے کوئی خراج لینے والا ان کے پاس سے گزرا اس نے وہ بکری اور اس کا بچہ بطور خراج لینے کا ارادہ کیا انہوں نے کہا ان دونوں میں سے ایک لے لو، اس نے شیر دار بکری کو چنا انہوں نے کہا کہ ہم بھی اس کے دودھ پر زندگی بسر کرتے ہیں اور اس کا چھوٹا بچہ بھی اسی دودھ پر پل رہا ہے اس لئے اس کو رہنے دو۔ کوئی اور بکری پسند کر لو۔ اس نے انکار کیا دونوں نے آنکھوں آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارہ کیا ایک نے کمان میں تیر رکھا اور اس کے قلب میں پیوست کر دیا وہیں تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا اور وہ دونوں آگے روانہ ہو گئے لیکن ان کی طبیعتیں بھی ایک دوسرے سے موافقت نہیں رکھتی تھیں اس لئے انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے ہم میں سے ایک مغرب کی طرف چلا

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۱۲۔ ۱۳

جائے اور دوسرا مشرق کی جانب۔ قسی (ثقیف) نے کہا میں مغرب کی طرف جاتا ہوں نخع نے کہا کہ میں مشرق کی طرف جاتا ہوں چنانچہ نخع یمن کے کسی علاقہ میں اقامت گزیں ہو گیا جب اس کی نسل زیادہ بڑھی تو وہ "الدثنیہ" کی طرف منتقل ہو گئے اور آج تک ان کی اولاد وہیں آباد ہے۔

قسی، مغرب کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وادی "القریٰ" میں پہنچا اور ایک یہودن بڑھیا کے پاس جا کر اترا جس کی کوئی اولاد نہ تھی قسی دن بھر کام کرتا اور رات کو اس یہودن کے ہاں آ کر آرام کرتا۔ اس نے اسے اپنی ماں بنالیا۔ اور یہودن نے بھی اس کو اپنا بیٹا تصور کر لیا جب یہودن بڑھیا مرنے لگی تو اس نے کہا کہ میرا تیرے بغیر اور کوئی نہیں تو نے میری خدمت کی ہے میں اس کا تمہیں بدلہ دینا چاہتی ہوں میری موت کا وقت آن پہنچا ہے جب میں مرجاؤں اور تم مجھے دفن کر چکو تو یہ سونا اور انگور کی یہ قلمیں تم لے لینا۔ جب تم کسی ایسی وادی میں اترو جہاں پانی دستیاب ہو تو انگور کی ان قلموں کو وہاں گاڑ دینا تجھے اس سے بڑا نفع حاصل ہو گا۔ بڑھیا کو دفن کرنے کے بعد وہ سونا اور انگور کی قلمیں لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا اور جب وہ طائف کے مقام پر پہنچا جسے اس زمانہ میں "وج" کہا جاتا تھا وہاں اس نے خصیلہ لونڈی کو دیکھا۔ جو تین سو بکریوں کا ریوڑ چرا رہی تھی۔ اس نے دل ہی دل میں لونڈی کو قتل کرنے اور ریوڑ کو ہتھیا لینے کا ارادہ کر لیا وہ بھی تاڑ گئی کہنے لگی مجھے یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو تا کہ اس ریوڑ کو تم لے لو۔ اس نے کہا بخدا تم نے ٹھیک سمجھا لونڈی نے کہا اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری جان بھی جائے گی اور تمہارا اپنا مال اور ریوڑ بھی تم سے چھین لیا جائے گا تمہیں معلوم ہے کہ میں عامر بن الظرو العدوانی جو قبیلہ قیس کا سردار ہے اس کی لونڈی ہوں تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پھر اس لونڈی نے کہا میرا گمان ہے کہ تم دشمن سے خوفزدہ ہو۔ اور اپنے وطن سے نکالے گئے ہو۔ اس نے کہا بے شک۔ لونڈی نے پوچھا کیا تم عربی ہو اس نے کہا ہاں! لونڈی نے کہا کہ میں تمہیں ایک ایسی بات بتاتی ہوں جس میں تمہارا فائدہ ہی فائدہ ہے جب سورج غروب ہونے کے قریب آتا ہے تو میرا مالک اس پہاڑ کی چوٹی پر آتا ہے وادی پر نظر ڈالتا ہے اگر وہاں اسے کوئی آدمی نظر نہ آئے تو وہ اپنی کمان اپنا ترکش اپنے کپڑے ایک چٹان پر رکھ دیتا ہے پھر وادی میں اتر جاتا ہے۔ قضاء حاجت کے بعد استنجا کرتا ہے پھر اس چٹان کے پاس پہنچ کر اپنے کپڑے اور کمان اٹھا لیتا ہے۔ جب وہ اپنے گھر لوٹتا ہے تو اس کی طرف سے منادی کرنے والے اعلان عام کرتے ہیں کہ جو شخص نفیس آٹے کی پکی ہوئی روٹی۔ گوشت کھجور اور دودھ کا خواہش مند ہو وہ

عامر بن الظرو، کے گھر آئے یہ اعلان سن کر اس کی قوم اس کے گھر پہنچتی ہے اور اس کے دسترخوان پر رکھے ہوئے لذیذ کھانوں سے لطف اندوز ہوتی ہے۔ جب وہ اپنے کپڑے اور کمان چٹان پر رکھ کر وادی میں نیچے اترے تو تم چپکے سے اس چٹان کے پیچھے چھپ جانا اور اس کے کپڑوں اور کمان کو اٹھالینا۔ جب وہ تجھ سے پوچھے کہ تم کون ہو تو کہنا "غَرِيبٌ فَانْزِلْنِي. طَرِيدٌ فَآوِنِي دَعَزَبٌ خَرَوِّجْنِي فَإِنَّهُ سَيَفْعَلُ" "یعنی میں مسافر ہوں مجھے اپنا مہمان بنالو۔ میں اپنے وطن سے نکالا گیا ہوں مجھے پناہ دو۔ میں غیر شادی شدہ ہوں میری شادی کا اہتمام کرو۔ وہ تیرے سارے مطالبات پورے کردے گا۔" قصی نے ایسا ہی کیا یہی گفتگو ہوئی اور عامر اسے لے کر وج (الطائف) کی طرف آیا۔ حسب معمول منادی کرنے والے نے اعلان کیا کہ جو شخص شراب۔ گوشت۔ کھجور اور دودھ کا خواہش مند ہے وہ عامر بن الظرو کے گھر تشریف لے آئے چنانچہ ساری قوم جمع ہو گئی جب ان لذیذ کھانوں سے اپنا پیٹ بھر چکے تو عامر نے کہا کہ کیا میں تمہارا سردار نہیں؟ کیا میں تمہارے سردار کا بیٹا نہیں؟ کیا میں تمہارا حکم نہیں؟ سب نے کہا بے شک۔ پھر اس نے کہا جس کو میں امان دوں کیا تم اس کو امان دو گے جس کو میں اپنے ہاں پناہ دوں کیا تم اس کو پناہ دو گے جس کا میں بیاہ کروں کیا تم اس کو تسلیم کرو گے؟ سب نے کہا بے شک، عامر نے کہا۔

هٰذَا قُصَيُّ بْنُ مُنَبِّهٍ وَقَدْ زَوَّجْتُهُ اِبْنَتِي، وَآوَيْتُهُ مَعِيَ فِي دَارِي، وَأَمَّنْتُهُ

یہ قصی بن جبہ ہے میں نے اپنی بیٹی اس کو بیاہ دی ہے۔ میں نے اپنے گھر میں اس کو پناہ دی ہے میں نے اس کو امان دے دی ہے سب نے کہا جو تم نے کیا ہے ہم تسلیم کرتے ہیں عامر نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا اس کے شکم سے تین بیٹے ہوئے۔ عوف، جشم، دارس جب وہ فوت ہو گئی تو اس نے دوسری لڑکی آمنہ کی شادی اس کے ساتھ کر دی۔ اس کے بطن سے ایک بیٹا ناصر اور بیٹی "مسک" پیدا ہوئی جو ام الثمر کی کنیت سے مشہور ہوئی قصی نے انگور کی وہ بیلیں وج کی وادی میں کاشت کر دیں جو خوب اگیں پھولیں اور پھلیں اس وقت لوگوں نے کہا، ماثقفہ یہ کتنا دانش مند اور زیرک ہے اس سے اس کا نام ثقیف پڑ گیا۔ اس کی اولاد کافی عرصہ یہاں قیام پذیر رہی یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے انہوں نے وج کے ارد گرد ایک فصیل تعمیر کی اس وجہ سے اس شہر کا نام طائف مشہور ہو گیا۔

الیاس بن مضر

الیاس بن مضر کے تین بیٹے تھے۔ قمعہ طابخہ اور مدرکہ، جن کی اولاد سے بڑے بڑے قبائل

معرض وجود میں آئے مدرکہ کا لڑکا خزیمہ اور خزیمہ کے تین بیٹوں سے ایک کا نام کنانہ اور کنانہ کا بیٹا نضر۔ نضر کا بیٹا مالک، مالک کا بیٹا فہر۔ یہی فہر قریش کا جد امجد ہے۔ (۱)

کنانہ کے جتنے خاندان تھے وہ مکہ کے گرد و نواح میں آباد ہوئے بنی ہذیل بھی مدرکہ کی اولاد میں سے تھے۔ ہذیل کے دو مشہور خاندان بنو لحیان اور سعد ہیں۔ بنو ہذیل کی رہائش طائف کے ارد گرد تھی اور ان کی زمینیں نجد اور تہامہ میں بھی تھیں، بنو اسد، جو خزیمہ کی اولاد میں سے تھے وہ نجد میں جا کر آباد ہوئے اور بنی طے قبیلہ بھی اس کے پڑوس میں آباد تھا۔

الیاس بن مضر کے بیٹوں مدرکہ اور طابخہ کی اولاد میں لڑائی چھڑ گئی جس میں مدرکہ کو فتح ہوئی بنی طابخہ، تہامہ سے سکونت ترک کر کے نجد اور حجاز میں آ کر آباد ہو گئے پھر بن مدرکہ کی اولاد مکہ کے ارد گرد آباد ہوئی یہاں تک کہ قصی بن کلاب کی قیادت میں انہوں نے مکہ کو فتح کیا اور یہاں آ کر آباد ہو گئے۔

قبل از اسلام جزیرہ عرب میں آزاد سلطنتیں

اگر چہ جزیرہ عرب کا اکثر حصہ ریگستانوں، لق و دق صحراؤں اور خشک پہاڑوں سے عبارت ہے۔ جہاں گنتی کے چند شہر آباد تھے۔ وہاں کے باشندوں کی اکثریت بادیہ نشین تھی لیکن جزیرہ کے جنوب مشرق اور شمال مغرب میں منظم حکومتیں بھی قائم تھیں یہاں کے سردار کو ملک (بادشاہ) کہا جاتا تھا۔ اور اسے وہی اختیارات حاصل تھے جو ایک آزاد ملک کے فرمانروا کے ہوتے ہیں اس وقت دو عالمی حکومتیں تھیں جنہوں نے متمدن دنیا پر اپنا اثر و رسوخ قائم کر رکھا تھا۔ ایک مشرق میں تھی جہاں ساسانی خاندان حکمران تھا جن کے بادشاہوں کو کسریٰ کے لقب سے ملقب کیا جاتا تھا اور ایران اور اس کے ارد گرد علاقے بلا واسطہ کسریٰ ایران کے باج گزار تھے اور ساسانی مملکت کے باقاعدہ صوبے شمار ہوتے تھے اس طرح مغرب میں رومن مملکت تھی جس کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا تھا مغربی متمدن دنیا کا اکثر حصہ ان کے زیر نگیں تھا۔

جزیرہ عرب کے جنوب مشرق میں جو عربی مملکت تھی اسے ہمیشہ کسریٰ ایران کی حمایت و سرپرستی حاصل رہی اسی طرح شمال مغرب میں عربوں کی جو سلطنت تھی اس کی سرحدیں مملکت روم سے ملتی تھیں اور اس عربی سلطنت کو قیصر روم کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ ان تعلقات سے دونوں مستفید ہوتے تھے اگر جنوب مشرق کی عربی مملکت پر کوئی حملہ آور ہوتا تو کسریٰ

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم خلاصہ صفحہ ۱۴ تا ۱۶

عرب کی آزاد سلطنتیں
ایران
مناذرہ
رومی مملکت
رومی مملکت
بحر روم
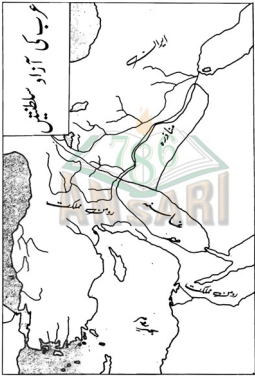
ان کی امداد کرتا اگر ایرانی مقبوضات پر عرب کے آزاد قبائل لوٹ مار کے لئے یلغار کرتے یا ان کے تجارتی قافلوں پر حملہ کرتے تو اس عربی مملکت کے سربراہ ان حملہ آوروں کو روکتے اسی طرح مغرب میں جو عرب مملکتیں تھیں وہ بھی ایک دوسرے کی ضرورت کے وقت مدد کرتیں یہ مملکتیں اگرچہ آزاد تھیں لیکن ان بڑی مملکتوں کی امداد کی محتاج تھیں۔

اب ہم یہاں ان مملکتوں کا ذکر کرتے ہیں جو اسلام سے قبل جزیرہ عرب کے مختلف علاقوں میں قائم تھیں تاکہ جزیرہ عرب کے سیاسی حالات پر بھی ہماری نظر ہو۔

عرب کے جنوب مشرقی علاقہ میں جو سلطنتیں تھیں ان میں سے یہ تین سلطنتیں بہت مشہور ہیں معین، سبا، حمیر

ان کے علاوہ حضر موت کے علاقہ میں بھی قبیلہ کندہ کی سلطنت تھی جہاں کندہ کے بادشاہ حکمران تھے۔

سلطنت معین

سب سے قدیم مملکت معین کی تھی گلیزر (GLAZER) اور کئی دوسرے محققین کی یہی تحقیق ہے کہ معین کی حکومت کا زمانہ حکومت سبا کے زمانہ سے پہلے تھا۔ یونان کے قدیم مورخین نے نہ اس سلطنت کا ذکر کیا ہے اور نہ اس کے بادشاہوں کے نام تحریر کئے ہیں لیکن ماہرین آثار قدیمہ نے کھدائی کے بعد ایسے کھنڈرات اور ان کھنڈرات میں ایسی تحریریں دریافت کی ہیں جن سے معین کی مملکت اور ان کے سلاطین کے ناموں کا پتہ چلتا ہے۔ ابتداء میں یہ مملکت سبا اور قتبان کے شمال میں واقع تھی حضر موت، اس کے مشرق میں تھا۔ اس کے دارالحکومت کا نام "القرن" تھا بعد میں توسیع ہوئی اور معین، قتبان۔ حضر موت اور اقلیم ملخ کے علاقوں پر مشتمل ہو گئی۔

ہمدانی نے اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کا مرکز جوف ارحب کے شیبی علاقہ میں ہے۔ اور اس وقت یہ اجڑے ہوئے کھنڈرات کا ایک مجموعہ ہے۔ منطقہ جوف میں اب بھی ایک جگہ ہے جو معین کے نام سے معروف ہے جوزف حلیفی (JOSEPH HALAVY) جو آثار قدیمہ کا ایک ماہر تھا وہ کہتا ہے کہ منطقہ جوف میں جو کھنڈرات دریافت ہوئے ہیں جزیرہ عرب میں دریافت ہونے والے تمام کھنڈرات سے زیادہ پرانے ہیں تاریخی لحاظ سے وہ کھنڈرات بہت اہم ہیں جو اب بھی معین اور مآرب کے نام سے مشہور ہیں۔ اور دریافت ہونے والے نقوش

سے پتہ چلتا ہے کہ ان میں ملوکیت کا نظام تھا یعنی باپ کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا تھا۔ اور کبھی کبھی دو بیٹے مل کر حکومت کرتے تھے لیکن یہ ملوکیت آمریت اور استبداد سے مبّرا تھی اگرچہ عملی طور پر جملہ اختیار کا مرکز بادشاہ ہوا کرتا تھا لیکن امور مملکت کے طے کرنے میں وہ شاہی خاندان کے بزرگوں، رجال دین، مختلف قبائل کے سرداروں اور بڑے شہروں کی رؤساء سے مشورہ کیا کرتا تھا۔ وہ اپنے فیصلہ کو ایک حکم کی صورت میں صادر کرتے ابتداء میں ان کے معبودوں کے نام ہوتے پھر بادشاہ کا نام ذکر کیا جاتا پھر حکم لکھا جاتا آثار قدیمہ میں سے جو تحریریں دریافت ہوئی ہیں ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ہر شہر کی ایک اپنی حکومت ہوتی تھی اس کا ایک خاص معبود بھی ہوتا تھا اور اس کی مخصوص مذہبی مجلس بھی ہوا کرتی تھی جن کے باہمی صلاح مشورے سے امور طے پاتے تھے ہر شہر کی الگ الگ مجلس شوریٰ ہوا کرتی جو جنگ اور امن کے حالات میں انتظام کرتی اس کی یہ بھی ذمہ داری تھی کہ وہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرے۔ اسی طرح ہر قبیلہ کا الگ الگ ایک ہال ہوتا تھا جس میں وہ اکٹھے ہوتے ملکی معاملات پر تبادلہ خیال کرتے ان عمارات کو "مزود" کہا جاتا۔ اس مزود کی وہی حیثیت تھی جو اہل مکہ کے نزدیک دار الندوہ کی تھی۔

معین کی مملکت کئی اضلاع میں منقسم تھی اور ہر ضلع کا والی بادشاہ کا مقرر کردہ نائب رئیس ہوا کرتا تھا۔ جسے وہ الکبیر کہا کرتے۔

اس حکومت کے ذرائع آمدن وہ ٹیکس تھے جو حکومت زمینداروں اور اہل تجارت پر عائد کرتی تھی ان ٹیکسوں کو قوم کے بزرگ جمع کیا کرتے تھے۔

عبادت گاہوں کے لئے الگ ٹیکس عوام کو ادا کرنا پڑتے تھے ہر معبد کے ساتھ مزروعہ اراضی کے وسیع وعریض رقبے ہوتے ان کے علاوہ ان کے مخصوص خداؤں کی خدمت میں جو قیمتی نذرانے پیش کئے جاتے وہ ان عبادت گاہوں کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ تھے جب کوئی شخص بیماری سے شفایاب ہوتا یا کوئی مسافر سلامت گھر واپس آتا یا جنگی معرکوں سے جو سپاہی یا قائد لشکر زندہ بچ کر لوٹتا تو وہ لوگ اپنے ان خداؤں کو نذرانے پیش کرتے ایسے زمیندار جن کے ہاں غلہ معمول سے زیادہ پیدا ہوتا یا کسی تاجر کو توقع سے زیادہ نفع حاصل ہوتا تو وہ بھی اپنی آمدن سے نذرانہ پیش کرتا۔ ان نذرانوں کا باقاعدہ ایک رجسٹر میں اندراج ہوتا جس میں دینے والے کا نام، جن بتوں کے لئے اس نے نذرانہ دیا ہے ان کا نام، عبادت گاہ کا نام اور جس وجہ سے یہ نذرانہ اس نے پیش کیا ہے یہ تمام چیزیں قلمبند کی جاتیں جن عبادت گاہوں کے

خزانوں میں کثیر دولت اور وافر غلہ جمع ہو جاتا ان پر کچھ ذمہ داریاں بھی تھیں رفاہ عام کے لئے عمارتوں کی تعمیر مثلاًمدرسے سرائیں۔ ہسپتال وغیرہ شہروں کی فصیلوں کو مستحکم رکھنا۔ حکومت پر اگر کوئی مشکل وقت آپڑے تو اس وقت اس کی مالی امداد کرنا۔ ان عبادت گاہوں کے منتظمین پر لازمی ہوتا۔

معابد کی آمدنی کے جتنے ذرائع تھے وہ حکومت کے ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے ان معابد میں بخور۔ لوبان دیگر عطریات کے جو ذخائر جمع ہوتے تھے پہلے ان سے اس معبد کی ضروریات پوری کی جاتیں۔ مختلف تہواروں اور مذہبی شعائر کے موقع پر ان بخور کو سلگا کر ساری فضا کو خوشبو دار بنایا جاتا۔ اگر اس کے بعد بھی کوئی چیز بچ جاتی تو اس کو بازار میں فروخت کر دیا جاتا اگر باقی ماندہ اشیاء کی مقدار بہت زیادہ ہوتی تو انہیں بیرون ملک برآمد کیا جاتا۔

ان کی مذہبی زندگی

ہر شہر میں ایک عبادت گاہ ہوتی۔ بڑے شہروں میں کئی کئی عبادت گاہیں تعمیر کی جاتیں اور ہر عبادت گاہ کو کسی خدا سے مختص کیا جاتا۔ ان کی تحریروں سے ان کے خداؤں کے مندرجہ ذیل نام معلوم ہوئے ہیں سب سے بڑا خدا عشتر یا عشتار تھا۔ یہ زہرہ ستارہ کا مجسمہ تھا۔ وڈ اور نکرح ان کے دو اور خدا تھے۔ وڈ، قمر کا نکرح، شمس کا مجسمہ تھا۔ ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے کئی اور معبود بھی تھے جن کے سامنے یہ ناشناس سجدہ ریز ہوتے تھے معین کے بادشاہوں کی حکومت کی مدت سن بارہ سو سے چھ سو پچاس قبل مسیح تک ہے یہ عمالقہ عراق کی نسل سے تھے قبیلہ معین نے بھی دوسرے قبائل کے ساتھ عراق سے نقل مکانی کی اور ایک ایسی جگہ کی تلاش میں نکلے جہاں وہ متمدن زندگی بسر کر سکیں چلتے چلتے یمن کے منطقہ جوف میں پہنچے وہاں انہوں نے محلات اور حکومت کے دفاتر تعمیر کئے اس قبیلے کے لوگوں کا اہم پیشہ تجارت تھا حکومت بھی ان کی سرپرستی کرتی تھی خلیج فارس سے لے کر بحر احمر کے ساحل کے ساتھ ساتھ بلاد حجاز تک ان کی تجارتی کوٹھیاں قائم تھیں بلکہ وادی القریٰ۔ صفا اور حوران تک ان کی تجارتی سرگرمیوں کا حلقہ پھیلا ہوا تھا۔ یہ لوگ جزیرہ عرب کی جنوبی بندرگاہوں سے مال لے کر جزیرہ کے درمیانی علاقوں کو عبور کرتے ہوئے شمال تک لے جاتے تھے ان کی اہم تجارت جنوب مشرقی ایشیا سے درآمد شدہ قیمتی پارچات، مصنوعات گرم مصالحوں اور بخور پر مشتمل تھی بخور کو بڑی اہمیت حاصل تھی اہل مصر اپنے ان گنت معبودوں کو خوش کرنے کے لئے اپنے کثیر التعداد مندروں

میں اسے جلایا کرتے تھے۔ اپنے زمانہ میں مملکت معین، سیاسی طور پر طاقتور بھی تھی اور معاشی طور پر خوشحال بھی۔

سلطنت معین کے حکمرانوں کو جنگ وجدال اور فتوحات سے کوئی دلچسپی نہ تھی ان کی ساری توجہ اپنی تجارت کو ترقی دینے، اس کے دائرہ کار کو وسیع کرنے پر مرکوز رہی دور دراز علاقوں میں بھی جو آثار ملے ہیں وہاں بھی معینی مملکت کے سکے اور ایسی شہادتیں پائی گئی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی تجارتی سرگرمیوں کا دائرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا۔

یمن کے عام باشندے یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے لیکن قبیلہ معین قحطانی النسل نہ تھا بلکہ یہ عراق میں بسنے والے عمالقہ کی نسل سے تھا۔ جب دوسرے قبائل بعض سیاسی حالات کے پیش نظر عراق کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے تو یہ قبیلہ بھی ایک ایسے وطن کی تلاش میں عراق سے نکلا جہاں وہ امن وعافیت سے اپنی زندگی بسر کر سکے اور اپنی تجارت اور کاروبار کو بام عروج تک پہنچا سکے چنانچہ انہوں نے یمن کے منطقہ جوف کو اپنی رہائش کے لئے پسند کیا۔

مملکت سبا (۱)

مرور زمانہ سے مملکت معین پر کہنہ سالی کے آثار رونما ہونے لگے ان کے انحطاط کے دور میں سبا کے علاقہ میں ایک اور قوم نے انگڑائی لینا شروع کی اگرچہ اس کے عہد اقتدار کا آغاز ایک چھوٹی سی ریاست سے ہوا لیکن آہستہ آہستہ یہ قوم ترقی کے مراحل طے کرتی گئی اور اردگرد کے علاقوں کو بھی انہوں نے اپنا زیر نگین بنالیا ان کی مدت حکومت نو سو پچاس قبل مسیح سے ایک سو پندرہ قبل مسیح تک ہے نو سو پچاس قبل مسیح سے چھ سو پچاس ق م تک معین اور سبا کی مملکتیں ساتھ ساتھ باقی رہیں لیکن چھ سو پچاس قبل مسیح میں مملکت معین کا چراغ گل ہو گیا اور ان کے تمام علاقوں کی سیادت مملکت سبا کو میسر آگئی جس طرح پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اہل یمن کے اصلی باشندے، یعرب بن قحطان کی اولاد سے تھے اس کی نسل پھیلی اور یمن کے وسیع وعریض علاقہ پر چھا گئے سبا بھی یعرب کی اولاد میں سے ہے اس لئے یہ قحطانی نسل کا قبیلہ ہے ان کو عرب متعربہ بھی کہتے ہیں کیونکہ ان سے قبل جو لوگ وہاں آباد تھے ان کی زبان عربی تھی پھر شامت اعمال کی وجہ سے وہ تباہ و برباد ہو گئے انہیں العرب العاربہ یا العرب البائدہ کہا جاتا ہے قبیلہ سبا کے افراد کی مادری زبان عربی نہ تھی انہوں نے یہ زبان عرب عاربہ سے سیکھی اس لئے

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۲۲ تا ۲۸

ان کو العرب المتعربہ کہا جاتا ہے ان کا علاقہ معین اور قتبان کا درمیانی علاقہ ہے یہ لوگ بھی تجارت پیشہ تھے جنگوں اور فتوحات سے انہیں کوئی دلچسپی نہ تھی ان کی ساری کوششیں اپنی تجارت کو ترقی دینے کے لئے وقف تھیں دور دراز علاقوں تک ان کا جو تسلط تھا وہ فوجی نوعیت کا نہیں تھا۔ بلکہ معاشی بالادستی اور اپنی کاروباری قابلیت کی وجہ سے انہوں نے دور افتادہ علاقوں میں بھی اپنا اثر و نفوذ قائم کر لیا تھا۔

ڈاکٹر فلپ ہٹی، تاریخ العرب میں لکھتے ہیں کہ

یہ علاقہ گنجان آباد تھا اور اس کی زمینیں دنیا کی زرخیز زمینوں میں سے تھیں جہاں باغات کی کثرت تھی جہاں ایسے درخت بکثرت پائے جاتے تھے جن کی گوند سے مختلف خوشبودار بخور تیار ہوتے تھے جیسے مر، لوبان اور کرخہ۔ ہٹی نے ایک پرانے یونانی مورخ ہیروڈیٹس کے حوالہ سے بتایا ہے کہ خوشبودار گوند پیدا کرنے والے ان درختوں کی حفاظت کے لئے قدرت نے یہاں ایسے سانپ بکثرت پیدا کر دیئے تھے جن کے قد چھوٹے تھے اور ان کے پر تھے وہ کثیر تعداد میں درختوں کی ٹہنیوں کے ساتھ لٹکتے رہتے تھے۔

یونان کا ایک دوسرا مورخ لکھتا ہے کہ

ان سانپوں کا طول ایک بالشت کے برابر ہوتا تھا۔ ان کا رنگ زرد تھا۔ وہ زمین سے کود کر انسان کی کمر تک چھلانگ لگا کر اسے ڈستے اور اتنے زہریلے تھے کہ جس کو وہ ڈستے اس کا زندہ رہنا ممکن نہ تھا۔ (۱)

ہٹی، یونانی مورخ سترابو کے حوالہ سے ان علاقوں کی دولت و ثروت کا ایک حیرت انگیز نقشہ کھینچتا ہے لکھتا ہے۔

وہاں شہر آباد تھے جن کے حسن و جمال میں خوبصورت عبادت گاہیں اور شاندار محلات اضافہ کر رہے تھے یہاں کے بسنے والے دنیا کے تمام قبائل سے زیادہ دولتمند تھے ان کے ہاں کھانے پینے کے ظروف اور چھری کانٹے سونے اور چاندی کے بنے ہوئے ہوتے۔ ان کے پلنگ ان کے میز،

ا۔ تاریخ العرب از ہٹی، جلد اول، صفحہ ۵۹

ان کے مشروبات کے برتن بھی سونے اور چاندی سے مرصع ہوا کرتے، ان کے گھروں کے دروازے اور کھڑکیاں ہاتھی دانت، سونے چاندی کی تاروں اور قیمتی موتیوں کے نقش و نگار سے مزین و آراستہ ہوتیں زراعت و تجارت کے علاوہ معدنی ذخائر ان کی دولتمندی کا ایک اور بڑا سبب تھے خصوصاً یہاں کا سونا نہایت ہی صاف ستھرا ہوتا تھا اسے صاف کرنے کے لئے مزید گلانے کی صعوبت برداشت نہیں کرنا پڑتی تھی۔

ان کی اخلاقی حالت

اپنے خالق حقیقی سے ان کی عبودیت کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا وہ متعدد باطل معبودوں کی پرستش میں اپنا قیمتی وقت بھی برباد کیا کرتے اور اپنے شرف انسانیت کی قبا کی دھجیاں بھی بکھیرا کرتے پھر دولت کی فراوانی نے تمام اخلاقی بندشوں کو توڑ کر رکھ دیا ان کے شہر اور ان کی آبادیاں فسق و فجور کا مرکز بن کر رہ گئیں ایک عورت کئی مردوں کے ساتھ شادی کرتی تھی اور اہل خانہ میں باہمی فسق و فجور کا بازار گرم رہتا تھا اور اپنی بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ بدکاری کرنے کا عام رواج تھا شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی یہ لوگ عام طور پر کھجوروں سے شراب کشید کرتے تھے۔ (۱)

بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ سبا کی مملکت کو جنگ و جدل سے کوئی دلچسپی نہ تھی ان کی ساری مساعی اور کوششیں اپنے کاروبار کو فروغ دینے میں اور اس کے دائرہ کار کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں صرف ہو رہی تھیں لیکن المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام کے مصنف دکتور جواد علی نے متعدد مقامات پر ان کی جنگی معرکہ آرائیوں کا ذکر کیا ہے بعض جنگیں تو ایسی تباہ کن نوعیت کی تھیں جن میں مقتولین کی تعداد نصف لاکھ سے بھی بڑھ گئی انہوں نے جابجا اس امر کی تصدیق کی ہے کہ اہل سبانے گرد و نواح کی حکومتوں پر حملے کر کے ان کو فتح کیا بہر حال اس میں کلام نہیں کہ ان کا محبوب ترین پیشہ تجارت تھا۔

وہ نہ صرف اپنے ملک کی پیداوار کو مشرق سے مغربی ممالک کی طرف لے جاتے بلکہ ہندوستان کی مصنوعات اور مشرق بعید کے گرم مصالحہ جات کو بھی یمن سے مغربی ممالک میں پہنچانے کا ذریعہ تھے ان کا ایک تجارتی بحری بیڑا بھی تھا جس میں وہ اپنی مصنوعات لاد کر ان

۱۔ تاریخ العرب از ہٹی صفحہ ۶۱

مغربی ممالک میں پہنچاتے تھے خصوصاً مصری ہیکلوں میں جلانے کے لئے بخور کی بہت بڑی مقدار یہ لوگ اپنے بحری بیڑہ کے ذریعہ وہاں پہنچایا کرتے اور گراں قیمت پر اس کو وہاں فروخت کرتے۔ بحری سفر، کیونکہ خطرناک تھا بسا اوقات طوفان کی وجہ سے کئی کشتیاں سامان سمیت غرق ہو جاتی تھیں نیز برسات کے موسم میں، بحر احمر میں کشتی رانی ممکن نہ رہتی تو، بحری بیڑا کے ذریعہ سامان تجارت ادھر سے اُدھر لے جانے کا یہ سلسلہ منقطع ہو جاتا اس لئے انہوں نے خشکی کا ایک راستہ بھی تلاش کر لیا تھا جس کے ذریعہ وہ بارہ مہینے اپنی تجارت کو جاری رکھتے تھے۔

یہ تجارتی شاہراہ، بحر احمر کے مشرقی کنارہ باب المندب سے شروع ہوتی اور مصر کے ساحل کے وسط تک وادی الحملات تک چلی جاتی۔ (۱)

انہوں نے ایک اور تجارتی شاہراہ بھی دریافت کر لی تھی جس کے ذریعہ قافلے یمن سے شام کی طرف جاتے وہ مکہ اور یثرا سے گزرتے ہوئے دو حصوں میں بٹ جاتے ایک شاہراہ مصر کی طرف اور دوسری سڑک شام کی طرف لے جاتی۔ جو شاہراہ شام کی طرف جاتی وہ غزا پر جا کر ختم ہوتی انہوں نے اس شاہراہ کے آس پاس کئی تجارتی نو آبادیاں قائم کر لی تھیں جن کے ذریعہ وہ عرب کے درمیانی علاقوں کو سامان تجارت پہنچاتے اور ان سے نفع کثیر حاصل کرتے۔

ان کی مملکت کے دو مشہور دور ہیں۔ پہلا دور نو سو پچاس قبل مسیح سے شروع ہو کر چھ سو پچاس قبل مسیح تک ختم ہو جاتا ہے اس وقت سبا کے حکمران کو "مکرب سبا" کہا جاتا تھا۔ اس دور کے بادشاہوں کی تعداد اُنیس مختلف کتبوں سے معلوم ہوئی ہے۔ سترہ ہے اس دور میں ان کا دار السلطنت صرواح تھا جو مآرب سے مغرب کی طرف ایک دن کی مسافت پر ہے آج کل یہ کھنڈرات کا ڈھیر ہے۔

ان کے دوسرے دور کا آغاز چھ سو پچاس سے اور اختتام ایک سو پندرہ قبل مسیح میں ہوتا ہے اس وقت ان کے حکمران کو "ملک سبا" کہا جاتا ان کا دار الحکومت مآرب تھا۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ سبا اور مآرب دونوں ایک شہر کے نام ہیں لیکن محققین کی رائے یہ ہے کہ سبا اس علاقہ کا نام تھا اور جو لوگ اس میں آباد تھے وہ اس نام سے موسوم تھے اور ان کا دار الحکومت مآرب تھا

۱۔ المفصل فی احوال العرب، جلد دوم، صفحہ ۲۸۳ - ۲۸۷ - ۲۸۸

۲۔ تاریخ العرب از ہتی صفحہ ۶۴

جس کو نریابہ بھی کہا جاتا ہے مآرب۔ جوف اسفل سے، جنوب کی طرف تیس میل کے فاصلے پر اور صنعاء سے شمال کی طرف پچپن میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ میبو ہر سیاح نے ۱۷۷۲ء میں اس کی سیاحت کی اور اس نے کہا کہ یہ اب چند کھنڈرات کا نام ہے سوائے ایک چھوٹے سے شہر کے جو ایک ٹیلہ پر نیا آباد کیا گیا ہے کھنڈرات میں سنگ مرمر کے بے شمار ستون پائے گئے ہیں یہ سد مآرب سے دو تین گھنٹے کی مسافت پر مغرب کی جانب واقع ہے اور اس ڈیم کے جو آثار باقی ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو بڑی مہارت اور فن ہندسہ میں حد درجہ کے کمال سے تعمیر کیا گیا تھا یہاں کھڑے ہو کر جنوب مغرب کی طرف نظر دوڑائی جائے تو بڑے بڑے اونچے کھنڈرات نظر آتے ہیں، جو بڑی بڑی چٹانوں کو تراش کر بڑی مہارت سے بنائے گئے تھے اس کے سامنے ایک بہت بڑی چٹان ہے اس مقام پر وہ مشہور عالم ڈیم تھا جو مملکت سبا کے ماہرین نے اپنے ملک کو سیراب کرنے کے لئے تعمیر کیا تھا۔

یمن ایک پہاڑی علاقہ ہے، جس میں کوئی دریا نہیں البتہ جنوبی سمندروں سے اٹھنے والے بادل یہاں آکر برستے ہیں اس زمانہ میں برسات کے موسم میں جو فصلیں ہوتیں وہ تو بارش کے پانی سے سیراب ہو جاتیں لیکن فالتو پانی وادیوں اور گھاٹیوں کے نالوں میں بہ کر سمندر میں جا گرتا اور ضائع ہو جاتا سال کا بقیہ حصہ وہاں کے کھیت اور باغات ایک ایک بوند پانی کے لئے ترستے رہتے۔ کہتے ہیں کہ ملکہ بلقیس نے یہ ڈیم تعمیر کیا بعض نے اس کی تعمیر کو دوسرے بادشاہوں کی طرف منسوب کیا ہے ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس کو کس بادشاہ کے عہد میں تعمیر کیا گیا لیکن علم ہندسہ کے جن ماہرین نے اس کو تعمیر کیا آج بھی ان کی مہارت اور ان کے عالی ظرفی کو خراج تحسین پیش کرنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے۔

یمن کے پہاڑی سلسلہ میں ایک ایسی وادی منتخب کی گئی جس کا پتھر گرینیٹ قسم کا تھا۔ اس کے سامنے گرینیٹ کے پتھروں کا ایک بہت بڑا بند تعمیر کیا گیا اور اس میں پانی نکلنے کے اوپر نیچے تین راستے بنائے گئے اس کے بالکل سامنے بہت بڑا وسیع و عریض تالاب تعمیر کیا گیا جب بارشیں برستیں اور وادیوں میں پہاڑوں کی ڈھلوانوں سے پانی بہ کر اس ڈیم میں جمع ہو جاتا اور وہ ڈیم بھر جاتا تو سب سے اوپر پانی نکلنے کے جو راستے تھے ان کو کھول دیا جاتا۔ وہاں سے پانی گر کر اس حوض میں جمع ہو جاتا اس حوض سے بارہ نہریں نکالی گئی تھیں جو یمن کے وسیع و عریض علاقوں کو سیراب کرتی تھیں جب پانی کی سطح نیچے ہو جاتی تو پانی کے اخراج کے درمیانی راستہ کو کھول دیا جاتا۔ اور اگر اس سے بھی پانی کی سطح نیچے ہو جاتی تو سب سے نیچے والے راستوں کو کھول دیا

جاتا۔ اس طرح آج سے کئی ہزار سال قبل یمن کے ماہر انجینئروں نے وہ کارنامہ انجام دیا جسے دیکھ کر آج کے ترقی یافتہ دور کے انجینئر بھی انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں اس ڈیم کی برکت سے سال بھر زراعت کے لئے پانی فراوانی سے دستیاب ہونے لگا۔ ساری زمین میں سرسبزو شاداب کھیت لہلہانے لگے باغات پر وہ جوبن آیا کہ دیکھ کر زبان بے ساختہ سبحان اللہ کاورد کرنے لگتی باغات کا یہ سلسلہ میلوں تک چلا جاتا تھا۔ اس سبز زرعی انقلاب نے یمن کی کایا پلٹ کر رکھ دی حکومت تجارت میں بھی بڑی دلچسپی لیتی تھی زرعی انقلاب نے ان کو اپنی ضروریات زندگی کے لئے خود کفیل بنادیا آپ خود ہی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ملک کی شادابی اور اس کے باشندوں کی خوشحالی کا کیا عالم ہوگا۔ قرآن کریم نے اس کا نقشہ یوں بیان کیا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكَنِهِمْ آيَةٌ جَنَّتَانِ عَنْ يَمِينٍ وَشِمَالٍ كُلُوا مِنْ رِزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهُ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَرَبٌّ غَفُورٌ

"قوم سبا کے لئے ان کے مسکن میں رحمت الٰہی کی نشانی تھی۔ دو باغ تھے جن کے سلسلے دائیں اور بائیں دُور تک چلے گئے تھے اور انہیں حکم دیا گیا تھا کہ اپنے رب کے دیئے ہوئے رزق سے کھاؤ اور اس کی نعمتوں پر اس کا شکر ادا کرو۔ کتنا پاکیزہ ملک ہے جو تمہیں عطا کیا گیا ہے اور اس رب کی شان مغفرت کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔"

(السبا: ۱۵)

یعرب کے بعد اس کا بیٹا یشجب اس کا جانشین بنا اس کے بعد اس کا بیٹا عبد شمس تخت کا وارث بنا یہی سبا کے لقب سے ملقب ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی جنگی مہموں میں بہت سے لوگوں کو اپنا قیدی بنالیا تھا۔ اس کے متعلق مشہور ہے کہ اس نے مآرب کے مقام پر یہ ڈیم تعمیر کیا اس کی تفصیلات آپ ابھی پڑھ آئے ہیں۔ جب سبا نے انتقال کیا تو اس کی اولاد میں سے دو لڑکوں نے بڑی شہرت پائی حمیر اور کہلان، حمیر، مملکت حمیر کا بانی اول ہے مرور وقت کے ساتھ خاندان سبا کے فرمانرواؤں میں وہ اولوالعزمی۔ بالغ نظری اور دور اندیشی رفتہ رفتہ مفقود ہوتی گئی وہ اپنے اپنے عشرت کدوں میں یوں محو ہو گئے کہ اس ڈیم کی مرمت اور حفاظت کی طرف توجہ ہی نہ رہی آہستہ آہستہ اس میں ضعف پیدا ہوتا گیا۔ لوگ بھی دولت و ثروت کی کثرت کے باعث یاد الٰہی سے غافل ہوتے گئے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں یوں مگن

ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے انہوں نے بغاوت شروع کر دی اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے بجائے وہ کئی خداؤں کو پوجنے لگے شمس وقمر کے خالق کی بجائے کسی نے سورج کو اپنا دیوتا بنالیا اور کسی نے چاند کو اپنا حاجت روا سمجھ لیا عقائد میں فساد، اخلاقی پستی کا باعث بنا اخلاق میں انحطاط نے راعی اور رعایا کو اپنے انفرادی اور اجتماعی فرائض کی ادائیگی سے غافل کر دیا اور جب ان کی ناشکری اور سرکشی انتہاء کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ کا غضب موسلا دھار بارشوں کی صورت میں رونما ہوا۔ اتنی شدت سے بارشیں ہوئیں اور اس زور سے کوہستانی ندی نالوں میں پانی کے سیلاب اُمڈے کہ وہ مضبوط اور گرینیٹ کے پتھروں سے بنا ہوا ڈیم جو عرصہ دراز سے اپنے نگرانوں کی بے پروائی کا شکار رہا تھا اس سیل بے درماں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ اور اس کی پتھر کی بڑی بڑی چٹانیں جن سے اسے تعمیر کیا گیا تھا بارش کا پانی انہیں تنکوں کی طرح بہا کر لے گیا۔ اور ایسی تباہی کا باعث بنا کہ ساری سرسبزی وشادابی قصہ ماضی بن کر رہ گئی جہاں کبھی لذیذ اور خوشبودار رنگ برنگے پھل دعوت نظارہ دے رہے ہوتے تھے وہاں ببول کے خار دار درخت، جھاڑی جھاڑیاں۔ بیری کے درخت اُگ آئے جس نے سبا کی سلطنت کو ہمیشہ کے لئے صفحہ ہستی سے نیست و نابود کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں ان کے اس عبرت ناک انجام کا ذکر فرمایا ہے

فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝ ذَٰلِكَ جَزَيْنَاهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجَازِي إِلَّا الْكَفُورَ

”پھر انہوں نے منہ پھیر لیا تو ہم نے ان پر تندو تیز سیلاب بھیج دیا اور ہم نے بدل دیا ان کے دو باغوں کو ایسے دو باغوں سے جن کے پھل ترش اور کڑوے تھے اور ان میں جھاؤ کے بوٹے اور چند بیری کے درخت تھے۔ یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو بوجہ ان کی ناشکری کے اور بجز احسان فراموش کے ہم کسے ایسی سزا دیتے ہیں“۔ (۱)

(السباء: ۱۶)

۱۔ المفصل فی احوال العرب، جلد دوم، صفحہ ۵۱۶ - ۵۱۷

مملکت حمیر

اس مملکت کا مؤسس اول "حمیر" تھا جو بنی قحطان کی نسل سے تھا اس مملکت کا محل وقوع سبا اور بحر احمر کے درمیان تھا ان علاقوں کو پہلے قبتان کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا ابتدا میں اس مملکت کا ظہور قبتان کے علاقہ میں ہوا آہستہ آہستہ اس نے مملکت سبا اور ریدان کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور ریدان کو اپنا دار السلطنت مقرر کیا جو بعد میں "ظفار" کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ شہر اندرون یمن کا ایک شہر ہے جو راستہ صنعاء کی طرف جاتا ہے اس پر "مخا" سے مشرق کی طرف ایک سو میل کی مسافت پر واقع ہے اہل حمیر نے اہل معین اور اہل سبا کی ثقافت و تجارت کو بطور ورثہ پایا اور ان کی زبان بھی وہی تھی جو پہلے دو قبیلوں کی تھی پہلے یہ لوگ ریدان میں سکونت پذیر تھے اور وہاں کے نواب اور رؤساء تھے۔ ان میں جو سب سے زیادہ بڑا ہوتا اس کو ذوریدان (ریدان کا مالک) کہا جاتا تھا جب انہوں نے مملکت سبا پر قبضہ کر لیا تو اب انہوں نے اپنے بادشاہ کے لئے ملک سباو ذوریدان کا لقب اختیار کیا حمیر کی حکومت چھ سو چالیس برس تک قائم رہی۔ اس کو دو برابر عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلے عہد کے بادشاہوں کو ملوک سباو ریدان کہا جاتا تھا اور ان کی حکومت کے دوسرے عہد میں حضر موت بھی ان کی مملکت کا حصہ بن گیا اس لئے اس عہد کے بادشاہوں کو ملوک سباو ریدان و حضر موت کہا جانے لگا۔ حمیر اور سبا کی مملکتوں میں بنیادی فرق یہ تھا کہ حمیر کے سلاطین جنگجو اور فتوحات کے شیدائی تھے ان میں ایسے بادشاہ گزرے ہیں۔ جو نامور سپہ سالار بھی تھے انہوں نے اپنی مملکت کے دائرے کو وسیع کیا اہل ایران اور اہل حبشہ کے ساتھ ان کی جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اس خاندان کا مشہور ترین بادشاہ شمر یرعش، نامی ہے عرب مورخین نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے عراق۔ فارس خراسان کو فتح کیا۔ صغد کے شہر کو برباد کیا جو دریائے جیحون کے پار واقع تھا۔ پھر وہاں ایک نیا شہر آباد کیا جس کا نام اپنے نام پر رکھا جو اب سمرقند کے نام سے مشہور ہے۔ ان میں ایک دوسرا نامور بادشاہ اسعد ابو کرب (۳۸۵ تا ۴۲۰ عیسوی) اس کے بارے میں عرب مورخین کا یہ خیال ہے کہ اس نے آذربائیجان پر حملہ کیا اور ایران کے بادشاہ کو شکست دی اس طرح سمرقند کے بادشاہ کو بھی شکست دی اور اسے قتل کر دیا۔ اس نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ چین پر حملہ کیا اور مال غنیمت سے لدا ہوا کامیاب واپس آیا۔ اس کی افواج نے روما کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک قسطنطنیہ کے بادشاہ نے اسے جزیہ دینا قبول کیا اسی

اسعد نے یثرب پر حملہ کیا اور کعبہ شریف کو غلاف پہنایا یہ اہل عرب میں پہلا شخص ہے جس نے یہودی مذہب اختیار کیا۔ (۱)

سید محمود شکری آلوسی بلوغ الارب میں لکھتے ہیں

ان بادشاہوں میں سے ایک کا نام الحرث تھا جو حمیر کی پندرہویں پشت میں تھا اس سے قبل ان کی مملکت یمن تک محدود تھی۔ یہ یمن سے نکلا اور دیگر ممالک کو فتح کیا اور وہاں سے کثیر مقدار میں مال غنیمت حاصل کیا اس کا عہد حکومت ایک سو پچیس سال رہا۔ اس نے اپنے اشعار میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر بڑی عقیدت و محبت سے کیا ہے اس کا ایک شعر ہے

وَاَحْمَدُ اِسْمُهٗ یَالَیْتَ اَنِّیْ اُعَمَّرُ وَبَعْدَ مَبْعَثِهٖ بِعَامٍ

" حضور کا اسم گرامی احمد ہے کاش میری زندگی وفا کرے اور حضور کے مبعوث ہونے کے بعد مجھے صرف ایک سال زندہ رہنے کی مہلت میسر آ جائے۔"

شمر یرعش کے بعد اس کا بیٹا اقرن تخت حکمرانی پر متمکن ہوا پھر اس کا بیٹا کلیکرب بادشاہ بنا اس کا دور حکومت پینتیس سال تھا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے تبع نے تخت شاہی پر جلوس کیا۔ اس کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ ان اہل ایمان میں سے ہے جنہوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل حضور کے دین کو قبول کیا اور حضور کی رسالت پر ایمان لائے۔ اس سے یہ اشعار منقول ہیں۔

شَهِدْتُ عَلٰی اَحْمَدَ اَنَّهٗ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِیِ النَّسَمِ

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّهٗ وَابْنَ عَمٍّ

" میں گواہی دیتا ہوں کہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں جو تمام روحوں کو پیدا کرنے والا ہے اگر میری عمر نے حضور کی تشریف آوری تک وفا کی تو میں حضور کا وزیر ثابت ہوں گا اور چچازاد بھائی کی طرح معاون اور مددگار بنوں گا۔"

اس سے یہ شعر بھی منسوب ہے۔

ا۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۲۸ تا ۳۰

قَدْ كَانَ ذُو الْقَرْنَيْنِ قَبْلِي مُسْلِمًا مَلِكًا تَدِينُ لَهُ الْمُلُوكُ وَتَحْشُدُ
مِنْ بَعْدِهِ بِلْقِيسُ كَانَتْ عَمَّتِي مَلَكَتْهُمْ حَتَّى أَتَاهَا الْهُدْهُدُ

"کہ ذوالقرنین مجھ سے پہلے گزرا ہے اور وہ مسلمان تھا وہ ایک بادشاہ تھا کہ زمانہ کے سارے بادشاہ اس کے تابع فرمان تھے اور اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوتے تھے۔

اس کے بعد بلقیس کا دور آیا جو میری پھوپھی تھی یہ اس وقت تک اپنے قبیلہ کی بادشاہ رہی جب ہدہد حضرت سلیمان کا مکتوب گرامی لے کر اس کے پاس آیا۔" (۱)

ان کا آخری بادشاہ ذونواس تھا۔ یہ یہودی تھا۔ اہل نجران نے جب نصرانیت کو قبول کیا تو اس نے انہیں دعوت دی کہ وہ اس نئے دین کو چھوڑ کر اپنے قدیم یہودی مذہب کی طرف لوٹ آئیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا تو اس نے گہری خندقیں کھودیں۔ ان میں آگ بھڑکائی اور ایک ایک نصرانی کو بلا کر کہتا یا تو اپنے نئے مذہب سے توبہ کر و اور یہودیت کو اختیار کر لو ورنہ میں تمہیں اس بھڑکتی ہوئی خندق میں پھینک دوں گا جب ان لوگوں نے انکار کیا تو اس نے ایک ایک کر کے ان کو ان خندقوں میں پھینک دیا جہاں آگ کے شعلے بھڑک رہے تھے سب نے جل کر خاک ہونا منظور کیا لیکن ان کے دلوں نے جس مذہب کو حق سمجھ کر قبول کیا اس سے انحراف گوارا نہ کیا۔

پانچ سو چونتیس کا یہ واقعہ ہے ان میں سے ایک آدمی کسی طرح جان بچا کر روم کے قیصر یستنیان کے پاس پہنچا اور اس کے ہم مذہبوں پر یمن کے بادشاہ نے جو ظلم روا رکھا تھا اس کی لرزہ خیز داستان اسے جا کر سنائی اور امداد کا طالب ہوا اس وقت حبشہ کا ملک سلطنت روم کا ایک صوبہ تھا۔ قیصر نے وہاں کے گورنر کو حکم دیا کہ وہ یمن پر حملہ کرے اور مسیحی آبادی کو وہاں کے ظالم حکمران کے پنجہ استبداد سے نجات دلائے اس کارروائی سے قیصر دو مقصد حاصل کرنا چاہتا تھا ایک تو وہ یمن پر قبضہ کر کے تجارتی کاروانوں کے خشکی کے اس راستہ کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتا تھا تاکہ تجارت کے میدان میں وہ اپنے ایرانی رقیبوں کو مات دے سکے۔ اس کا دوسرا مقصد دینی تھا۔ کہ اس علاقہ میں وہ عیسائیت کی بالادستی اور غلبہ قائم کرے نجاشی نے اپنا لشکر ارباط نامی قائد کی قیادت میں یمن پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا اور ابرہہ کو اس کا نائب مقرر کیا ان

ا۔ المفصل فی احوال العرب، جلد دوم، صفحہ ۵۱۴

دونوں کی آپس میں ٹھن گئی۔ اریاط قتل ہو گیا ابرہہ نے اس کی جگہ فوج کی کمان سنبھالی اس میں نجاشی کی اشیرباد بھی اسے حاصل تھی۔ اس جنگ میں ابرہہ کا ایک ہونٹ کٹ گیا اس لئے اس کو ابرہہ الاشرم کہتے ہیں یمن پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے صنعاء میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کیا اور تمام اہل عرب کو دعوت دی کہ وہ مکہ میں کعبہ کا حج کرنے کے بجائے صنعاء آئیں اور وہ گرجا جو فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے اس کے اردگرد طواف کریں اور مراسم حج ادا کریں جب اس کی اس دعوت پر کسی نے توجہ نہ دی تو مارے حسد کے یہ جل اٹھا اور اس نے عزم کر لیا کہ وہ مکہ کے اس کعبہ کو منہدم کر کے رہے گا تا کہ سب لوگ اس کے بنائے ہوئے اس کوٹھے کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ وہ جب اپنے لشکر سمیت مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو وادی محسّر میں ابابیل کی ایک ٹکڑی نے اس کے لشکر پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں پھینکیں۔ اس کا سارا لشکر وہیں ڈھیر ہو گیا اس کے جسم میں جگہ جگہ ناسور پھوٹ پڑے وہاں سے بھاگا یمن پہنچا تو اس کی حالت ایک جال بلب چوزے کی سی تھی اس کے جسم کے ٹکڑے کٹ کٹ کر اس سے گرتے چلے گئے یہاں تک عذاب الیم برداشت کرنے کے بعد وہ ہلاک ہو گیا اس کے بعد اس کا لڑکا یکسوم پھر اس کا بھائی مسروق کے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے اور اہل یمن کو اپنے مظالم کا ہدف بنایا۔

سیف ذی یزن، الحمیری، اس جور وستم کی فریاد کرنے کے لئے قیصر روم کے دربار میں پہنچا، اور اس سے درخواست کی کہ وہ ان حبشیوں کو اس کے وطن یمن سے نکل جانے کا حکم دے اس نے یہ بھی کہا کہ وہ قیصر کو اپنا بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہے لیکن قیصر نے اس کی یہ درخواست بڑی حقارت سے مسترد کر دی۔ سیف مایوس ہو کر نعمان بن منذر کے باپ منذر بن ماء السماء کے دربار میں حاضر ہوا جو حیرہ کا بادشاہ تھا اور یہ ریاست ایران کی باج گزار تھی۔ سیف ذی یزن نے منذر سے کہا کہ وہ اسے کسریٰ نوشیرواں (۵۳۱ تا ۵۷۸ء) کے دربار میں پیش کرے۔ سیف جب دربار میں پیش ہوا تو دربار کی ظاہری سج دھج اسے مرعوب نہ کر سکی۔ اس نے بڑی خود اعتمادی اور جرأت کے ساتھ کسریٰ سے گزارش کی کہ وہ اس کے وطن کو حبشیوں کی چیرہ دستیوں اور مظالم سے نجات دلائے۔ کسریٰ نے بھی اس کی طرف چنداں التفات نہ کیا اور کہا کہ تمہارا ملک ہمارے ملک سے بہت دور ہے وہاں بھیڑوں اور اونٹوں کے بغیر رکھا کیا ہے جس کے لئے ہم فوجی مہم بھیجیں اس لئے ہم اس سلسلہ میں تمہاری کوئی امداد نہیں کر سکتے کسریٰ نے سیف کو خلعت شاہی پہنائی اور دس ہزار درہم بھی عطا کئے۔ سیف، غصہ سے

بے قابو ہو کر اس کے دربار سے باہر آیا اور اس نے وہ سارے درہم زمین پر پھینک دیئے جن کو کسریٰ کے خدام نے چن لیا کسریٰ کو اس کا علم ہوا تو از حد برافروختہ ہوا سیف کو پکڑ کر لانے کا حکم دیا اور ارادہ کیا کہ اس کی اس بے ادبی پر اس کو عبرت ناک سزا دے سیف ۔ جب کسریٰ کے پاس آیا تو کسریٰ نے کہا کہ تو نے میرے جیسے شہنشاہ کے عطیہ کو زمین پر بکھیر دیا ہے۔ سیف نے کہا کہ بادشاہ نے مجھے جو عطیہ دیا ہے اس کی مجھے ضرورت نہیں میری سرزمین کے پہاڑ سونے چاندی سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ سن کر کسریٰ کے منہ میں پانی بھر آیا بادشاہ نے وزراء اور امراء کی مجلس مشاورت طلب کی ایک مشیر نے رائے دی کہ اگر آپ ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو اپنی فوج کو خطرہ میں نہ ڈالیں بلکہ قیدیوں کا ایک لشکر تیار کر کے ان کے ہمراہ بھیج دیں اگر وہ مارے گئے تو خس کم جہاں پاک اور اگر فتح حاصل کی تو آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا بادشاہ کو یہ رائے پسند آئی آٹھ سو قیدیوں کا ایک لشکر تیار کیا گیا اور " واہرز " کو جو ایک پیر فرتوت تھا اس لشکر کی کمان سونپی گئی آٹھ کشتیوں میں یہ لشکر یمن کی طرف روانہ ہوا دو کشتیاں راستہ میں غرق ہو گئیں چھ کشتیاں چھ سو قیدی سپاہیوں کو لے کر یمن پہنچیں۔ اہل یمن کو جب پتہ چلا کہ شہنشاہ ایران کی فوج ان کو حبشیوں کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آرہی ہے تو وہ دیوانہ وار ان کے استقبال کے لئے ساحل پر پہنچ گئے اور ایرانی لشکر میں شامل ہو کر حبشیوں کے خلاف جنگ کی اور ان کو شکست فاش دی۔

" وہرز " نے کسریٰ کو اس کامیابی کی خوشخبری بھیجی کسریٰ نے اسے لکھا کہ تم سیف بن ذی یزن کو یمن کا تاج و تخت حوالے کر دو اس کے بدلے سیف ہر سال جزیہ ادا کرے گا نیز " وہرز " کو حکم دیا کہ وہ واپس چلا آئے سیف ذی یزن نے اقتدار حاصل کرنے کے بعد یمن میں جتنے حبشی تھے سب کو تہ تیغ کر دیا ایک حبشی نے موقع پا کر اپنی قوم کے قاتل سیف ذی یزن کو موت کے گھاٹ اتار دیا کسریٰ کو علم ہوا تو اس نے ہرز کو چار ہزار شہسوار دے کر یمن پر حملہ کرنے کے لئے روانہ کیا وہرز نے آکر یمن پر قبضہ کر لیا اور کسی حبشی کو زندہ نہ چھوڑا۔ کسریٰ نے یمن کی حکومت اس کے حوالے کر دی اس کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا " مرزبان " تخت نشین ہوا اس کے بعد اس کا پوتا خرخسرہ بن البینجان بن مرزبان بن وہرز تخت نشین ہوا کہ شاہ بن بیٹھا اس وجہ سے کسریٰ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے اپنے پاس بلایا تاکہ اس کا کام تمام کر دے لیکن ایک ایرانی سردار نے کسریٰ کے باپ کی تلوار اس کے اوپر رکھ دی کسریٰ نے اس کو معاف کر دیا اور باذان کو یمن کا والی مقرر کیا یہ وہ آخری والی ہے جو کسریٰ نے یمن کے لئے

مقرر کیا۔

اس کے پاس سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد گرامی نامہ لے کر آیا اور وہ مشرف باسلام ہوا۔ (۱)

مملکت حیرہ

جس طرح پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس وقت دو عالمی قوتیں تھیں جنھوں نے متمدن دنیا کو آپس میں بانٹ رکھا تھا مغرب میں اہل روم اور مشرق میں اہل ایران ان دونوں مملکتوں نے اپنے اپنے مفاد کے لئے اپنی سرحدوں کے قریب عربی قبائل کی بفرسٹیٹس (یعنی دو مملکتوں کو جدا کرنے والی درمیانی مملکت) قائم کر رکھی تھیں ایران والے اپنی سرحدوں پر واقع عربی قبائل کے حکمران طبقہ کی سرپرستی کرتے تھے اور یہ لوگ اس کے صلے میں انہیں اپنے سپاہی مہیا کرتے جو رومی حملہ آور لشکروں کے ساتھ نبرد آزما ہوتے نیز اگر بادیہ نشین عرب قبائل ایران کے شہروں، ان کی تجارتی منڈیوں اور تجارتی کاروانوں پر یلغار کر دیتے تو اس وقت بھی یہ عرب قبائل اپنے عرب بھائیوں کو اس تاخت و تاراج سے روکتے اور اگر ضرورت محسوس ہوتی تو بزور شمشیر انہیں اپنے صحراؤں میں واپس جانے پر مجبور کر دیتے۔ ایران کی مغربی سرحد پر جو بفرسٹیٹ تھی اس کے حکمران خاندان کا نام منازرہ تھا۔ اس طرح رومیوں کی مشرقی سرحد پر بھی عرب قبائل پر مشتمل ایک بفرسٹیٹ تھی جس کے حکمران خاندان کو غساسنہ کہا جاتا تھا۔ غسان ایک چشمہ کا نام ہے اس خاندان کے جد اعلیٰ جب یمن سے ترک وطن کر کے یہاں پہنچے تو اس چشمہ کے ارد گرد اپنے خیمے نصب کئے اور وہاں رہائش پذیر ہوگئے اسی نسبت سے وہ غساسنہ کے لقب سے ملقب ہوئے اب ہم بڑے اختصار کے ساتھ ان دونوں سرحدی ریاستوں کے احوال بیان کرتے ہیں تاکہ آپ کو قبل از اسلام جزیرہ عرب کی سیاسی صورت حال پر آگاہی ہو جائے۔

حیرہ کی ریاست کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع تھی اس کا سارا علاقہ بڑا زرخیز اور آباد تھا نہر فرات سے زمینوں کی آبپاشی کے لئے چھوٹی چھوٹی نہریں نکالی گئی تھیں۔ جو اس علاقہ کے باغات اور زرعی اجناس کو سیراب کرتی تھیں۔ ۳۳۳ قبل مسیح میں سکندر رومی نے ایران پر حملہ کیا اس کے بادشاہ دارا کو شکست فاش دی پھر ایران کی عظیم مملکت کو چھوٹی چھوٹی آزاد

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم صفحہ ۳۰ تا ۳۲

ریاستوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ریاست پر ایک خود مختار بادشاہ مقرر کر دیا تاکہ ہر بادشاہ اپنی ذات اور اپنی مملکت کے بچاؤ کے لئے اپنے پڑوسی امراء و ملوک سے دست بگریباں رہے۔ ان کی یہ بکھری ہوئی قوتیں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں لگی رہیں گی نہ ان میں اتحاد ہو گا نہ ان میں قوت ہو گی اور نہ یہ کبھی اس کے ملک پر حملہ کرنے کی جسارت کر سکیں گے ایران ۳۲۳ قبل مسیح سے ۲۲۶ تک اس طوائف الملوکی کا شکار رہا آخر کار خاندان ساسان کا جد اعلیٰ اردشیر بن بابک پیدا ہوا اور اس نے اپنے دور حکومت میں ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کا قلع قمع کر کے ایران کی وحدت و سالمیت کو بحال کر دیا اور جو عربی علاقے اس کے قرب وجوار میں تھے ان کو اپنا زیر نگین بنالیا۔ ان مقبوضہ عرب علاقوں میں حیرہ اور انبارے کے علاقے بہت مشہور ہیں اس نے عقل مندی یہ کی کہ ان کو اندرونی معاملات میں مکمل آزادی دے دی تاکہ وہ اندرونی معلامات میں آزادی سے بہرہ ور رہیں اور جب ایران کو ان کے بدو بھائیوں کی یلغار سے بچانے کی ضرورت پڑے تو یہ ان کے راستہ میں سد سکندری بن کر کھڑے ہوں اور اگر رومی حکومت سے ایرانی حکومت کی جنگ ہو تو صحرائی علاقوں کے یہ طاقت ور اور صحت مند سپاہی ان کی فوج میں شامل ہو کر ان کے دشمنوں سے لڑیں اور اپنی شجاعت، جسمانی قوت اور جنگی مہارت کے باعث ان کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملادیں۔ تیسری صدی عیسوی میں حیرہ کی ریاست کا آغاز ہوا۔ اور آفتاب اسلام کے طلوع ہونے کے بعد تک یہ ریاست اپنے داخلی استقلال کے ساتھ قائم رہی اور اپنے طاقت ور اور سرپرست شاھان ایران کے مفادات کا تحفظ کرتی رہی اور اپنے فرزندوں کی قربانیاں خوشی سے پیش کرتی رہی۔ ان کا سب سے پہلا رئیس یانواب عمرو بن عدی تھا جو جزیمہ الابرش کے بعد سریر آرائے مملکت ہوا۔ سب سے پہلے اس عمرو نے حیرہ کے شہر کو اپنا دار السلطنت بنایا اور اس کی نسل سے نعمان بن امرؤ القیس پانچویں صدی کے اوائل میں تخت نشین ہوا یہی ہے جس نے خورنق اور سدیر کے محلات تعمیر کئے۔ نعمان مذکور اہل عرب پر بہت سختی کیا کرتا۔ کہتے ہیں کہ اس نے آخر میں عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ طبری نے خورنق کے محل کی تعمیر کی یہ وجہ لکھی ہے کہ یزد جرد ابن بہران کسریٰ فارس کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا۔ اس نے حکماء سے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسی جگہ بتاؤ جو ہر قسم کی بیماریوں اور امراض سے پاک ہو۔ انہوں نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں اب حیرہ آباد ہے اس نے اپنے بیٹے بہرام گور کو نعمان بن امرؤ القیس کے پاس بھیجا۔ اور اسے کہا کہ اس کی رہائش کے لئے محل تعمیر کرو اس نے ایک مشہور اور ماہر معمار تلاش کیا جس کا نام "سنمار"

تھا۔ اور اس کو اس محل کی تعمیر کا کام سپرد کیا۔ جب محل کی تعمیر مکمل ہوگئی تو نعمان اس کی پختگی اور خوبصورتی کو دیکھ کر دنگ رہ گیا سنمار لوگوں کی تحسین و آفرین سن کر کہنے لگا کہ اگر میں جانتا کہ تم میرا پورا اجر دو گے اور میرے ساتھ وہ سلوک کرو گے جس کا میں مستحق ہوں تو میں تمہارے لئے ایسا محل تعمیر کرتا جو سورج کے ساتھ گردش کرتا رہتا۔ نعمان نے کہا کیا تم اس محل سے بھی زیادہ خوبصورت بنا سکتے ہو پھر تم نے کیوں نہیں بنایا، اس نے حکم دیا کہ اس معمار کو محل سے اوپر لے جایا جائے اور اس کو سر کے بل زمین پر اوندھا پھینک دیا جائے اس سے عرب میں ایک مثل ہے "جزاہ جزاء سنمار" یعنی اس نے اس کو وہ جزا دی جو نعمان نے سنمار معمار کو دی تھی۔

ایک شاعر کہتا ہے۔

جَزَىٰ بَنُوهُ أَبَا الغَيْلَانِ عَنْ كِبَرٍ ۔ وَحُسْنِ فِعْلٍ كَمَا يُجْزَىٰ سِنِمَّارُ

"اس کے بیٹوں نے ابو الغیلان کو اس کے بڑھاپے اور اس کے حسن عمل کی وجہ سے وہ جزا دی جو سنمار کو دی گئی تھی"۔ (۱)

یہاں ایک اور محل تھا۔ جس کو "الحضر" کہتے تھے اس کو ضیزن بن معاویہ نے دجلہ وفرات کے درمیان "تکریت" کے سامنے تعمیر کیا تھا۔ ضیزن اس علاقہ کا بادشاہ تھا اس کی حکومت شام تک پھیل گئی تھی۔ اس نے فارس پر حملہ کیا جب کہ سابور شاہ فارس پایہ تخت سے باہر تھا اور اس کی بہن کو گرفتار کر لیا۔ جب سابور، واپس آیا تو اس نے اس ضیزن پر حملہ کیا وہ اپنے محل میں پناہ گزیں ہوگیا۔ سابور نے چار سال تک محاصرہ کئے رکھا لیکن اس محل کو منہدم نہ کر سکا۔ ایک روز ضیزن کی بیٹی نضیرہ، کسی کام کے لئے محل سے باہر نکلی اس نے سابور کو اور سابور نے اس کو دیکھا دونوں ایک دوسرے کے عشق میں مبتلا ہوگئے نضیرہ نے سابور کے ساتھ یہ وعدہ کیا کہ وہ اس کو ایسا راز بتائے گی جس سے وہ اس قصر کو منہدم کر سکے گا۔ اور اس کے باپ کو تہ تیغ کر سکے گا بشرطیکہ اس کے بعد وہ اس کو اپنی بیوی بنائے اور اپنے ساتھ لے جائے اس کے بتائے ہوئے راز سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سابور نے قلعہ کو منہدم کر دیا نضیرہ کے باپ کو قتل کر دیا۔ جب اس نے چاہا کہ اب وہ اسے اپنی ملکہ بنالے اور اسے اپنے ہمراہ لے جائے تو اس نے کہا کہ جو اپنے باپ کے خلاف خیانت کر سکتی ہے اس پر میں کیسے اعتماد کر سکتا ہوں اس نے اپنی تلوار نیام سے باہر نکالی اور اس خائنہ کو قتل کر دیا۔

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۳۵۔ ۳۶

دوسری روایت میں ہے کہ وہ اسے لے کر عین التمر پہنچا۔ وہاں اس نے اس کے ساتھ شب عروسی گزاری پھر اسے خیال آیا کہ وہ بدفطرت عورت ہے جس نے اپنی قوم اپنے وطن اور اپنے باپ کے ساتھ غداری کی ہے اس نے اپنے ایک سپاہی کو ایک سرکش اور منہ زور گھوڑے پر سوار ہونے کا حکم دیا اور نضیرہ کی مینڈھیوں کو گھوڑے کی دم سے باندھا سوار کو کہا کہ گھوڑے کو ایڑ لگائے چنانچہ وہ گھوڑا ہوا ہو گیا۔ نضیرہ اس کے پیچھے گھسٹتی چلی گئی یہاں تک اس کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اور آنے والوں کے لئے اس واقعہ میں ایک درس عبرت ہے کہ جو شخص اپنی قوم اور وطن کے ساتھ غداری کرتا ہے اس کا یہ حشر ہوتا ہے۔

نعمان جب تیس سال تک حکومت کر چکا تو ایک روز خورنق کی چھت پر اس کی محفل جمی ہوئی تھی اس نے اردگرد کے علاقہ پر نظر ڈالی وہاں کھیت لہلہا رہے تھے کھجوروں کے اونچے اونچے درخت جھوم رہے تھے باغات میں پھلوں سے لدے ہوئے پیڑ دعوت نظارہ دے رہے تھے پھر اس نے فرات کے مشرق کی طرف نظر دوڑائی وہاں کا روح پرور منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گیا کہیں سرسبز مرغزار ہیں کہیں کھیتوں میں بل کھاتی ہوئی ندیاں رواں دواں ہیں کہیں چرواہے اونٹ چرا رہے ہیں۔ کہیں ہرنوں کا شکار ہو رہا ہے۔ کہیں خرگوش پکڑے جا رہے ہیں فرات میں ملاح کشتی رانی کر رہے ہیں غوطہ زن غوطے لگا رہے ہیں مچھلیوں کے شکاری جال پھینک رہے ہیں پھر حیرہ شہر کی طرف نظر ڈالی اس کو مال و دولت کے ذخائر سے بھرا ہوا پایا یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد اسے خیال آیا کہ کل جب میں نہیں ہوں گا ان تمام چیزوں کا مالک کوئی اور ہو گا یہ خیال آتے ہی دنیا کی بے وفائی اور تاج و تخت کی بے ثباتی کے تصور نے اس کے قلب و ذہن کو ہلا کر رکھ دیا۔ اس نے اپنے محل کے دروازے پر جو پہرہ دار تھے انہیں چلے جانے کا حکم دے دیا اور رات کی تاریکی میں ایک کمبل اوڑھا اور غائب ہو گیا پھر اس کو کسی نے نہ دیکھا عدی بن زید، نعمان بن منذر کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

تَدَبَّرَ رَبُّ الْخَوَرْنَقِ اِذْ ... اَشْرَفَ یَوْمًا وَّلِلْهُدٰی تَفْكِیْرُ
سَرَّهٗ حَالُهٗ وَكَثْرَةُ مَا ... یَمْلِكُ وَالْبَحْرُ مُعْرِضًا وَّسَدِیْرُ
فَارْعَوٰی قَلْبُهٗ وَقَالَ وَمَا ... غِبْطَةُ حَیٍّ اِلَی الْمَمَاتِ یَصِیْرُ
ثُمَّ بَعْدَ الْفَلَاحِ وَالْمُلْكِ وَ ... الْاَمَةِ وَارَتْهُمْ هُنَاكَ الْقُبُوْرُ
ثُمَّ اَضْحَوْا كَاَنَّهُمْ وَرَقٌ ... جَفَّ فَاَلْوَتْ بِهَا الصَّبَا وَالدَّبُوْرُ

”خورنق کے مالک نے ایک روز دائیں بائیں پھیلی ہوئی اپنی مملکت پر

نظر ڈالی پھر اس میں غور وفکر کیا اور غور وفکر میں ہی ہدایت ہوا کرتی ہے۔

اس کو اس کی حالت نے اور اس کے اموال کی کثرت نے مسرور کر دیا درآں حال سمندر اور سدیر سامنے تھے پس چونک اٹھا اس کا دل اور کہا اس زندہ کو خوش ہونے کا کیا حق ہے جس کا انجام موت ہے پھر کامیابی، بادشاہی اور نعمتوں کے طویل دور کے بعد قبروں نے ان کو اپنی آغوش میں چھپالیا۔ پھر وہ خشک پتوں کی طرح ہوگئے جنہیں صبح اور شام کی ہوائیں اڑاتی پھرتی ہیں"۔ (۱)

نعمان کے بعد منذر ۵۲۰ء میں تخت نشین ہوا یہ نوشیرواں کا ہم عصر تھا۔ روم میں اس وقت قیصر جستینان حکمران تھا۔ غسان کا رئیس حارث بن ابی شمر تھا، منذر کے بعد نعمان ۵۸۰ء میں بادشاہ بنا اس کو کسریٰ پرویز نے ۶۰۲ء میں قتل کر دیا آہستہ آہستہ اس خاندان میں ضعف کے آثار نمودار ہونے لگے آپس میں حسد، نفاق اور دشمنی کے شعلے سلگنے لگے اور آل ساسان جوان کے سرپرست تھے ان میں بھی کمزوری نمودار ہونے لگی۔ بیت لخم کے بادشاہ منذر بن ماءالسماء کو حارث غسانی نے شکست دی۔ پھر اس کے بیٹے کو حارث کے بیٹے منذر نے ۵۷۰ء میں شکست دی اور قتل کر دیا ان اکابر کے پے در پے قتل ہونے سے مناذرہ کے شاہی خاندان میں افراتفری پیدا ہوگئی اور جانشینی کے جھگڑے شروع ہوگئے۔ نعمان کے قتل کے بعد کسریٰ نے ایاس بن قبیصہ کو اس کا قائم مقام مقرر کیا کیونکہ یہ شاہی خاندان کا فرد نہیں تھا۔ اس لئے اس کی امداد کے لئے ایک ایرانی کو بھی شریک حکم کر دیا جس کا نام "نخیرجان" تھا نعمان کے قتل کے بعد یہاں کی حکومت کمزور ہوگئی ایاس بن قبیصہ اور عرب قبائل کے درمیان جنگ ذی قار کا آغاز ہوا اس میں عربوں کو فتح ہوئی۔ حیرہ کے امیر اور ایرانی لشکر کو شکست ہوئی پھر حیرہ کے تخت پر "آزاذ بن یابیان الھمدانی" متمکن ہوا جس نے سترہ سال حکومت کی اس کے بعد نعمان کا بیٹا منذر تخت نشین ہوا جس نے صرف اٹھارہ ماہ حکومت کی یہاں تک کہ حضرت خالد بن ولید نے حیرہ کو فتح کیا۔ (۲)

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، صفحہ ۳۷

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، صفحہ ۳۹

ملوک غسان

بنی جفنہ کا سب سے پہلا امیر جو عظمت و شوکت میں لاثانی تھا۔ اس کا نام حارث بن جبلہ تھا۔ شہنشاہ جستینان کے زمانہ میں یہ غسانسہ کا حکمران بنا۔ اس کا سلسلہ نسب جفنہ بن عمرو تک پہنچتا ہے قیصر جستینان نے حارث کو ملک یعنی بادشاہ کا مرتبہ بخشا بلاد شام میں جتنے عرب قبیلے آباد تھے ان سب کا اسے فرمانروا مقرر کیا اس کا مقصد یہ تھا کہ حیرہ کے بادشاہ کا مقابل ایک ایسا عرب امیر مقرر کیا جائے جو قوت و سطوت میں اس کا ہم پلہ ہو۔ اس سے پہلے کسی عرب کو رومیوں نے کبھی کوئی باعزت منصب نہیں سونپا تھا۔

مورخین کا اس بات میں اختلاف ہے کہ غسانیوں اور رومیوں کے درمیان باہمی امداد کا معاہدہ کب ہوا معاہدہ یہ تھا کہ اگر غسانیوں سے عرب جنگ کریں گے تو رومی تیں چالیس ہزار کے لشکر سمیت ان کی امداد کریں گے اس کے عوض غسانیوں نے ان سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر ایرانیوں اور رومیوں میں جنگ چھڑے تو یہ اپنے بیس ہزار جنگ جو بہادروں کے ساتھ رومیوں کی امداد کرے گا۔ حارث غسانی اور منذر امیر حیرہ کے درمیان اس علاقہ کے بارے میں جھگڑا شروع ہوا جو اس راستہ کے دونوں طرف تھا جو تدمر سے دمشق جاتا ہے پانچ سو کا تالیس میں جنگ شروع ہوئی ۵۴۴ء میں پھر لڑائی۔ اور اس جنگ میں حارثہ کے ایک لڑکے کو منذر نے جنگی قیدی بنالیا۔ جنگ کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہاں تک ۵۵۴ء میں حارث بن جبلہ نے اپنے مدمقابل کو شکست فاش دی اور مکمل کامیابی حاصل کر لی۔ یہ جنگ قنسرین کے قرب میں ہوئی اس میں حیرہ کا بادشاہ منذر قتل ہوا اس کے بعد حارث ۵۶۳ء میں قسطنطنیہ گیا تاکہ قیصر روم کے ساتھ اس بات پر گفت وشنید کرے تاکہ اس کے بعد اس کی اولاد میں سے کسی کو سوریا کا بادشاہ بنایا جائے۔

حارث جب قسطنطنیہ پہنچا تو اس نے وہاں عیش و عشرت کی فراوانی اور وسائل کی ارزانی دیکھی اس سے وہ بہت متاثر ہوا۔

۵۷۰ء میں حارث مرگیا۔ اور اس کا بیٹا منذر اس کا جانشین بنا۔ اس نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی حیرہ کے عربوں کے خلاف جنگ چھیڑ دی۔ کیونکہ اس کے باپ کے مرنے کے بعد ان لوگوں نے سوریا پر یلغار کی تھی۔ اس نے ان کے ساتھ جنگ کی اور قابوس بن منذر نے ان کے ملک پر قبضہ کر لیا پھر غسان اور روم کے درمیان تعلقات خوشگوار نہ رہے رومیوں نے

تین سال تک ان کی امداد سے ہاتھ کھینچے رکھا۔ حیرہ کے عربوں نے اس فرصت کو غنیمت سمجھا اور سوریا پر حملہ کر دیا۔ رومیوں نے مجبور ہو کر پھر غسانیوں کی امداد شروع کر دی۔ پھر قیصر روم اور غسانیوں کے حکمران منذر کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا لیکن قیصر کو اس کی وفاداری پر یقین نہ تھا۔ اس نے منذر کو صقلیہ کی طرف جلاوطن کر دیا۔ منذر طویل عرصہ تک جلاوطن رہا جس کی وجہ سے اس کے چاروں بیٹے قیصر کے خلاف مشتعل ہو گئے اور انہوں نے رومی حکومت کی فرمانبرداری کا معاہدہ توڑ دیا پھر وہ اپنے بڑے بھائی نعمان کی قیادت میں صحرا میں دور تک نکل گئے جب بھی انہیں فرصت ملتی رومیوں کی مملکت پر شب خون مارتے اور حملے کرتے۔ لیکن رومیوں کا قائد نعمان کو گرفتار کرنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کو ۵۸۳ء میں قسطنطنیہ کی طرف ہانک کر لے گئے۔ یوں عربوں کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا۔ جب منذر کو قسطنطنیہ لے جایا گیا تو ہر قبیلہ نے اپنا الگ الگ سردار مقرر کیا بعض قبائل نے ایرانیوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ۶۱۳ء میں ایرانیوں نے شام پر حملہ کیا اور بنی جفنہ کی حکومت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ان کے بعض امراء بلاد روم میں بھاگ کر چلے گئے اور بعض نے صحراؤں میں پناہ لی ایرانیوں کے رعب سے شامیوں کے دل کانپ اٹھے انہوں نے رومی حکام کو وہاں سے نکال دیا لیکن ۶۲۸ء میں پھر رومی ایرانیوں پر غالب آ گئے اور انہوں نے شام کے کھوئے ہوئے علاقے واپس لے لئے ہمارے پاس اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ہرقل نے شام کو فتح کرنے کے بعد بنی جفنہ کے کس امیر کو شام کا والی مقرر کیا ہو۔

البتہ یہ حقیقت ہے کہ غسانیوں نے رومیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کا بڑی شدومد سے مقابلہ کیا ان کا آخری بادشاہ جبلہ بن ایہم تھا حضرت فاروق اعظم کے زمانہ میں شکست کھانے کے بعد اس نے اسلام قبول کیا لیکن پھر مرتد ہو گیا اور اپنا وطن چھوڑ کر قسطنطنیہ میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔

غسانی قبائل صدیوں رومیوں کے زیر اثر رہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اپنی عربی تہذیب و تمدن کو ترک کر کے رومی تہذیب و تمدن کو اپنا لیا۔ غسانیوں نے اپنے علاقہ میں بڑے بڑے گرجے تعمیر کئے اور رومی کنیزوں کو اپنے حرموں میں داخل کر لیا ان کی عمارتوں میں سفید رنگ کا پتھر استعمال ہوتا تھا کیونکہ وہ عرصہ دراز سے رومیوں کے حلیف بن کر ایرانیوں سے برسرپیکار رہے تھے اس لئے فنون جنگ میں ان کو کمال حاصل ہو گیا وہ دفاع کے طریقوں سے پوری طرح واقف تھے۔

اہل عرب کی خصوصیات

جزیرہ عرب کے جغرافیائی اور سیاسی حالات اور مختلف علاقوں میں مختلف قبائل کی آباد کاری کی تفصیلات کا آپ مطالعہ فرما چکے ہیں۔

اب ہم اس جزیرہ کے باشندوں کی اخلاقی خصوصیات کا جائزہ لیں گے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ باوجود اس بات کے کہ جزیرہ عرب کا اکثر علاقہ لق ودق صحراؤں، ناقابل کاشت بنجر میدانوں اور ناقابل عبور ریگستانوں پر مشتمل تھا اس کے بسنے والے علم سے بالکل بے بہرہ تھے اس کے باوجود قدرت نے اس خطہ کو اور اس میں سکونت پذیر قوم کو کیوں اپنے محبوب مکرم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت کے لئے اور اس دین حنیف کی پہلی تجربہ گاہ بنانے کے لئے منتخب فرمایا اور ان اَن پڑھوں کو کیوں اس دولت سرمدی کا امین بنایا اس جائزہ سے آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اہل عرب میں ان خامیوں اور خرابیوں کے باوجود ایسی خوبیاں موجود تھیں جن کے باعث ان کو یہ امانت عظمیٰ تفویض کی گئی اور آنے والے حالات نے اس بات کی تصدیق کر دی کہ قدرت کا یہ انتخاب بالکل درست تھا۔ ان صحرانشینوں نے اپنے فرائض منصبی کو اس عمدگی سے انجام دیا کہ سارا عالم انگشت بدنداں ہو کر رہ گیا اللہ تعالیٰ نے ان کو فہم وفراست قوت حافظہ فصاحت وبلاغت، غیرت وشجاعت، سخاوت ودریادلی، سخت کوشی، جفاکشی فنون جنگ میں مہارت اور دیگر کمالات سے اس فیاضی سے بہرہ ور فرمایا تھا کہ ان کی ہمعصرا قوام سے کوئی قوم کسی میدان میں بھی ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔

ہم قارئین کی خدمت میں ان کی انہی خداداد بے پایاں، صلاحیتوں کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں تاکہ ان کے سامنے وہ حکمت آشکارا ہو جائے جو قدرت کے اس انتخاب میں مضمر تھی۔

فراست وذہانت

اہل عرب کی فراست وذہانت عدیم النظیر تھی۔ مورخین نے بے شمار واقعات اپنی کتابوں میں تحریر کئے ہیں جن سے ان کی فراست وذہانت کا پتہ چلتا ہے ایک دو واقعات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک دولت مند شخص اپنے دو غلاموں کی معیت میں سفر پر روانہ ہوا۔ جب وہ نصف راستہ

طے کر چکے تو ان غلاموں نے اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس آدمی نے بھی تاڑ لیا کہ یہ مجھے قتل کرنے کا منصوبہ بنا چکے ہیں تو اس نے انہیں کہا کہ اگر تم مجھے قتل کرنے کا عزم مصمم کر ہی چکے ہو تو میرے ساتھ ایک حلفیہ وعدہ کرو کہ جب تم واپس جاؤ تو میرے گھر جانا اور میری دونوں بچیوں کو یہ شعر سنانا انہوں نے پوچھا کون سا شعر اس شخص نے جواب میں یہ شعر پڑھا

مَنْ مُبلغٌ بُنَيّتيَّ اَنَّ اَبَاهُمَا ۔۔۔ لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَدَرُّ اَبِيْكُمَا

ان دونوں غلاموں نے جب یہ سنا تو ایک نے دوسرے کو کہا کہ اس میں کوئی خطرہ والی بات نہیں یہ بے ضرر سا شعر ہے۔ جس سے اس کی آخری حسرت بھی پوری ہو جائے گی اور ہمیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچے گا چنانچہ انہوں نے اس کے ساتھ وعدہ کیا کہ جب وہ لوٹیں گے تو اس کے گھر جا کر اس کی بیٹیوں کو اس کی طرف سے یہ شعر سنا دیں گے جب وہ سفر سے لوٹے تو حسب وعدہ اس کے گھر گئے اس کی بڑی لڑکی سے ملاقات کی اور کہا تمہارے والد کو اس چیز نے آلیا جس سے کسی کو مفر نہیں یعنی موت۔ اس نے ہم سے قسم لی تھی کہ جب ہم واپس آئیں تو تمہیں اس کا یہ شعر سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے یہ شعر پڑھ کر اس بڑی لڑکی کو سنایا اس نے کہا کہ اس میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے باپ مجھے آگاہ کرنا چاہتا تھا لیکن تم ذرا صبر کرو۔ میں اپنی چھوٹی بہن کو بلا لاؤں وہ اس کو بلا کر لے آئی اسے واقعہ بھی بتایا اور اپنے باپ کا شعر بھی سنایا۔ سنتے ہی اس نے اپنی اوڑھنی اتار دی اور آہ و فغان شروع کر دی۔ اس نے کہا اے گروہ عرب! ان دونوں نے میرے باپ کو قتل کر دیا ہے لوگوں نے پوچھا تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہے۔ وہ کہنے لگی اس شعر کے دونوں مصرعے نامکمل ہیں دونوں مصرعے دوسرے مصرعے کے محتاج ہیں اس شعر میں پہلے اور دوسرے مصرعہ میں کوئی مناسبت نہیں در حقیقت یہ دو شعر ہیں اس شعر میں دونوں شعروں کا ایک ایک مصرعہ مذکور ہے اور دوسرا مصرعہ مقدر ہے انہوں نے پوچھا پھر یہ شعر کیسے ہونے چاہئیں اس نے کہا پہلا شعر یوں ہونا چاہئے۔

مَنْ مُخْبِرٌ بُنَيّتيَّ اَنَّ اَبَاهُمَا ۔۔۔ اَمْسٰى قَتِيْلًا بِالْفَلَاةِ مُجَنْدَلًا

"کون شخص ہے جو میری دونوں بچیوں کو یہ اطلاع دے کہ ان کا باپ قتل کر دیا گیا ہے اور اس کی لاش جنگل میں مٹی سے آلودہ پڑی ہوئی ہے۔"

لِلّٰهِ دَرُّكُمَا وَدَرُّ اَبِيْكُمَا ۔۔۔ لَنْ يَبْرَحَ الْعَبْدَانِ حَتّٰى يُقْتَلَا

"اے بچو! تم دونوں کی خوبیاں اور تمہارے باپ کی خوبیاں اللہ کے لئے ہیں ان غلاموں کو ہرگز نہ چھوڑا جائے یہاں تک کہ ان کو قتل کر دیا جائے۔"

لوگوں نے ان غلاموں کی تفتیش کی انہوں نے اپنے جرم کا اعتراف کیا چنانچہ بطور قصاص ان کو قتل کر دیا گیا۔ (۱)

اس قوم کی فراست اور ذہانت کا آپ اندازہ لگائیے جس کی ایک کم عمر بچی نے اس راز کا پردہ چاک کیا اور حقیقت حال کو آشکار کر دیا ان کی حد درجہ ذہانت و فطانت کے باعث ان کے نبی کو ان کی ہدایت کے لئے جو معجزہ دیا گیا وہ قرآن کریم تھا جو اپنے اعجاز بیان اور اسلوب بلاغت میں اپنی مثال نہیں رکھتا تھا قرآن کریم کے کلمات طیبات میں فصاحت و بلاغت کے جو سمندر ٹھاٹھیں مار رہے ہیں ان کی صحیح قدر و منزلت کا وہی لوگ اندازہ لگا سکتے تھے بسا اوقات ایک آیت سن کر ہی پھڑک اٹھتے تھے ان کے دل کی دنیا بدل جایا کرتی تھی احادیث مبارکہ میں بہت سے ایسے واقعات مذکور ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی ایک آیت تلاوت فرمائی اور اس کی برکت سے تاریک سینے بقعہ نور بن گئے۔

ایک اعرابی آیا۔ اس نے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف یہ آیتیں سنیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

"پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی وہ اسے دیکھ لے گا۔ اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہوگی وہ (بھی) اسے دیکھ لے گا۔" (الزلزال: ۷۔ ۸)

وہ اٹھ کر چلا گیا اور کہنے لگا کہ اس کے بعد مجھے مزید کسی نصیحت اور موعظت کی ضرورت نہیں۔

ایک اور واقعہ جو اپنی ندرت اور غرابت کے باعث بڑا اثر انگیز ہے سماعت فرمایئے سعد بن مالک، نعمان بن منذر کے دربار میں گیا۔ نعمان نے جو سوال اس سے پوچھا اس نے اس کا حیرت انگیز فصاحت کے ساتھ جواب دیا، نعمان کو اس کی فصاحت پر حسد پیدا ہوا اور اس نے اسے کہا کہ تم بڑے چرب زبان ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہارے مقابلہ میں ایک ایسا آدمی پیش

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۳۲۔ ۳۳

کر سکتا ہوں جو تم کو اس طلاقت لسانی کے باوجود لاجواب کر دے گا۔ سعد نے کہا کہ اگر آپ مجھے جان کی امان دیں اور ناراض نہ ہونے کا یقین دلائیں تو میں ایسے شخص کو جواب دینے کے لئے تیار ہوں چنانچہ نعمان نے اپنے ایک ادنیٰ خادم کو بلایا اور کہا کہ سعد کے منہ پر طمانچہ مارو اس نے اس کو طمانچہ دے مارا۔ نعمان کا مقصد یہ تھا کہ وہ اس سے برافروختہ ہو جائے گا اور گالی گلوچ پر اتر آئے گا اور میں اسے اس جرم کی سزا میں قتل کر دوں گا لیکن خلاف توقع طمانچہ کھانے کے بعد وہ خاموش کھڑا رہا۔ نعمان نے کہا اس کا جواب دو۔ سعد نے کہا سَفِيْهٌ مَّامُوْرٌ ایک احمق ہے جسے حکم دیا گیا ہے اور اس نے اس کی تعمیل کی ہے نعمان نے نوکر کو پھر کہا اس نے دوسرا طمانچہ مارا نعمان نے کہا اب جواب دو سعد نے کہا لَوْ نُهِيَ عَنِ الْاُوْلٰى لَمْ يَعُدْ لِلْاُخْرٰى یعنی اگر پہلے اسے روکا جاتا تو دوبارہ یہ حرکت نہ کرتا۔ نعمان کے حکم سے نوکر نے تیسرا طمانچہ مارا اور سعد سے پوچھا اس کا کیا جواب ہے سعد نے کہا رَبٌّ يُؤَدِّبُ عَبْدَهٗ ایک مالک ہے جو اپنے غلام کو ادب سکھا رہا ہے۔ نعمان نے ایک اور طمانچہ مارنے کا حکم دیا جس کی اس نے تعمیل کی۔ پھر پوچھا اس کا جواب دو۔ سعد نے کہا مَلَكْتَ فَاسْجَحْ تم مالک ہو تمہیں زیبا یہ ہے کہ عفو و درگزر سے کام لو۔ نعمان نے کہا تم نے درست کہا بیٹھ جاؤ۔

پھر نعمان نے اس کے بھائی عمرو بن مالک کو چراگاہوں کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا اس نے توقع سے زیادہ دیر کر دی جس سے نعمان غضب ناک ہو گیا اس نے قسم کھائی کہ جب عمرو واپس آئے گا تو وہ اس کو قتل کر دے گا۔ خواہ وہ چراگاہوں کی تعریف کرے یا ان کی مذمت کرے۔ کچھ دیر بعد عمرو واپس آ گیا نعمان اپنے امراء و رؤساء کے ساتھ اپنے دربار میں بیٹھا تھا۔ سعد، عمرو کا بھائی بھی وہاں موجود تھا۔ اسے معلوم تھا کہ نعمان نے اس کے بھائی کو قتل کرنے کی قسم کھائی ہے یہ اس کو بچانا چاہتا تھا۔ سعد نے کہا اے بادشاہ! کیا تم مجھے اجازت دیتے ہو کہ میں عمرو سے بات کروں بادشاہ نے کہا اگر تم نے اس سے بات کی تو میں تمہاری زبان کاٹ دوں گا اس نے کہا میں اس کو اشارہ کر سکتا ہوں۔ نعمان نے کہا اگر تم نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو میں تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ اس نے کہا کیا میں اسے آنکھوں سے اشارہ کر سکتا ہوں نعمان نے کہا اگر تم نے ایسا کیا تو تمہاری دونوں آنکھیں نکال دوں گا۔ آخر میں سعد نے کہا کیا میں اس کے لئے عصا کو کھٹکھٹا سکتا ہوں اس نے اس کی اجازت دے دی چنانچہ سعد نے ایک آدمی سے جو اس کے قریب بیٹھا تھا اس کا عصا مانگا اور اپنے عصا کو بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اس کا بھائی نعمان کے دربار میں کھڑا اپنے انجام کا انتظار کر رہا ہے سعد نے اپنے عصا کو دوسرے عصا کے ساتھ

کھنکھنایا بھائی نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے عصا سے اشارہ کر کے سمجھایا۔ عمرو سمجھ گیا کہ بھائی کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنی جگہ پر کھڑا رہوں پھر عصا کو کھنکھنایا پھر اسے آسمان کی طرف بلند کیا پھر اپنے عصا کو دوسرے عصا کے ساتھ چھوا۔ عمرو نے سمجھ لیا کہ اس کا مدعا یہ ہے کہ میں بادشاہ کو جواب دوں کہ میں نے خشک سالی کے آثار نہیں پائے پھر اس نے اپنے عصا کے ایک کنارے کو دوسرے عصا کے ساتھ بار بار کھنکھنایا اور اسے اونچا کیا۔ عمرو سمجھ گیا کہ وہ یہ جواب دے کہ وہاں گھاس وغیرہ اگا ہوا نہیں تھا۔ پھر اس نے اپنے عصا کو کھنکھنایا اور اس کو نعمان کی طرف کیا عمرو سمجھ گیا کہ بھائی مجھے کہہ رہا ہے کہ میں اب بادشاہ سے گفتگو کروں۔ عمرو نعمان کے قریب ہو گیا۔ نعمان نے اس سے پوچھا کہ کیا وہاں کی زرخیزی کی تم تعریف کرتے ہو۔ یا خشک سالی کی مذمت کرتے ہو۔ عمرو نے اپنے بھائی کے عصا کے اشاروں سے جو بات سمجھی تھی اس کی روشنی میں اس نے کہا کہ نہ میں خشک سالی کی مذمت کرتا ہوں اور نہ میں وہاں کی سرسبزی کی ستائش کرتا ہوں زمین ایسی ہے نہ اس کی زرخیزی کا پتہ چلتا ہے اور نہ اس کے بنجر ہونے کے بارے میں کچھ کہا جا سکتا ہے۔ قافلہ کے لئے پانی اور گھاس کی تلاش کرنے والا وہاں ٹھہر جاتا ہے ایک ناواقف، عارف بن جاتا ہے اور جو وہاں امن میں ہو وہ خوفزدہ ہو جاتا ہے۔ نعمان نے عمرو کے اس جواب کی تحسین کی اس طرح اس کو قتل سے نجات میسر آئی۔ (۱)

اُن کی ذہانت کا ایک محیر العقول واقعہ آپ اس باب میں ملاحظہ کریں گے جس میں حضور کے اجداد کرام کے حالات کا تذکرہ ہے ان میں مضر کے حالات کے ضمن میں یہ واقعہ مذکور ہے۔

اہل عرب کی قوت حافظہ

فہم و فراست کی نعمت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو بلا کی قوت حافظہ ارزانی فرمائی تھی۔ اگرچہ وہ لکھنے اور پڑھنے سے عاری تھے لیکن اپنی یادداشت کے بل بوتے پر انہوں نے اپنی جنگوں اور دیگر اہم واقعات کی تفصیلات کو محفوظ رکھا۔ وہ صرف اپنے سلسلہ نسب سے ہی پوری طرح باخبر نہ تھے بلکہ اپنے گھوڑوں کے نام اور ان کے نسب ناموں کو بھی پوری طرح جانتے تھے جو گھوڑا میدان جنگ میں غیر معمولی شجاعت اور کارکردگی کا مظاہرہ کرتا اس کی نسب سے وہ پوری طرح واقف رہتے تھے ان کے تمواروں میں جو ادبی محفلیں منعقد ہوتیں جن

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۳۳ تا ۳۵

میں دور ونزدیک سے آئے ہوئے فصحاء وبلغاء اپنے قصیدے سناتے یا اپنے خطبات سے لوگوں کے دلوں کو موہ لیتے سننے والے ایک بار سننے سے وہ پورا قصیدہ اور پورا خطبہ از بر کر لیتے پھر وہ اس سے آگے روایت کرتے رہتے اگر کسی کی زبان سے فی البدیہہ کوئی جملہ نکل جاتا تو وہ ضرب المثل بن جاتا اور جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ میں رواج پا جاتا۔ ضرب المثل کے ساتھ وہ واقعہ بھی اذہان میں نقش ہو جاتا جس کے پس منظر میں کسی کی زبان سے یہ جملہ نکلتا ہر شاعر کا ایک "راویہ" ہوا کرتا جس کا کام یہ تھا کہ شاعر کی زبان سے نکلنے والا ہر شعر وہ یاد کر لیتا۔ ہر راویہ کو شعر کے مختلف اقسام، رجز، قصیدے وغیرہ اس قدر یاد ہوتے کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہوتا اصمعی جو متاخرین میں ادب کا امام شمار کیا جاتا ہے وہ کہتا ہے۔

کہ بالغ ہونے سے قبل مجھے اعراب بادیہ کے بارہ ہزار ارجوزے یاد تھے، یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ دنیا کی کوئی قوم قوت حافظہ میں اہل عرب کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔

فرانس کے وزیر تعلیم "دردی" نے اعتراف کیا ہے کہ عرب زبان میں جو وسعت ہے اور ہر چیز کے مختلف حالات اور مختلف صفات کے اعتبار سے الگ الگ نام ہیں ان کے ہاں مترادفات کی بھرمار ہے اس لئے ان کے شعر وسخن کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ ان کے ہاں شہد کے اسی نام ہیں سانپ کے دو سو شیر کے پانچ سو، اونٹ کے ایک ہزار، تلوار کے بھی ایک ہزار اور آلام ومصائب کی تعبیر کے لئے چار ہزار الفاظ ہیں وزیر موصوف لکھتے ہیں کہ ان تمام اسماء کو یاد کر لینا قوی حافظہ کے بغیر ممکن نہیں اہل عرب کو قدرت نے جو ذہانت اور قوت حافظہ عطا فرمائی تھی اس کا انکار ممکن نہیں۔ ان کے مشاہیر سے حماد نامی ایک راویہ تھا اس نے خلیفہ ولید کو کہا کہ وہ یہاں کھڑے کھڑے ایک سو قصیدہ زبانی سنا سکتا ہے اور ہر قصیدہ بیس سے سو اشعار پر مشتمل ہو گا۔ (۱)

کلام کی اس وسعت اور ایک مادہ سے مختلف صیغوں کے اشتقاق کے قواعد نے اس لغت کو مزید وسعتیں بخش دی تھیں جس کی وجہ سے اہل عرب میں مافی الضمیر کے اظہار اور بیان کی وہ قوت پیدا ہو گئی تھی جس کے باعث دنیا کی کوئی قوم ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ نہیں کر سکتی تھی۔

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۳۹۔ ۴۰

اہل عرب کی سخاوت و فیاضی

جزیرہ عرب کا اکثر حصہ لق و دق صحراؤں اور ریگستانوں پر مشتمل تھا۔ بارش بھی بہت کم مقدار میں برستی تھی معیشت کے دیگر ذرائع کا بھی فقدان تھا۔ اس لئے اہل عرب کی معاشی حالت اس وقت بڑی ناگفتہ بہ تھی۔ لیکن اس غربت و ناداری کے باوجود اللہ تعالیٰ نے سخاوت و فیاضی کی جو صفت ان کو مرحمت فرمائی تھی اس کی تفصیلات پڑھ کر انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے۔ ان کے اشعار کا بہترین حصہ وہ ہے جن میں انہوں نے اپنی فیاضیوں کا ذکر کیا ہے ان کا یہ دستور تھا کہ رات کو اونچے ٹیلوں پر آگ روشن کر دیتے تاکہ اگر رات کے وقت کسی مسافر کا وہاں سے گزر ہو تو وہ اس آگ کو دیکھ کر ان صحرانشین بدؤں کے خیموں تک پہنچ سکے اور جب کوئی بھٹکا ہوا مسافر آدھی رات کے وقت ان کے ہاں پہنچ جاتا تو اس کی خاطر و مدارات کی وہ حد کر دیتے۔ ایک شاعر اپنے غلام کو کہتا ہے۔

اَوْقِدْ فَاِنَّ اللَّيْلَ لَيْلٌ قَرٌّ   وَالرِّيْحُ يَا وَاقِدُ رِيْحٌ صِرٌّ
عَلَّ يَرٰى نَارَكَ مَنْ يَمُرُّ   اِنْ جَلَبْتْ ضَيْفًا فَاَنْتَ حُرٌّ

"اے واقد! اونچے ٹیلے پر آگ کو جلا کیونکہ رات بہت ٹھنڈی ہے اور سرد ہوائیں چل رہی ہیں شاید کوئی گزرنے والا تیری آگ کو دیکھ لے اگر اس آگ نے کسی مہمان کو اپنی طرف کھینچ لیا تو تو آزاد ہو گا۔" (۱)

وہ صرف اونچی جگہوں پر آگ ہی نہیں جلایا کرتے تھے بلکہ اس خیال سے کہ شاید رات کا مسافر بینائی سے محروم ہو اور وہ آگ کو نہ دیکھ سکے۔ اس لئے وہ خوشبودار بخور آگ پر چھڑک دیتے تھے جس کی خوشبو دور دور تک پھیل جایا کرتی تھی۔ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اندھا مسافر اگر آگ کو دیکھنے سے قاصر ہے تو خوشبو سونگھ کر ہی وہ ان کے پاس پہنچ جائے۔

اس کے علاوہ وہ کتے پالا کرتے تھے اپنے ریوڑوں کی حفاظت کے علاوہ ان کتوں کے پالنے کا یہ مقصد بھی تھا کہ وہ رات کے سناٹے میں بھونکیں ان کی آواز دور دور تک پہنچے گی۔ اور رات کے صحرانورد مسافر ان کے خیموں تک بآسانی پہنچ جائیں گے۔

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۷۸

ایک شاعر اپنے کتے کے بارے میں اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔

اُوْصِیْكَ خَیْرًا بِهٖ فَاِنَّ لَهٗ   خَلَائِقًا لَا اَزَالُ اَحْمَدُهَا

یَدُلُّ ضَیْفِیْ عَلَیَّ فِیْ غَسَقِ اللَّیْلِ   اِذَا النَّارُ نَامَ مُوْقِدُهَا

"اے بیٹے! میں تجھے اس کتے کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ تم اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا کیونکہ اس میں ایسی خوبیاں ہیں جن کو میں بہت پسند کرتا ہوں۔

یہ رات کی تاریکی میں میرے مہمان کو اس وقت میرے پاس لے آتا ہے جب آگ کے جلانے والا سو جایا کرتا ہے۔" (۱)

ان کی سخاوت کے چند واقعات بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن قحفان کے پاس اس کی بیوی کا بھائی آیا۔ تو اس نے اپنے اونٹوں سے اسے ایک اونٹ دیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ جاؤ رسی لے آؤ تاکہ وہ اس اونٹ کو اپنے اونٹوں کی قطاروں کے ساتھ باندھ دے پھر اس کو اس نے دوسرا اونٹ دیا اور اپنی بیوی سے رسی طلب کی۔ پھر تیسرا دیا اس کے لئے بیوی سے رسی طلب کی یہاں تک کہ بیوی نے کہا میرے پاس تو اب کوئی رسی نہیں ہے تو سالم نے کہا علی الجمال وعلیک الحبال۔ کہ اونٹ دیتے چلے جانا میرا کام ہے، اور اونٹوں کے لئے رسیاں مہیا کرنا تیرا کام ہے اس کی بیوی نے اوڑھنی اتار کر اس کی طرف پھینکی اور کہا کہ اس کو پھاڑ پھاڑ کر رسیاں بناتے جاؤ۔ تو سالم نے فی البدیہہ یہ اشعار کہے۔

لَا تَعْذِلِیْنِیْ فِی الْعَطَاءِ وَیَسِّرِیْ   لِكُلِّ بَعِیْرٍ جَاءَ طَالِبُهٗ حَبْلًا

"تو مجھے بخشش اور عطاء میں ملامت نہ کرنا اور اونٹ کا طلب کرنے والا جب بھی کوئی آئے تو اس کے لئے رسی مہیا کرنا۔"

فَاِنِّیْ لَا تَبْكِیْ عَلَیَّ اِفَالُهَا   اِذَا شَبِعَتْ مِنْ رَوْضِ اَوْطَانِهَا بَقْلًا

"کیونکہ اونٹوں کے بچے جب تک انہیں چرنے کے لئے سبز گھاس ملتا رہے میری موت پر نہیں روئیں گے۔"

فَلَمْ اَرَ مِثْلَ الْاِبِلِ مَالًا لِمُقْتَنٍ   وَلَا مِثْلَ اَیَّامِ الْحُقُوْقِ لَهَا سُبُلًا

"میں اونٹوں کی مانند کوئی دوسرا مال نہیں دیکھتا جس کو بچا کر اپنے پاس

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۷۰

رکھا جائے اور جب حق ادا کرنے کا وقت آئے تو ان سے بہتر اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ "

اس کی بیوی بھی سخاوت اور فصاحت میں اپنے خاوند سے کم نہ تھی یہ شعر سن کر اس کی شاعری کی حس بھی بیدار ہوئی اور اس نے فی البدیہہ جواباً یہ شعر کہے۔

حلفت یمینا یا ابن قحفان بالذی تکفل بالارزاق فی السھل والجبل

"اے قحفان کے فرزند! میں اس ذات کی قسم کھاتی ہوں جس نے میدانوں اور پہاڑوں میں ہر چیز کی رزق رسانی کا ذمہ لیا ہوا ہے۔ "

تزال حبال محصدات اعدھا لھا ما مشی منھا علی خفہ جمل

"جب تک اونٹ اپنے پاؤں پر چلتے رہیں گے میں رسیاں بٹ کر تیار کرتی رہوں گی۔ "

فاعط ولا تبخل لمن جاء طالبا وعندی لھا خطم وقد زاحت العلل

"تم دیتے چلے جاؤ اور جو مانگنے کے لئے آئے اس کے سامنے بخل کا مظاہرہ نہ کرو میرے پاس ان اونٹوں کے لئے رسیاں موجود پاؤ گے اور ساری علتیں دور ہو جائیں گی۔ " (۱)

ایک اور عجیب و غریب واقعہ سنئے۔

ابو ریاش لکھتا ہے کہ عمیلہ فزاری ابن عنقا فزاری کے پاس سے گزرا وہ اپنی بکریوں کے لئے گھاس کاٹ رہا تھا۔ عمیلہ نے پوچھا اے ابن عنقاء تمہاری یہ حالت کیسے ہوئی اس نے جواب دیا گردش زمانہ، بھائیوں کی معذرت اور تیرے جیسے لوگوں کے بخل کے باعث میری یہ حالت ہے یہ سن کر عمیلہ نے جواب دیا۔ بخدا کل سورج طلوع ہونے سے پہلے تم ہماری طرح ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد دونوں اپنے اپنے گھروں کی طرف چل دیئے عمیلہ اس وقت نوجوان تھا ابھی اس کی مونچھیں بھیگ رہی تھیں ابن عنقاء نے ساری رات بستر پر پہلو بدلتے گزار دی اور اسے ایک لحہ کے لئے بھی نیند نہ آئی وہ ساری رات عمیلہ کی بات پر غور کرتا رہا۔

ابن عنقا کی بیوی نے اس بے قراری کی اس سے وجہ پوچھی اس نے سارا واقعہ اسے کہہ سنایا بیوی نے اسے کہا۔ تم دیوانے ہو گئے ہو۔ تمہاری عقل جاتی رہی ہے تم نے اس نوخیز نوجوان کی بات کو اپنے پلے باندھ لیا ہے۔ رات یونہی گزر گئی جب صبح ہوئی تو ابن عنقا کی بیٹی نے اسے کہا کہ اگر تم

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۵۱۔ ۵۲

عمیلہ کے پاس چلے جاتے تو بہتر تھا۔ اس نے تمہارے ساتھ مال بانٹنے کا وعدہ جو کیا تھا۔

ابن عنقاء نے کہا بیٹی! وہ نوجوان اس وقت مدہوش تھا۔ اسے خبر ہی نہیں کہ اس نے اپنی زبان سے کیا کہا ہے باپ بیٹی ابھی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک سامنے سے رات کی طرح اونٹوں بکریوں گھوڑوں کا جم غفیر انہیں آتا ہوا دکھائی دیا جب یہ ساری چیزیں وہاں پہنچ گئیں تو عمیلہ نے باآواز بلند کہا اے ابن عنقاء ادھر آؤ یہ میرا سارا مال ہے آؤ آپس میں برابر برابر بانٹ لیں چنانچہ اس نے نصف اونٹ نصف گھوڑے نصف بکریاں نصف غلام لونڈیاں اپنے پاس رکھ لیں اور دوسرا نصف ابن عنقاء کے حوالے کر دیا۔ یوں برابر برابر تقسیم کر کے واپس چلا گیا۔ (۱)

ایک اور شاعر اپنے ممدوح کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

سَاَشْكُرُ عَمْرًا اِنْ تَرَاخَتْ مَنِيَّتِيْ اَيَادِيَ لَمْ تُمْنَنْ وَاِنْ هِيَ جَلَّتِ

"اگر موت نے مجھے مہلت دی تو میں عمرو کا ان نعمتوں پر شکریہ ادا کروں گا جو اگرچہ جلیل القدر ہیں لیکن اس نے کبھی مجھ پر ان کا احسان نہیں جتلایا۔"

فَتًى غَيْرُ مَحْجُوْبِ الْغِنٰى عَنْ صَدِيْقِهٖ وَلَا مُظْهِرُ الشَّكْوٰى اِذَا النَّعْلُ زَلَّتِ

"وہ ایسا جوان ہے کہ اپنے دوست سے اپنی دولت کو چھپا کر نہیں رکھتا اور اگر اس کا پاؤں پھسل جائے تو اس پر شکوہ سنج نہیں ہوتا۔"

رَاٰى خُلَّتِيْ مِنْ حَيْثُ يَخْفٰى مَكَانُهَا فَكَانَتْ قَذٰى عَيْنَيْهِ حَتّٰى تَجَلَّتِ

"اس نے میری حاجت کو وہاں سے دیکھ لیا جہاں وہ عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی تھی میری وہ حاجت اس کی آنکھوں کا تنکا بنی رہی جب تک وہ پوری نہ کر دی گئی۔" (۲)

اہل عرب کے اشعار میں سخاوت و فیاضی کے ایسے ایسے دلکش مناظر بیان کئے گئے ہیں جنہیں پڑھ کر انسان ان پر تحسین و آفرین کے پھول نچھاور کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے دل تو چاہتا ہے کہ ادب عالی اور خلق سامی کے ان ادب پاروں کو ایک ایک کر کے ناظرین کی خدمت میں پیش کروں تاکہ وہ ان سے لطف اندوز بھی ہوں اور اہل عرب کے جذبہ فیاضی کی لامحدود

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۵۳

۲۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۵۴

وسعتوں کا بھی مشاہدہ کریں لیکن مقام کی تنگ دامانی مزید تفصیلات بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتی۔ اس لئے اسی پر اکتفا کر تا ہوں۔

عرب میں ایسے ایسے عدیم المثال، عظیم المرتبت، فیاض گزرے ہیں جن کی فیاضی اور سخاوت کے باعث تاریخ ان کو ہمیشہ یاد کرنے پر مجبور ہے۔ اس طویل فہرست میں سے چند مشہور سخیوں کے نام درج ہیں۔

۱۔ حاتم طائی ۲۔ کعب بن مامہ الایادی ۳۔ اوس بن حارثہ الطائی ۴۔ ہرم بن سنان ۵۔ عبداللہ بن جدعان التیمی وغیرھم۔

ان کے نام کرم و سخا میں ضرب الامثال کے طور پر لئے جاتے ہیں۔ ماویہ، حاتم کی بیوی نے اس کی سخاوت کا ایک واقعہ سنایا ہے۔ جو قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اس نے بیان کیا۔

ایک مرتبہ شدید قحط پڑا یہاں تک کہ بھوک سے سارے جانور بھی ہلاک ہو گئے ایک رات ہم سخت بھوکے تھے بچے بھی بھوک کی شدت کے باعث رو رہے تھے حاتم نے اپنے بیٹے عدی کو بہلانا شروع کیا اور میں نے سفانہ بیٹی کو بہلانا شروع کیا یہاں تک کہ وہ سو گئے۔ پھر حاتم نے باتوں سے میری دلجوئی شروع کی تاکہ میں بھی سو جاؤں۔ مجھے اس کی حالت زار پر رحم آیا میں نے یوں ظاہر کیا گویا میں سو گئی ہوں اس نے بار بار پوچھا کیا تم سو گئی ہو میں نے جواب نہ دیا تاکہ اسے میرے سو جانے کا یقین ہو جائے حاتم بھی خاموش ہو گیا اس نے خیمہ کے باہر نظر دوڑائی اس نے دیکھا کوئی چیز اس کے قریب آرہی ہے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک عورت تھی جو یہ کہہ رہی تھی۔ اے سفانہ کے باپ! میں بھوک سے بلکتے ہوئے معصوم بچوں کے پاس سے آئی ہوں حاتم نے کہا جاؤ ان بچوں کو لے آؤ بخدا میں ان کو پیٹ بھر کر کھلاؤں گا میں اٹھ بیٹھی میں نے کہا حاتم! یہ تم نے کیا کہا ہے۔ ان بچوں کو کیا کھلاؤ گے تمہارے اپنے بچے تو بھوک کے مارے روتے روتے سوگئے وہ خاموشی سے اٹھا اپنے گھوڑے کے پاس گیا اسے ذبح کر ڈالا پھر آگ جلائی پھر اس پر گھوڑے کے گوشت کو بھونا اور اس عورت کو کہا اپنے بچوں کو خوب کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ اور مجھے کہا تم بھی اپنے بچوں کو جگاؤ۔ میں نے انہیں جگایا۔ اس نے کہا بخدا یہ خست اور کمینگی کی انتہا ہے کہ تم لوگ کھاؤ اور میرے قبیلہ والے بھوکے رہیں چنانچہ وہ اپنے قبیلہ کے ہر گھر میں گیا اور ان کو دعوت دی کہ جہاں آگ جل رہی ہے وہاں آئیں اور ضیافت میں شامل ہوں سب جمع ہو گئے سب نے پیٹ بھر کر کھایا حاتم اپنی چادر سے اپنا منہ ڈھانپ کر

ایک طرف بیٹھ گیا۔ تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا لیکن حاتم نے ایک لقمہ بھی اپنے منہ میں نہ ڈالا۔

اس سے بھی ایک عجیب وغریب واقعہ ہے، جو حاتم کی موت کے بعد رونما ہوا محرز، جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں وہ روایت کرتے ہیں قبیلہ عبدالقیس کا ایک گروہ حاتم کی قبر کے پاس سے گزرا اس کے نزدیک انہوں نے رات بسر کرنے کے لئے پڑاؤ کیا ان میں سے ایک آدمی جس کا نام ابوالعیبری تھا اٹھا اور اس نے آکر حاتم کی قبر کو لاتیں مارنا شروع کر دیں اور کہا ہم تیرے مہمان ہیں، ہماری مہمان نوازی کرو کسی نے اس کو کہا تمہیں شرم نہیں آتی تم مرے ہوئے شخص سے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اس نے کہا نئی طے کہتے ہیں کہ اب بھی اگر کوئی شخص حاتم کی قبر کے پاس جائے اور رات وہاں بسر کرے تو وہ ان کی مہمان نوازی کرتا ہے چنانچہ رات ہو گئی سب سو گئے آدھی رات کے وقت ابوالعیبری گھبرایا ہوا اٹھا وہ کہہ رہا تھا۔ وا راحلتاہ وا راحلتاہ ہائے میری سواری! ہائے میری سواری! لوگوں نے کہا تجھے کیا ہو گیا اس نے بتایا میں نے حاتم کو خواب میں دیکھا اس نے اپنی تلوار سے میری اونٹنی کی کوچیں کاٹ ڈالی ہیں میں سب کچھ دیکھ رہا تھا حاتم نے چند شعر کہے جو مجھے یاد ہیں۔

أَبَا الْخَيْبَرِيِّ وَأَنْتَ امْرُؤٌ ظَلُومُ الْعَشِيرَةِ شَتَّامُهَا

"ابوالعیبری! تم ایسے آدمی ہو جس نے قبیلہ پر ظلم کیا ہے اور اسے برا بھلا کہا ہے۔"

أَتَيْتَ بِصَحْبِكَ تَبْغِي الْقِرَى لَدَى حُفْرَةٍ قَدْ صَدَتْ هَامُهَا

"تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ایک ایسے گڑھے پر مہمانی طلب کرنے کے لئے آئے ہو جس میں مدفون شخص کی کھوپڑی گل گئی ہے۔"

أَتَبْغِي لِيَ الذَّمَّ عِنْدَ الْمَبِيتِ وَحَوْلَكَ طَيٌّ وَأَنْعَامُهَا

"کیا تو رات کے وقت میرے لئے مذمت کا ارادہ کرتا ہے حالانکہ تیرے ارد گرد بنی طے قبیلہ آباد ہے اور اس کے اونٹ بھی موجود ہیں۔"

فَإِنَّا لَنُشْبِعُ أَضْيَافَنَا وَنَأْتِي الْمَطِيَّ فَنَعْتَامُهَا

"ہم اپنے مہمانوں کو سیر کرتے ہیں اور اپنی اونٹنیوں کو دیر کے بعد دوہتے ہیں۔"

ہم اٹھے اور اس شخص کی اونٹنی کے پاس گئے اس کا ایک پاؤں کٹا ہوا تھا چنانچہ ہم نے اس کو

ذبح کیا اس کا گوشت خوب پیٹ بھر کر کھایا لوگوں نے کہا حاتم نے زندگی اور موت میں ہماری ضیافت کی ہے اور اس آدمی کو جس کی اونٹنی ذبح کی گئی تھی اسے پیچھے سوار کر لیا اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے راستہ میں انہیں ایک شتر سوار ملا اسکے ہاتھ میں ایک دوسرے اونٹ کی نکیل تھی اس نے پوچھا تم میں ابو الخیبری کون ہے اس آدمی نے کہا میں ہوں ۔ اس نے کہا یہ اونٹ پکڑ لو ۔ میں حاتم کا بیٹا عدی ہوں وہ مجھے خواب میں ملا اور اس نے کہا کہ اس نے تمہاری اونٹنی ذبح کر کے تمہاری ضیافت کی ہے مجھے حکم دیا کہ میں تمہیں سواری کے لئے اونٹ پہنچا دوں چنانچہ اس نے اونٹ کی نکیل اس کو تھما دی اور خود چلا گیا ۔ (۱)

اہل عرب کی شجاعت

اہل عرب جن خوبیوں سے متصف تھے ان میں سے ایک اعلیٰ ترین خوبی ان کی شجاعت اور بہادری تھی اپنی عزت و ناموس کے لئے اپنے حقوق کے تحفظ اور ان کی بازیابی کے لئے اپنے قبیلہ کی سطوت کا ڈنکا بجانے کے لئے وہ اپنی متاع زیست کو قربان کرنے کے لئے بلا تامل تیار ہو جایا کرتے تھے اپنا سر کٹا دینا، اپنے جسم کے پرزے اڑا دینا ۔ عالم شباب میں موت کا تلخ پیالہ اپنے لبوں سے لگا لینا ان کے لئے ادنیٰ سی بات تھی وہ زندگی اور اس کے عیش و طرب کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے اپنی عزت اور اپنے قبیلہ کی آبرو کو بچانے کے لئے موت سے کھیل جانا ان کے لئے قطعاً کوئی خوفناک کھیل نہ تھا وہ اپنے خیال کے مطابق اپنے اعلیٰ مقاصد کے لئے اپنی جان اور خون کا نذرانہ پیش کرنا اپنا فرض اولین سمجھا کرتے تھے ان کی ساری زندگیاں اپنے دشمنوں سے لڑتے ہوئے گزرتی تھیں وہ میدان جنگ کی موت کو بستر پر ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے پر ترجیح دیا کرتے ۔ بستر کی موت ان کے لئے قابل مذمت تھی ایک عرب کو اس کے بھائی کے قتل ہو جانے کی اطلاع دی گئی تو اس نے بڑے سکون سے کہا ۔

اِنْ یُقْتَلْ فَقَدْ قُتِلَ اَبُوْہُ وَاَخُوْہُ وَعَمُّہٗ اِنَّا وَاللّٰہِ لَا نَمُوْتُ حَتْفًا وَلٰکِنْ قَطْعًا بِاَطْرَافِ الرِّمَاحِ ۔ وَمَوْتًا تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ ۔

"اگر میرا بھائی قتل ہو گیا ہے تو کیا ہوا اس سے پہلے اس کا باپ اس کا بھائی اور اس کا چچا بھی میدان جنگ میں قتل ہوئے تھے بخدا ہم بستر پر نہیں مرا

---

۱ ۔ بلوغ الارب ، جلد اول ، صفحہ ۷۴ - ۷۵

کرتے بلکہ نیزوں کی انیوں سے ہمارے پرزے اڑائے جاتے ہیں اور ہم تلواروں کے سائے میں موت کا پیغام قبول کرتے ہیں"۔

ایک عرب شاعر سموؤل نے کیا خوب کہا ہے۔

وَمَا مَاتَ مِنَّا سَيِّدٌ حَتْفَ أَنْفِهِ وَلَا طُلَّ مِنَّا حَيْثُ كَانَ قَتِيلُ

"ہمارا کوئی سردار طبعی موت نہیں مرا اور نہ ہی ہمارے کسی مقتول کا خون ضائع ہوا ہے۔"

تَسِيلُ عَلَى حَدِّ الظُّبَاةِ نُفُوسُنَا وَلَيْسَتْ عَلَى غَيْرِ الظُّبَاةِ تَسِيلُ

"ہماری جانیں تلوار کی تیز دھار پر بہتی ہیں اس کے علاوہ وہ اور کسی چیز پر نہیں بہتیں۔"

ان کی شاعری جنگ وجدال کی تصویر کشی سے عبارت ہے جہاں وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے ہیں دشمن کی طرف سینہ تان کر آگے بڑھتے ہیں پیٹھ پھیر کر میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا گویا انہیں معلوم ہی نہیں ایک جاہلی عرب کہتا ہے۔

مُحَرَّمَةٌ أَكْفَالُ خَيْلِي عَلَى الْقَنَا وَدَامِيَةٌ لَبَّاتُهَا وَنُحُورُهَا

"نیزوں پر میرے گھوڑے کے پٹھے حرام ہیں بلکہ اس کا سینہ اور اس کی گردن خون سے لہولہان ہوتی ہے۔"

حَرَامٌ عَلَى أَرْمَاحِنَا طَعْنُ مُدْبِرٍ وَتَنْدَقُّ مِنْهَا فِي الصُّدُورِ صُدُورُهَا

"اس طرح ہمارے نیزوں پر حرام ہے کہ وہ کسی پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے کو اپنا نشانہ بنائیں بلکہ ہمارے نیزوں کے سینے اپنے مدمقابل کے سینہ میں جا کر گڑتے ہیں اور دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔"

ایک دوسرا شاعر اپنے بارے میں کہتا ہے۔

تَأَخَّرْتُ أَسْتَبْقِي الْحَيَاةَ فَلَمْ أَجِدْ لِنَفْسِي حَيَاةً مِثْلَ أَنْ أَتَقَدَّمَا

"میں پیچھے ہٹا تاکہ زندہ رہوں لیکن میں نے اپنے نفس کے لئے زندگی اس کے بغیر اور کسی امر میں نہ پائی کہ میں آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کروں۔"

عنترہ اپنی بیوی کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بَكَرَتْ تُخَوِّفُنِي الْحُتُوفَ كَأَنَّنِي أَصْبَحْتُ عَنْ غَرَضِ الْحُتُوفِ بِمَعْزِلِ

"میری بیوی نے سویرے سویرے مجھے موت سے ڈرانا شروع کر دیا گویا میں موت کی کمان کے ہدف سے کہیں الگ کھڑا ہوں۔"

فَأَجَبْتُهَا أَنَّ الْمَنِيَّةَ مَنْهَلٌ لَا بُدَّ أَنْ أُسْقَى بِكَأْسِ الْمَنْهَلِ

"میں نے اسے کہا کہ موت تو ایک گھاٹ ہے اور میرے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ میں موت کے گھاٹ سے پیالہ پیوں۔"

فَاقْنِي حَيَاءَكِ لَا أَبَا لَكِ وَاعْلَمِي أَنِّي امْرُؤٌ سَأَمُوتُ إِنْ لَمْ أُقْتَلِ

"اپنی حیاء کو محفوظ رکھ تیرا باپ نہ رہے اور اس حقیقت کو اچھی طرح جان لے کہ میں انسان ہوں اگر میں جنگ میں قتل نہ ہوا تو ویسے مر جاؤں گا۔"

شعراء عرب کی رزمیہ شاعری اس بلا کی اثر انگیز ہوتی ہے کہ اگر کوئی بزدل بھی اس کا مطالعہ کرے تو وہ بھی بہادر بن جاتا ہے اور شجاعت کا مظاہرہ کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

ابو الغول الطهوی کا زور کلام ملاحظہ ہو۔

فَدَتْ نَفْسِي وَمَا مَلَكَتْ يَمِينِي فَوَارِسَ صَدَّقَتْ فِيهِمْ ظُنُونِي

"میری جان بھی اور جو مال و دولت میرے پاس ہے وہ بھی ان سواروں پر قربان ہو جائے جنہوں نے میرے گمانوں کو سچا کر دکھایا۔"

فَوَارِسُ لَا يَمَلُّونَ الْمَنَايَا إِذَا دَارَتْ رَحَى الْحَرْبِ الزَّبُونِ

"ایسے شہسوار جو موتوں سے دل برداشتہ نہیں ہوتے جب خوفناک جنگ کی چکی چلنے لگتی ہے۔"

وَلَا يَجْزُونَ مِنْ حَسَنٍ بِسَيِّئٍ وَلَا يَجْزُونَ مِنْ غِلَظٍ بِلِينِ

"وہ سوار جو اچھائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے اور نہ سختی کے مقابلہ میں نرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔"

فَنَكَّبَ عَنْهُمُ دَرْأَ الْأَعَادِي وَدَاوَوْا بِالْجُنُونِ مِنَ الْجُنُونِ

"ان سے دشمنوں کے حملوں کو دور کر دیا اور انھوں نے جنون کا علاج جنون سے کیا۔" (۱)

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۱۰۴۔ ۱۱۴

بنی قیس کا ایک شاعر کہتا ہے۔

اِنَّا مُحَیُّوْکِ یَا سَلْمٰی فَحَیِّیْنَا   وَاِنْ سَقَیْتِ کِرَامَ النَّاسِ فَاسْقِیْنَا

"اے سلمٰی ہم تجھے سلام اور دعا کہتے ہیں اور تو بھی ہمیں سلام اور دعا کہہ اگر تیرا شیوہ یہ ہے کہ تو برگزیدہ لوگوں کو شراب پلاتی ہے تو ہمیں پلا۔"

وَاِنْ دَعَوْتِ اِلٰی جُلّٰی وَمَکْرُمَۃٍ   یَوْمًا سَرَاۃً کِرَامَ النَّاسِ فَادْعِیْنَا

"اگر کسی عظیم کام اور محترم مقصد کے لئے تو کسی دن بزرگ لوگوں کے سرداروں کو دعوت دے تو ہمیں دعوت دے کیونکہ ہم ہی وہ لوگ ہیں۔"

اِنَّا بَنِیْ نَهْشَلٍ لَا نَدَّعِیْ لِاَبٍ   عَنْہُ وَلَا هُوَ بِالْاَبْنَاءِ یَشْرِیْنَا

"ہم بنی نہشل قبیلہ کے لوگ ہیں ہم اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کرتے اور نہ ہمارے باپ دوسروں کے بیٹوں سے ہمیں فروخت کرنا پسند کرتے ہیں۔"

اِنَّا لَنُرْخِصُ یَوْمَ الرَّوْعِ اَنْفُسَنَا   وَلَوْ نُسَامُ بِهَا فِی الْاَمْنِ اُغْلِیْنَا

"ہم جنگ کے روز اپنی جانوں کو ارزاں کر دیتے ہیں اگر امن کے دنوں میں ان کی قیمت لگائی جاتی تو وہ قیمت بہت گراں ہوتی۔"

اِنْ تُبْتَدَرْ غَایَۃٌ یَوْمًا لِمَکْرُمَۃٍ   تَلْقَ السَّوَابِقَ مِنَّا وَالْمُصَلِّیْنَا

"اگر کسی باعزت مقصد کی طرف گھڑ دوڑ ہو تو پہلا نمبر بھی ہمارا ہو گا اور دوسرا نمبر بھی ہمارا ہو گا۔"

اِذَا الْکُمَاۃُ تَنَحَّوْا اَنْ یُّصِیْبَهُمْ   حَدُّ الظُّبَاۃِ وَصَلْنَاهَا بِاَیْدِیْنَا

"اگر بہادر جنگ جو تلوار کی تیز دھار کے سامنے سے ہٹ جائیں تو ہم آگے بڑھ کر اس کو اپنے ہاتھوں سے پکڑ لیتے ہیں۔" (۱)

اس قسم کے شجاعت انگیز اور روح افروز اشعار کہاں تک لکھتا چلا جاؤں اس میدان میں جن شعراء نے اظہار خیال کیا ہے اور داد فصاحت و بلاغت دی ہے اپنی شجاعت و بسالت کی ایسی دلکش منظر کشی کی ہے۔ کہ سننے والے کی رگوں میں غیرت و حمیت کا خون بجلی بن کر دوڑنے

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، صفحہ ۱۱۶

لگتا ہے۔

اہلِ عرب کی وفائے عہد کی شان

وفا، سچائی اور انصاف کے قبیلہ سے ہے اس کے برعکس غدر اور دھوکا، جھوٹ اور ظلم کے قبیلہ سے ہے کیونکہ وفا نام ہے زبان اور عمل سے سچ بولنے کا اور غدر نام ہے زبان اور عمل سے جھوٹ بولنے کا اس لئے وعدہ کی پابندی کا قرآن کریم نے بار بار حکم دیا ہے اور وعدہ پورا کرنے والوں کی ستائش فرمائی ہے۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِیَّایَ فَارْهَبُوْنِ (البقرۃ: ۴۰)

"تم نے میرے ساتھ جو عہد کیا ہے اس کو تم پورا کرو میں نے تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا ہے اسے میں پورا کر دوں گا۔"

ارشادِ الٰہی ہے۔

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ (النحل: ۹۱)

"کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے وعدہ کرو تو اسے پورا کرو۔"

کوئی قوم بلکہ کوئی انسانی معاشرہ باہمی اعتماد کے بغیر ترقی نہیں کر سکتا جہاں عہد شکنی اور وعدہ خلافی کی وبا عام ہو، وہ معاشرہ زوال وانحطاط کا شکار ہو جاتا ہے اہلِ عرب کی گوناگوں خوبیاں جن میں سے چند ایک کا ذکر ہم پہلے کر آئے ہیں ان میں سے ایک یہ خوبی بھی تھی کہ اگر وہ کسی سے وعدہ کرتے تو اس کو پورا کرتے۔ خواہ اس سلسلہ میں ان کو مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا بلکہ جان کی بازی بھی ہارنی پڑتی طبعی طور پر وہ جھوٹ سے نفرت کرتے اور جھوٹے کو حقیر اور ذلیل سمجھتے اسی طرح سچ بولنا ان کے نزدیک صفاتِ محمودہ میں سے تھا۔ اور سچے آدمی کی تعظیم و تکریم کرنا ان کا قومی شعار تھا عہد جاہلیت کی تاریخ میں ہمیں بیشمار ایسے واقعات ملتے ہیں جب کہ اہل عرب نے مال و جان کی قربانی دے کر بھی اپنے قول کی لاج رکھی اور اس کو اپنا فرض سمجھا۔ یہ چیز ان کے لئے باعث صد عز و شرف خیال کی جاتی تھی امام مرزوقی لکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے قبیلہ مضر کے لئے قحط سالی کی بددعا کی سات سال گزر گئے بارش کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا ہر طرف ویرانی ہی ویرانی پھیل گئی۔ گھاس خشک ہو گئی درختوں کے پتے جھڑ گئے اکثر چشموں اور تالابوں میں پانی کی ایک بوند بھی باقی نہ رہی ان حالات سے مجبور ہو کر ان کے سردار حاجب نے اپنی قوم کو جمع کیا کہ میں کسریٰ کے پاس جاتا ہوں اور اس سے اس کے ملک میں

رہائش اختیار کرنے کی اجازت طلب کرتا ہوں۔ تاکہ اس قحط کی تباہ کاریوں سے ہم اپنے آپ کو بچاسکیں قوم نے اس کی اس تجویز کی تحسین کی چنانچہ وہ کسریٰ کے پاس گیا اور اپنی تکالیف بیان کرنے کے بعد اس سے اجازت طلب کی کہ جب تک بارشیں نہیں برستیں اور قحط سالی کا خاتمہ نہیں ہوتا وہ اس کی قوم کو اپنے ملک میں رہنے کی اجازت دے۔ کسریٰ نے کہا تم اہل عرب فتنہ و فساد کے خوگر ہو غارتگری اور قزاقی تمہارا مرغوب پیشہ ہے اگر میں تمہیں اجازت دوں تو تم اپنی ان قبیح عادات کی وجہ سے میرے ملک و قوم کے امن و سکون کو تہ و بالا کر کے رکھ دو گے۔ حاجب نے کہا کہ میں اس کی ضمانت دیتا ہوں جب تک میری قوم تیرے ملک میں سکونت پذیر رہے گی اس قسم کی کوئی نازیبا حرکت نہیں کرے گی۔ کسریٰ نے کہا اس بات کا کوئی ضامن ہے کہ تم اس وعدہ کو پورا کرو گے حاجب نے کہا میں بطور ضمانت اپنی کمان تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں جب وہ کمان لے کر آیا تو اس کو دیکھ کر اہل دربار ہنس پڑے لیکن کسریٰ نے کہا ہمیں منظور ہے تم یہ کمان لے لو چنانچہ چند عرصہ حاجب اپنی قوم کے ساتھ وہاں رہا قوم کے ہر فرد نے اپنے سردار کے اس قول کا پاس رکھا حاجب کی موت کے بعد بنی مضر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اپنی غلطیوں کی معافی مانگی التماس کیا کہ حضور ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے موسلا دھار بارشیں ہوئیں اور ان کا ویران علاقہ پھر سرسبز و شاداب ہو گیا مضر کا قبیلہ ایران سے واپس آکر اپنے علاقے میں آباد ہو گیا حاجب کا بیٹا عطارد، کسریٰ کے پاس گیا تاکہ اپنے باپ کی کمان اس سے لے آئے۔ کسریٰ نے اسے دیکھ کر کہا تم وہ آدمی نہیں ہو جس نے میرے پاس کمان رکھی تھی عطارد نے کہا بیشک لیکن جس نے کمان رکھی تھی وہ مر گیا ہے اور میں اس کا بیٹا ہوں اور اپنے باپ کی کمان لینے کے لئے حاضر ہوا ہوں چنانچہ کسریٰ نے وہ کمان اسے واپس کر دی اور اسے خلعت فاخرہ پہنائی جب وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا تو اس نے وہ خلعت بارگاہ رسالت میں ہدیہ کے طور پر پیش کی لیکن سرور عالم نے اسے قبول نہ فرمایا اس نے وہ خلعت ایک یہودی کو چار ہزار درہم میں فروخت کر دی۔

یہ بات قبیلہ مضر کے لئے فخر و مباہات کا باعث بن گئی چنانچہ ابو تمام کہتا ہے۔

إِذَا افْتَخَرَتْ يَوْمًا تَمِيمٌ بِقَوْسِهَا ۔۔۔ فَخَارًا عَلَى مَا وَطَّدَتْ مِنْ مَنَاقِبِ

"اگر بنو تمیم (مضر کی ایک شاخ) اپنی کمان کے باعث فخر کرے جس کی وجہ سے اسکے مناقب مستحکم ہوگئے ہیں۔"

فَأَنْتُمْ بِذِي قَارٍ أَمَالَتْ سُيُوفُكُمْ ۔۔۔ عُرُوشَ الَّذِينَ اسْتَرْهَنُوا قَوْسَ حَاجِبِ

"اے میری قوم! تم وہ بہادر ہو جن کی تلواروں نے ذی قار کی جنگ میں
ان بادشاہوں کے تختوں کو اوندھا کر دیا جنہوں نے حاجب کی کمان کو اپنے
پاس گروی رکھا تھا۔ "

ان کے ایفاء عہد کا ایک اور حیرت انگیز واقعہ سماعت فرمائیے۔

منذر بن ماء السماء، جو نعمان بن منذر کا دادا تھا اور حیرہ کا بادشاہ تھا اس نے سال میں دو دن مقرر کئے ہوئے تھے ایک کو یوم نعیم، یعنی خوشی اور نعمت کا دن اور دوسرے کو یوم البؤس یعنی رنج والم کا دن کہا جاتا۔ یوم نعیم کو جس پر اس کی سب سے پہلے نظر پڑتی۔ اس کو وہ شاہی اونٹوں میں سے سو اونٹ بطور انعام بخشتا۔ اور یوم بؤس کو جو شخص سب سے پہلے اس کے سامنے آتا اس کو وہ قتل کر دیتا ایک روز نعمان اپنے شاہی گھوڑے یحموم پر سوار ہو کر شکار کے لئے گیا اس نے ایک جنگلی گدھے کے پیچھے گھوڑا دوڑا یا وہ اس کوشش میں ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس کا جاننے والا کوئی نہ تھا۔ لاؤ لشکر سارا پیچھے رہ گیا بادل گھر کے آگئے بارش شروع ہوئی اس نے سر چھپانے کے لئے کوئی جگہ تلاش کرنا چاہی وہ ایسے مکان تک پہنچا جس میں بنی طے قبیلہ کا حنظلہ نامی ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ سکونت پذیر تھا نعمان نے ان دونوں سے پوچھا کیا تمہارے پاس سر چھپانے کی کوئی جگہ ہے۔ انہوں نے کہا ہاں تشریف لائیے حنظلہ کے پاس صرف ایک بکری تھی وہ اپنے نو وارد مہمان کو پہچانتا بھی نہیں تھا کہ یہ حیرہ کا فرمانروا ہے لیکن اپنی طبعی مہمان نوازی کی عادت سے مجبور ہو کر اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ یہ کوئی معزز شخص معلوم ہوتا ہے اس کے لئے کیا کیا جائے اس نے کہا میں نے تھوڑا سا آٹا بچا کر رکھا ہوا ہے۔ میں روٹی پکاتی ہوں تم اپنی بکری ذبح کرو چنانچہ اس نے پہلے بکری کا دودھ دوہا پھر اسے ذبح کر کے اس کا گوشت پکایا نعمان کو پہلے دودھ پلایا پھر کھانا کھلایا اور رات بھر اس سے باتیں کرتے رہے صبح نعمان وہاں سے روانہ ہوا تو اس نے بتایا میں نعمان ہوں کبھی میرے پاس آنا میں تمہیں اس خدمت کا صلہ دوں گا حنظلہ نے کہا انشاء اللہ کافی عرصہ گزر گیا یہاں تک کہ انہیں قحط سالی نے آلیا ان کی مالی حالت بڑی خستہ ہو گئی تو اس کی بیوی نے کہا کہ حیرہ کے بادشاہ نے تمہیں آنے کو کہا تھا اب اگر تم اس کے پاس جاؤ تو وہ تمہیں انعام واکرام سے نوازے گا اور ہماری بگڑی بن جائے گی۔ حنظلہ روانہ ہوا لیکن جس روز وہ نعمان کے دربار میں پیش ہوا وہ اس کا منحوس دن تھا نعمان نے اس کو پہچان لیا اور اس کو بہت دکھ ہوا کہ یہ آج کیوں اس کے پاس آیا ہے۔
حنظلہ نے اپنا تعارف کراتے ہوئے اسے کہا میں وہ ہوں جس کے پاس تم نے رات گزاری تھی

نعمان نے کہا میں نے پہچان لیا ہے لیکن کاش تم اس دن کے علاوہ کسی اور دن میرے پاس آتے اس نے کہا مجھے اس بات کا علم نہیں تھا نعمان نے کہا میں مجبور ہوں آج اگر میرا بیٹا قابوس میرے سامنے آ جاتا تو میں اس کا سر قلم کرنے سے بھی باز نہ آتا اس لئے میں مجبور ہوں میرے لئے تمہیں قتل کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اگر تمہاری کوئی حاجت ہے تو مانگو وہ میں تجھے دوں گا اس نے کہا میرے قتل کے بعد تمہارا یہ انعام و اکرام میرے کس کام آئے گا۔ اگر میرے قتل کے بغیر تمہیں کوئی چارہ نہیں تو مجھے مہلت دو تا کہ میں ایک مرتبہ اپنے گھر والوں سے مل آؤں ان کو آخری وصیتیں کر آؤں اور ان کے لئے جو انتظام میں کر سکتا ہوں وہ کروں پھر میں واپس آ جاؤں گا نعمان نے کہا اپنا کوئی ضامن دو حنظلہ نے ادھر ادھر نظر دوڑائی اس کی نگاہ شریک بن عمرو پر پڑی اس نے اس سے درخواست کی کہ وہ اس کا کفیل بنے لیکن اس نے انکار کر دیا۔ بنی کلب کا ایک آدمی جس کا نام قراد بن اجدع تھا وہ کھڑا ہو گیا اور نعمان کو مخاطب کر کے بولا۔

اَبَیْتَ اللَّعْنَ هُوَ عَلَیَّ "کہ میں اس کا ذمہ دار ہوں "۔ پھر نعمان نے حنظلہ کو پانچ سو اونٹنیاں دیں اور ایک سال کی میعاد مقرر کی جب سال گزر گیا اور اس میعاد میں ایک دن باقی رہ گیا تو نعمان نے قراد کو کہا کہ میں یہ خیال کرتا ہوں کہ کل تمہیں قتل کر دیا جائے گا کیونکہ جس کی تم نے ضمانت دی تھی وہ لوٹ کر ابھی تک نہیں آیا قراد نے کہا۔

فَاِنْ یَکُ صَدْرُ هٰذَا الْیَوْمِ وَلّٰی　　فَاِنَّ غَدًا لِنَاظِرِهٖ قَرِیْبُ

"اگر دن کا پہلا حصہ منہ موڑ چکا ہے تو کل کا دن بھی قریب ہے زیادہ دور نہیں۔"

دوسرے دن نعمان اپنے دستور کے مطابق مسلح ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اس جگہ پہنچا جہاں وہ اس روز پہلے نظر آنے والے شخص کو قتل کیا کرتا تھا۔ اس نے قراد کو کہا کہ سامنے آؤ اور جلاد کو اس کا سر قلم کرنے کا حکم دیا اس کے وزیروں نے کہا اے بادشاہ! جب تک یہ پورا دن ختم نہ ہو جائے۔ آپ اس کو قتل نہیں کر سکتے۔ اس نے اسے شام تک مہلت دے دی نعمان دل سے یہ چاہتا تھا کہ قراد قتل ہو جائے اور حنظلہ جس نے اس ویرانے میں اس کی مہمان نوازی کی تھی وہ کسی طرح بچ جائے۔ سورج ابھی ڈوبنے کے قریب ہے قراد کے کپڑے اتار دیئے گئے ہیں اس نے صرف چادر باندھی ہوئی ہے اسے پکڑ کر نطع پر کھڑا کر دیا گیا جلاد تلوار بے نیام کئے ہوئے اس کے پاس کھڑا ہے اور نعمان کے اشارہ ابرو کا منتظر ہے اسی اثناء میں دور

سے ایک آدمی آتا ہوا نظر آیا۔ نعمان نے قراد کو قتل کرنے کا حکم دیا لیکن اسے کہا گیا کہ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ آنے والا شخص کون ہے۔ اس وقت تک تم اسے قتل نہیں کر سکتے جب وہ قریب آیا تو وہ حنظلہ تھا۔ نعمان نے جب اس کو دیکھا تو اس کو از حد پریشانی ہوئی اس نے کہا جب تم ایک بار قتل سے بچ کر نکل گئے تھے پھر تم واپس کیوں آئے ہو اس نے جواب دیا "الوفا" یعنی جو وعدہ میں نے کیا تھا اس کا پورا کرنا مجھ پر لازم تھا۔ تمہیں وفا کا یہ درس کس نے دیا نعمان نے پوچھا اس نے کہا میرے دین نے، پوچھا تیرا دین کیا ہے اس نے کہا نصرانیت، نعمان نے کہا اس کی تعلیمات میرے سامنے پیش کرو چنانچہ اس نے نصرانیت کی تعلیمات اس کے سامنے پیش کیں نعمان نے اس روز اس دین کو قبول کیا اور حیرہ کے تمام باشندوں نے اپنے بادشاہ کی اقتداء کرتے ہوئے نصرانیت اختیار کر لی۔ اس دن سے نعمان نے اپنے اس طریقہ کار کو ختم کر دیا۔ اس نے قراد اور حنظلہ دونوں کو معاف کر دیا اور کہا۔

وَاللّٰہِ مَا اَدْرِیْ اَیُّکُمَا اَوْفٰی وَاَکْرَمْ

"بخدا میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ تم دونوں میں سے زیادہ باوفا اور زیادہ کریم کون ہے۔"

کیا یہ شخص جو ایک مرتبہ قتل ہونے سے بچا اور پھر لوٹ کر آ گیا یا وہ شخص جس نے اس کی ضمانت دی بہر حال میں ان دونوں سے زیادہ ذلیل اور خسیس نہیں بننا چاہتا اس وقت حنظلہ نے کہا

مَا کُنْتُ اُخْلِفُ ظَنَّہٗ بَعْدَ الَّذِیْ ‎ ‎ اَسْدٰی اِلَیَّ مِنَ الْفِعَالِ الْخَالِیْ

"میں اس کے اس ظن کو جو میرے بارے میں اسے تھا غلط ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

وَلَقَدْ دَعَتْنِیْ لِلْخِلَافِ ضَلَالَتِیْ ‎ ‎ فَاَبَیْتُ غَیْرَ تَمَجُّدِیْ وَفِعَالِیْ

"میری گمراہی نے مجھے دعوت دی کہ میں وعدہ خلافی کروں لیکن میں نے اسکی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے شرف و کرامت پر حرف نہیں آنے دیا۔"

اِنِّیْ امْرُؤٌ مِّنِّی الْوَفَاءُ سَجِیَّۃٌ ‎ ‎ وَجَزَاءُ کُلِّ مَکَارِمٍ بَذَّالِیْ

"میں وہ شخص ہوں، وعدہ کو پورا کرنا جس کی فطرت ہے اور میں ہر احسان کا بدلہ دینے کے لئے اپنی جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔"

ہر قیمت پر وعدے کا ایفا اور عہد کی پابندی اہل عرب کا طرۂ امتیاز رہا ہے اس کی چند مثالیں آپ پہلے ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن اپنے وعدہ کا پاس کرتے ہوئے اپنے لختِ جگر کو قربان کر دینا بھی اہل عرب کا ہی شیوہ تھا۔ چنانچہ ایک مشہور واقعہ جس کو اہل عرب بڑے فخر و ناز سے پیش کرتے ہیں سموؤل بن حبان کا ہے۔

امرؤ القیس جب قیصر کی ملاقات کے لئے اپنے وطن سے روانہ ہوا تو اس نے اپنی زرہیں سموؤل کے پاس بطور امانت رکھیں امرؤ القیس مر گیا۔ تو شام کے کسی بادشاہ نے سموؤل پر چڑھائی کر دی۔ سموؤل قلعہ نشین ہو گیا اور اپنے قلعہ کے دروازے مضبوطی سے بند کر دیئے سوء اتفاق سے اس کا ایک لڑکا قلعہ سے باہر رہ گیا۔ اس حملہ آور بادشاہ نے اس لڑکے کو گرفتار کر لیا۔ اور بلند آواز سے سموؤل کو ندا دی سموؤل نے قلعہ کے اوپر سے جھانکا تو اس بادشاہ نے کہا یہ دیکھو تمہارا بیٹا میرے قبضہ میں ہے اور تمہیں اس بات کا بھی علم ہے کہ امرؤ القیس میرے چچا کا بیٹا تھا میرے قبیلہ کا فرد تھا اور میں اس کی میراث کا دوسروں سے زیادہ حقدار ہوں اگر تو اس کی زرہیں میرے حوالے کر دے تو فبہا ورنہ میں تیرے اس بیٹے کو ذبح کر دوں گا سموؤل نے اس سے مہلت طلب کی اور اپنے اہل خانہ اور خواتین کو اکٹھا کیا۔ صورت حال سے انہیں آگاہ کیا اور ان سے رائے پوچھی۔ ان حالات میں اسے کیا کرنا چاہئے سب نے یہی مشورہ دیا کہ تم زرہیں اس کے حوالے کر دو اور اپنے بیٹے کی جان بچاؤ۔ جب صبح ہوئی تو اس نے قلعہ کی فصیل سے جھانک کر کہا۔

لَيْسَ اِلَى دَفْعِ الدُّرُوْعِ سَبِيْل   فَاصْنَعْ مَا اَنْتَ صَانِعٌ

"اے بادشاہ! میں کسی قیمت پر وہ زرہیں تمہیں نہیں دے سکتا اب جو تیرا جی چاہے کر لو۔"

اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے بیٹے کے گلے پر چھری چلا دی اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا بادشاہ زرہیں حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ اور اسے نامراد واپس آنا پڑا۔ سموؤل وہ زرہیں لے کر امرؤ القیس کے اہل خانہ کے پاس گیا اور وہ امانت اس کے ورثاء کے سپرد کر دی اس کے یہ شعر ہیں۔

وَفَيْتُ بِاَدْرُعِ الْكِنْدِىِّ اِنِّىْ   اِذَا مَاخَانَ اَقْوَامٌ وَفَيْتُ

"میں نے امرؤ القیس کندی کی زرہیں اس کے وارثوں کو پہنچا دیں جن

۱۔ بلوغ الارب۔ جلد اول، خلاصہ صفحہ ۱۳۰ تا ۱۳۳

حالات میں دوسری قومیں خیانت کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں میں ان حالات میں بھی اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں۔"

وَقَالُوْا اِنَّهٗ كَنْزٌ رَغِيْبٌ　　وَلَا وَاللّٰهِ اَغْدِرُ مَامَشَيْتُ

"وہ کہتے ہیں یہ خزانہ بڑا قیمتی اور دلکش ہے لیکن بخدا میں دھوکا نہیں کروں گا جب تک میں اس زمین پر چلتا رہوں گا۔"

بَنٰى لِيْ عَادِيَا حِصْنًا حَصِيْنًا　　وَبِئْرًا كُلَّمَا شِئْتُ اسْتَقَيْتُ

"میرے دادا عادیہ نے میرے لئے ایک مضبوط مستحکم قلعہ تعمیر کر دیا ہے اور ایسا کنواں کھودا ہے جس سے جس وقت میں چاہتا ہوں، پانی پیتا ہوں۔"

اسی سموؤل کا ایک قصیدہ ہے جو اپنی سلاست بیان، براعت اسلوب میں عربی ادب میں بڑا ممتاز درجہ رکھتا ہے اگر چہ یہ سارا قصیدہ یاد کرنے کے قابل ہے اور اس میں ہم سب کے لئے وعظ و نصیحت کا قیمتی ذخیرہ موجود ہے۔ بطور مثال چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

اِذَا الْمَرْءُ لَمْ يَدْنَسْ مِنَ اللُّؤْمِ عِرْضُهٗ　　فَكُلُّ رِدَاءٍ يَرْتَدِيْهِ جَمِيْلُ

"جب تک کسی شخص کی عزت کو خست اور کمینگی کا داغ نہ لگے اس وقت تک جو لباس بھی وہ پہنے وہی اسے خوبصورت لگتا ہے۔"

تُعَيِّرُنَا اَنَّا قَلِيْلٌ عَدِيْدُنَا　　فَقُلْتُ لَهَا اِنَّ الْكِرَامَ قَلِيْلُ

"میری زوجہ مجھے عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد بہت کم ہے میں اسے کہتا ہوں بیشک شرفاء کی تعداد قلیل ہوتی ہے۔"

وَمَا قَلَّ مَنْ كَانَتْ بَقَايَاهُ مِثْلَنَا　　شَبَابٌ تَسَامٰى فِي الْعُلٰى وَكُهُوْلُ

"جن لوگوں کی اولاد ہم جیسی ہو وہ قلیل نہیں ہوا کرتے جن کے جواں اور عمر رسیدہ لوگ بلندیوں میں ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہیں انہیں کون قلیل کہہ سکتا ہے۔"

وَمَا ضَرَّنَا اَنَّا قَلِيْلٌ وَجَارُنَا　　عَزِيْزٌ وَجَارُ الْاَكْثَرِيْنَ ذَلِيْلُ

"تعداد کی قلت ہمارے لئے قطعاً نقصان دہ نہیں جب کہ ہمارے پڑوسی عزت کی زندگی بسر کر رہے ہیں حالانکہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل و خوار ہوتے ہیں۔"

وَاَيَّامُنَا مَشْهُوْرَةٌ فِيْ عَدُوِّنَا لَهَا غُرَرٌ مَعْلُوْمَةٌ وَحُجُوْلُ

"ہمارے دن ہمارے دشمنوں کے نزدیک بھی مشہور و معروف ہیں ہمارے زریں کارناموں کے باعث ان دنوں کی پیشانیوں پر بھی سفید نشان ہیں اور ان کے پاؤں بھی روشن ہیں۔" (۱)

اہل عرب کی غیرت و حمیت

عرب کے یہ بادیہ نشین دیگر صفات حمیدہ سے متصف ہونے کے ساتھ ساتھ غیرت کے جذبہ سے بھی سرشار تھے یہ اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کے لئے خون کے دریا بہادینا اور کشتوں کے پشتے لگا دینا اپنا اہم ترین فریضہ سمجھتے تھے۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ ان کی ناموس کی طرف بری نگاہ سے دیکھ سکے اور وہ اسے خاموشی سے برداشت کر لیں اسی جذبہ سے سرشار ہونے کے باعث وہ اپنے نسب کی حفاظت کیا کرتے تھے اور اپنے شجرۂ نسب کو یاد رکھا کرتے تھے اور ہر وہ شخص جس میں شرافت و فضیلت کا ادنیٰ سا بھی حصہ پایا جاتا ہو۔ وہ لازمی طور پر غیرت مند ہوتا ہے۔ اور وہ قوم جو شجاعت سخاوت، اور پاس عہد میں اس بلند درجہ پر فائز تھی وہ بھلا اپنی عصمت، ناموس کی حفاظت میں کیونکر سہل پسندی کا مظاہرہ کر سکتی تھی۔ ان کی بڑی بڑی جنگوں کے پس منظر میں اکثر اسی قسم کے واقعات ہوا کرتے تھے۔ کسی بڑے سے بڑے سردار نے اگر کسی شخص کی ماں کو کوئی ایسی خدمت بجالانے کا حکم دیا جو اس کے مرتبہ سے فروتر ہوتی تو وہ خاتون اس تذلیل پر آتش زیر پا ہو جاتی اور اپنے خاوند، بھائیوں فرزندوں کو للکارتی۔ ایک عورت کی للکار پر سینکڑوں تلواریں بے نیام ہو جاتیں اور آن واحد میں خون کے دریا بہنے لگتے ان کا جذبہ غیرت بھی ان کی شجاعت اور ان کی مروت کا ایک مظہر تھا۔ وہ قوم بزدل ہو جایا کرتی ہے جس میں مروت کا جذبہ موت کی نیند سو جایا کرتا ہے۔ وہاں غیرت بھی دم توڑ دیتی ہے جو چاہے ان کی عصمتوں کے ساتھ کھیلا کرے جو چاہے ان کی بچیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنائے۔ غیرت کی بجھی ہوئی اس راکھ میں کوئی چنگاری ایسی نہیں ہوتی جو بھڑکے اور اس رسوائی پر شعلہ جوالہ بن کر ٹوٹے۔ اور قوم کے گوہر عصمت کو لوٹنے والوں کو جلا کر خاک سیاہ بنا دے۔

اس لئے ان کے شرفاء اور نجباء اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے ایسی بیویوں کا انتخاب کیا کرتے تھے جن کا دامن عصمت فسق و فجور کے بدنما داغوں سے پاک صاف ہوتا۔ وہ ظاہری

۱۔ بلوغ الارب، جلد اول، خلاصہ صفحہ ۱۳۶۔ ۱۳۸

حسن و جمال پر اس امر کو ترجیح دیتے کہ وہ خاتون جس نے ان کی اولاد کی ماں بننا ہے یا ان کی ہونے والی بہو، رنگ و روپ میں اگر کسی سے کم ہو تو ہو لیکن شرافت اور عفت میں اس کا معیار بہت ہی بلند ہونا چاہئے۔

اکیم بن صیفی جو عہد جاہلیت کے حکماء اور دانشوروں میں ایک ممتاز مقام پر فائز تھا جس کی دانائی اور عقلمندی سے متاثر ہو کر کسریٰ نوشیرواں نے یہ کہا تھا۔ "لَوْ لَمْ یَکُنْ لِلْعَرَبِ غَیْرُہٗ لَکَفٰی" اگر اہل عرب میں اس کے بغیر کوئی اور مرد دانا نہ ہوتا تو یہ ایک بھی ان کے لئے کافی تھا۔" اس نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کرتے ہوئے کہا۔

یَا بَنِیَّ لَا یَحْمِلَنَّکُمْ جَمَالُ النِّسَاءِ عَنْ صَرَاحَةِ النَّسَبِ فَاِنَّ الْمَنَاکِحَ اللَّئِیْمَةَ مَدْرَجَةٌ لِلشَّرَفِ

"اے میرے بیٹو! عورتوں کا ظاہری حسن و جمال تمہیں نسب کی پاکیزگی سے غافل نہ کر دے کیونکہ کمینہ صفت اور بد کردار بیویاں خاندانی شرف کو خاک میں ملا دیتی ہیں۔" (۱)

ابو الاسود الدوئلی نے اپنے بیٹوں کو کہا۔

قَدْ اَحْسَنْتُ اِلَیْکُمْ صِغَارًا وَکِبَارًا وَقَبْلَ اَنْ تُوْلَدُوْا۔ قَالُوْا کَیْفَ اَحْسَنْتَ اِلَیْنَا قَبْلَ اَنْ نُوْلَدَ؟ قَالَ اِخْتَرْتُ لَکُمْ مِنَ الْاُمَّهَاتِ مَنْ لَا تُسَبُّوْنَ بِهَا

"میں نے تم پر احسان کیا جب تم چھوٹے تھے اور جب تم بڑے ہوئے اور اس سے پہلے بھی کہ تم پیدا ہوتے۔"

انہوں نے پوچھا کہ ہماری پیدائش سے پہلے آپ نے ہم پر کیا احسان کیا ہے؟ تو اس نے کہا میں نے تمہارے لئے ایسی پاک دامن مائیں چنی ہیں جن کی وجہ سے تمہیں کوئی گالی نہیں نکال سکتا۔"

الریاشی ایک عرب شاعر اپنے بچے کو کہتا ہے۔

فَاَوَّلُ اِحْسَانِیْ اِلَیْکُمْ تَخَیُّرِیْ ۔ لِمَاجِدَةِ الْاَعْرَاقِ بَادٍ عَفَافُهَا

"پس میرا پہلا احسان تم پر یہ ہے کہ میں نے تمہارے لئے ایسی ماں پسند کی جو عراق میں مجدو شرف کی مالک تھی اور اس کی پاک دامنی ظاہر

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۱

تھی۔ ”

رشتہ ازدواج کی اہمیت کے پیش نظر زمانہ جاہلیت کی زیرک مائیں اپنی بچیوں کی شادی کے بعد انہیں رخصت کرتے وقت جو پندونصائح کرتی تھیں انہیں پڑھ کر ان کی ذہانت و فراست پر حیرت ہوتی ہے آج جب کہ علم نفسیات اپنے عروج پر ہے اور اس کے ماہرین ، نفسیات انسانی کو پیش نظر رکھتے ہوئے مختلف لوگوں کو مختلف حالات سے عمدہ بر آ ہونے کے لئے بڑے قیمتی مشورے اور زریں ہدایات دیا کرتے ہیں۔ میں ایک عرب ماں کی نصیحت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جو اس نے اپنی بچی کی شادی کے موقع پر اسے رخصت کرتے ہوئے کی آپ اسے غور سے پڑھیں ازدواجی زندگی کے نازک ترین مسائل کے بارے میں ایک بدو عورت کی دقت نظر کو دیکھ کر آپ یقیناً ششدر ہو کر رہ جائیں گے۔ اس کے ذکر میں طوالت ضرور ہے۔ لیکن اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر یہ طوالت ہرگز گراں نہیں گزرے گی۔ موجودہ دور کی مائیں اس میں ایسا قیمتی مواد پائیں گی جس سے وہ اپنی بچیوں کے مستقبل کو درخشاں بنا سکتی ہیں۔ موجودہ زمانہ میں میاں بیوی کے تعلقات کی کشیدگی کی شکایت عام ہے لیکن اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو اس کشیدگی اور بیگانگی کو محبت والفت میں بآسانی بدلا جا سکتا ہے۔

عوف بن محلم ، ایک عرب سردار تھا ریاست کندہ کے بادشاہ ، حارث بن عمرو نے اس کی لڑکی کی بہت تعریف سنی اس نے ایک دانا اور تجربہ کار عصام نامی عورت کو عوف کی بچی کو دیکھنے کے لئے بھیجا عصام نے واپس آکر اس بچی کا سراپا جس انداز سے بیان کیا اور اس کے خصائل و شمائل کا جامع تذکرہ کیا وہ بھی عربی ادب کا ایک شاہکار ہے رشتہ طے ہو گیا۔ رسم نکاح کے بعد ماں نے ، اپنی لخت جگر کو رخصت کرتے وقت جو نصیحت کی اس کا متن مع ترجمہ آپ کی توجہ کے لئے پیش خدمت ہے۔

اَیْ بُنَیَّةُ :

” اے میری پیاری بچی ! “

اِنَّ الْوَصِیَّةَ لَوْ تُرِکَتْ بِفَضْلِ اَدَبٍ تَرَکْتُ ذٰلِكَ مِنْكِ

” اگر وصیت کو اس لئے ترک کر دینا روا ہوتا کہ جس کو وصیت کی جا رہی ہے وہ خود عقلمند اور زیرک ہے تو میں تجھے وصیت نہ کرتی۔ “

وَلٰکِنَّهَا تَذْکِرَةٌ لِلْغَافِلِ وَمَعُوْنَةٌ لِلْعَاقِلِ

"لیکن وصیت غافل کے لئے یاد داشت اور عقلمند کے لئے ایک ضرورت ہے۔"

وَلَوْ اَنَّ امْرَءَةً اِسْتَغْنَتْ عَنِ الزَّوْجِ لِغِنٰی اَبَوَیْهَا
وَشِدَّةِ حَاجَتِهِمَا اِلَیْهَا کُنْتِ اَغْنَی النَّاسِ عَنْهُ۔

"اگر کوئی عورت اپنے خاوند سے اس لئے مستغنی ہو سکتی کہ اس کے والدین بڑے دولتمند ہیں اور وہ اسے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھتے ہیں تو تو سب سے زیادہ اس بات کی مستحق تھی کہ اپنے خاوند سے مستغنی ہو جائے۔"

وَلٰکِنَّ النِّسَاءَ لِلرِّجَالِ خُلِقْنَ وَلَهُنَّ خُلِقَ الرِّجَالُ

"لیکن حقیقت یہ ہے کہ عورتیں مردوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں اور مرد عورتوں کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔"

اَیْ بُنَیَّةُ اِنَّکِ فَارَقْتِ الْجَوَّ الَّذِیْ خَرَجْتِ

"اے میری نور نظر! آج تو اس فضا کو الوداع کہہ رہی ہے، جس میں تو پیدا ہوئی۔"

وَخَلَفْتِ الْعُشَّ الَّذِیْ فِیْهِ دَرَجْتِ

"آج تو اس نشیمن کو پیچھے چھوڑ رہی ہے جس میں تو نے نشو و نما پائی۔"

اِلٰی وَکْرٍ لَمْ تَعْرِفِیْهِ

"ایک ایسے آشیانے کی طرف جا رہی ہے جسے تو نہیں جانتی۔"

وَقَرِیْنٍ لَمْ تَأْلِفِیْهِ

"اور ایک ایسے ساتھی کی طرف کوچ کر رہی ہے جس کو تو نہیں پہچانتی۔"

فَاَصْبَحَ بِمِلْکِهِ عَلَیْکِ رَقِیْبًا وَمَلِیْکًا

"پس وہ تجھے اپنے نکاح میں لینے سے تیرا نگہبان اور مالک بن گیا ہے۔"

فَکُوْنِیْ لَهٗ اَمَةً یَکُنْ لَکِ عَبْدًا وَشِیْکًا

"تو اس کے لئے فرمانبردار کنیز بن جا، وہ تیرا وفادار غلام بن جائے گا۔"

يَا بُنَيَّةُ! احْمِلِي عَنِّي عَشْرَ خِصَالٍ يَكُنْ لَكِ ذُخْرًا وَذِكْرًا

"اے میری لخت جگر! اپنی ماں سے دس باتیں یاد کر لے یہ تیرے لئے قیمتی سرمایہ اور مفید یاد داشت ثابت ہوں گی۔"

اَلصُّحْبَةُ بِالْقَنَاعَةِ وَالْمُعَاشَرَةُ بِحُسْنِ السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ

"سنگت قناعت سے دائمی بنے گی اور باہمی میل جول اس کی بات سننے اور اس کا حکم بجالانے سے پر مسرت ہو گا۔"

وَالتَّعَهُّدُ لِمَوْقِعِ عَيْنَيْهِ وَالتَّفَقُّدُ لِمَوْضِعِ أَنْفِهِ فَلَا تَقَعُ عَيْنَاهُ مِنْكِ عَلَى قَبِيحٍ وَلَا يَشُمُّ مِنْكِ إِلَّا أَطْيَبَ رِيحٍ

"جہاں جہاں اس کی نگاہ پڑتی ہے ان جگہوں کا خاص خیال رکھ اور جہاں جہاں اس کی ناک سونگھ سکتی ہے اس کے بارے میں محتاط رہ تاکہ اس کی نگاہ تیرے جسم اور لباس کے کسی ایسے حصہ پر نہ پڑے جو بدنما اور غلیظ ہو۔ اور تجھ سے اسے بدبو نہ آئے بلکہ خوشبو سونگھے۔ اس بات کا خاص خیال رکھنا۔"

وَالْكُحْلُ أَحْسَنُ الْحُسْنِ وَالْمَاءُ أَطْيَبُ الطِّيبِ الْمَفْقُودِ

"سرمہ حسن کی افزائش کا بہترین ذریعہ ہے اور پانی گمشدہ خوشبو سے بہت زیادہ پاکیزہ ہے۔"

وَالتَّعَهُّدُ لِوَقْتِ طَعَامِهِ وَالْهُدُوءُ عَنْهُ حِينَ مَنَامِهِ فَإِنَّ حَرَارَةَ الْجُوعِ مَلْهَبَةٌ وَتَنْغِيصُ النَّوْمِ مَبْغَضَةٌ

"اس کے کھانے کے وقت کا خاص خیال رکھنا اور جب وہ سوئے اس کے آرام میں مخل نہ ہونا۔ کیونکہ بھوک کی حرارت شعلہ بن جایا کرتی ہے اور نیند میں خلل اندازی بغض کا باعث بن جاتی ہے۔"

وَالْاِحْتِفَاظُ بِبَيْتِهٖ وَمَالِهٖ وَالْاِرْعَاءُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَحَشَمِهٖ وَعِيَالِهٖ

"اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا اس کی ذات کی، اس کے نوکروں کی اور اس کے عیال کی ہر طرح خبر گیری کرنا۔"

وَلَا تُفْشِيْ لَهٗ سِرًّا وَلَا تَعْصِيْ لَهٗ اَمْرًا فَاِنَّكِ اِنْ اَفْشَيْتِ سِرَّهٗ لَا تَاْمَنِيْ غَدْرَهٗ وَاِنْ عَصَيْتِ اَمْرَهٗ اَوْغَرْتِ صَدْرَهٗ

"اس کے راز کو افشا مت کرنا۔ اس کی نافرمانی مت کرنا اگر تو اس کے راز کو فاش کر دے گی تو اس کے غدر سے محفوظ نہیں رہ سکے گی اور اگر تو اس کے حکم کی نافرمانی کرے گی تو اس کے سینہ میں تیرے بارے میں غیظ و غضب بھر جائے گا۔"

اِتَّقِيْ مَعَ ذٰلِكِ الْفَرَحَ اِنْ كَانَ تَرِحًا، وَالْاِكْتِئَابَ عِنْدَهٗ اِنْ كَانَ فَرِحًا؛ فَاِنَّ الْخَصْلَةَ الْاُوْلٰى مِنَ التَّقْصِيْرِ وَالثَّانِيَةَ مِنَ التَّكْدِيْرِ۔

"جب وہ غمزدہ اور افسردہ ہو تو خوشی کے اظہار سے اجتناب کرنا اور جب وہ شاداں و فرحاں ہو تو اس کے سامنے منہ بسور کر مت بیٹھنا۔ پہلی خصلت آداب زوجیت کی ادائیگی میں کوتاہی ہے اور دوسری خصلت دل کو مکدر کر دینے والی ہے۔"

وَكُوْنِيْ اَشَدَّ مَا تَكُوْنِيْنَ لَهٗ اِعْظَامًا يَكُنْ اَشَدَّ مَا يَكُوْنُ لَكِ اِكْرَامًا

"جتنا تم سے ہو سکے اس کی تعظیم بجا لاناوہ اسی قدر تمہارا احترام کرے گا۔"

وَاَشَدَّ مَا تَكُوْنِيْنَ لَهٗ مُوَافَقَةً اَطْوَلَ مَا تَكُوْنِيْنَ لَهٗ مُرَافَقَةً

"جس قدر تم اس کی ہم نوا ہو گی اتنی قدر ہی وہ تمہیں اپنا رفیق حیات بنائے رکھے گا۔"

وَاعْلَمِيْ اَنَّكِ لَا تَصِلِيْنَ اِلٰى مَا تُحِبِّيْنَ حَتّٰى تُؤْثِرِيْ رِضَاهُ عَلٰى رِضَاكِ وَهَوَاهُ عَلٰى هَوَاكِ فِيْمَا اَحْبَبْتِ وَكَرِهْتِ

"اچھی طرح جان لو تم جس چیز کو پسند کرتی ہو اسے نہیں پا سکتی جب تک تم اس کی رضا کو اپنی رضا پر اور اس کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دو خواہ وہ بات تمہیں پسند ہو یا ناپسند۔"

وَاللّٰهُ يُخَيِّرُ لَكِ

"اے بیٹی! اللہ تعالیٰ تیرا بھلا کرے۔"

چنانچہ وہ بچی رخصت ہو کر اپنے شوہر کے پاس آئی اپنی ماں کی ان زریں نصائح کو اس نے اپنا حرز جاں بنائے رکھا اور اس نے عزت اور آرام کی قابل رشک زندگی گزاری بادشاہ اس کی بڑی قدر کیا کرتا تھا اور اس کی نسل سے یمن کے سات بادشاہ تولد ہوئے۔ (۱)

ہم نے قدرے تفصیل سے اہل عرب کی ان خوبیوں کا تذکرہ کیا ہے جو عرب کے صحرا نشینوں کی فطرت میں قدرت نے ودیعت فرمائی تھیں لیکن یہ خوبیاں صحیح راہنمائی سے محروم تھیں اس لئے ان سے ان مقاصد جلیلہ کی تکمیل نہیں ہوتی تھی اور نہ منازل رفیعہ پر انسان کی رسائی ہو سکتی تھی صحیح راہنمائی کے فقدان کے باعث، شجاعت اکثر اوقات ظلم و تعدی کی صورت اختیار کر لیتی تھی اور اس بکثرت خونریزی کا مقصد کسی فساد کا استیصال یا قوم میں کسی اصلاح کی تکمیل نہیں تھی بلکہ اس سے فقط اس بہادر کی انانیت اور محض تہور کی تسکین ہوتی تھی۔ اسی طرح ان کی جود و سخا سے قوم کے معاشی مسائل حل نہیں ہوتے تھے وہ سخاوت کے دریا اس لئے بہاتے تھے کہ لوگ انہیں سخی کہیں۔ ساری قوم میں اس وقت بھی اور آئندہ زمانوں میں بھی ان کی جود و سخا کی دھوم مچی رہے۔ عدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! میرا باپ بڑا سخی اور بڑا بامروت تھا۔ کیا اس کا اجر قیامت کے دن بارگاہ الٰہی سے اس کو ملے گا۔ حضور نے فرمایا اِنَّ اَبَاكَ اَرَادَ اَمْرًا فَاَدْرَكَهٗ يَعْنِي الذِّكْرَ کہ اس نے ایک مقصد کے لئے یہ سخاوتیں کی تھیں اور وہ مقصد اس نے پا لیا۔ مقصد یہ تھا کہ دنیا میں اس کی سخاوت کا چرچا ہو چنانچہ قیامت تک اس کا ذکر رہے گا۔ اور سخاوت کے باعث لوگ اس کی توصیف کرتے رہیں گے اسی طرح ان کی فصاحت و بلاغت جس میں دنیا کی کوئی قوم ان کی مماثلت کا دعویٰ نہیں کر سکتی اس کے پیش

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۱۹

نظر بھی برائیوں کے خلاف جہاد کرنا نہ تھا اور نہ نیکی کی طرف لوگوں کو دعوت دینا تھا بلکہ وہ اس کمال کو بھی اپنی ذات کو بڑا بنانے کے لئے اور اپنی فصاحت و بلاغت کا سکہ جمانے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔

ان بے مثال اوصاف و کمالات کی مثال ایسے خزانوں کی تھی جن کے صحیح استعمال سے عالم انسانیت کی تقدیر بدلی جاسکتی تھی۔ لیکن وہ انہیں حقیر مقاصد کے لئے بڑی فیاضی سے لٹا رہے تھے بلکہ انہیں ضائع کر رہے تھے۔

اب ہم اس قوم کے ان پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں جو مذموم تھے جن کے باعث وہ زوال و انحطاط کی گہری غار میں گرے پڑے تھے جمود نے ان کی قوتوں کو پابجولاں کر رکھا تھا اور ان سے ایسی گھٹیا حرکتیں سرزد ہوتی تھیں جن کو دیکھ کر اور سن کر خجالت کے مارے سر خم ہو جاتا۔ اور آنکھیں جھک جاتیں۔

اہل عرب کی زندگی کا تاریک پہلو

وہ قوم، جس کی ذہانت اور فراست، شجاعت اور سخاوت، ایفاء عہد اور غیرت، فصاحت و بلاغت کا آپ تفصیلی مطالعہ کر چکے ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ جب ان گونا گوں خوبیوں اور کمالات سے متصف قوم کا تعلق نور نبوت سے منقطع ہو گیا۔ وحی الٰہی کی روشنی سے انہوں نے استفادہ کرنا ترک کر دیا تو ان کمالات کے باوجود اس کا انجام کیا ہوا۔ ان کی ساری خوبیاں اور کمالات ذلیل اور خسیس مقاصد کے لئے وقف ہو کر رہ گئے جادۂ حق سے ان کے قدم ایسے پھسلے کہ پھر ان کی کوئی خوبی، ان کو قعر مذلت میں گرنے سے نہ بچا سکی۔ ایسی ذہین قوم جو ایک لفظ سن کر مخفی اسرار اور پنہاں نکات کا کامیابی سے کھوج لگا لیتی تھی ان کو پتھر کے بنے ہوئے بتوں کی پرستش کرتے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ان کی وہ بلا کی فراست اور ذہانت کہاں گئی اس طرح ان میں جو اخلاقی انحطاط و زوال پیدا ہو گیا تھا ان کے بارے میں پڑھ کر قاری پر سراسیمگی کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے ہم اس قوم کی فکری، نظری اور عملی زندگی کے تاریک گوشوں پر تبصرہ کرنے سے پہلے ان اسباب و علل کا جائزہ لینا ضروری سمجھتے ہیں جن کے باعث وہ اس گراوٹ کا شکار ہو گئے۔

عہد جاہلیت کے اہل عرب کے مورخین نے بڑی وضاحت سے لکھا ہے کہ عمرو بن لحی الخزاعی سے پہلے عدنانی اور قحطانی دونوں عربی قبائل خلیل الرحمٰن سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے پابند تھے اور آپ کی تعلیمات کے مطابق عبادات سرانجام دیتے تھے ان کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کی ذات وصفات میں کوئی بھی اس کا شریک نہیں وہ قادر مطلق ہے کائنات کی تخلیق ۔ اس کی نشوونما اور اس کی بقا کے لئے اسے کسی وزیر، اور کسی مشیر کی امداد کی ضرورت نہیں۔ حیات، قدرت، ارادہ، علم، سمع، بصر اور کلام وغیرہ تمام صفات کمال سے وہ بذات خود متصف ہے تمام خامیوں، کمزوریوں اور عیوب سے مبّرا اور منزہ ہے اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان کامل کے ساتھ ساتھ روز قیامت پر بھی ان کا محکم یقین تھا۔ وہ جانتے تھے کہ روز محشر آئے گا جب اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر زندہ مخلوق کو موت کا ذائقہ چکھانے کے بعد اور برزخ کی زندگی گزارنے کے بعد پھر زندہ کرے گا تمام انسان اس کی بارگاہ عالی میں حاضر ہوں گے اور وہ اپنے عدل، فضل واحسان کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرے گا دین ابراہیمی کی ہدایات کے مطابق وہ نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، حج کرتے، زکوٰۃ ادا کرتے، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا برتاؤ کرتے۔ غریبوں، مسکینوں کی امداد اور مہمانوں کی عزت وتکریم ان کا شعار تھا لیکن جب عہد نبوت سے ان کا زمانہ بہت دور ہو گیا تو تعلیمات ابراہیمی کی روشنی مدہم پڑنے لگی جہالت اور نفس پرستی نے اپنے پنجے گاڑ دیئے احکام الٰہی کے بجائے وہ اپنی نفسانی خواہشات کے بندے بن گئے ان میں غلط افکار جڑ پکڑنے لگے اور باطل عقائد کو پذیرائی حاصل ہونے لگی اس اثناء میں عمرو بن لحی الخزاعی کا واقعہ پیش آیا جس نے ایک قیامت برپا کر دی۔

عمرو جب بالغ ہوا تو اس نے بنو اسماعیل کے ساتھ مل کر بنی جرہم کے ساتھ جنگ کی ان کو شکست فاش دی اور انہیں مکہ سے جلاوطن کر دیا اور خود خانہ کعبہ کا متولی بن گیا اسے کوئی سنگین نوعیت کا مرض لاحق ہو گیا۔ کسی نے اسے بتایا کہ ملک شام میں بلقاء کے مقام پر ایک گرم پانی کا چشمہ ہے اگر تم وہاں جا کر اس پانی سے غسل کرو تو تم شفایاب ہو جاؤ گے۔ یہ بلقاء پہنچا اس چشمہ کے پانی سے غسل کیا اور صحت یاب ہو گیا وہاں کے رہنے والوں کو اس نے دیکھا کہ وہ بتوں کی پرستش کر رہے ہیں اس نے ان سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے بتایا نَسْتَسْقِيْ بِهَا الْمَطَرَ وَنَسْتَنْصِرُ بِهَا عَلَى الْعَدُوِّ کہ ہم ان کے ذریعہ سے بارش طلب کرتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے دشمن پر فتح حاصل کرتے ہیں اس نے کہا مجھے بھی ان بتوں سے چند ایک بت دو۔ انہوں نے اس کو چند بت دیئے وہ اس کو لے کر مکہ آیا اور خانہ کعبہ کے ارد گرد انہیں نصب کر دیا۔ اس روز سے اہل عرب میں بت پرستی کا آغاز ہوا۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں۔

عَمْرُو بْنُ لُحَيّ هُوَ اَوَّلُ مَنْ غَيَّرَ دِيْنَ اِسْمٰعِيْلَ وَعَبَدَ الْاَوْثَانَ
وَاَمَرَ الْعَرَبَ بِعِبَادَتِهَا وَفِيْهِ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
رَاَيْتُ عَمْرَو بْنَ لُحَيّ يَجُرُّ قُصْبَهٗ فِى النَّارِ يَعْنِىْ اَحْشَاءَهٗ

"عمرو بن لحیؔ وہ پہلا شخص ہے جس نے دین اسماعیل کو تبدیل کیا اور بتوں کی پرستش شروع کی اور اہل عرب کو ان کی عبادت کا حکم دیا۔ اسی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میں نے عمرو بن لحیؔ کو دیکھا کہ وہ آتش جہنم میں اپنی آنتیں گھسیٹ رہا تھا۔" (۱)

علامہ علی بن برھان الدین اپنی کتاب السیرۃ الحلبیۃ میں رقمطراز ہیں۔

قَدْ تَضَافَرَتْ نُصُوْصُ الْعُلَمَاءِ عَلٰى اَنَّ الْعَرَبَ مِنْ عَهْدِ
اِبْرَاهِيْمَ اِسْتَمَرَّتْ عَلٰى دِيْنِهٖ اَىْ مِنْ رَفْضِ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ
اِلٰى زَمَنِ عَمْرِو بْنِ لُحَيّ فَهُوَ اَوَّلُ مَنْ غَيَّرَ دِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ وَ
شَرَعَ لِلْعَرَبِ الضَّلَالَاتِ فَعَبَدَ الْاَصْنَامَ وَسَيَّبَ السَّائِبَةَ
بَحَرَا لْبَحِيْرَةَ

"اس بات پر علماء کرام کی بکثرت تصریحات ہیں کہ اہل عرب، حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے لیکر عمرو بن لحیؔ کے زمانہ تک آپ کے عقائد پر ہی ثابت قدم رہے یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے دین ابراہیمی کو تبدیل کیا اور اہل عرب کے لئے طرح طرح کی گمراہیاں شروع کیں اس نے بتوں کی پوجا کی۔ سائبہ اور بحیرہ کی بدعت کا آغاز کیا۔" (۲)

اس کی ضلالت کی مقبولیت کی وجہ بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔

صَارَ عَمْرٌو لِلْعَرَبِ رَبًّا لَا يَبْتَدِعُ لَهُمْ بِدْعَةً اِلَّا اتَّخَذُوْهَا
شِرْعَةً لِاَنَّهٗ كَانَ يُطْعِمُ النَّاسَ وَيَكْسُوْهُمْ فِى الْمَوْسِمِ وَرُبَّمَا
نَحَرَ لَهُمْ فِى الْمَوْسِمِ عَشَرَةَ اٰلَافِ بُدْنَةٍ وَكَسَا عَشَرَةَ اٰلَافِ
حُلَّةٍ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ غَيَّرَ دِيْنَ اِبْرَاهِيْمَ۔

۱۔ ابن خلدون، جلد دوم، صفحہ ۲۵۱

۲۔ سیرۃ حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۱۰

" عمرو، اہل عرب کیلئے رب بن گیا۔ دین میں جس نئی بات کا وہ آغاز کرتا تھا لوگ اسے دین سمجھ لیتے تھے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ وہ موسم حج میں لوگوں کو کھلاتا پلاتا کرتا اور انہیں لباس پہنایا کرتا اور بسا اوقات وہ موسم حج میں دس ہزار اونٹ ذبح کرتا اور دس ہزار ناداروں کو لباس پہناتا یہ وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بدلا۔ " (۱)

عَاشَ عمرو ۳۴۰ سَنَۃً وَرَاٰی مِنْ وَلَدِہٖ وَوَلَدِ وَلَدِہٖ اَلْفَ مُقَاتِلٍ وَمُدَّۃُ مُلْکِھِمْ خَمْسَمِائَۃِ سَنَۃٍ۔

"یہ عمرو تین سو چالیس تک زندہ رہا۔ اس نے اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں سے ایک ہزار جنگ جو لڑکوں کو دیکھا اس خاندان کی حکمرانی کی مدت پانچ سو سال ہے۔ " (۲)

قصی بن کلاب نے ۴۴۰ عیسوی میں بنی خزاعہ کو شکست دے کر مکہ سے نکال دیا اور حکومت پر قبضہ کر لیا۔

پھر یہ مرض ایسا پھیلا کہ ہر قبیلے نے اپنا اپنا الگ خدا بنالیا ہر ہر گھر میں اپنے اپنے خداؤں کی پوجا پاٹ ہونے لگی۔ اور عرب کے عوام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف اور ملت حنیفہ کو ترک کر کے بت پرستی کو اپنے مذہب کے طور پر اختیار کر لیا۔

قبیلہ قریش کے اپنے مخصوص بت تھے ان میں سے کچھ کعبہ کے اندر رکھے ہوئے تھے اور بعض کو کعبہ کے باہر نصب کر دیا گیا تھا۔ قریش کے تمام بتوں میں بڑا بت ہبل تھا۔ یہ سرخ عقیق کا بنا ہوا تھا اس کی صورت انسان کی تھی۔ اس کا دایاں ہاتھ ٹوٹا ہوا تھا۔ قریش نے اس کی جگہ سونے کا ہاتھ بنا کر اس کے ساتھ پیوست کر دیا تھا۔ ہبل کے بت کو سب سے پہلے خزیمہ بن مدرکہ نے نصب کیا تھا اس لئے اس کو ہبل خزیمہ کہتے تھے عہد جاہلیت میں اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ اگر وہ کسی کام کا ارادہ کرتے تو عملی قدم اٹھانے سے قبل وہ ان تیروں کے ذریعہ فال نکالتے جو ایک بوری میں رکھے ہوئے تھے اگر ایسا تیر نکلتا جس پر "نعم" یعنی ہاں لکھا ہوتا تو وہ اس کام کو کرنے کے لئے عملی اقدام کرتے اور اگر ایسا تیر نکلتا جس پر "لا" یعنی نہیں لکھا ہوتا

۱۔ سیرۃ حلبیہ، جلد اول، صفحہ ۱۰
۲۔ سیرۃ حلبیہ صفحہ ۱۱

تواس کام کا ارادہ ترک کر دیتے۔

ابن الکلبی سے مروی ہے کہ ہبل کعبہ شریف کے اندر تھا اس کے سامنے فال نکالنے والے سات تیر تھے ایک پر صریح کا لفظ تھا اور دوسرے پر ملصق یعنی زبردستی ملایا گیا۔ اگر انہیں کسی بچہ کے نسب پر شک ہوتا تو وہ ہبل کے سامنے ہدیہ پیش کرتے اور پھر فال نکالتے۔ اگر وہ تیر نکلتا جس پر صریح کا لفظ لکھا ہوتا تو اس مولود کو اس کے باپ کی طرف منسوب کرتے اور اگر ایسا تیر نکلتا جس پر ملصق کا لفظ ہوتا تو اس کو مسترد کر دیتے اور اس کو حرامی قرار دیا جاتا اس طرح میت کے لئے بھی تیر تھے اور شادی کے بارے میں فال نکالنے کے تیر تھے تین تیر ایسے تھے جن کی حقیقت کے بارے میں مورخین لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں۔ (۱)

عرب صرف ایک ہبل کی ہی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ جزیرہ عرب کے اطراف و اکناف میں مختلف شکلوں کے بتوں کی پوجا شروع ہو گئی تھی بعض کسی مکان کی شکل میں، بعض درختوں کے جھنڈ کی شکل میں بعض گھڑے ہوئے پتھر اور بعض ان گھڑے پتھر۔ الغرض بت پرستی کی ایک وبا پھوٹ پڑی تھی یہاں تک کہ کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت نصب کر دیئے گئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب کے سارے قبائل کعبہ کا حج کرنے کے لئے آیا کرتے تھے اس لئے قریش نے ان تمام قبائل کے معبودان باطل کے مجسمے یہاں یکجا کر دیئے تھے تاکہ کسی قبیلہ کا آدمی بھی حج کرنے کی نیت سے آئے تو اپنے معبود کے بت کو یہاں دیکھ کر اس کی عقیدت میں اور اضافہ ہو۔ اور قریش کی ریاست کو تسلیم کرنے میں وہ کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کرے۔

ان میں سب سے پرانا بت منات کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے پجاری اپنے بیٹوں کے نام اظہار عقیدت کے لئے عبد منات، زید منات وغیرہ رکھا کرتے تھے۔ یہ بت ساحل سمندر پر "قدید" کے مقام پر نصب تھا جو مکہ اور یثرب کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ ازد۔ اوس اور خزرج کے قبائل اس کی پوجا پاٹ کرتے تھے یہ سلسلہ ۸ھ تک جاری رہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے لئے تشریف لائے تو حضور نے سیدنا علی کو حکم دیا کہ منات کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیں۔

ان کے معبودوں میں سے ایک بت کا نام لات تھا۔ اس کا اصل مجسمہ طائف میں نصب تھا یہ ایک مربع شکل کی چٹان تھی جس پر ایک مکان تعمیر کر دیا گیا تھا۔ بنی ثقیف اس بت کے

۱۔ تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، جلد اول، صفحہ ۷۹۔ ۷۰

۲۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۰۔ ۲۰۱

خدمت گزار اور محافظ تھے ان کے بتوں میں سے ایک کا نام عزیٰ تھا یہ منات اور لات کے بعد بنایا گیا تھا۔ یہ وادی نخلہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کی شکل میں تھا جب کوئی مسافر مکہ سے عراق کی طرف جاتا تو درختوں کا یہ جھنڈ اس کے دائیں جانب پڑتا۔ عرب ان بتوں کے ساتھ بھی اپنی قلبی عقیدت کے اظہار کے لئے اپنے بیٹوں کے نام زیدلات، تیم لات، عبدالعزیٰ وغیرہ رکھا کرتے تھے قریش جب کعبہ کا طواف کرتے تو بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے۔

وَاللّاتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى فَاِنَّهُنَّ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى

اللہ تعالیٰ نے سورہ النجم میں ان کی اس حماقت کا تذکرہ فرمایا ہے۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝

"(اے کفار) کبھی تم نے غور کیا لات وعزیٰ کے بارے میں اور مناۃ کے بارے میں جو تیسری ہے کیا تمہارے لئے تو صرف بیٹے ہیں اور اللہ کے لئے نری بیٹیاں یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے۔"

(النجم۔ آیت ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲)

ان کے دیگر مشہور معبودوں میں سے ایک کا نام سُواع تھا جو ینبع کی سرزمین میں تھا اور بنو لحیان اس کے خدام تھے۔ بنی کلب نے دومۃ الجندل کے مقام پر وُدّ نام کا ایک بت نصب کر رکھا تھا۔ مذحج اور اہل جرش نے یغوث کو اہل خیوان نے یعوق کو، حمیر نے نسر کو اپنا خدا بنا رکھا تھا۔ یہ وہی بت ہیں جن کی پوجا نوح علیہ السلام کی قوم کے مشرکین کیا کرتے تھے۔ (۲)

جب انسان کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے منقطع ہو جاتا ہے تو اس کی فطرت سلیمہ مسخ ہو جاتی ہے اس کی عقل و فہم پر پردے پڑ جاتے ہیں اس کی چشم بصیرت بینائی سے محروم ہو جاتی ہے۔ اپنی دانشمندی کے باوجود اس سے اس قسم کی حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ احمق اور دیوانے بھی ان سے شرمندگی محسوس کرنے لگتے ہیں۔

اہل مکہ کے دو معبودوں کے نام اساف اور نائلہ تھے ان کا قصہ یہ ہے کہ اساف بنی جرہم کا

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۳

۲۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳

تاریخ الاسلام از حسن ابراہیم، منقول از کتاب الاصنام لابن الکلبی، جلد اول، صفحہ ۷۰۔ ۷۱

ایک مرد تھا۔ جس کا پورا نام اساف بن یعلیٰ تھا اور نائلہ ایک عورت تھی اس کا پورا نام نائیلہ بنت زید تھا یہ بھی جرہم قبیلہ سے تھی یہ دونوں یمن میں رہتے تھے قافلہ کے ساتھ حج کرنے کے لئے یہ دونوں مکہ آئے اس اثناء میں کعبہ میں داخل ہوئے وہاں اور کوئی آدمی نہیں تھا۔ اس تنہائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے خانہ خدا میں بدفعلی کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پتھر بنا دیا جب دوسرے لوگ کعبہ کے اندر گئے توان کو اس مسخ شدہ حالت میں دیکھ کر انہوں نے انہیں وہاں سے اٹھایا اور باہر رکھ دیا تاکہ ان کے دردناک انجام سے لوگ عبرت حاصل کریں لیکن کچھ عرصہ بعد ان دونوں کی بھی پوجا ہونے لگی۔

حج کے لئے آنے والے ان دو بدکاروں کی پوجا کرتے اور ان سے اپنی حاجتیں مانگتے ان کا مسخ شدہ ضمیر اس کینگی پر انہیں ملامت بھی نہ کرتا۔ ان کے علاوہ اور بہت سے بت تھے جن کی وہ پرستش کیا کرتے ابن کلبی نے کتاب الاصنام میں ان کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مکہ کو فتح کیا اور بیت اللہ شریف کے اندر تشریف لے گئے تو اپنی کمان کے ایک کونے سے ان بتوں کو ضرب لگاتے اور زبان مبارک سے پڑھتے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

"حق آ گیا باطل بھاگ گیا۔ بیشک باطل بھاگنے والا ہی ہے۔"

وہ بت سر کے بل گر پڑتے۔ (۱)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے انہیں مسجد حرام سے باہر پھینک دیا گیا اور انہیں جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا جو بت مکہ مکرمہ کے علاوہ دیگر مقامات پر تھے ان کی طرف ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مختلف صحابہ کرام کو بھیجا تاکہ وہ ان کو توڑ دیں۔ اور ان کا نام ونشان تک مٹا دیں۔

لات کا بت طائف میں تھا۔ اس کو توڑنے کے لئے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا انہوں نے اس کو توڑ کر گرا دیا اور نذر آتش کر دیا۔ عزّیٰ، جوان کا ایک عظیم الشان بت تھا اور جو وادی نخلہ میں درختوں کے ایک جھنڈ کی شکل میں موجود تھا ان کو جڑ سے اکھیڑنے کے لئے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ وادی نخلہ میں جاؤ وہاں تمہیں بیری کے تین

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۱۱

درخت نظر آئیں گے اس میں سے پہلے کو کاٹ دو آپ گئے اس بیری کے درخت کو کاٹ دیا جب واپس آکر اطلاع دی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کیا تم نے کوئی چیز دیکھی عرض کیا نہیں یارسول اللہ! حکم دیا دوسرے بیری کے درخت کو جاکر کاٹو تعمیل ارشاد کے بعد پھر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے حضور نے پھر پوچھا تم نے کوئی چیز دیکھی عرض کیا نہیں یارسول اللہ فرمایا جاؤ اب تیسرے بیری کے درخت کو بھی کاٹ دو۔ جب انہوں نے اس تیسرے درخت کو کاٹا تو اچانک ایک بدشکل عورت دیکھی جس نے اپنے بال بکھیرے ہوئے تھے اور اس کے دانت نکلے ہوئے تھے اس کے پیچھے پیچھے دبیہ سلمی تھا جب اس نے حضرت خالد کی طرف دیکھا تو کہا۔

فَیَا عُزُّ شُدِّیْ شِدَّۃً لَا تُکَذِّبِیْ ‌ ‌ عَلٰی خَالِدٍ اَلْقِی الْخِمَارَ وَشَمِّرِیْ

"اے عزہ! خالد پر اپنی قوت سے بھرپور حملہ کر، اپنی اوڑھنی کو پھینک دے اور اپنی آستینوں کو چڑھالے۔"

فَاِنَّکِ اِنْ لَا تَقْتُلِی الْیَوْمَ خَالِدًا ‌ ‌ تَبُوْئِیْ بِذُلٍّ عَاجِلًا وَتَنَصَّرِیْ

"اگر آج تو خالد کو قتل نہیں کرے گی تو بہت جلد تجھے ذلیل و رسوا کر دیا جائے گا۔"

حضرت خالد نے فی البدیہ یہ جواب دیا۔

یَا عُزُّ کُفْرَانَکِ لَا سُبْحَانَکِ ‌ ‌ اِنِّیْ رَاَیْتُ اللّٰہَ قَدْ اَھَانَکِ

"اے عزہ! میں تیری تسبیح بیان نہیں کرتا بلکہ میں تیری خدائی کا انکار کرتا ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ذلیل و رسوا کر دیا ہے۔"

پھر آپ نے اپنی تلوار سے اس پر وار کیا اور اس کے سر کو دو ٹکڑے کر دیا پھر وہ ایک جلے ہوئے کوئلہ کی طرح ہوگئی پھر آپ نے اس درخت کو جڑ سے اکھیڑ دیا اور دبیہ کو بھی قتل کر دیا تعمیل ارشاد سے فارغ ہونے کے بعد بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ (۱)

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۴۔ ۲۰۵

بتوں کے بارے میں کفار کا عقیدہ

اپنے بتوں کے بارے میں کفار کا جو عقیدہ تھا آیات قرآنی نے اسے جابجا وضاحت سے بیان کر دیا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ وہ اپنے بتوں کو الہ مانتے تھے، یہ چیز ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ ایک ذات کائنات کے گوناگوں، ان گنت امور کا احاطہ کیونکر کر سکتی ہے۔ نظام عالم کو چلانے کے لئے ان کے نزدیک یہ ضروری تھا کہ متعدد خداؤں کو تسلیم کرے کوئی تخلیق و آفرینش کا کام کرے، کوئی رزق رسانی کی ذمہ داری سنبھالے، کوئی بیماروں کو صحت دے، کوئی مفلوک الحالوں کو غنی کرے، کوئی کمزوروں کو طاقت ور بنائے۔ کسی کی ذمہ داری جنگوں کا فیصلہ کرنا۔ کسی کو شکست سے دوچار کرنا اور کسی کو فتح و کامرانی سے ہمکنار کرنا ہو کوئی خدا بارش برسانے والا ہو۔ کوئی کھیت اگانے والا۔ اور کوئی اولاد دینے والا۔ کوئی خدا زمین کے ہر لحظہ تغیر پذیر احوال پر نظر رکھنے والا ہو اور کوئی عالم بالا کے نظم ونسق کو برقرار رکھنے والا ہو ان کے نزدیک یہ بات عقل کے خلاف تھی کہ ایک ہی ذات ان متنوع اور متضاد قسم کی ذمہ داریوں اور فرائض کی انجام دہی سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔

چنانچہ سورہ "ص" میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ ہادی برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب کفار عرب کو دعوت توحید دی تو انہوں نے اپنی حیرت واستعجاب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

أَجَعَلَ الْآلِهَةَ إِلَٰهًا وَاحِدًا إِنَّ هَٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ (ص : ۵)

"کیا بنا دیا ہے اس نے بہت سے خداؤں کی جگہ ایک خدا بیشک یہ بڑی عجیب وغریب بات ہے۔"

(سورہ ص : ۵)

اب بھی اگر کوئی شخص کفار عرب کی طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی کو الہ تسلیم کرتا ہے۔ خواہ وہ شخصیت، کوئی جلیل القدر انسان ہو یا رفیع المرتبت فرشتہ ہو تو ایسا شخص عقیدہ توحید سے محروم اور دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

قرآن کریم نے بار بار یہ تصریح کی ہے کہ کفار اپنے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کی عبادت کرنا بھی شرک اور کفر کی ایک قبیح ترین صورت ہے جو کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتی آج بھی اگر کوئی کسی مقدس ترین ہستی کی خواہ وہ انسان ہو یا نوری فرشتہ اس کی عبادت کرتا ہے تو وہ مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ عبادت اور تعظیم دو الگ الگ چیزیں ہیں تعظیم و تکریم تو اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی بھی کی جاسکتی ہے۔ بلکہ عین ایمان ہے لیکن اس کی ذات کے سوا کسی کی عبادت ہرگز روا نہیں کفار کا اپنے بتوں کو الہ کہنا اور ان کی عبادت کا اقرار بلکہ اس پر ان کا اصرار ان کے مشرک ہونے کی ناقابل تردید دلیل ہے اگر مزید دقت نظر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے یہ جوابات ان کے قلبی عقائد کی صحیح عکاسی نہیں کرتے بلکہ لاجواب ہونے کی صورت میں اپنی گلوخلاصی کے لئے وہ ان جوابات کی آڑ لیتے تھے ورنہ در حقیقت وہ ان بتوں کو ہی اپنا رازق اور اپنا مالک تصور کرتے تھے۔

قرآن کریم میں ان سوالات اور جوابات کا ذکر متعدد مقامات پر کیا گیا ہے۔ جن کے مطالعہ سے یہ حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ مشرکین کے یہ جوابات ان کے عقیدہ کی صحیح عکاسی نہیں کرتے۔ بلکہ وہ اپنی بے بسی اور لاجوابی کو چھپانے کے لئے یہ جوابات دیا کرتے تھے۔ ان میں سے چند سوالات و جوابات قارئین کے مطالعہ کیلئے پیش کئے جاتے ہیں۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُونَ (العنکبوت: ٦١)

" (اور اے حبیب) اگر آپ پوچھیں ان مشرکوں سے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور کس نے فرماں بردار بنایا ہے سورج اور چاند کو تو وہ ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے۔ پھر وہ کہاں توحید سے پھرے جاتے ہیں۔ "
(العنکبوت: ٦١)

اسی سورت کی آیت نمبر ٦٣ کا مطالعہ فرمائیں۔

وَلَئِن سَأَلْتَهُم مَّن نَّزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ .

"اور اگر آپ پوچھیں ان سے کہ کس نے اتارا آسمان سے پانی، پھر زندہ کر دیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے بنجر بن جانے کے بعد تو ضرور کہیں گے اللہ تعالیٰ نے آپ فرمائیے الحمدللہ (حق واضح ہو گیا) بلکہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔"

عقیدہ توحید کے انکار کے علاوہ وہ دیگر عقائد اسلام کا بھی انکار کرتے تھے جو ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور جن پر ایمان لائے بغیر کوئی انسان دائرہ اسلام میں داخل نہیں ہو سکتا مثلاً حضور فخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار۔ قرآن کریم کے کلام الٰہی ہونے کا انکار۔ قیامت کے وقوع پذیر ہونے کا انکار۔

سب سے بڑا اعتراض انہیں قیامت کے برپا ہونے پر تھا وہ کہتے کہ جب ہم مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں صدیاں بیت جائیں گی اور ہوا کے جھونکے ہماری خاک کے ذروں کو بھی عالم کی وسعتوں میں بکھیر کر رکھ دیں گے تو پھران کو جمع کرنا پھران میں روح پھونکنا پھران کو جوابدہی کے لئے اپنے سامنے پیش کرنا کیا عقل سلیم ان اَن ہونی باتوں کو تسلیم کر سکتی ہے اور جو شخص ان محال باتوں پر ایمان لانے کی ہمیں دعوت دیتا ہے کیا ہم اس کو اپنا راہبر تسلیم کر لیں؟ ناممکن۔

اہل مکہ میں بلکہ سارے جزیرہ عرب میں بت پرستی کی وبا اس طرح عام تھی کہ ہر اہل خانہ کا الگ بت ہوا کرتا۔ جسے وہ اپنے گھر میں ایک محترم جگہ پر سجاد یا کرتے اور جس کی وہ پوجا پاٹ کیا کرتے ان میں سے اگر کوئی شخص سفر کے لئے جاتا تو اپنے بال بچوں کو الوداع کہنے کے بعد آخری کام وہ یہ کرتا کہ گھر سے نکلنے سے قبل وہ اس بت کو برکت حاصل کرنے کے لئے چھوتا اور جب سفر سے واپس آتا تو سب سے پہلا کام یہ کرتا کہ اس بت کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بندگی بجالاتا۔ اثنائے سفر اگر وہ کسی جگہ قیام کے لئے اترتا تو ادھر ادھر بکھرے ہوئے پتھروں میں سے چار پتھر چن کر لاتا ان میں سے جو پتھر خوبصورت ہوتا اس کو اپنا رب بنالیتا اور تین پتھروں سے اپنا چولہا تیار کرتا۔

وہ ان بتوں کے لئے ان بتوں کے نام لے کر جانور ذبح کرتے اور ان جانوروں کو ذبح کر

کے ان بتوں سے تقرب کے امید وار ہوتے۔
الغرض ہر قبیلہ کا اپنا اپنا خدا تھا جس کی وہ تعظیم کرتے اور اس کے سامنے رسوم عبادت بجا لاتے اس سلسلہ میں گاہے گاہے کئی ایسے واقعات رونپذیر ہوتے جن سے اگر ایک طرف ان بتوں کی بے بسی کا پردہ چاک ہوتا تو دوسری طرف ان کے پرستاروں کی عقیدت کا بھانڈا بھی چوراہے میں پھوٹ جاتا۔ مالک اور ملکان، کنانہ کے دو بیٹے تھے جدہ کے ساحل پر ان کا ایک بت تھا جس کا نام سعد تھا وہ ایک لمبی چٹان تھی، بنی ملکان کا ایک شخص اپنے اونٹوں کی ایک قطار لے کر وہاں آیا تاکہ اس سے برکت حاصل کرے۔ جب اس نے اپنے اونٹوں کو اس چٹان کے قریب کیا تو وہ چٹان ان جانوروں کے خون سے لت پت تھی جو اس کے لئے ذبح کئے گئے تھے اونٹ یہ دیکھ کر بدک پڑے اور اپنی مہاریں تڑا کر جدھر کسی کا منہ آیا ادھر بھاگ گیا اپنے اونٹوں کو یوں منتشر ہوتا دیکھ کر وہ غضبناک ہو گیا زمین سے پتھر اٹھایا اور سعد بت کو زور سے دے مارا اور کہا (لابارک اللہ فیک الہا انفرت ابلی) ۔ "اے جھوٹے خدا! تجھ کو اللہ تعالیٰ کبھی برکت نہ دے تو نے میرے اونٹوں کو بھگا دیا۔" انہیں تتر بتر کر دیا۔ پھر وہ اپنے اونٹوں کو اکٹھا کرنے کے لئے وہاں سے نکلا ایک کو نکیل کے ساتھ باندھ کر جمع کر لیا جب وہاں سے روانہ ہوا تو یہ اشعار گنگنا رہا تھا۔

أَتَيْنَا إِلَىٰ سَعْدٍ لِيَجْمَعَ شَمْلَنَا فَشَتَّتَنَا سَعْدٌ فَلَا نَحْنُ مِنْ سَعْدِ

"ہم سعد (بت) کے پاس آئے کہ ہمارے پراگندہ شیرازہ کو وہ منظم اور مجتمع کر دے الٹا سعد نے ہماری جمعیت کو تتر بتر کر دیا۔ ہمارا اب سعد سے کوئی تعلق نہیں۔"

وَهَلْ سَعْدٌ إِلَّا صَخْرَةٌ بِتَنُوفَةٍ مِنَ الْأَرْضِ لَا يَدْعُو لِغَيٍّ وَلَا رُشْدِ

"سعد کیا ہے لق و دق صحرا میں ایک چٹان ہے نہ وہ گمراہی کی طرف بلا سکتا ہے نہ وہ ہدایت کی طرف دعوت دے سکتا ہے یعنی نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔"

اسی طرح کا ایک واقعہ عمرو بن جموح کے ساتھ پیش آیا۔ عمرو بنی سلمہ قبیلہ کا سردار تھا۔ اس نے اپنے گھر میں لکڑی کا ایک بت رکھا ہوا تھا اس بت کا نام بھی منات تھا۔ جب بنی سلمیٰ کے کئی نوجوان موسم حج میں عقبہ کے مقام پر مشرف باسلام ہوئے ان میں معاذ بن جبل اور عمرو مذکور کا بیٹا معاذ اور کئی دوسرے نو مسلم تھے۔ ان کا یہ معمول بن گیا کہ وہ عمرو بن جموح کے

بت کو رات کی تاریکی میں اٹھا کر لے جاتے بنی سلمہ کے محلہ میں کوڑا کرکٹ ڈالنے کے جو گڑھے تھے ان میں جا کر پھینک دیتے جب صبح ہوتی اور عمرو کا بت اپنی جگہ پر اسے نظر نہ آتا تو کہتا تمہارا برا ہو آج رات کس نے ہمارے خدا پر زیادتی کی ہے پھر وہ اس کی تلاش میں نکلتا کسی گڑھے میں سر کے بل اوندھا پڑا ہوا وہ اسے ملتا۔ تو اسے اٹھا کر گھر لے آتا۔ اس کو دھو تا صاف کرتا اور خوشبو سے اسے معطر کرتا پھر کہتا اے میرے خدا! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ تیرے ساتھ کس نے یہ بے ادبی کی ہے تو میں اس کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑوں۔ کئی رات ایسا ہی ہوتا رہا۔ پھر ایک دن وہ اپنی تلوار لے آیا اور اپنے بت کی گردن میں لٹکا دی۔ اور اسے مخاطب کر کے بولا۔

وَاللّٰهِ اِنِّي لَا اَعْلَمُ مَنْ يَصْنَعُ بِكَ مَا تَرَا ... فَاِنْ كَانَ فِيكَ خَيْرٌ فَامْتَنِعْ فَهٰذَا السَّيْفُ مَعَكَ

"بخدا! میں نہیں جانتا کہ تیرے ساتھ ہر شب کون یہ گستاخی کرتا ہے اگر تجھ میں کوئی طاقت ہے تو اپنی حفاظت کر میں اپنی تلوار تمہارے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں۔"

وہ رات کو سو گیا ان لوگوں نے تلوار سمیت اس کے بت کو وہاں سے اٹھا لیا پھر ایک مرے ہوئے کتے کو ایک رسی کے کر اس کے ساتھ باندھ دیا پھر ایک غیر آباد کنوئیں میں جہاں نجاستیں ڈالی جاتی تھیں وہاں پھینک آئے۔ عمرو صبح اٹھا۔ اپنے بت کے پاس گیا وہ موجود نہ تھا اس کی تلاش میں نکلا اور اس کو ایک غلیظ کنوئیں میں سر کے بل اوندھا گرا ہوا اس حالت میں دیکھا کہ ایک مردہ کتا اس کے ساتھ بندھا ہوا ہے جب اس نے اپنے معبود کی یہ حالت دیکھی تو اس کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھ گئے نوجوان مسلمانوں نے جب اس کو اس کے بے جان معبود کی بے بسی کی طرف متوجہ کیا تو اس نے کفر و شرک سے توبہ کی اور اسلام قبول کر لیا اس وقت اس نے اپنے جذبات کا اظہار ان اشعار میں کیا۔

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتَ اِلٰهًا لَمْ تَكُنْ ... اَنْتَ وَكَلْبٌ وَسْطَ بِئْرٍ فِي قَرَنْ

"بخدا اگر تو خدا ہوتا تو کتے کے ساتھ ایک رسی میں بندھا ہوا کنوئیں میں پڑا ہوا نہ ہوتا۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ ذِي الْمِنَنْ ... اَلْوَاهِبِ الرَّزَّاقِ دَيَّانِ الدِّيَنْ

"سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو سب سے بلند ہے احسان فرمانے

والا ہے نعمتیں بخشنے والا ہے رزق دینے والا ہے۔ اور صحیح دین عطا فرمانے والا ہے۔ "

هُوَ الَّذِي أَنْقَذَنِي مِنْ قَبْلِ أَنْ   أَكُونَ فِي ظُلْمَةِ قَبْرٍ مُرْتَهَنْ
بِأَحْمَدَ الْمَهْدِيِّ النَّبِيِّ الْمُرْتَهَنْ

"وہی ہے جس نے مجھے اس سے پہلے کہ میں قبر کے اندھیروں میں رکھ دیا جاؤں مجھے کفر سے نجات دی اپنے نبی احمد کے ذریعہ جو ہدایت یافتہ ہیں۔ " (۱)

اس قسم کے متعدد واقعات ہیں جو ابو منذر الکلبی نے اپنی مشہور تصنیف "کتاب الاصنام" میں درج کئے ہیں مختلف قبیلوں کے مختلف بت تھے جن کی وہ عبادت کیا کرتے تھے دوس قبیلہ کا ایک بت تھا جس کو ذوالکفین کہا جاتا۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو ان کے سردار طفیل بن عمر دوسی نے اس کو جلا دیا اور کہا۔

يَا ذَا الْكَفَّيْنِ لَسْتُ مِنْ عِبَادِكَ   مِيلَادُنَا أَكْبَرُ مِنْ مِيلَادِكَ
إِنِّي حَشَوْتُ النَّارَ فِي فُؤَادِكَ

"اے ذوالکفین میں تیرے بندوں میں سے نہیں ہوں ہم پیدائش کے لحاظ سے تم سے عمر میں بڑے ہیں میں نے تیرے دل میں آگ کے انگارے بھر دیئے ہیں۔ "

بنی از د قبیلہ کی ایک شاخ بنی حرث کے بت کا نام ذوالشری تھا۔ قضاعہ۔ لخم۔ جذام۔ غطفان کے قبائل، جو شام کی سرحد کے قریب آباد تھے ان کے بت کا نام الاقیصر تھا بنی طے قبیلہ کی ایک شاخ جدیلہ کے بت کا نام یعبوب تھا۔

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۰۸۔ ۲۰۹

بتوں کے بارے میں ان کا رویہ

اپنے بتوں کے بارے میں ان کا رویہ بڑا مضحکہ خیز تھا۔ ابو رجاء العطاردی کہتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ہمارا طریقہ یہ تھا کہ ہم ایک پتھر کو پوجتے رہتے اور جب ہمیں اس سے کوئی خوبصورت پتھر مل جاتا تو ہم پہلے معبود پتھر کو پھینک دیتے اور نئے پتھر کی پوجا شروع کر دیتے اگر کسی مقام پر کوئی پتھر دستیاب نہ ہوتا تو ہم مٹی کی ایک ڈھیری بناتے اسی کے اوپر بکری کھڑی کر کے اس کا دودھ دوہتے اور اس ڈھیری پر ڈال دیتے پھر ہم اس ڈھیری کی عبادت کرنے لگتے۔ (۱)

ابو عثمان النہدی کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم ایک بت کی پوجا کیا کرتے تھے ایک روز ہم نے ایک اعلان سنا کوئی کہہ رہا تھا اے لوگو! تمہارا خدا ہلاک ہو گیا ہے اب کوئی نیا رب تلاش کرو۔ ہم نکلے اور وادی کے سارے نشیب و فراز کو چھان مارا کہ ہمیں کوئی ایسا پتھر مل جائے جس کو ہم اپنا خدا بنالیں۔ اسی اثناء میں ہم نے ایک منادی کرنے والے کی بلند آواز سنی اِنَّا قَدْ وَجَدْنَا رَبَّکُمْ 'لوگو آجاؤ! ہم نے تمہارے لئے ایک خدا ڈھونڈ لیا ہے۔"

جب ہم آئے تو وہاں ایک پتھر رکھا ہوا تھا ہم نے اس پر جانور ذبح کئے اور ان کے خون سے اس کو لت پت کر دیا اس کے بعد اس کی پوجا شروع کر دی۔

مکہ کے بیت اللہ شریف کے علاوہ لوگوں نے مختلف مقامات پر کئی اور کعبے بنا رکھے تھے۔ بنی حارث نے نجران میں ایک کعبہ بنایا تھا۔ جس کی وہ تعظیم بجالایا کرتے تھے اسی طرح ابرہہ الاشرم نے یمن کے دار الحکومت صنعاء میں سنگ مرمر اور قیمتی لکڑی سے ایک بڑا شاندار مکان تعمیر کیا۔ اس کو سونے کے نقش و نگار سے مزین کیا اور اس کا نام القلیس رکھا۔ اس نے چاہا کہ اہل عرب کو مجبور کرے کہ وہ حج کے لئے مکہ جانے کے بجائے صنعاء میں آئیں اور اس کے تعمیر کردہ کعبہ کا طواف کریں۔

ابرہہ کا جو انجام ہوا اس کے بارے میں آپ پہلے پڑھ چکے ہیں۔

سورج کے پجاری

اہل عرب میں بعض ایسے لوگ بھی تھے جو سورج کی پوجا کیا کرتے تھے سورج کے بارے میں

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۱۱

ان کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ ایک فرشتہ ہے۔ جس کا نفس بھی ہے اور عقل بھی چاند اور تمام ستارے اسی سے اکتساب نور کرتے ہیں اور عالم سفلی کی تمام موجودات اس سے پیدا ہوئی ہیں۔ ان کے نزدیک سورج افلاک وسموات کا بادشاہ ہے یہ اس قابل ہے کہ اس کی تعظیم کی جائے۔ اس کو سجدہ کیا جائے اور اس سے دعائیں مانگی جائیں انہوں نے اس کا ایک ہیکل تیار کیا تھا انسانی مجسمہ جس کے ہاتھ میں ایک موتی ہے جس کا رنگ آگ کی طرح سرخ ہے۔ اس ہیکل کے لئے ایک خاص معبد (مندر) تعمیر کیا جسے اس کے نام سے موسوم کیا اس معبد کے لئے کثیر التعداد گاؤں اور زرعی زمینیں وقف کیں اس کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے باقاعدہ خدام مقرر تھے سورج کے پرستار اس معبد میں دن میں تین بار آکر اس کی عبادت کرتے بیمار لوگ وہاں آتے اور اس بت کے لئے روزے رکھتے نمازیں پڑھتے اور دعائیں مانگتے سورج جب طلوع ہوتا غروب ہوتا تو اس کے سارے پجاری اس کو سجدہ کرتے اور اسی طرح دوپہر کے وقت بھی جب سورج نصف النہار پر ہوتا کیونکہ یہ تینوں اوقات سورج کے پرستاروں کی پرستش کے ہیں اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے اور سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اہل عرب میں سے حمیر میں آباد عرب قبائل سورج کے پجاری تھے ملکہ بلقیس جو حمیر کے سلاطین میں سے ایک نامور ملکہ گزری ہے اس کے بارے میں ہدہد نے جو اطلاع حضرت سلیمان علیہ السلام کو دی قرآن کریم میں اس کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

"میں نے وہاں کی ملکہ کو اور اس کی قوم کو اس حال میں پایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔"

اس کے بعد بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام پر ایمان لائی اور سورج کی پرستش کو چھوڑ کر سورج کے پیدا کرنے والے خداوند قدوس کی عبادت کرنے لگی اس طرح دین توحید اس علاقہ میں پھیل گیا۔

چاند کے پجاری

بعض لوگ چاند کی تعظیم اور پرستش کرتے تھے ان کا یہ اعتقاد تھا کہ عالم سفلی کی تدبیر کا کام چاند کے سپرد ہے انہوں نے اس کا ایک ہیکل (بت) بنایا ہوا تھا جس کی شکل بچھڑے کی تھی۔ اور اسکے ہاتھ میں بھی ایک موتی ہوا کرتا تھا۔ وہ اس کی عبادت کرتے اس کو سجدہ کرتے مہینہ

میں اس کے لئے چند روز روزے رکھتے جب روزوں کے دن ختم ہوتے تو کھانا اور شراب لے کر وہ اس بت کے پاس حاضر ہوتے اور کھانا تناول کرتے اس کے بعد وہ رقص و سرود میں مصروف ہو جاتے بعض نے دوسرے ستاروں کے ہیکل بنا رکھے تھے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

دہریوں

یہ وہ لوگ ہیں جو کائنات کے خالق کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ جس میں کوئی جوہری تغیر و تبدل وقوع پذیر نہیں ہوتا عالم بذات خود کائنات کے تمام اجزا کو آپس میں وابستہ کئے ہوئے ہے انہیں معطلہ بھی کہتے ہیں یہ لوگ بھی کائنات کے خالق کے منکر ہیں اور قیامت کو بھی نہیں مانتے۔ نبوت کا بھی انکار کرتے ہیں وہ کہتے ہیں طبیعت زندہ کرتی ہے اور دہر (زمانہ) فنا کرتا ہے انہیں کے عقیدہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

وَمَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ

"ہماری صرف یہ دنیوی زندگی ہے اس میں ہم مرتے اور زندہ رہتے ہیں اور ہمیں گردش لیل و نہار ہلاک کرتی ہے۔"

(۲۴۔ الجاثیہ)

اہل عرب میں بعض ایسے لوگ تھے جو یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ عالم رنگ و بو یہ آسمان اور زمین، یہ پانی اور ہوا اور ساری کائنات اپنے تنوع کے باوجود از خود پیدا ہو گئی ہے اس کو کسی ایسی ذات نے پیدا نہیں کیا جو قدیر، علیم، حکیم کی صفات سے متصف ہو۔ ہماری بس یہی زندگی ہے ہم اس میں جتنی عیش و عشرت کر لیں جتنے اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز ہو جائیں یہی کچھ ہماری کامیابی ہے۔ مرنے کے بعد نہ کوئی برزخ ہے نہ عالم نہ آخرت اور نہ کہیں ہمارے اعمال نیک و بد کا محاسبہ ہو گا۔

صابئہ

در اصل یہ وہ قوم ہے جس کو دعوت حق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا ان کا مرکز "حران" میں تھا۔ دجلہ اور فرات کے دو آبہ

میں ایک قدیم شہر کا نام ہے، جو بلاد مضر کا مرکز تھا یہ اپنے فلاسفہ اور علماء کی وجہ سے بہت مشہور ہے ثابت بن قرہ اور اس کی اولاد اور البتانی وہاں کے علماء کے سربر آوردہ ہیں۔ (المنجد)

ان صائبین کی دو قسمیں تھی ایک موحدین اور دوسرے مشرکین۔ مشرک وہ ہیں، جو سات سیار گان اور بارہ برجوں کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں ہرایک کے لئے انہوں نے الگ الگ ہیکل (عبادت گاہیں) تعمیر کی ہوئی ہیں جن میں اس سیارہ کی ایک تصویر ہوتی ہے شمس، قمر، زہرہ، مشتری، مریخ، عطارد، زحل کے لئے الگ الگ ہیکل ہیں سب سے بڑا ہیکل آفتاب کا ہے۔ وہ ان ستاروں کی پوجا کرتے ہیں ان سے دعائیں مانگتے ہیں ان کے لئے قربانیاں دیتے ہیں اور مسلمانوں کی طرح دن میں پانچ نمازیں ادا کرتے ہیں۔

ان میں سے بعض فرقے ایسے بھی ہیں جو ماہ رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں نماز ادا کرتے وقت کعبہ کی طرف رخ کرتے ہیں مکہ کی تعظیم کرتے ہیں۔ اس کا حج کرتے ہیں جن چیزوں کو قرآن کریم میں حرام کہا گیا ہے ان کو حرام سمجھتے ہیں اور محارم سے نکاح مسلمانوں کی طرح حرام اور ناجائز سمجھتے ہیں ان کے دین کا اصل یہ ہے کہ وہ اپنے خیال میں کسی ایک دین کی پابندی نہیں کرتے بلکہ ہر دین سے جو چیز ان کے نزدیک مستحسن ہوتی ہے اس کو اخذ کر لیتے ہیں اس لئے اس کو صابی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کسی ایک مذہب کے اصولوں کی پابندی سے اپنے آپ کو آزاد کر لیتے ہیں ان میں سے جو مشرک ہیں ان کا عقیدہ یہ ہے۔

وَلَا سَبِيْلَ لَنَا اِلَى الْوُصُوْلِ اِلٰى جَلَالِهٖ، اِلَّا بِالْوَسَائِطِ فَالْوَاجِبُ
عَلَيْنَا اَنْ نَتَقَرَّبَ اِلَيْهِ بِتَوَسُّطَاتِ الرُّوْحَانِيَاتِ الْقَرِيْبَةِ مِنْهُ
وَهُمُ الرُّوْحَانِيُّوْنَ وَالْمُقَرَّبُوْنَ الْمُقَدَّسُوْنَ عَنِ الْمَوَادِ الْجِسْمَانِيَّةِ
وَعَنْ قُوَى الْجَسَدَانِيَّةِ فَهُمْ اَرْبَابُنَا وَاٰلِهَتُنَا وَشُفَعَاؤُنَا عِنْدَ
رَبِّ الْاَرْبَابِ وَاِلٰهِ الْاٰلِهَةِ فَمَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى
اللّٰهِ زُلْفٰى

"یعنی ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی ذات تک رسائی حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں بجز ان واسطوں کے پس ہم پر واجب ہے کہ ہم اس کا قرب حاصل کریں ان روحانیات کے توسط سے جو اس کے قریب ہیں اور وہ روحانیین ہیں مقربین ہیں۔ جو جسمانی مادوں اور جسمانی قوتوں سے پاک

ہیں پس یہ روحانیین ہمارے رب ہیں ہمارے الہ ہیں اور رب الارباب سب خداؤں کے خدا کے پاس ہمارے شفیع ہیں ہم ان روحانیین کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب بخش دیں۔" (۱)

اہل عرب میں بھی بعض لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے عقائد پر قائم تھے وہ ستاروں کی پوجا کرتے اور ان کے لئے عبادت گاہیں تعمیر کرتے تھے۔

زنادقہ

قریش میں سے ایک گروہ زندیقوں کا بھی تھا۔ ابن قتیبیہ نے کتاب المعارف میں جہاں عرب کے زمانہ جاہلیت کے ادیان کا ذکر کیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ قریش کے زندیقوں نے اس مسلک کو حیرہ سے اخذ کیا تھا۔ (۲)

اہل حیرہ کائنات کے دو اصلوں کے قائل تھے نور اور ظلمت، نور خیر کا کرنے والا تھا۔ اور ظلمت، شر کی فاعل تھی یہ دونوں اصل ازلی اور ابدی تھے سمیع، بصر اور ادراک کی صفت سے متصف تھے نفس اور صورت میں مختلف تھے ان کے افعال اور تدابیر میں تضاد تھا نور، خوبصورت اور خوشبودار تھا۔ اس کا نفس کریم، حکیم اور نفع بخش تھا۔ ہر قسم کی بھلائیاں، خوشیاں اور اصلاحی کام اس سے صادر ہوتے تھے اور ظلمت اس کے برعکس تھی۔

فرشتوں کے پجاری

اہل عرب میں قلیل تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو فرشتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کے اس عقیدہ کی بڑی شدت سے تردید کی ہے۔

جنات کے پجاری

مختصر سا گروہ اہل عرب سے جنات کی عبادت کیا کرتا تھا۔ قرآن کریم میں مختلف مقامات پر

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۲۵۔ ۲۲۶

۲۔ کتاب المعارف لابن قتیبیہ صفحہ ۲۶۶

ان کے اس عقیدہ باطلہ کی سختی سے مذمت اور تردید کی گئی ہے۔

آتش پرست

اہل ایران کی اکثریت آتش پرست تھی انہوں نے اہم مقامات پر آگ کی پرستش کے لئے عظیم آتش کدے تعمیر کر رکھے تھے جہاں آگ ہر وقت بھڑکتی رہتی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اسے بجھنے نہ دیا جاتا تھا عرب کے وہ علاقے جو ایران کی حدود کے قریب واقع تھے اور جو قبائل وہاں آباد تھے ان میں آتش پرستی کی وبا پھیلی ہوئی تھی۔ چنانچہ بنی تمیم کے سردار زرارہ بن عدس تمیمی اور اس کے بیٹے حاجب نے مجوسیت کو اختیار کیا اگرچہ اہل عرب اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کو حرام اور فعل شنیع خیال کرتے تھے لیکن مجوسیوں کا اتباع کرتے ہوئے حاجب نے اپنی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اس سے اس کی اولاد بھی ہوئی۔ اقرع بن حابس، یہ آتش پرست تھا اور وکیع بن حسان کا دادا ابو الاسود بھی مجوسی تھا۔

ستاروں کے پجاری

اہل عرب میں سے کچھ لوگوں نے ستاروں کی پرستش شروع کی اور ان کو اپنا الہ اور معبود بنا لیا۔ بنی تمیم میں سے ایک گروہ الدبران نامی ستارہ کی پوجا کیا کرتا تھا اور لخم، خزاعہ، قریش کے بعض قبائل الشعریٰ ستارہ کی پوجا کیا کرتے۔ بنی طے قبیلہ کے چند لوگ "ثریا" کی عبادت کیا کرتے اور بنی کنانہ چاند کے پجاری تھے اور اس کو اپنا الہ اور معبود مانتے تھے۔ (۱)

دین یہودیت

حمیر میں پہلے اکثریت مجوسیوں اور آفتاب پرستوں کی تھی ان کے بعد یہاں یہودی مذہب کو قبول عام اور غلبہ حاصل ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ جب تبع، شام وغیرہ ممالک کو فتح کرنے کے بعد واپس لوٹا تو اس کا گزر یثرب کی بستی کے پاس سے ہوا اس نے اُحد کی ترائی میں اپنے خیمے نصب کئے اور یثرب پر حملہ کر کے ساڑھے تین سو باشندوں کو قتل کر دیا اس نے چاہا کہ وہ یثرب کو نیست و نابود کر دے ایک یہودی عالم جس کی عمر اڑھائی سو سال کے قریب تھی وہ

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، خلاصہ صفحہ ۲۱۵ تا ۲۴۰

اس کے قریب آیا اور کہا اے بادشاہ! غصہ سے بے قابو ہو کر تو ہمیں قتل نہ کر ہمارے بارے میں جھوٹی افواہوں کو قبول نہ کر تو کچھ بھی کرے اس بستی کو نہیں اجاڑ سکتا۔ تبع نے پوچھا کیوں! تو اس بوڑھے یہودی نے کہا یہ وہ جگہ ہے جہاں اسماعیل علیہ السلام کی نسل سے ایک نبی مکرم ہجرت کر کے تشریف لائے گا جس کو مکہ سے جلا وطن کیا جائے گا۔ تبع اپنے ارادہ سے باز آ گیا اس یہودی عالم اور ایک دوسرے یہودی عالم کی معیت میں مکہ کی طرف روانہ ہوا وہاں پہنچ کر خانہ کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ پھر وہ اپنے وطن یمن کو واپس لوٹا اس کے ساتھ یہ دونوں یہودی عالم بھی تھے وہ ان کی تبلیغ سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا جب یہ خبر اہل یمن نے سنی تو انہوں نے اس کے خلاف بغاوت کر دی آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ آگ جلائی جائے اور اس میں یہ دو یہودی عالم بھی داخل ہوں اور اہل یمن کے چند لوگ بھی داخل ہوں۔ آگ، جن کو جلا دے وہ جھوٹے اور جو محفوظ رہیں وہ سچے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا جب یہ دونوں فریق اس آتش کدے میں داخل ہوئے تو آگ کے شعلوں نے یمنیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا اور دونوں یہودی عالم صحیح سلامت آگ سے باہر آ گئے اس واقعہ سے متاثر ہو کر اہل یمن نے یہودیت کو اختیار کیا ان کے علاوہ بنی کنانہ، کندہ، بنی حارث سے بھی چند لوگوں نے یہودیت کو قبول کر لیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کے پڑوس میں یثرب اور خیبر میں یہودی آباد تھے ان کی تبلیغ اور تعلیم سے یہ لوگ متاثر ہوئے۔ اور یہودی بن گئے۔ (۱)

نصرانیت

ربیعہ، غسان اور بعض قضاعہ نے نصرانیت کو قبول کر لیا۔ کیونکہ ان کے علاقے رومی مملکت کی سرحدوں کے بالکل قریب تھے۔ اور اہل عرب تجارت کے لئے بار بار ان ممالک میں جایا کرتے تھے۔ بنو تغلب، جو عرب کا بڑا طاقتور اور ذی شوکت قبیلہ تھا۔ اس نے بھی عیسائیت کو قبول کر لیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب بنو تغلب کا علاقہ فتح ہوا اور بنو تغلب سے صلح کا معاہدہ ہوا تو انہوں نے اس شرط پر صلح کی کہ اسلامی حکومت ان سے جو مالی ٹیکس وصول کرے اسے جزیہ نہ کہا جائے بلکہ اسے صدقہ کہا جائے۔ اور مسلمان جس شرح سے مالیہ ادا کرتے ہیں وہ اس سے دگنا صدقہ ادا کریں گے ان کی عورتیں بھی مردوں کی طرح یہ صدقہ ادا کرنے کی پابند ہوں گی۔ ان کی جو زمینیں ان کے قبضہ میں رہنے دی گئی ہیں ان سے دگنا عشر

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۴۰۔ ۲۴۱

وصول کیا جائے یعنی بارانی زمینوں سے دسویں حصہ کے بجائے پانچواں حصہ اور آبپاش ہونے والی زمینوں سے بیسویں حصہ کے بجائے دسواں حصہ لیا جائے گا۔ نیزان کے لڑکوں۔ مجنونوں سے صدقہ دگنی شرح پر وصول کیا جائے گا۔ لیکن ان کے مویشیوں اور دیگر اموال سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جائے گا نجران کے لوگوں نے نصرانیت قبول کرلی ان کے چودہ آدمیوں کا وفد بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا ان کے دو سردار تھے ایک کا نام السید تھا اور دوسرے کا نام العاقب۔ ان کی گفتگو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہوئی۔ حضور نے انھیں مباہلہ کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے اس دعوت کو قبول کرنے کے بجائے اس شرط پر صلح کرلی۔ کہ وہ ہر سال دو ہزار پوشاکیں، تینتیس زرہیں، تینتیس اونٹ اور چونتیس گھوڑے بارگاہ رسالت میں بطور جزیہ ادا کریں گے۔
مباہلہ کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ (۱)

بعض اہل حق

عہد جاہلیت میں اہل عرب نے جس قسم کے عقائد باطلہ کو اپنا رکھا تھا اس کا سرسری جائزہ آپ کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے لیکن اس دور میں جب کہ ہر طرف کفر و شرک اور فسق و فجور کی کالی رات چھائی ہوئی تھی بعض ایسے نفوس قدسیہ بھی تھے جو اگرچہ تعداد میں بہت کم تھے لیکن اللہ تعالیٰ کی توحید پر ان کا یقین محکم اور اس کی صفات کمال پر ان کا ایمان پختہ تھا۔ معبودان باطل سے وہ قطعاً بیزار تھے۔ شب دیجور میں آسمان پر جس طرح ستارے چمک رہے ہوتے ہیں اسی طرح ان بھیانک اندھیروں میں ان کا وجود منبع انوار تھا۔ ان میں سے چند برگزیدہ ہستیوں کے عقائد اور اطوار کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔

قُسّ بن ساعدہ الاِیّادی

ان کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے طویل عمر پائی ابی حاتم السجستانی نے اپنی تصنیف کتاب المعمرین میں لکھا ہے کہ ان کی عمر ۳۸۰ سال تھی انہوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا زمانہ پایا۔ حضور کے ارشادات سنے۔ عہد جاہلیت میں یہ پہلے شخص

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۴۳

تھے جو قیامت پر ایمان لے آئے۔ (۱)

امام ذہبی، علامہ ابن حجر اور دیگر علماء نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے لیکن ابن سکن نے صراحت سے لکھا ہے کہ قس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل وفات پائی۔

ابن سید الناس نے اپنی تصنیف "السیرۃ" میں ایک واقعہ لکھا ہے جو انہوں نے اپنی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا جارود بن عبداللہ جو اپنی قوم کے سردار تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں نے تورات میں حضور کی صفت پڑھی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی ہے فَاَنَا اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پس میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ تعالیٰ کے اور آپ محمد رسول اللہ ہیں۔ چنانچہ جارود بھی ایمان لایا اور اس کی قوم بھی مشرف باسلام ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سے انتہائی مسرت ہوئی۔ حضور نے پوچھا اے جارود! وفد عبدالقیس میں کوئی ایسا آدمی بھی ہے جو ہمیں قس کا تعارف کرائے۔ اور اس کے حالات سے آگاہ کرے۔ جارود نے کہا یا رسول اللہ! ہم سب اس کو جانتے ہیں اور میں تو وہ شخص ہوں جو اس کے پیچھے پیچھے چلا کرتا تھا۔ وہ عرب کے ایک شریف قبیلہ کا ایک شریف فرد تھا اس کی فصاحت مسلمہ تھی۔ اس کی عمر سات سو سال تھی اور اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں میں سے سمعان کی صحبت کا شرف حاصل کیا۔ وہ پہلا شخص ہے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی میں گویا سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہے لَيَبْلُغَنَّ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَلَيُوَفَّيَنَّ كُلُّ عَامِلٍ عَمَلَهٗ یقیناً کتاب اپنی مقررہ مدت کو پہنچے گی اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی پوری جزا دی جائے گی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جارود! اب تم صبر کرو میں اس کو فراموش نہیں کر سکتا میں نے اس کو سوق عکاظ میں خاکستری رنگ کے اونٹ پر بیٹھے دیکھا وہ گفتگو کر رہا تھا جو شائد مجھے پوری طرح محفوظ نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! میں اس دن سوق عکاظ میں موجود تھا اور جو خطبہ اس روز اس نے دیا وہ مجھے پوری طرح یاد ہے آپ نے وہ خطبہ بارگاہ رسالت میں عرض کیا جس میں عقیدہ توحید اور روز قیامت کے بارے میں قس

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۴۶

نے اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔
آخر میں حضرت صدیق نے قس کے چند اشعار بھی پڑھ کر سنائے۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

فِي الذَّاهِبِينَ الْأَوَّلِيـ ... نَ مِنَ الْقُرُونِ لَنَا بَصَائِرُ

"گزشتہ صدیوں میں جو لوگ ہم سے پہلے چلے گئے ہیں ان کے حالات میں ہمارے لئے عبرتیں ہیں۔"

لَمَّا رَأَيْتُ مَوَارِدًا ... لِلْمَوْتِ لَيْسَ لَهَا مَصَادِرُ

"میں نے موت کے ورود کی جگہیں تو دیکھی ہیں موت سے واپسی کے راستے مجھے نظر نہیں آئے۔"

وَرَأَيْتُ قَوْمِي نَحْوَهَا ... يَسْعَى الْأَكَابِرُ وَالْأَصَاغِرُ

"میں نے اپنی قوم کو دیکھا ہے کہ ان کے بڑے اور چھوٹے سب اس کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔"

لَا يَرْجِعُ الْمَاضِي إِلَيَّ ... وَلَا مِنَ الْبَاقِينَ غَابِرُ

"جو گزر گئے ہیں وہ واپس نہیں لوٹتے اور جو باقی رہ گئے ہیں وہ بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہیں گے۔"

أَيْقَنْتُ أَنِّي لَا مَحَالَةَ ... حَيْثُ صَارَ الْقَوْمُ صَائِرُ

"ان حالات کو دیکھ کر میں نے یقین کر لیا کہ جدھر میری قوم چلی گئی ہے مجھے بھی ادھر ہی لامحالہ جانا ہے۔" (۱)

زید بن عمرو بن نفیل

اس خوش نصیب گروہ میں سے جنہوں نے گمراہی کی اندھیری رات میں بھی حق کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا زید بن عمرو بن نفیل ہیں۔ یہ اپنے اہل وطن کے مشرکانہ عقائد سے بچپن سے ہی متنفر تھے یہ نہ ان کی پوجا کرتے اور نہ ان کے لئے جانوروں کی قربانیاں دیتے۔

علامہ الفاکہی نے اپنی سند سے عامر بن ربیعہ سے روایت کیا۔ عامر کہتے ہیں میری ملاقات

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۴۴ تا ۲۴۶

زید بن عمرو سے ہوئی جب وہ مکہ سے نکل کر حراء کی طرف جارہے تھے انہوں نے مجھے کہا اے عامر! میں نے اپنی قوم کے باطل عقیدہ کو ترک کر دیا ہے اور ملت ابراہیمی کا اتباع اختیار کر لیا ہے میں اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جس کی حضرت اسماعیل علیہ السلام اس کعبہ کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتے تھے۔ میں ایک نبی کا انتظار کر رہا ہوں جو حضرت اسماعیل کی اور پھر حضرت عبدالمطلب کی پشت سے ہوگا لیکن میرا خیال ہے کہ اس نبی کا زمانہ نہ پاسکوں گا۔ سنو! میں اس نبی پر ایمان لے آیا ہوں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا سچا نبی ہے۔ واقدی کی روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ انہوں نے عامر کو کہا کہ اگر تیری عمر دراز ہو۔ اور تو اس نبی کا زمانہ پائے تو اس کی بارگاہ اقدس میں میرا اسلام عرض کرنا۔ عامر کہتے ہیں جب میں مشرف بااسلام ہوا تو میں نے اس کا سلام بارگاہ رسالت میں عرض کیا حضور نے ان کے سلام کا جواب دیا اور اس پر رحمت بھیجی۔ فرمایا میں اس کو جنت میں دیکھ رہا ہوں اس حال میں کہ وہ اپنی چادر کا پلو گھسیٹتے چلے جارہے ہیں۔

زید نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف تو حاصل کیا لیکن حضور کے مبعوث ہونے سے پہلے انتقال کر گئے۔ انہوں نے ایک بار حضور کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے نصرانیت اور یہودیت کو سونگھا ہے لیکن میں نے ان میں وہ چیز نہیں پائی جس کی مجھے طلب تھی میں نے یہ بات ایک راہب کو بتائی تو اس نے مجھے کہا کہ تم شاید ملت ابراہیمی کے متلاشی ہو جو آج تمہیں کہیں نہیں ملے گی تم اپنے شہر کو واپس چلے جاؤ۔ وہاں اللہ تعالیٰ تیری قوم میں سے ایک نبی مبعوث فرمائے گا جو ملت ابراہیمی کی دعوت لے کر آئے گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اس کی جناب میں زیادہ معزز ہو گا ان کے چند شعر ملاحظہ فرمائیں جن میں ان کا عقیدہ توحید صاف جھلک رہا ہے۔

أَرَبًّا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ   أَدِيْنُ إِذَا تَقَسَّمَتِ الْأُمُوْرُ

" جب معاملات منقسم ہیں تو کیا میں رب واحد کو اپنا رب بناؤں یا ہزار خداؤں کو اپنا رب بناؤں۔

عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى جَمِيْعًا   كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الْجَلْدُ الصَّبُوْرُ

" میں نے لات، عزیٰ اور تمام بتوں کو ترک کر دیا ہے ایک بہادر صبر کرنے والا اسی طرح کیا کرتا ہے۔ "

وَلٰكِنْ أَعْبُدُ الرَّحْمٰنَ رَبِّيْ   لِيَغْفِرَ ذَنْبِيَ الرَّبُّ الْغَفُوْرُ

"لیکن میں اپنے پروردگار کی عبادت کروں گا جو رحمٰن ہے تاکہ وہ رب جو بہت بخشنے والا ہے میرے گناہوں کو بھی بخش دے۔"

امام ابن اسحاق نے ان کے چند اور شعر بھی اپنی سیرت کی کتاب میں لکھے ہیں جو ان کے عقیدہ توحید کی روشن دلیل ہیں۔

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ لَهُ الْأَرْضُ تَحْمِلُ صَخْرًا ثِقَالًا

"میں نے اپنا چہرہ اس ذات کے لئے جھکا دیا ہے۔ جس کے لئے زمین نے اپنا چہرہ جھکایا ہوا ہے، جو بوجھل پہاڑوں کو اٹھائے ہوئے ہے۔"

وَأَسْلَمْتُ وَجْهِي لِمَنْ أَسْلَمَتْ لَهُ الْمُزْنُ تَحْمِلُ عَذْبًا زُلَالًا

"میں نے اپنا چہرہ اس ذات کے لئے جھکا دیا ہے جس کے سامنے بادلوں نے سر اطاعت خم کیا ہوا ہے جو میٹھے اور صاف پانی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔"

إِذَا هِيَ سِيقَتْ إِلَى بَلْدَةٍ أَطَاعَتْ فَصَبَّتْ عَلَيْهَا سِجَالًا

"جب ان بادلوں کو کسی شہر کی طرف جانے کا حکم الٰہی ملتا ہے تو وہ اس کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے وہاں جاتے ہیں اور اپنے پانی کے ڈول وہاں جا کر انڈیل دیتے ہیں۔"

امیہ بن ابی صلت

اس کا نام عبداللہ بن ابی ربیعہ بن عوف الثقفی تھا بڑا قادر الکلام شاعر تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے کئی اشعار کو بہت پسند فرمایا کرتے تھے صحیح مسلم میں ہے کہ رشید بن سوید کہتے ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اونٹنی پر سوار تھا۔ حضور نے فرمایا کیا تجھے امیہ بن ابی الصلت کا کوئی شعر یاد ہے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بہت، فرمایا سناؤ۔ میں نے ایک شعر سنایا فرمایا اور سناؤ وہ سنایا پھر فرمایا اور سناؤ یہاں تک کہ میں نے سو اشعار پڑھ کر سنائے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ وہ مسلم قریب تھا کہ وہ مسلمان ہو جاتا۔ دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا آمن شعرہ وکفر قلبہ۔ اس کے شعر تو مومن ہیں لیکن اس کا دل کافر ہے۔

ابن قتیبہ طبقات الشعراء میں لکھتے ہیں کہ امیہ لوگوں کو بتایا کرتا تھا کہ ایک نبی تشریف لانے

والا ہے اس کی بعثت کا زمانہ قریب آ گیا ہے دل ہی دل میں وہ یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ اسے نبوت کے منصب پر فائز کیا جائے گا لیکن جب حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا تو وہ مارے حسد کے جل گیا اور حضور پر ایمان لانے سے انکار کر دیا۔

الاصابہ فی معرفتہ الصحابہ میں علامہ ابن حجر، ابن ہشام سے نقل کرتے ہیں کہ امیہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لے آیا تھا وہ حجاز آیا تا کہ طائف میں اس کا جو مال ہے وہ لے۔ اور مدینہ کی طرف ہجرت کرے جب وہ بدر کے میدان تک پہنچا کسی نے اس سے پوچھا اے ابا عثمان! کدھر جا رہے ہو۔ اس نے کہا میرا دل چاہتا ہے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کر لوں۔ اسے کہا گیا کہ جانتے ہو۔ اس گڑھے میں کون دفن ہیں اس نے کہا نہیں تو اسے بتایا گیا کہ اس میں شیبہ۔ ربیعہ۔ جو تیرے ماموں کے لڑکے ہیں اور ان کے علاوہ کئی دوسرے قریش مدفون ہیں۔ یہ سن کر اس نے اپنی اونٹنی کی ناک کاٹ دی اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور ان مقتولین پر رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ مدینہ طیبہ میں حاضری کا قصد ترک کر دیا واپس طائف آ گیا اور وہیں حالت کفر میں ہلاک ہو گیا اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَأَتْبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ الْغَاوِينَ

"پڑھ سنایئے انہیں حال اس کا۔ جسے دیا ہم نے علم اپنی آیتوں کا تو وہ کترا کر نکل گیا ان سے تب پیچھے لگ گیا اس کے شیطان تو ہو گیا وہ گمراہوں میں۔" (سورہ الاعراف آیت ۱۷۵) (۱)

اسعد ابو کرب الحمیری

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ اسعد۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم پر ایمان لایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے سات سو سال قبل اس نے یہ شعر کہے۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدَ اَنَّهٗ　　رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ بَارِئِ النَّسَمِ

"میں گواہی دیتا ہوں اس بات پر کہ حضرت احمد۔ اللہ کے رسول ہیں وہ اللہ جو روحوں کو پیدا کرنے والا ہے۔"

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۵۴

لَكُنْتُ وَزِيْرًا لَهُ وَابْنَ عَمٍّ وَلَوْ مُدَّ عُمْرِي إِلَى عَصْرِهِ

"اگر میری عمران کے زمانہ تک باقی رہی تو میں ان کا وزیر بنوں گا اور ان کے چچا کے بیٹے کی طرح معاون ہوں گا۔"

سیف بن ذی یزن

آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ حبشیوں نے یمن پر قبضہ جمالیا تھا اہل یمن پر ظلم وستم کی انتہا کر دی تھی سیف بن ذی یزن نے کسریٰ سے امداد طلب کی یمن پر چڑھائی کی۔ حبشیوں کو شکست دی اور اپنے اہل وطن کو ان کی غلامی کی ذلت اور اذیت رسانی سے نجات دلائی۔

یہ واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد یوں رونما ہوا جزیرہ عرب کے گوشہ گوشہ سے وفود سیف بن ذی یزن کو مبارک دینے کے لئے آئے شعراء نے اس کی مدح میں قصیدے لکھے جس میں اس کے احسان کا ذکر کیا گیا۔ کہ اس نے اہل یمن کو حبشیوں کی ذلت آمیز غلامی سے نجات دلائی اور اس پر اس کی خدمت میں خراج تشکر پیش کیا گیا ان وفود میں ایک وفد مکہ کے قریش کا بھی تھا۔ اس وفد میں حضرت عبدالمطلب بن ہاشم امیہ بن شمس عبداللہ بن جدعان اور اسد بن خویلد جیسے رؤساتھے جب عبدالمطلب اس کے دربار میں پیش ہوئے تو آپ نے گفتگو کرنے کی اجازت طلب کی سیف نے کہا اگر تمہیں دربار شاہی میں لب کشائی کے آداب کا علم ہے تو ہم تمہیں گفتگو کی اجازت دیتے ہیں حضرت عبدالمطلب نے اس فصاحت وبلاغت سے اپنا مدعا پیش کیا کہ بادشاہ سراپا حیرت بن کر رہ گیا اور انہیں کہا کہ آپ اپنا تعارف کروائیے۔ آپ نے بتایا میں ہاشم کا بیٹا عبدالمطلب ہوں اس نے آپ کو اپنے قریب کیا اور ان کی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی۔ اور اپنے دربار کے ملازمین کو حکم دیا کہ انہیں شاہی مہمان خانہ میں ٹھہرایا جائے ایک ماہ تک وہ وہاں ٹھہرے رہے اور شاہی ضیافتوں سے لطف اندوز ہوتے رہے اس اثناء میں نہ بادشاہ کو فرصت ملی کہ دوبارہ ان سے ملاقات کرے اور نہ انہیں جرات ہوئی کہ اس سے مکہ جانے کے لئے رخصت طلب کرتے۔ ایک ماہ بعد بادشاہ نے حضرت عبدالمطلب کو اپنی خلوت میں بلایا اور کہا اے عبدالمطلب! میں ایک راز سے تمہیں آگاہ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں تمہیں اس کا اہل سمجھتا ہوں تمہیں اس راز کو افشانہیں کرنا ہوگا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے فیصلہ کو خود ظاہر فرمادے میں نے اپنی کتاب میں پڑھا ہے جو ہمارے پاس ایک سر مکتوم (راز نہاں) ہے۔ ہم اپنے علاوہ کسی کو اس کے مطالعہ کی

اجازت نہیں دیتے حضرت عبدالمطلب نے کہا

اے بادشاہ! خدا تمہیں سلامت رکھے مجھے بتائیے کہ وہ راز کیا ہے؟ اس نے کہا

إِذَا وُلِدَ بِتِهَامَةَ غُلَامٌ بَيْنَ كَتِفَيْهِ شَامَةٌ كَانَتْ لَهُ الْإِمَامَةُ وَلَكُمْ بِهِ الزَّعَامَةُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ.

"کہ جب تہامہ میں ایک ایسا بچہ پیدا ہو۔ جس کے کندھوں کے درمیان نشان ہو، وہی امام ہوگا۔ اور اس کے صدقہ قیامت تک تمہیں سرداری نصیب رہے گی۔"

عبدالمطلب نے کہا کہ اگر شاہی جلال اور اس کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں اس بشارت کی تفصیل کے بارے میں التماس کرتا تاکہ میری مسرتوں میں مزید اضافہ ہوتا۔ سیف نے کہا یہ اس کا وقت ہے ابھی پیدا ہوگا ممکن ہے پیدا ہو بھی چکا ہو اس کا نام احمد ہے ان کے والد اور والدہ فوت ہو جائیں گے ان کے دادا اور چچا ان کی کفالت کریں گے اس کی وجہ سے بتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا آتش کدے بجھا دیئے جائیں گے خداوند رحمن کی عبادت کی جائے گی اور شیطان کو دھتکار دیا جائے گا۔ ہم اس کے مددگار ہوں گے اس کے دوستوں کی فتح کا ہم باعث بنیں گے اس کے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کریں گے حضرت عبدالمطلب نے مزید وضاحت چاہی تو ابن ذی یزن نے صاف کہہ دیا کہ اے عبدالمطلب! تم ان کے دادا ہو۔ یہ سنتے ہی عبدالمطلب سجدہ میں گر گئے بادشاہ نے انہیں کہا سر اٹھایئے اور مجھے بتایئے کہ جو علامات میں نے آپ کو بتائی ہیں کیا ان میں سے آپ نے کچھ مشاہدہ کیا ہے؟ آپ نے حضور کی ولادت، حضور کا نام مبارک، والدین کے وفات پانے اور کندھوں کے درمیان اس نشان کے پائے جانے کے بارے میں بتایا ابن ذی یزن نے انہیں ہدایت کی کہ اس امر سے کسی کو آگاہ نہ کریں مبادا حسد کے جذبات آپ کے دوسرے ساتھیوں کے سینوں میں بھڑک اٹھیں۔ نیز یہودیوں سے حضور کو محفوظ رکھنے کی خصوصی تاکید کی اور بتایا کہ یہود، حضور کے بدترین دشمن ہوں گے۔

اس کے بعد قریش کے قافلہ کے تمام ارکان کو شرف باریابی بخشا اور ان کو انعامات سے مالا مال کر دیا حضرت عبدالمطلب کو دوسروں سے دس گنا زیادہ عطیات سے نوازا۔ (۱)

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۶۶ منقول از اعلام النبوۃ امام ماوردی

ورقہ بن نوفل القرشی

ورقہ بن نوفل ابن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کا سلسلہ نسب قصی میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے سلسلہ نسب کے ساتھ مل جاتا ہے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا، ورقہ کے چچا خویلد بن اسد کی صاحب زادی تھیں ابوالحسن البقاعی نے آپ کے بارے میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں آپ کا صحابی ہونا ثابت کیا ہے ورقہ بن نوفل، ان سعادت مند افراد سے تھے جو زمانہ جاہلیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے قریش اور دیگر بت پرست عرب قبائل سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ آپ نے اپنی عقل سلیم سے ہی یہ نتیجہ اخذ کیا تھا کہ عرب کے بت پرست دین ابراہیمی سے بھٹک گئے ہیں۔ وہ ہمیشہ اس تلاش میں رہتے کہ انہیں وہ طریقہ معلوم ہو جائے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے تاکہ وہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں اسی مقصد کے لئے انہوں نے کئی ملکوں کا سفر بھی اختیار کیا متعدد اہل علم کی خدمت میں حاضر ہوئے جو ان آسمانی صحیفوں کے امین تھے جو اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف انبیاء پر نازل کئے تھے اس تلاش و جستجو کے باعث وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ آخری دین، دین نصرانیت ہے انہوں نے عیسائیوں کے ان عقائد کا اتباع نہیں کیا جن میں انہوں نے اپنے نبی کی واضح تعلیمات سے انحراف کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبدیت پر ان کا پختہ عقیدہ تھا۔ اسی اثناء میں وہ اس نبی کے بارے میں بھی تجسس کرتے رہے جس کی آمد کی بشارت حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام نے دی تھی۔ جب آپ کی چچا زاد بہن حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے حضور کے بارے میں بتایا تو آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ کی ذات ہی وہ نبی ہے جن کا انہیں شدت سے انتظار تھا۔ حضرت ورقہ کی خوشی کی حد نہ رہی کہ ان کی زندگی میں ہی وہ نبی مکرم تشریف لے آئے انہوں نے برملا اعلان کر دیا۔

وَشَهِدَ اَنَّهٗ اَتَاهُ النَّامُوْسُ الْاَكْبَرُ وَالَّذِیْ كَانَ يَاْتِی الْاَنْبِيَاءَ
قَبْلَهٗ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَشَهِدَ اَنَّهٗ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَلَامُ
اللّٰهِ وَشَهِدَ اَنَّهٗ نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَتَمَنّٰی اَنْ يَّعِيْشَ اِلٰی اَنْ
يُّجَاهِدَ مَعَهٗ

"انہوں نے گواہی دی کہ ان کے پاس وہ عظیم فرشتہ آیا ہے جو ان سے

پہلے انبیاء کے پاس وحی لے کر آیا کرتا تھا اور گواہی دی کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل کیا گیا ہے اور گواہی دی کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔ اور اس تمنا کا اظہار کیا کہ کاش! وہ اس وقت تک زندہ رہیں کہ ان کی معیت میں جہاد میں شرکت کر سکیں"۔ (۱)

حضرت امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت ورقہ کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

وَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ نَزَّلَ اللّٰهُ عَلٰی مُوْسٰی يٰلَيْتَنِیْ فِيْهَا جَذَعًا لَيْتَنِیْ اَكُوْنُ حَيًّا اِذْ يُخْرِجُكَ قَوْمُكَ وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَمُخْرِجِیَّ هُمْ ؟ قَالَ نَعَمْ لَمْ يَاْتِ رَجُلٌ قَطُّ بِمِثْلِ مَا جِئْتَ بِهٖ اِلَّا عُوْدِیَ وَاِنْ يُدْرِكْنِیْ يَوْمُكَ اَنْصُرْكَ نَصْرًا مُؤَزَّرًا ثُمَّ لَمْ يَنْشَبْ وَرَقَةُ اَنْ تُوُفِّیَ وَفَتَرَ الْوَحْیُ۔

"جب ام المومنین حضرت خدیجہ، حضور کو لے کر حضرت ورقہ کے پاس گئیں تو انہوں نے کہا یہ وہ فرشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ اے کاش! میں اس وقت نوجوان ہوتا! اے کاش! میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو یہاں سے جلاوطن کرے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔"

ورقہ نے کہا ہاں! کوئی آدمی بھی آج تک وہ امانت لے کر نہیں آیا جو لے کر آپ آئے ہیں مگر یہ کہ اس کے ساتھ عداوت کی گئی اگر آپ کا وہ دن مجھے پالے تو میں آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر قلیل مدت کے بعد ورقہ وفات پا گئے۔

آپ کے بہت سے اشعار ہیں جس میں آپ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا اعلان کیا اور یہی بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے جبرئیل اور میکائیل انہیں وحی الٰہی سے باخبر کرتے ہیں۔

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۷۳

چند شعر ملاحظہ فرمائیں

وَاِنْ يَكُ حَقًّا يَا خَدِيجَةُ فَاعْلَمِي حَدِيثُكِ إِيَّانَا فَأَحْمَدُ مُرْسَلُ

"اگر یہ سچ ہے اے خدیجہ! تو یقین کر کہ احمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔"

وَجِبْرِيلُ يَأْتِيهِ وَمِيكَالُ فَاعْلَمِي مِنَ اللّٰهِ وَحْيٌ يَشْرَحُ الصَّدْرَ مُنْزَلُ

"جبرئیل اور میکائیل اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لے کر ان کے پاس آتے ہیں اور اے خدیجہ! جان لے اس وحی سے سینہ منشرح ہو جاتا ہے۔"

يَفُوزُ بِهِ مَنْ فَازَ فِيهَا بِتَوْبَةٍ وَيَشْقَى بِهِ الْعَانِي الْغَوِيُّ الْمُضَلَّلُ

"جو توبہ کر کے رجوع کرتا ہے وہ کامیاب و کامران ہو جاتا ہے اور جو سرکشی کرتا ہے تکبر کرتا ہے گمراہی اختیار کرتا ہے تو وہ بدبخت ہو جاتا ہے"۔ (۱)

خالد بن سنان بن غیث العبسی

خالد بن سنان بھی اللہ تعالیٰ کی توحید الوہیت اور توحید ربوبیت پر محکم یقین رکھتے تھے ان کا طریقہ کار وہی تھا جو ملت حنیفہ کا تھا۔ بعض مورخین کا یہ خیال ہے کہ یہ نبی تھے بلوغ الارب میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے جس میں مذکور ہے ذَاكَ نَبِيٌّ أَضَاعَهُ قَوْمُهُ یہ نبی تھے جن کو ان کی قوم نے ضائع کر دیا۔

ضائع کرنے کی صورت یوں بیان کی گئی ہے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے اپنی قوم کو وصیت کی کہ مجھے دفن کر دینا تیسرے دن ایک ہرنی آئے گی جب وہ ہرنی آئے تو مجھے قبر سے نکال لینا میں تمہیں بتاؤں گا کہ اس مدت میں مجھے اللہ تعالیٰ نے کیا حکم دیا ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق تیسرے دن ہرنی آئی لیکن قوم نے ان کو قبر سے نہ نکالا۔ اور کہا کہ اگر ہم نے ایسا کیا تو سارے عرب کہیں گے کہ ہم نے اپنے مردے کو قبر سے نکالا ہے۔

خالد بن سنان کی ایک بیٹی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اس نے حضور کو سورہ اخلاص کی تلاوت کرتے سنا عرض کرنے لگی۔ میرا باپ بھی یہ سورت پڑھا

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۷۵

کرتا تھا۔

مورخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ خالد کا کون سازمانہ تھا۔ بعض انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ فترت کا شخص کہتے ہیں بعض کی رائے یہ ہے کہ ان کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کا تھا۔ اگر دوسرا قول صحیح ہو تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے والی لڑکی خالد کی صلبی لڑکی نہ تھی بلکہ ان کی نسل سے کوئی خاتون تھی۔

ان حضرات کے علاوہ اور بھی کئی ایسے سعادتمند نفوس قدسیہ تھے جنہوں نے کفر و شرک کے اس تاریک دور میں بھی توحید کی شمع کو فروزاں رکھا، اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے آمین۔

اہل عرب کی عبادات

جزیرہ عرب کے تمام باشندے اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے اور اس نسب پر فخر کرتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تین ہزار سال تک جزیرہ عرب میں کوئی نبی مبعوث نہ ہوا اسے زمانہ فترت کہتے ہیں جب کہ وحی کا سلسلہ منقطع رہا۔ اس زمانہ میں بھی دین حنیف کی بہت سی عبادات ان میں باقی رہیں لیکن انہوں نے ان عبادات کو ایسا رنگ دے دیا تھا اور ان کے لئے ایسی شرائط اور قیود مقرر کر دی تھیں جن کے باعث ان عبادات کی روح فنا ہو گئی تھی دین ابراہیمی کے مطابق وہ اپنے مردوں کو غسل دیتے تھے کفن پہناتے تھے ان کی نماز جنازہ پڑھتے تھے اور سنت ابراہیمی کے مطابق ان کو قبروں میں دفن کرتے لیکن ان کی نماز جنازہ میں نہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا تھی۔ نہ ہی اس میت کے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں مغفرت کی دعائیں مانگی جاتی تھیں، بلکہ میت کو غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد جب دفن کرنے کے لئے لے جاتے تو اس میت کا کوئی قریبی رشتہ دار آگے کھڑا ہو جاتا اور اس میت کے محاسن اور کمالات بیان کرتا اور اس کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیا کرتا ان کے اس طرز عمل نے نماز جنازہ کی روح کو ختم کر دیا اور جس مقصد کے لئے یہ نماز ادا کی جاتی تھی وہ مقصد ان کی خود ستائی کے شوق کی نذر ہو گیا۔ (۱)

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۲۸۸

اس طرح وہ حج اور عمرہ بھی ادا کیا کرتے اور تلبیہ بھی کہا کرتے لیکن بعض قبائل نے اس تلبیہ میں ایسے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیئے جس سے عقیدہ توحید مسخ ہو کر رہ گیا اور شرک کی عفونت سے دماغ پھٹنے لگے وہ کہتے۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ

"حاضر ہیں ہم اے اللہ! حاضر ہیں ہم۔ تیرا کوئی شریک نہیں ہے۔ بجز اس شریک کے جس کا تو مالک ہے اور اس کی ہر چیز تیری ملکیت میں ہے۔"

فریضہ حج ادا کرنے کے لئے بھی انہوں نے نئی نئی شرطیں عائد کر رکھی تھیں اور ان میں سے بیشتر کا مقصد یہ تھا کہ عرب کے تمام قبائل پر اپنی برتری اور تفوق قائم کر سکیں۔ حج کے دوران وہ ان تمام مواقف (کھڑے ہونے اور حاضر ہونے کی جگہ) پر کھڑے ہوتے۔ جہاں کھڑے ہونے اور حاضر ہونے کا حکم دیا گیا ہے وہ قربانی کے جانور بھی ساتھ لے آتے۔ وہ رمی جمار بھی کرتے اہل جاہلیت جب دور دراز علاقوں سے حج کی نیت سے روانہ ہوتے تو اپنے قربانی کے جانوروں کے گلوں میں بالوں سے بُنا ہوا قلادہ ڈال دیتے اس قلادہ کے باعث کوئی راہزن، کوئی ڈاکو نہ ان پر حملہ کرتا اور نہ ان کا مال و متاع اڑا کر لے جاتا۔ مسافر حرم کے لئے انہوں نے ہر طرح کی امان دے رکھی تھی حرمت والے چار مہینوں میں وہ ملکی سطح پر جنگ و جدال۔ لوٹ مار، چوری اور ڈاکہ ان تمام حرکتوں سے کلیۃً اجتناب کرتے ملک میں ہر طرح کا امن وامان قائم ہو جاتا۔ ان مہینوں میں تجارتی کارواں بڑی آزادی اور اطمینان سے ایک علاقہ سے دوسرے علاقہ میں تجارتی مال لے کر جاتے۔ کاروبار کرتے۔ نفع حاصل کرتے۔ اور ان سے کوئی تعرض نہ کرتا۔ حج کے جملہ ارکان کو پابندی کے ساتھ ادا کرتے باایں ہمہ ان میں جہالت کی وجہ سے چند خرافات بھی رواج پا چکی تھیں اہل مکہ اپنے آپ کو دوسرے عرب قبائل سے اعلیٰ اور افضل سمجھتے۔ وہ کہتے ہم حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں حرم شریف کے باشندے ہیں۔ بیت اللہ شریف کے متولی ہیں۔ مکہ کے رہنے والے ہیں جو حقوق اور امتیازات ہمیں حاصل ہیں۔ وہ اور کسی عرب کو حاصل نہیں۔ ہم صرف ان چیزوں کی تعظیم بجالائیں گے جو حرم کے اندر ہیں جو مشاعر اور مواقف حرم سے باہر ہیں۔ دوسرے اہل عرب کے لئے تو لازم ہے کہ وہاں حاضری دیں اور ان کی تعظیم بجالائیں لیکن ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ اہل حرم ہوتے ہوئے ہم حرم سے باہر کی چیزوں کی تعظیم و تکریم کریں ورنہ ہمارے درمیان اور دوسرے قبائل کے درمیان وجہ امتیاز کیا باقی رہے گی۔ اس لئے اہل مکہ نے عرفہ کے میدان میں قیام ترک کر دیا تھا۔ اور افاضہ کا

طواف بھی انہوں نے چھوڑ دیا تھا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے اپنے لئے ایک خاص اصطلاح وضع کرلی تھی وہ اپنے آپ کو کہتے "نحن الحمس"۔ الحمس کا معنی اہل الحرم ہے یعنی حرم کے اندر رہنے والے۔ ان کے بعد عرب کے وہ لوگ جو حرم میں پیدا ہوئے تھے ان کو بھی حرم میں ولادت کی وجہ سے یہ حقوق حاصل ہوگئے تھے۔

اسی طرح انہوں نے اپنے اوپر یہ پابندی بھی عائد کرلی تھی کہ ہم اہل حرم ہیں ہمارے لئے یہ جائز نہیں کہ حالت احرام میں پنیر کھائیں یا گھی استعمال کریں یا اون کے بنے ہوئے خیموں میں داخل ہوں یا کسی سائے میں بیٹھیں۔ حالت احرام میں صرف ان خیموں میں وہ بسر اوقات کرتے اور سائے کے نیچے بیٹھتے جو خیمے چمڑے کے بنے ہوئے ہوتے۔ پھر انہوں نے یہ پابندی لگادی کہ اہل حل، (حدود حرم سے باہر رہنے والے لوگ) جب وہ حج یا عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ میں آئیں توان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کھانا کھائیں جو اپنے ساتھ لے آئے ہیں اس طرح ان کے لئے یہ چیز بھی ناجائز قرار دی گئی کہ وہ ان کپڑوں میں کعبہ شریف کا پہلا طواف کریں جو وہ اپنے گھر سے پہن کر آئے ہیں انہیں چاہئے کہ کعبہ کا طواف کرتے وقت اہل حرم سے کپڑے مستعار لے کر پہنیں اور اگر ان کے ہاں کپڑے دستیاب نہ ہوں تو وہ برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کریں۔ اگر کوئی مرد یا عورت انہیں کپڑوں میں طواف کرے جو وہ گھر سے پہن کر آیا تھا تو طواف سے فارغ ہونے کے بعد اس پر لازم ہے کہ وہ ان کپڑوں کو اتار کر پھینک دے نہ خود ان کو پہنے اور نہ کوئی اور انہیں استعمال کرے اہل مکہ نے اہل عرب کو ان احکام کی پابندی کا حکم دیا اور انہوں نے بلاچون وچرا ان احکام کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ وہ لوگ عرفات میں قیام کرتے وہاں سے طواف افاضہ کرنے کے لئے مکہ آتے۔ خانہ کعبہ شریف کا طواف برہنہ ہو کر کرتے عورتیں بھی تمام کپڑے اتار دیتیں۔ ایک چھوٹی سی کھلی قمیص ان کے بدن پر ہوتی اس طرح ان قیود و شرائط سے انہوں نے حج و عمرہ جیسی عبادات کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا بجائے اس کے کہ ان ارکان کی ادائیگی سے ان میں تقویٰ اور پارسائی کا شعور بیدار ہوتا الٹا برہنگی اور عریانی کو پذیرائی نصیب ہونے لگی۔

جب اللہ تعالیٰ کے مقدس گھر کے ارد گرد طواف کرتے ہوئے مرد و زن بے حیائی کا ایسا شرمناک مظاہرہ کرنا اپنے اوپر ضروری قرار دے دیں تو پھر اور کون سا مقام ہے جہاں ان سے عفتِ قلب و نگاہ کی توقع کی جاسکتی ہے۔

اہل عرب کی لغو عادات

ان کی جاہلانہ رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب بارش برسنا بند ہو جاتی اور قحط سالی کا دور دورہ ہوتا تو وہ سلع اور عشر (دو درختوں کے نام) کی ٹہنیاں کاٹ کر ایک گائے کی دم کے ساتھ باندھ دیتے ان شاخوں کو آگ لگا دیتے اور اس گائے کو دشوار گزار پہاڑیوں میں لٹھ مار کر بھگا دیتے اور یہ خیال کرتے کہ ان کے اس طریقہ سے بادل امڈ کر آئیں گے بجلی چمکے گی اور موسلا دھار بارش برسے گی۔

ایک اعرابی اس لغو حرکت پر اظہار نفرین کرتے ہوئے کہتا ہے۔

شَفَعْنَا بِبَيْقُورٍ إِلَى هَاطِلِ الْحَيَا ۔۔۔ فَلَمْ يُغْنِ عَنَّا ذَاكَ بَلْ زَادَ نَاجَدْبَا

"ہم نے اس گائے سے شفاعت طلب کی جس کی دم سے وہ شاخیں باندھ کر آگ لگادی گئی تھی تاکہ موسلا دھار بارش برسے۔ لیکن اس چیز نے ہمیں کوئی نفع نہ پہنچایا بلکہ خشک سالی میں مزید اضافہ ہو گیا۔"

فَعُدْنَا إِلَى رَبِّ الْحَيَا فَأَجَارَنَا ۔۔۔ وَصَيَّرَ جَدْبَ الْأَرْضِ مِنْ عِنْدِهِ خِصْبَا

"ہم اس سے مایوس ہو کر بارش کے رب کی طرف متوجہ ہوئے اس نے ہمیں پناہ دی اور ہماری بنجر زمینوں کو زرخیز زمینوں میں تبدیل کر دیا"

ان کے ہاں ایک اور رواج تھا کہ اگر ایک اونٹ کو خارش کی بیماری لاحق ہوتی تو اس کے ساتھ جو صحت مند اونٹ ہوتا۔ تو اس کو آگ سے داغ لگائے جاتے اور وہ یہ خیال کرتے کہ اس طرح خارش زدہ اونٹ تندرست ہو جائے گا خارش زدہ اونٹ کو "ذی العر" کہا جاتا ان کی اس توہم پرستی سے شعراء نے اپنے اشعار میں بڑی نکتہ آفرینیاں کی ہیں ایک شعر آپ بھی سن لیجئے۔

فَأَلْزَمْتَنِي ذَنْبًا وَغَيْرِي جَرَّهُ ۔۔۔ حَنَانَيْكَ لَا تَكْوِ الصَّحِيحَ بِأَجْرَبَا

"تو نے مجھ پر ایک گناہ کا الزام لگایا ہے حالانکہ اس کا ارتکاب میرے علاوہ ایک اور آدمی نے کیا ہے مجھ پر رحم کر ایک خارش زدہ اونٹ کے بدلہ میں صحت مند اونٹ کو داغ مت لگاؤ۔"

ان کے ہاں اسی قسم کی ایک لغو رسم "بلیّہ" کے نام سے مروج تھی ان کا یہ دستور تھا کہ

جب ان کا کوئی سردار مرجاتا تو اس کی اونٹنی یا اونٹ کو لے آتے اس کی گردن کو دوہرا کر دیتے اور اس کے سر کو پیچھے کی طرف موڑ دیتے اور ایک گڑھے میں اس کو چھوڑ دیتے۔ نہ اسے کچھ کھانے کے لئے دیتے اور نہ اسے پانی پلاتے یہاں تک کہ وہ بھوکی پیاسی تڑپ تڑپ کر جان دے دیتی اور اس کے مردہ کو نذر آتش کر دیا جاتا بسا اوقات اس کی کھال اتار لی جاتی اور اس کو "ثمامہ" نامی گھاس سے بھر دیا جاتا۔ ان کا یہ گمان تھا کہ اگر کوئی آدمی مرجائے اور اس کے لئے یہ بلیہ کی رسم ادا نہ کی جائے تو قیامت کے روز جب وہ قبر سے اٹھے گا تو اس کو سواری نصیب نہیں ہو گی بلکہ اسے پیدل چلنا پڑے گا اور جس کے لئے یہ رسم ادا کی جائے تو اس کے لئے جونہی وہ قبر سے نکلے گا ایک بہترین سواری پیش کی جائے گی چنانچہ حریبہ ابن لاشیم الفقسی، اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہتا ہے

يَا سَعْدُ إِمَّا أَهْلِكَنَّ فَإِنَّنِي أُوصِيكَ إِنَّ أَخَا الْوَصَاةِ الْأَقْرَبُ

"اے سعد! اگر میں ہلاک ہو جاؤں تو میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کیونکہ جس کو وصیت کی جائے وہ قریبی ہوتا ہے۔"

لَا أَعْرِفَنَّ أَبَاكَ يُحْشَرُ خَلْفَكُمْ تَعِبًا يُجَرُّ عَلَى الْيَدَيْنِ وَيُنْكَبُ

"میں نہ پاؤں تیرے باپ کو کہ حشر کے دن وہ تمہارے پیچھے پیچھے تھکا ماندہ چلا جا رہا ہو۔ اور ہاتھوں کے بل گر رہا ہو۔"

وَاحْمِلْ أَبَاكَ عَلَى بَعِيرٍ صَالِحٍ وَتَقِي الْخَطِيئَةَ إِنَّهُ هُوَ أَصْوَبُ

"اپنے باپ کو بہترین اونٹ پر سوار کرنا اور خطا سے بچنا کیونکہ یہ ہی درست بات ہے"۔ (۱)

اس قسم کی بہت سی وصیتیں ہیں جو مرنے والے باپوں نے اپنے بیٹوں کو کی ہیں۔

ان کے ہاں یہ رسم بھی تھی کہ جب ان کا کوئی سرکردہ آدمی یا قبیلہ کا سردار مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک اونٹ لے آتے اور اس کی چاروں کونچیں کاٹ دیتے پھر اس کو تڑپتا ہوا چھوڑ دیتے اس سے بہنے والے خون سے قبر کو رنگین کرتے ان کے اس فعل کی کئی وجوہات ذکر کی گئی ہیں

ا۔ یہ کہ میت کی تعظیم کے لئے وہ ایسا کرتے تھے جس طرح وہ اپنے بتوں کی تعظیم کے لئے جانور ذبح کیا کرتے۔

ا۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۳۰۷

۲۔ دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اونٹ مردوں کی گلی ہوئی ہڈیاں کھاتا ہے گویا اس طرح وہ اس سے انتقام لیتے تھے۔

۳۔ تیسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اونٹ، ان کے قیمتی اموال سے ہے، اس کو ذبح کر کے وہ یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ ہمارے اس سردار کا مرنا ہمارے لئے اتنا المناک سانحہ ہے کہ ہمارے نزدیک ہماری قیمتی چیزیں بھی اپنی اہمیت کھو بیٹھی ہیں۔

زیاد الاعجم، مغیرہ بن مہلب کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے۔

قُلْ لِلْقَوَافِلِ وَالْغُزَاةِ اِذَا غَزَوْا وَالْبَاكِرِيْنَ وَلِلْمُجِدِّ الرَّائِحِ

"قافلوں اور غازیوں کو جب وہ لڑائی کے لئے جائیں اور صبح سفر کرنے والوں کو اور شام کو واپس آنے والوں کو کہو۔"

اِنَّ الشَّجَاعَةَ وَالسَّمَاحَةَ ضُمِّنَا قَبْرًا بِمَرْوَ عَلَى الطَّرِيْقِ الْوَاضِحِ

"بیشک شجاعت اور سخاوت دونوں کی دونوں اس قبر میں جمع کر دی گئی ہیں جو مرو میں ایک شاہراہ پر ہے۔"

فَاِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِهٖ فَاعْقِرْ بِهٖ كُوْمَ الْجِلَادِ وَكُلَّ طِرْفٍ سَابِحٍ

"جب تو اس کی قبر کے پاس سے گزرے تو ایسے اونٹوں کی کونچیں کاٹ دے، جن کی کوہانیں بہت بڑی ہیں اور جو بڑے طاقتور ہیں اور ہر اصیل تیز رفتار گھوڑے کی کونچیں بھی کاٹ دے۔"

وَانْضَحْ جَوَانِبَ قَبْرِهٖ بِدِمَائِهَا فَلَقَدْ يَكُوْنُ اَخَادَمٍ وَذَبَائِحٍ

"اور ان کے خون کو اس کی قبر کے اطراف پر چھڑک دے کیونکہ یہ شخص خود بھی اس طرح خون بہاتا تھا اور جانور ذبح کرتا تھا۔"

اسلام نے ان تمام خرافات کو نیست و نابود کر دیا اور اپنے ماننے والوں کو ایسی رسوم ادا کرنے سے منع کر دیا ان کے ہاں ایک اور عقیدہ بھی پھیلا ہوا تھا کہ جب کسی آدمی کو قتل کر دیا جاتا ہے تو اس کے سر سے روح ایک پرندہ کی شکل میں نکلتی ہے اور جب تک اس مقتول کا انتقام نہ لیا جائے اس وقت تک وہ اس کی قبر پر چکر کاٹتی رہتی ہے۔ اور کہتی ہے کہ اسقونی فانی صدیۃ. مجھے پلاؤ میں سخت پیاسی ہوں۔ اس اعتقاد کے باعث ان کے ہاں اگر کسی آدمی کو قتل کر دیا جاتا۔ تو اس کے قریبی رشتہ داروں اور بیٹوں، بھائیوں کے لئے اس کے خون کو معاف کرنا مشکل ہو جاتا تھا کیونکہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ جب تک ہم مقتول کا بدلہ نہیں لیں گے اس

وقت تک اس کی روح کو چین نہیں آئے گا۔ وہ اپنے مشتعل جذبات کو تو ٹھنڈا کر سکتے تھے لیکن اپنے مقتول باپ یا بھائی کی روح کی اس ابدی پریشانی اور اضطراب کو برداشت کرنا ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ اس لئے وہ مجبور تھے کہ اپنے مقتول عزیز کا ہر قیمت پر انتقام لیں۔

ایک آدمی اپنے بیٹے کو وصیت کرتا ہے۔

لاتزقونّ لی ھامۃ فوق مرقب　فانّ زقاء الھام للمرء عائب

" میری روح کو چیخنے چلانے پر مجبور نہ کرو کیونکہ روح کا چیخنا چلانا انسان کے لئے بڑی معیوب بات ہے۔"

تُنادی: الا اسقونی! وکلّ صداء　وتلک التی تبیضّ منھا الذوائب

" وہ روح چیختی ہے میں پیاسی ہوں مجھے پلاؤ۔ اور اس کی ہر صدا ایک ایسی مصیبت ہے جو سیاہ بالوں کو سفید کر دیتی ہے"۔ (۱)

اسلام نے دوسری خرافات کی طرح اس توہم پرستی کی بھی بیخ کنی کر دی اور اہل عرب کو اس ناسور سے شفا بخشی۔ جس سے ہر وقت خون رستا رہتا تھا۔ اور قیامت برپا کر تا رہتا تھا۔

ان کی جاہلانہ رسوم میں سے ایک رسم یہ بھی تھی کہ جب کوئی شخص کسی ایسے گاؤں میں داخل ہونے کا ارادہ کرتا جس میں کوئی وبا پھوٹی ہوئی ہوتی تو اس سے بچنے کے لئے اور وہاں کے جن کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے وہ اس گاؤں کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا اور اندر قدم رکھنے سے پہلے گدھے کی طرح ہینگتا پھر خرگوش کا ٹخنہ اپنے گلہ میں باندھ لیتا اور یقین کر لیتا کہ اب نہ وبا مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے اور نہ یہاں کا جن مجھے کوئی اذیت پہنچا سکتا ہے اس ہینگنے کو وہ "تعشیر" کے لفظ سے تعبیر کرتے۔ ایک شاعر کہتا ہے

ولا ینفع التعشیر ان حمّ واقع　ولا زعزع یغنی ولا کعب ارنب

" جب کوئی جنگ بھڑک اٹھتی ہے تو گدھے کی طرح ہینگنا کوئی نفع نہیں دیتا اور نہ اپنے مقام سے ادھر ادھر ہٹ جانا اور نہ خرگوش کے ٹخنے کو اپنے گلے میں لٹکانا سود مند ثابت ہوتا ہے"۔ (۲)

ان کے ہاں ایک قبیح رسم یہ تھی کہ جب کوئی شخص سفر پر جاتا تو ایک دھاگا کسی درخت کی ٹہنی کے ساتھ باندھ دیتا یا اس کے تنے کے ارد گرد لپیٹ دیتا۔ جب سفر سے واپس آتا تو اس

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۳۱۱۔ ۳۱۲

۱۔ بلوغ الارب، جلد دوم، صفحہ ۳۱۵

دھاگے کو دیکھتا اگر وہ صحیح سلامت ہوتا تو وہ سمجھتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کوئی خیانت نہیں کی اور اگر وہ اسے ٹوٹا ہوا یا کھلا ہوا پاتا تو خیال کرتا کہ اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں بدکاری کا ارتکاب کیا ہے اس دھاگے کو "الرتم" کہتے۔

ان کی ایک رسم بد کے بارے میں ابن سکیت نے روایت کیا ہے کہ عرب کہتے تھے اگر کسی شریف آدمی کو قتل کر دیا جائے اور وہ عورت جس کا بچہ زندہ نہ رہتا ہو وہ اس مقتول کی لاش کو روندتی ہوئی اوپر سے گزرے تو اس کے بعد جو بچہ وہ جنے گی وہ زندہ رہے گا۔

ان کی ایک قبیح رسم یہ تھی کہ جب کوئی آدمی مرجاتا تو وہ اس پر نوحہ خوانی کرتے، روتے، اپنے چہروں پر طمانچے مارتے گریبان پھاڑتے اور سر منڈا دیتے بسا اوقات مرنے والا مرنے سے پہلے خود اپنے وارثوں کو اس امر کی تاکیدی وصیت کر جاتا۔ چنانچہ طرفہ بن عبد جو عرب کا ایک مشہور شاعر تھا وہ اپنی بھتیجی کو وصیت کرتا ہے۔

فَإِنْ مُتُّ فَانْعِيْنِيْ بِمَا أَنَا أَهْلُهُ ۔۔۔ وَشُقِّيْ عَلَيَّ الْجَيْبَ يَا ابْنَةَ مَعْبَدِ

"اے معبد کی بیٹی! (معبد اس کے بھائی کا نام تھا) جب میں مرجاؤں تو شایان شان طریقہ پر میری موت کا اعلان کرنا اور میرے لئے اپنا گریبان چاک کر دینا۔"

یہ ماتم اور نوحہ خوانی ہفتہ دس دن تک جاری نہ رہتی بلکہ ایک سال تک یہ محشر بپا رہتا۔ اور اس کے بعد گریہ وزاری اور ماتم گساری کا یہ سلسلہ کہیں جا کر اختتام پذیر ہوتا۔

لبید اپنی دونوں بیٹیوں کو وصیت کرتا ہے۔

فَقُوْمَا وَقُوْلَا بِالَّذِيْ تَعْلَمَانِهِ ۔۔۔ وَلَا تَخْمِشَا وَجْهًا وَلَا تَحْلِقَا شَعَرْ

"کہ میرے مرنے کے بعد تم دونوں کھڑی ہو جانا اور میرے محامد اور اوصاف جو تم جانتی ہو انہیں بیان کرنا نہ اپنے چہروں کو نوچنا اور نہ اپنے بالوں کو منڈانا۔"

فَقُوْلَا هُوَ الْمَرْءُ الَّذِيْ لَا صَدِيْقَهُ ۔۔۔ أَضَاعَ وَلَا خَانَ الْأَمِيْنَ وَلَا غَدَرْ

"اور دونوں یہ کہنا کہ ہمارا باپ وہ تھا جس نے نہ کبھی اپنے دوست کو ضائع ہونے دیا اور نہ کبھی کسی امین کی خیانت کی اور نہ کسی کے ساتھ بد عہدی کی۔"

إِلَى الْحَوْلِ ثُمَّ اسْمُ السَّلَامِ عَلَيْكُمَا ۔۔۔ وَمَنْ يَّبْكِ حَوْلًا كَامِلًا فَقَدِ اعْتَذَرْ

"رونے دھونے کا یہ سلسلہ تم ایک سال تک جاری رکھنا پھر تم پر سلامتی ہو اور جو شخص مرنے والے پر پورا سال روئے۔ اس کے بعد اگر وہ رونا ترک کر دے تو اسے معذور سمجھا جائے گا۔"

اسلام نے جاہلیت کی دیگر قبیح رسوم کے ساتھ ساتھ اس رسم کو ختم کر دیا۔ حدیث پاک میں ہے۔

لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَطَمَ الْخُدُودَ وَشَقَّ الْجُيُوبَ وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ

"کہ وہ آدمی جو اپنے رخساروں پر طمانچے مارے اور اپنے گریبانوں کو چاک کرے اور جاہلیت کے زمانہ کی لافیں مارے۔ وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں۔"

صحیحین میں ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری نے کہا

إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَرِئَ مِنَ الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالشَّاقَّةِ

"کہ اللہ تعالیٰ کے رسول نے ان تینوں سے بری الذمہ ہونے کا اعلان فرمایا صالقہ وہ عورت جو بلند آواز سے نوحہ کرے الحالقہ وہ عورت جو مصیبت کے وقت اپنا سر منڈا دے اور شاقہ وہ عورت جو اپنے گریبان کو چاک کر دے"۔ (۱)

مقتول کی دیت

ان کے ہاں مقتول کی دیت عام طور پر ایک سو اونٹ ہوا کرتی۔ قاتل پوری دیت کو ساتھ لے کر اور اپنے قوم کے معززین کی جماعت کی ہمراہی میں مقتول کے وارثوں کے پاس جاتا اور ان سے دیت قبول کرنے اور قتل معاف کرنے کی درخواست کرتا اگر مقتول کے ورثاء طاقتور ہوتے تو دیت کو مسترد کر دیتے اور قصاص لینے پر اصرار کرتے اور اگر وہ اتنے طاقتور نہ ہوتے کہ قاتل کے قبیلہ کا مقابلہ کر سکیں تو پھر اپنا پردہ رکھنے کے لئے وہ یہ کہتے کہ ہم خود تو اپنے مقتول کو

ا۔ بلوغ الارب، جلد سوم، صفحہ ۱۱ - ۱۲

ان سو اونٹوں کے بدلے میں فروخت نہیں کر سکتے ۔ البتہ اگر اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ فرمادے تو پھر ہم دیت لے لیں گے ۔ اور قصاص سے دست کش ہو جائیں گے اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی رائے معلوم کرنے کی صورت یہ تھی کہ کمان میں تیر رکھ کر آسمان کی طرف پھینکا جاتا اگر وہ خون سے آلودہ ہو کر واپس آتا ۔ تو وہ کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے دیت لینے کی اجازت نہیں دی بلکہ قصاص لینے کا حکم دیا ہے اس لئے ہم مجبور ہیں ۔ اور اگر واپس آنے والا تیر ، خون سے آلودہ نہ ہوتا تو کہتے کہ اللہ تعالیٰ نے دیت لینے کے بارے میں فیصلہ کر دیا یہ حیلہ محض عوام کو خاموش کرنے کے لئے کیا جاتا ۔ ورنہ کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ تیر پھینکا گیا ہو ۔ اور وہ خون سے رنگین ہو کر واپس آیا ہو ۔

عام لوگوں کی دیت کے بارے میں تو یہ مقدار مقرر تھی ۔ لیکن اگر مقتول کوئی بادشاہ یا رئیس قوم ہوتا تو اس کی دیت ایک سو اونٹ کے بجائے ایک ہزار اونٹ لی جاتی ۔ بادشاہ اور رئیس قبیلہ کو اس معاشرہ میں جو خصوصی امتیازات حاصل تھے ان میں سے یہ امتیاز بھی تھا اسلام نے شاہ و گدا کے درمیان اس باطل امتیاز کو بھی ختم کر دیا اور غریب و امیر سب کی دیت ایک سو اونٹ مقرر کر دی ۔ (۱)

معاقرہ

ان میں ایک رسم یہ بھی تھی کہ دو آدمی باہمی مقابلہ کرتے ایک آدمی چند اونٹ ذبح کرتا دوسرا آدمی اس سے زیادہ اونٹ ذبح کر دیتا پھر پہلا آدمی اس سے بھی زیادہ ذبح کرتا دوسرا آدمی اونٹوں کی تعداد میں مزید اضافہ کر کے انہیں کاٹ ڈالتا ۔ جو آدمی اپنے مدمقابل سے زیادہ اونٹ ذبح کرنے سے عاجز آ جاتا ۔ اسے شکست خوردہ تصور کیا جاتا ۔ اور پہلے کو غالب اور فاتح شمار کیا جاتا ۔ یہ ایک ایسی قبیح رسم تھی جس سے بلاضرورت بے دریغ اونٹوں کو تلف کر دیا جاتا ۔ اس میں اسراف بھی تھا اور جانوروں کا ضیاع بھی لیکن وہ لوگ عہد جاہلیت میں اس امر میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کے لئے اپنے سینکڑوں اونٹ ضائع کر دیتے اور اس کو وجہ فخر و مباہات سمجھتے ۔

اس قسم کا ایک واقعہ سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے زمانۂ خلافت میں ہوا ۔ کوفہ میں قحط

---

۱ ۔ بلوغ الارب ، جلد سوم ، صفحہ ۲۲

پڑ گیا بہت سے لوگ کوفہ چھوڑ کر جنگلوں میں چلے گئے۔ فرزدق جو ایک مشہور عربی شاعر گزرا ہے اس کا باپ غالب نامی اپنی قوم کا سردار تھا اس نے اپنی قوم کو سلوا (ایک جگہ کا نام) میں جمع کیا جو بنی کلب قبیلہ کے علاقہ میں کوفہ سے ایک دن کی مسافت پر تھا غالب نے ایک اونٹنی ذبح کی اور اپنے قبیلہ کی ضیافت کی۔ کچھ گوشت بنی تمیم کی طرف بھیجا ایک بڑے برتن میں گوشت رکھ کر سحیم کی طرف بطور ہدیہ ارسال کیا جب غالب کا آدمی گوشت لے کر سحیم کے پاس پہنچا تو اس نے ازراہ نخوت اس برتن کو اوندھا کر کے سارا گوشت زمین پر گرا دیا اور گوشت لانے والے کو دو چار طمانچے رسید کئے۔ اور کہا کیا میرے جیسا آدمی غالب کے طعام کا محتاج ہے پھر سحیم نے اپنی قوم کے لئے اونٹنی ذبح کی دوسرے روز غالب نے ایک کے بجائے دو اونٹنیاں ذبح کیں سحیم نے بھی دو اونٹنیاں ذبح کیں تیسرے دن غالب نے تین ذبح کیں سحیم نے بھی اس کے مقابلہ میں تین اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں چوتھے روز غالب نے ایک سو اونٹنیاں ذبح کر دیں اب سحیم کو ہمت نہ ہوئی کہ وہ اس کا مقابلہ کر سکے۔

جب قحط سالی کا زمانہ ختم ہو گیا لوگ کوفہ میں اپنے اپنے گھروں کو واپس آ گئے تو سحیم کے قبیلہ بنو ریاح نے اسے ملامت کرتے ہوئے کہا۔

جُوْرِتَ عَلَيْنَا عَارَ الدَّهْرِ هَلَّا نَحَرْتَ مِثْلَ مَا نَحَرَ غَالِبٌ وَكُنَّا نُعْطِيْكَ مَكَانَ كُلِّ نَاقَةٍ نَاقَتَيْنِ

"یعنی تو نے ہم پر بہت زیادتی کی ہے ہم تو کبھی بھی اس عار کے داغ کو نہ دھو سکیں گے۔ تو نے جب غالب کے ساتھ مقابلہ شروع کیا تھا تو کیوں نہ اسکی طرح سو اونٹنیاں ذبح کیں۔ اگر تو ایسا کرتا تو ہم ایک ایک اونٹنی کے بدلے تمہیں دو دو اونٹنیاں دے دیتے۔"

اس نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ میرے اونٹ اس وقت وہاں موجود نہ تھے اس لئے میں ذبح نہ کر سکا۔ اس نے اس داغ کو دھونے کے لئے جوش میں آ کر تین سو اونٹنیاں ذبح کر ڈالیں امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ان کا گوشت کھانے سے لوگوں کو منع کر دیا کہ یہ "مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ" کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کا مقصد فخر و مباہات کا اظہار ہے چنانچہ وہ سارا گوشت کوفہ کے ایک کھلے میدان میں ڈھیر کر دیا گیا کتے۔ چیلیں اور گدھ اس کو کھاتے رہے۔

چراگاہوں پر اجارہ داری

آپ کو معلوم ہے کہ عرب کے بادیہ نشین قبائل کا ذریعہ معاش ریوڑ پالنا تھا۔ وہ چشموں چراگاہوں کی تلاش میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے رہتے تھے جہاں ان کی بھیڑ بکریوں کے لئے پینے کا پانی اور چرنے کے لئے گھاس بآسانی دستیاب ہوتا۔ اس پر ان کی معاشی خوشحالی کا دار و مدار تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں بھی طاقتور رؤساء ایسی حرکتیں کرتے تھے جن سے عوام الناس کو بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا، جہاں بھی کسی قبیلہ کا کوئی طاقتور سردار پہنچتا تو وہ اپنا ایک کتا اونچی جگہ پر کھڑا کرتا اور اس کو بھونکاتا اور جہاں جہاں تک اس کتے کے بھونکنے کی آواز پہنچتی وہاں تک وہ چراگاہ اس ایک شخص کی مقبوضہ بن جاتی۔ اس کے ریوڑ کے علاوہ کسی اور کا ریوڑ ادھر کا رخ نہ کر سکتا۔ نہ اس محدود علاقہ کے چشموں سے کوئی پانی پی سکتا۔ یہ ایک صریح ظلم تھا۔ بسا اوقات عوام جب گونا گوں صعوبتوں سے دوچار ہوتے تو تنگ آمد بجنگ آمد کے قاعدہ کے مطابق اس ظالم سردار کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے۔

کلیب بن وائل جو اپنے زمانہ میں ربیعہ کا سردار تھا۔ اس کی ہیبت اور رعب کا یہ عالم تھا کہ جس چراگاہ کو وہ اپنے لئے مخصوص کر لیتا کوئی دوسرا اس کے قریب نہ پھٹک سکتا۔ جن شکاری جانوروں کو وہ پناہ دے دیتا کوئی دوسرا شخص ان کا شکار کرنا تو بجائے خود انہیں اپنے ٹھکانہ سے خوفزدہ کر کے نکالنے کی جرات بھی نہیں کر سکتا تھا جب وہ کسی باغ کے پاس سے یا تالاب کے پاس سے گزرتا جو اسے پسند آجاتا تو وہ اونچی جگہ پر اپنے کتے کو کھڑا کر کے بھونکاتا اور جہاں تک اس کے بھونکنے کی آواز پہنچتی کسی دوسرے کی مجال نہ ہوتی کہ وہاں دم مار سکے۔ اس کی عزت و احترام کی یہ کیفیت تھی کہ اس کی آگ کے قریب کوئی دوسری آگ نہ جلائی جاتی پانی کے گھاٹ سے اس کی اجازت کے بغیر کوئی پانی لینے کے لئے نہیں جاسکتا تھا اس کی محفل میں کوئی گفتگو نہ کر سکتا تھا لوگ اس کے ظلم و ستم سے بہت تنگ آگئے یہاں تک کہ انہوں نے موقع پا کر اس کو قتل کر دیا۔ عباس بن مرداس، اپنے قصیدہ میں کہتا ہے

كَمَا كَانَ يَبْغِيهَا كُلَيْبٌ بِظُلْمِهِ ... مِنَ الْعِزِّ حَتّٰى طَاحَ وَهُوَ قَتِيلُهَا

عَلٰى وَائِلٍ إِذْ يَتْرُكُ الْكَلْبَ نَابِحًا ... وَإِذْ يَمْنَعُ الْأَفْنَاءَ مِنْهَا حُلُولَهَا

"جس طرح کلیب نے اپنے ظلم سے وہ عزت حاصل کر لی تھی کہ جہاں اس کا کتا بھونکتا تھا کوئی دوسرا قبیلہ اس طرف کا رخ نہیں کر سکتا تھا یہاں

تک کہ اس کو قتل کر دیا گیا۔ "

اس کا بھائی مہلہل، اس کا مرثیہ لکھتے ہوئے کہتا ہے

نُبِّئْتُ اَنَّ النَّارَ بَعْدَكَ اُوقِدَتْ وَاسْتَبَّ بَعْدَكَ يَاكُلَيْبُ الْمَجْلِسُ

" مجھے بتایا گیا ہے کہ تیرے مرنے کے بعد مہمانوں کی ضیافت کے لئے تیری آگ کے بغیر اور آگ بھی جلائی گئی اور تیرے بعد اے کلیب کئی مجلسیں آراستہ کی گئیں۔ "

وَتَكَلَّمُوْا فِيْ اَمْرِكُلِّ عَظِيْمَةٍ لَوْكُنْتَ شَاهِدَهُمْ بِهَا لَمْ يَنْبِسُوْا

" انہوں نے ہر بڑی بات میں گفتگو شروع کر دی اور اگر تو موجود ہوتا تو کوئی زبان کو حرکت بھی نہ دیتا۔ " (۱)

بحیرہ۔ سائبہ

آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہل عرب، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت حنیفیہ پر کار بند تھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ان کا محکم یقین تھا۔ عمرو بن لحی خزاعی، بلقاء سے چند بت لے آیا۔ اور یہاں ان کی پرستش کو مروج کیا اس کے علاوہ اور بھی کئی ایسی خرافات تھیں جن کا اس نے آغاز کیا بحیرہ۔ سائبہ۔ وصیلہ اور حام وغیرہ کے بارے میں نئے نئے قوانین نافذ کئے جن کو اہل عرب نے آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا اور اس پر کار بند ہو گئے بحیرہ سائبہ، وصیلہ اور حام کی تشریح میں کوئی متفقہ قول نہیں بلکہ ان کی توضیح مختلف اقوال سے کی گئی ہے ممکن ہے ہر قبیلہ نے ان الفاظ کو مخصوص معانی میں استعمال کیا ہو۔ اور اسی وجہ سے ایک لفظ کی تشریح میں علماء لغت نے متعدد اقوال نقل کئے ہوں۔ بہر حال ہم ان اقوال میں سے قوی اور احسن قول سے ان الفاظ کی تشریح کرتے ہیں۔

۱۔ بلوغ الارب، جلد سوم، صفحہ ۳۲

بحیرہ

اس کا وزن فعیلہ ہے یہ مفعول کے معنی میں مستعمل ہے یہ بَحر سے مشتق ہے۔ بحر کا معنی چیرنا ہے۔

اس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ اونٹنی جو دس بچے جنتی اس کا کان چیر دیا جاتا اور اس کو آزاد چھوڑ دیا جاتا وہ جہاں پھرے چرے اسے منع نہ کیا جاتا۔ وہ جہاں سے بھی پانی پیے اسے روکا نہ جاتا۔

سائبہ

یہ سیبۃ کے مادہ سے فعل ثلاثی مجرد کا اسم فاعل ہے اس کا معنی ترکتہ واہملتہ ہے یعنی میں نے اس کو چھوڑ دیا۔ اگر اونٹ ہو تو اس کو سائب اور اونٹنی ہو تو اسے سائبہ کہتے حضرات ابن عباس۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اسکی تشریح یوں منقول ہے۔

هِيَ الَّتِي تُسَيَّبُ لِلْاَصْنَامِ وَتُعْطَى لِلسَّدَنَةِ. وَلَا يَطْعَمُ مِنْ لَبَنِهَا
إِلَّا اَبْنَاءُ السَّبِيْلِ وَنَحْوُهَا.

”یعنی یہ وہ اونٹنی ہے جو بتوں کے لئے چھوڑ دی جاتی ہے اور ان بتوں کے خدمتگاروں کو دے دی جاتی ہے اس کا دودھ مسافروں اور ضرورتمندوں کے بغیر اور کوئی نہیں پی سکتا۔“

اس کو پانی اور گھاس سے بھی نہ روکا جاتا۔ اس پر سواری بھی نہ کی جاتی اور بوجھ بھی نہ لادا جاتا نہ اس کی اون کاٹی جاتی۔

وصیلہ

یہ اس بھیڑ کو کہا جاتا جو سات مرتبہ دو دو مادہ بچے جنتی اور آخری مرتبہ ایک مادہ اور ایک نر جنتی تو کہا جاتا۔ وصلت اخاھا۔ کہ اس نے اپنے بھائی کو ملا دیا ہے اس کی ماں کا دودھ صرف مرد پی سکتے تھے عورتیں نہیں پی سکتی تھیں اس کو بھی سائبہ کی طرح آزاد چھوڑ دیا جاتا۔ جہاں چاہے چرے جہاں سے چاہے پانی پیے۔

الحام: -

یہ حمٰی سے مشتق ہے۔ جس کا معنی روکنا۔ منع کرنا ہے۔ فراء نے اس کا معنی یہ بتایا ہے کہ وہ نراونٹ جس کا پچہ جفتی کے قابل ہو جائے تو کہتے ہیں قَدْ حَمٰی ظَھْرَہٗ اس نے اپنی پشت کو محفوظ کر لیا ہے۔ اس کو بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا اس کو چرنے اور پانی پینے سے کسی جگہ بھی روکا نہ جاتا۔

حضرت ابن عباس۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے اس کی تشریح یوں منقول ہے۔

اِنَّہُ الْفَحل یولد مِنْ ظَھْرِہٖ عَشَرَۃ اَبْطُن جس کی پشت سے دس بچے پیدا ہوتے عرب کہتے اس نے اپنی پیٹھ کو محفوظ کر لیا ہے۔ اس پر نہ سواری کی جائے گی نہ بوجھ لادا جائے گا نہ کہیں اسے چرنے اور پانی پینے سے روکا جائے گا۔

اہل عرب میں شادی بیاہ کے مروج طریقے

شریف قبائل میں تو شادی بیاہ کا یہی طریقہ تھا جس کو اسلام نے بھی جائز قرار دیا کہ لڑکے کے ورثاء لڑکی کے والدین کے پاس جاتے اور ان سے رشتہ کی درخواست کرتے اور اگر وہ ان کی اس درخواست کو قبول کرتے تو لڑکے کے رشتہ دار از حد ممنون شکر گزار ہوتے۔ لڑکی کا مہر مقرر کیا جاتا۔ مجلس نکاح منعقد ہوتی اور لڑکی کے والدین نیک تمناؤں کے ساتھ اپنی لڑکی کو رخصت کرتے۔

لیکن اس نکاح کے علاوہ رشتہ زوجیت کے انعقاد کے اور بھی متعدد طریقے رائج تھے جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کفر و شرک کی آلودگیوں نے ان کے جذبہ غیرت وحمیت کا کس طرح گلا گھونٹ دیا تھا۔ اور وہ لوگ کیونکر ایسی رسموں کو کھلے دل سے برداشت کرتے تھے نہ ان کا ضمیر ان کو اس بے غیرتی پر ملامت کرتا تھا اور نہ اس معاشرہ میں ان کے خلاف رد عمل کی کوئی لہر اٹھتی تھی۔ اس کی مختلف صورتیں تھیں۔

۱۔ منکوحہ عورت جب ایام حیض سے فارغ ہوتی تو اس کا خاوند کسی شجاع یا سخی آدمی کی طرف اس کو بھیجتا اور اس کو اجازت دیتا کہ اس کے ساتھ ہم بستری کرے اور اس سے اس کا مقصد یہ ہوتا کہ ایک نامور آدمی کے نطفہ سے اس کی بیوی کے شکم سے جو بچہ پیدا ہو گا وہ بھی نامور ہو گا اور اس کو ایک نامور بیٹے کا باپ بننے کا اعزاز حاصل ہو جائے

گا۔

۲۔ دوسرا طریقہ یہ تھا کہ آٹھ نو آدمی، ایک عورت کے پاس اکٹھے ہوتے اور اس کی رضا سے اس کے ساتھ مقاربت کرتے اگر اس سے حمل ٹھہر جاتا تو جب بچہ پیدا ہوتا تو چند روز بعد ان آٹھ نو آدمیوں کو وہ بلا بھیجتی تھی ان میں سے کسی کی مجال نہ ہوتی کہ وہ آنے سے انکار کرے جب وہ اس کے پاس اکٹھے ہو جاتے تو وہ کہتی کہ جو کچھ تم نے کیا اسے تم جانتے ہی ہو۔ اس فعل سے میرے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے پھر ان میں سے جس کا نام چاہتی لے کر کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے اس آدمی کی مجال نہ ہوتی کہ وہ انکار کرے اس بچے کو اس آدمی کی نسل سے ملحق کر دیا جاتا یہ اس وقت ہوتا جب پیدا ہونے والا بیٹا ہوتا اور اگر بیٹی پیدا ہوتی تو پھر وہ ان کو بلاتی نہ کسی کی طرف اس کی نسبت کرتی کیونکہ اسے علم ہوتا کہ اہل عرب بچیوں کو از حد ناپسند کرتے ہیں اور بعض اپنی جائز بچیوں کو زندہ در گور کرنے سے باز نہیں آتے۔ ایسے معاشرہ میں ایک ناجائز بچی کا بوجھ اٹھانے کے لئے کون تیار ہوگا۔ اس لئے وہ خاموش رہتی۔

۳۔ ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بدکار عورتیں اپنے مکانوں کے اوپر جھنڈے لہراتیں۔ ہر شخص کے لئے روز و شب ان کے دروازے کھلے رہتے اور بدکاری کا کاروبار جاری رہتا۔ اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا تو پھر قیافہ شناس کو بلایا جاتا اور جس کی طرف وہ اس کے نسب کی نسبت کر دیتا اس کا وہ فرزند قرار پاتا۔

عصمت فروشی کا کاروبار کرنے والی یہ عورتیں نہ قبیلہ قریش سے تھیں اور نہ کسی خالص عربی النسل قبیلہ سے بلکہ عام طور پر وہ لونڈیاں ہوتیں جن کو خرید کر ان کے مالک ان سے یہ بدکاری کراتے تھے۔

۴۔ پوشیدہ نکاح = ایسی بدکاری جو لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل ہو وہ بری نہیں سمجھی جاتی تھی لیکن ایسی بدکاری جس کا عام چرچا ہو اور کھلم کھلا ہو اس کو عیب اور کمینگی سمجھا جاتا تھا۔

۵۔ نکاح متعہ = اس کا بھی عام رواج تھا۔ اس میں گواہوں کے بغیر عورت اور مرد مقررہ وقت کے لئے معینہ مال کے عوض بیاہ کر لیتے تھے اور میاں بیوی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے تھے۔

۶۔ نکاح بدل = ان کے ہاں ازدواج کا یہ حیاسوز طریقہ بھی تھا کہ دو مرد آپس میں یہ طے

کر لیتے ایک دوسرے کو کہتا کہ تو اپنی عورت کو میرے پاس بھیج دے میں اپنی بیوی کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

۷۔ نکاح شغار = ایک آدمی اپنی لڑکی کا بیاہ کسی مرد کے ساتھ کر دیتا اس شرط پر کہ وہ مرد اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دے دیگا اور دونوں اپنی بیویوں کو مہر وغیرہ ادا نہیں کریں گے۔

یہ چند وہ طریقے تھے جو ان میں مروج تھے اور جس پر کسی کو کوئی بھی متہم نہیں کرتا تھا۔

بچیوں کو زندہ درگور کرنا

ایک انتہائی ظالمانہ اور سنگدلانہ رسم جو ان میں مروج تھی اور جس کو باعث عزو شرف سمجھا جاتا تھا وہ وأد البنات کی رسم تھی یعنی جب کسی کے ہاں بچی پیدا ہوتی تو ان کے ہاں صف ماتم بچھ جاتی اور جب وہ چند سال کی ہو جاتی تو باپ اس کو بہترین کپڑے پہنا تا مزین و آراستہ کرکے جنگل میں لے جاتا۔ اپنے ہاتھوں سے ایک گہرا گڑھا کھودتا پھر اس میں دھکا دے کر اس بچی کو پھینک دیتا اور اس پر مٹی ڈال کر اس گڑھے کو بھر دیتا۔ وہ بیچاری چیختی چلاتی رہ جاتی لیکن اس سنگدل باپ پر ذرا اثر نہ ہوتا۔ بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے کی یہ قبیح رسم تقریباً عرب کے تمام قبائل میں کم وبیش رائج تھی۔ لیکن بنو تمیم میں اس کا رواج بہت زیادہ تھا۔

اس رسم کی وجوہات مختلف لوگوں نے مختلف بیان کی ہیں بنو تمیم، کندہ اور چند دوسرے قبائل تو اس وجہ سے بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے کہ مبادا ان کی کسی نازیبا حرکت کی وجہ سے ان کا خاندان بدنام ہو۔ المیدانی نے اس کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ بنو تمیم پر حیرہ کے بادشاہ نے ٹیکس لگایا ہوا تھا لیکن انہوں نے اس کو ادا کرنے سے انکار کر دیا حیرہ کے بادشاہ نعمان نے اپنے بھائی ریان کو بھیجا اور اس کے ساتھ ایک خاص فوجی دستہ بھی روانہ کیا جسے "دوسر" کہا جاتا۔ ان میں سپاہیوں کی اکثریت بکر بن وائل قبیلہ سے تعلق رکھتی تھی اس نے بنی تمیم پر حملہ کیا ان کے مویشیوں کو پکڑ لیا اور ان کی اولاد کو جنگی قیدی بنا کر حیرہ لے آئے بنو تمیم نے نعمان بن منذر کی خدمت میں ایک وفد روانہ کیا تاکہ اپنے جنگی قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے اس سے مذاکرات کرے۔ نعمان نے فیصلہ کیا کہ عورتوں کے معاملہ میں ہم عورتوں کو اختیار دیتے ہیں وہ چاہیں تو اپنے سابقہ خاوندوں کے پاس لوٹ آئیں اور چاہیں تو جن سپاہیوں میں ان کو تقسیم کیا گیا ہے ان

کے پاس رہیں ان میں سے ایک عورت قیس بن عاصم کی بیٹی تھی اس سے جب پوچھا گیا تو اس نے اپنے پہلے خاوند کے پاس جانے سے انکار کر دیا کہ وہ اپنے موجودہ شوہر کے پاس رہے گی اس وقت قیس بن عاصم نے نذر مانی کہ اگر اس کے ہاں اب کوئی بچی پیدا ہوئی تو وہ اس کو زمین میں زندہ دفن کر دے گا۔ اس کے ہاں بارہ تیرہ لڑکیاں پیدا ہوئیں اس نے اپنی نذر کے مطابق ان سب کو زندہ درگور کر دیا۔

اسی قسم کا واقعہ بنی ربیعہ میں بھی پیش آیا اس کے سردار کی بیٹی نے اپنے باپ کے پاس آنے کی بجائے اپنے فاتح کے پاس رہنے کو پسند کیا اس طرح اس قبیلہ میں بھی وادالبنات کا رواج جڑ پکڑ گیا وہ اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ ان کی بیویاں یا ان کی بیٹیاں کوئی ایسی حرکت کریں جس سے ان کے خاندان کی عزت وناموس داغدار ہو جائے اور یہ کلنک کا ٹیکہ سارے عرب میں ان کو ذلیل ورسوا کرنے کا باعث بنے۔

یہی جذبہ غیرت تھا جس نے اس ظلم کو صحرائے عرب کے قبائل میں پذیرائی بخشی اور لوگ اپنے جگر کے ٹکڑوں کو زندہ درگور کرتے اور اسے اپنے لئے فخر ومباہات کا باعث سمجھنے لگے۔

واد کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی شخص کے ہاں بچی پیدا ہوتی اور وہ اس کو زندہ رکھنا چاہتا تو وہ اسے اون یا بالوں کا بنا ہوا جبہ پہناتا۔ وہ سارا دن عرب کی چلچلاتی دھوپ اور تپتے ہوئے ریگزاروں میں اونٹ یا بکریاں چراتی۔ اس کو اچھے کپڑے پہننے کی آرام کی زندگی بسر کرنے کی ہرگز اجازت نہ دی جاتی اور جس بچی کو قتل کرنا چاہتا اس کو بڑے ناز ونعم سے پالا جاتا جب وہ چھ سات سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کا باپ پہلے جنگل میں چلا جاتا وہاں ایک گہرا کنواں کھود تا واپس آ کر اپنی بیوی کو کہتا کہ بچی کو خوب آراستہ پیراستہ کر و اس کو خوشبو لگاؤ تا کہ میں اسے اس کے ننھال لے جاؤں۔ اس بہانے سے وہ اسے اس کنوئیں کے پاس لے آتا جو صحرا کے کسی گوشہ میں اس نے کھود رکھا ہوتا۔ جب وہاں پہنچتا تو بچی کو کہتا کہ اس کنوئیں میں دیکھو کیا ہے۔ جب وہ جھک کر دیکھنے لگتی تو پیچھے سے دھکا دے کر وہ اسے اس کنوئیں میں گرا دیتا اور مٹی ڈال کر کنوئیں کو زمین کے برابر کر دیتا۔

بچیوں کو زندہ درگور کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر کسی بچی کی آنکھیں نیلی ہوتیں یا اس کا رنگ سیاہ ہوتا یا اس پر برص کے سفید داغ ہوتے یا وہ لنگڑی ہوتی تو ایسی بچیوں کو بھی وہ کنواں کھود کر اس میں پھینک دیتے اور مٹی ڈال کر اس کو جیتے جی موت کے آغوش میں سلا دیا

جاتا کتب تاریخ میں یہ واقعہ مذکور ہے کہ سوداء بنت زہرہ بن کلاب جب پیدا ہوئی تو اس کی آنکھیں نیلی اور چہرے کی رنگت سیاہ تھی اس نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ اس کو کہیں گڑھا کھود کر زندہ دفن کر دے۔ وہ اسے الحجون کی وادی میں لے گیا جب اس نے گڑھا کھودا اور اس کو اس میں دفن کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے ایک ہاتف کی یہ آواز سنی لاتئدالصَّبِیَّۃَ خلھا البریّۃ یعنی اس بچی کو زندہ دفن مت کرو اور اس کو کھلے میدان میں چھوڑ دو۔ اس شخص نے ادھر ادھر دیکھا لیکن کوئی آدمی نظر نہ آیا اس نے اس کو دفن کرنے کا پھر ارادہ کیا دوبارہ ہاتف کی یہی آواز سنائی دی وہ اسے لے کر اسکے باپ کے پاس آیا جو اس نے سنا تھا وہ اسے بتایا اس کے باپ نے کہا یقیناً آئندہ چل کر اس کی بڑی شان ہو گی اس لئے اس نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ ترک کر دیا آگے چل کر وہ قریش کی کاہنہ بنی۔

بتوفیقه تعالیٰ انتهیت من النظر الثانی علیٰ هٰذا الجزء فی الساعة السابعة والنصف صباح یوم الاربعاء وانا جالس فی المنزل الثانی من الحرم المکی المقدس وادی الکعبة المشرفة المقدسة تنزل علیها الانوار الربانیه من السماء وعباد الله الصالحون القانتون واماء الصالحات القانتٰت یطوفون حول بیت ربهم الکریم الرحیم القدیر الحکیم فی غایة الخضوع والخشوع یرجون رحمته ویخافون من عذابه ویستغفرون لذنوبهم یسئلون منه غفرانه وفضله واحسانه

اللّٰهم استعینك لاتمام سیرة حبیبك واسئلك التوفیق والسداد فی تکمیلها علیٰ صورة جمیلة رائعة واسلوب اخاذ بالقلوب ونمط یجلب رضاءك یا ربی وتنور مطالعتها قلوب القارئین وارواح الطالبین بانوار نبیك الساطعة الزاهرة الباهرة رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ هٰذِهِ السِّیْرَةَ مِرْاٰةً صَافِیَةً یَنْعَکِسُ فِیْهَا الضِّیَاءُ الْمُحَمَّدِیُّ وَالْجَمَالُ الْاَحْمَدِیُّ فِیْ اَجْمَلِ شَانِهٖ وَ اَکْمَلِ سُلْطَانِهٖ۔

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی حَبِیْبِكَ الْمُمَجَّدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَمَنْ اَرْوٰی رُوْحَهٗ وَقَلْبَهٗ مِنْ مَّعِیْنِ مَحَبَّتِهٖ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ۔

العبد المسکین
محمد کرم شاہ

النظرة الثالثة یوم الاربعاء بعد صلوٰة الظهر ۲۲ر ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ - ۱۸ر یونیو ۱۹۹۰ء فی مسجد ضاحیة من ضواحی مگھال صان الله اهلها من جمیع المحن والبلیات۔

محمد کرم شاہ

۲۶ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ ۱۳ اپریل ۱۹۸۸ء